دلیل الفالحین

شرح اردو

ریاض الصالحین

جلد پنجم

تألیف

محمد بن علان الصدیقی الشافعی الأشعری المکی

المتوفی سنة ١٠٥٧ھ

تحقیق

عصام الدین الصبابطی

مترجم

مولانا شمس الدین صاحب

ناشر

مکتبة العلم

١٨- اردو بازار لاہور۔ پاکستان

7231788

دلیل الفالحین

شرح اردو

ریاض الصالحین

جلد پنجم

تالیف: محمد بن علان الصدیقی الشافعی الاشعری المکی

مترجم: مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: عصام الدین الصبابطی

اس ترجمہ کی چند نمایاں خصوصیات

★ تمام احادیث کا آسان و عام فہم ترجمہ ★ احادیث کے حل طلب مسائل کی بہترین و دلکش تشریح

★ دور جدید کے مسائل کا بہترین حل ★ حل اللغات، نحو وغیرہ کے عنوانات سے آسان تشریح

★ ہر مسئلے پر فقہا کی آراء ★ آیات قرآنیہ مکمل حوالوں کے ساتھ ★ ہر حدیث کی مکمل و مدلل تخریج

★ ''الفرائد'' کے عنوان سے حدیث میں بیان کیے گئے ارشادات نبویہ ﷺ کا مختصر خلاصہ

ناشر

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:7211788-7231788

نام کتاب .... دلیل الفالحین شرح اردو ریاض الصالحین

تالیف: .... محمد بن علان الصدیقی الشافعی الأشعری المکی

مترجم .... مولانا شمس الدین صاحب

تحقیق: .... عصام الدین الصبابطی

طابع .... خالد مقبول

مطبع .... آر۔ آر۔ پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸۔ اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان ☎ 7211788

فہرست

كتاب المنثورات والملح

كتاب الاستغفار

۲۵۳: بَابُ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَآءِ وَفَضْلِهِمْ

بَاب: اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کی فضیلت

تشریح ۞ **الکرامات** : یہ کرامۃ کی جمع ہے۔ خرقِ عادت کو کہتے ہیں۔ اس کی پانچ اقسام ہیں: ۱) ارھاص' ۲) معجزہ' ۳) کرامہ' ۴) معونہ' ۵) مھونہ۔

ارھاص: دعوہ نبوت سے پہلے دکھائے جانے والے خرق عادت افعال مثلاً بادلوں کا سایہ یہ نبوت سے قبل پیش آیا' بعد میں نہیں۔ اسے ارھاص کہنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ نبوت کیلئے بطور تاسیس ہیں۔

معجزہ: وہ خارق عادت فعل جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور اس کے دعویٰ کے عین مطابق ہو اور وہ معارضہ سے بھی مامون ہو اور تحدی و چیلنج مقابلہ کی دعوت دینے کو کہا جاتا ہے۔

محققین کا قول یہ ہے کہ دعویٰ رسالت کے ساتھ اس کو معجزہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انسان اس کی مثل سے عاجز ہوتے ہیں۔ باقی جس میں مقابلہ کا امکان موجود ہو اس کو سحر کہا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے سحر میں اعیان کا بدلنا اور طبائع کا پھیر دینا جائز قرار دیا ہے مثلاً انسان کا گدھا بن جانا۔ مگر دوسرے علماء اس بات کے قائل نہیں ورنہ نبی و ساحر میں فرق نہ رہے گا۔ مگر یہ بات اس طور پر قابل رد ہے کہ دعویٰ نبوت اور تحدی جب فرق کو واضح کرتی ہے۔ اور عام عادۃ الھیبہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کا معارضہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔ نبوت کے جھوٹے دعوے دار سے خرق عادت ظاہر نہیں ہوتا اور اگر سحر کی تعلیم سے کوئی عادت کے خلاف معلوم ہوگا تو اس کا معارضہ عین ممکن ہے۔ پس تحدی کی قید ضروری ہے۔ لیکن ہر معجزہ کے ساتھ تحدی ضروری نہیں کیونکہ آپ ﷺ کے بہت سے معجزات ظاہر ہوئے مگر اس میں کفار کو چیلنج نہیں کیا گیا بلکہ بعض علماء نے تو کہا کہ صرف قرآن مجید کے ساتھ صرف چیلنج دیا گیا ہے اور موت کی تمنا کرنا تو اس کیلئے ہے جس سے تحدی کا دعویٰ پھر صادر ہو چکا ہو۔

کرامۃ: وہ خارق عادت جس میں تحدی نہ کی گئی ہو۔ اس میں وہ خارق عادت بھی شامل ہے جو تحدی کے بعد پیش آئے جیسا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بعض مرنے والوں کا شہادتین کا اقرار اور اس کے مشابہ دیگر واقعات جن کے متعلق متواتر خبریں پہنچیں۔

قاضی عیاض کا قول: پیغمبر کے ہاتھ پر جو خرق عادت بلا تحدی ظاہر ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔ (الشفا) اس کے خلاف دوسرا قول گزرا۔

معونت: وہ عادت کے خلاف بات جو کسی مؤمن کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔ جیسے ہلاکت سے چھوٹنا' کسی بڑی حیرانی سے بغیر ظاہری سبب نکل جانا۔

مھونت: وہ خارق عادت جو چیلنج کرنے والے کے دعویٰ کے خلاف ظاہر ہو۔ جیسا کہ مسیلمہ کیلئے پیش آیا اس نے ایک کنوئیں میں تھوکا تاکہ اس کا پانی زیادہ ہو تو پہلا بھی جاتا رہا۔

اولیاء: جمع ولی وہ مؤمن جو اپنے اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو۔ ۱) یہ فعیل کے وزن پر ہے اور فاعل کا معنی دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا کر اُس سے دوستی کر لی ہے۔ ۲) یہ فعیل مفعول کے معنی میں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دوست بنالیا۔ اولیاء کی کرامات کئی قسم کی ہیں۔ سبکی نے طبقات میں بیس سے زائد اقسام ذکر کی ہیں اور ان سب کی جامع بات یہ ہے کہ جو چیز پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہو سکتی ہے وہ ولی کے ہاتھ پر بطور کرامت مطلق ظاہر ہو سکتی ہیں (سوائے اس معجزے کے جس کے ساتھ چیلنج دیا گیا ہو مثلاً قرآن مجید کی سورۃ لانا، آیت لانا، فتدبر)۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [یونس: ۶۲،۶۴] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ﴾ [مریم: ۲۵،۲۶] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [آل عمران: ۳۷] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ مِرْفَقًا وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ [الکھف: ۱۶]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خبردار! بے شک اللہ کے اولیاءان پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ ڈرتے تھے ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں یہی بڑی کامیابی ہے''۔ (یونس) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے مریم تو کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دے وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرادے پس تو کھا اور پی''۔ (مریم) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی زکریا علیہ السلام محراب میں داخل ہوتے تو اس کے ہاں کھانے کی چیزیں پاتے زکریا علیہ السلام نے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا وہ اللہ کی طرف سے ہے بے شک اللہ جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں''۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور جب تم ان سے اور ان کے معبودوں سے جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے ہیں علیحدگی اختیار کرلو پھر نماز میں پناہ لو۔ تمہارے لئے تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے معاملے میں آسانی مہیا فرما دے گا۔ اور تم دیکھو گے کہ سورج طلوع ہوتے وقت نماز کے داہنی سے مڑ کر نکلتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں طرف ان سے کترا کر نکل جاتا ہے''۔ (الکھف)

تشریح ﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ جبکہ لوگ عقاب کے خوف سے لرزاں ہوں گے۔ حزن: کسی مقصود کے فوت ہونے کا غم۔ یعنی ان پر کسی چیز کے فوت ہو جانے کا غم بھی طاری نہ ہوگا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : یہ جملہ اولیاء کا بیان ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى :اس سے مراد وہ اچھا خواب ہے جو مؤمن دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ ملائکہ کی طرف سے خوشخبری تو جان کنی کے وقت ہوتی ہے۔ مگر حسن بصری فرماتے ہیں۔ اس سے مراد وہ جنت ہے جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو دی ہے۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ :اس سے مراد جنت اور رضائے الٰہی ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد قبر میں دی جانے والی خوشخبری۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ :اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : دونوں جہاں میں خوشخبری کا ملنا یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس میں حضرت مریم کو خطاب کر کے حکم دیا تم کھجور کے تنے کو حرکت دو وہ تازہ کھجوریں گرائے گا۔ رُطَبًا جَنِيًّا :

اَلنَّحْوُ :۱)اگر تُسَاقِطْ باب تفاعل سے ہے تو یہ تمیز ہے۔۲)اور اگر مفاعلہ سے ہے تو یہ مفعول ہے۔ وہ تنا اس وقت خشک تھا۔ مریم کی کرامت کے طور پر پتے لے آیا تاکہ اس کا دل مطمئن ہو۔۳) تنا تو سبز تھا مگر کھجور کا موسم نہ تھا اور نہ اس پر کوئی کھجور تھی۔ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ :تر کھجور کھاؤ اور ندی کا پانی پیو یا تر کھجور عصیر استعمال کرو۔ وقری عينا: یہ القرأی سے ہے۔ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔۲) یہ قرار سے ہے۔ اس لئے کہ جب آنکھ مسرور کن منظر کو دیکھتی ہے تو اس چیز کی طرف نظر کو مبذول کر کے دوسری چیزوں سے اپنے کو پھیر لیتی ہے۔ الابہ کہہ کر عیسیٰ علیہ السلام کے قلمهم فی المهد کی طرف اشارہ کیا۔ اسی طرح ان کی نبوت کیلئے ان کی ولادت ایک عظیم ارھاص تھی۔

الْمِحْرَابَ :سے مراد وہ کمرہ ہے جو ان کیلئے مسجد میں بنایا گیا تھا۔ وَجَدَ :ظرفیت کی وجہ سے اس کلما کو نصب دی ہے۔ عِنْدَهَا رِزْقًا : بعض نے کہا کہ وہ ان کے پاس گرمیوں کے پھل سردیوں میں پاتے اور سردیوں کے گرمیوں میں۔۲) بعض نے کہا۔ ان کے صحائف پاتے جن میں علمی باتیں ہوتیں پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ : یہ تمہارے ہاں دروازوں کے بند ہونے کے باوجود بے موسے کہاں سے آگئے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ :کوئی بعید بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مریم نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بچپن میں کلام کیا اور کسی پستان سے دودھ نہ پیا اور جنت سے اس کا رزق آتا رہا۔ اِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ :وہ اپنی وسعت وکرم سے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔

سبکی کا قول: ثبوت کرامت میں سبکی کہتے ہیں مریم کا بغیر مرد کے حاملہ ہونا، کھجور کے خشک تنے سے تازہ کھجور میسر آنا۔ بے وقت اور بلا اسباب ان کے پاس رزق کا آنا حالانکہ وہ پیغمبر نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا: ''وامّه صديقه'' پیغمبر کیلئے تو مذکر ہونا بالاتفاق شرط ہے اور اس کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزے کا پیغمبر اور قوم کے سامنے ظاہر ہونا ضروری ہے تاکہ ان پر نبوت کی دلیل بنے اور جو ہم نے مریم کو جبریل علیہ السلام کا خطاب ذکر کیا ''وهزى اليك بجذع النخلة'' یہ کسی کے سامنے نہ تھا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: ''فامّا ترين من البشر احدًا......''

اور دوسری بات یہ ہے کہ معجزات کا اظہار تو رسول کے درخواست کرنے سے ہوتا ہے اور یہاں تو زکریا علیہ السلام اس کے حصول سے بھی واقف نہ تھے جیسا اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ :ان خوارق کا تذکرہ میں حضرت مریم کے عظمت شان کیلئے ذکر کیا ہے۔ دوسرے کیلئے اس کا کرامت بنا ممکن نہیں اور یہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کیلئے ارھاص بھی

نہیں۔ کیونکہ ارھاص کیلئے ضروری ہے کہ وہ رسول کو خاص طور پر نبوت سے قبل دی جانے والی کرامت ہو۔ رہی وہ باتیں جوان سے دوسرے کی کرامت کے طور پر ظاہر ہوں۔ اس وجہ سے اس کو حیاء ہوتی ہو۔ یہ وہ کرامت ہے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے اور اس لئے بھی اگر اس کو جائز قرار دیا جائے تو پھر ہر رسول کے ہاتھ پر ایک ایسا ارھاص ظاہر ہونا چاہئے، جو یہ ظاہر کرے کہ یہ اس نبی کیلئے ارھاص ہے جو آئندہ آئے گا اور اس کو مان لینے سے نبوت پر معجزے سے استدلال کرنے کا راستہ بند ہو جائے گا۔

اصحاب کہف ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں۔ هُمْ: سے مراد وہ کفار ہیں جہاں وہ رہائش پذیر تھے۔ مَا يَعْبُدُوْنَ سے ان کے معبودات باطلہ جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اِلَّا اللّٰهُ: وہ اللہ تعالیٰ کی کھلے طور پر عبادت کرتے تھے یا ان کی عبادت کے ضمن میں چھپ کر لیتے ہوں گے۔ فَأْوُوْا: تم غار کی پناہ لو۔ يَنْشُرْلَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ: اس غار کے ذریعہ وہ تمہاری قوم سے حفاظت فرمائے گا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ: اور تمہارے اس معاملے کو جس کا ارادہ کیے ہو آسان فرمادے گا۔ مِرْفَقًا: جس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ: اگر تم ان کو دیکھ پاؤ تو سورج کو دیکھو گے کہ وہ ان کی غار سے شمال کی جانب مائل ہو کر غار کو طے کرتا ہے۔ وهم فی فجوة منه: غار کی وسیع جگہ میں تھے۔ ان کو سورج کی حرارت ایذاء نہ پہنچا سکی اور تازہ ہوا ان کو میسر آتی۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان سے سورج کو پھیر دیا اور اس کی قدرت ان کے اور غار کے درمیان حائل ہوگئی کیونکہ غار کا دروازہ ایسی جانب واقع تھا کہ سورج کی شعاعیں اطراف والے دونوں پہاڑوں پر پڑتی تھیں۔ پس یہ ان کی کرامت ہوگی۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلك من آيات الله: اس لئے کہ ان کی راہنمائی اس غار کی طرف کر دی اور ضرر کو ان سے ہٹا دیا۔

الروايات

۱۵۰۴: وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِیَّ ا قَالَ مَرَّةً: "مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ" اَوْ كَمَا قَالَ، وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ ا بِعَشْرَةٍ، وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَآءِ، ثُمَّ رَجَعَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ - قَالَتِ امْرَاَتُهٗ: مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ، قَالَ: اَوَ مَا عَشَّيْتِهِمْ؟ قَالَتْ: اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ قَالَ: فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ! فَقَالَ: يَا غُنْثَرُ! فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: كُلُوْا لَا هَنِيْئًا وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا، قَالَ: وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ: يَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا؟ قَالَتْ: لَاوَقُرَّةِ عَيْنِیْ لَهِیَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ! فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِیْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ

اَكَلَ مِنهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ ا فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ – وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ ، فَتفَرَّقْنَا اثْنَىْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنهُمْ اُنَاسٌ ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنهَا اَجْمَعُوْنَ – وَفِىْ رِوَايَةٍ فَحَلَفَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَطْعَمُهُ ، فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ لَا تَطْعَمُهُ ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ اَوِ الْاَضْيَافُ اَنْ لَّا يَطْعَمَهُ اَوْ يَطْعَمُوْهُ حَتّٰى يَطْعَمَهُ – فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ هٰذِهٖ مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا يَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنهَا فَقَالَ :يَا اُخْتَ بَنِىْ فِرَاسٍ :مَا هٰذَا؟ فَقَالَتْ:وَقُرَّةِ عَيْنِىْ اِنَّهَا الْاٰنَ اَكْثَرَ مِنهَا قَبْلَ اَنْ نَّاْكُلَ! فَاَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ اَنَّهُ اَكَلَ مِنهَا – وَفِىْ رِوَايَةٍ اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ :دُوْنَكَ اَضْيَافَكَ فَاِنِّىْ مُنْطَلِقٌ اِلَى النَّبِيِّ ا فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ اَنْ اَجِىْءَ ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ فَقَالَ :اِطْعَمُوْا ، فَقَالُوْا :اَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ اطْعَمُوْا ، قَالُوْا مَا نَحْنُ بِاٰكِلِيْنَ حَتّٰى يَجِيْئَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قَالَ :اقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ فَاِنَّهُ اِنْ جَآءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا لَنَلْقَيَنَّ مِنهُ فَاَبَوْا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ ، فَلَمَّا جَآءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ ، فَقَالَ :مَا صَنَعْتُمْ؟ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ :يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَسَكَتُّ ، ثُمَّ قَالَ :يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَسَكَتُّ ، فَقَالَ غُنْثَرُ اَقْسَمْتُ عَلَيْكَ اِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِىْ لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ سَلْ اَضْيَافَكَ ، فَقَالُوْا :صَدَقَ ، اَتَانَا بِهٖ – فَقَالَ :اِنَّمَا انْتَظَرْتُمُوْنِىْ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ – فَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ :وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ فَقَالَ :وَيْلَكُمْ! مَالَكُمْ لَا تَقْبَلُوْنَ عَنَّا قِرَاكُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ فَجَآءَ بِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَاَكَلَ وَاَكَلُوْا ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَوْلُهُ "غُنْثَرُ" بِغَيْنٍ مُعْجَمَةٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ :الْغَبِيُّ الْجَاهِلُ وَقَوْلُهُ فَجَدَّعَ :اَىْ شَتَمَهُ ، وَالْجَدْعُ الْقَطْعُ – قَوْلُهُ "يَجِدُ عَلَيَّ" هُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ :اَىْ يَغْضَبُ۔

۱۵۰۴: حضرت ابو محمد عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ صفہ فقیر لوگ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا جس کے پاس دو کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کھانا ہو وہ پانچویں اور چھٹے سات لے جائے یا جس طرح فرمایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تین کو لائے اور نبی اکرم ﷺ دس کو گھر لے ۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کا کھانا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھایا پھر رُکے رہے یہاں تک کہ عشا پڑھی۔ پھر اتنی دیر بعد گھر لوٹے کہ رات کا اتنا حصہ گزر چکا تھا جتنا اللہ نے چاہا۔ ان کی بیوی نے کہ پنے مہمانوں سے کس چیز نے روک لیا۔ انہوں نے پوچھا: ”کیا تم نے انہیں

شام کا کھانا نہیں کھلایا؟ اس نے جواب دیا انہوں نے آپؐ کے آنے تک انکار کیا حالانکہ ان کو کھانا پیش کیا گیا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں جا کر چھپ گیا! اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا او نادان! مجھے برا بھلا کہا اور بددعا دی اور مہمانوں کو کہا تم کھاؤ۔ تمہارے لئے خوشگوار نہ ہو اور اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں چکھوں گا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی لیتے تو نیچے سے اس سے زیادہ ابھر آتا جتنا کہ پہلے تھا اور کھانا اس سے بہت زیادہ ہو گیا جتنا اس سے پہلے تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھانے کو دیکھا تو اپنی بیوی کو فرمایا اے بنی فراس کی بہن یہ کیا؟ انہوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک البتہ وہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر اس میں کچھ کھانا حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کھایا اور فرمایا میری قسم شیطان (کے ورغلانے) سے تھی پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا پھر اسے نبی اکرم ﷺ کے پاس اٹھا کر لے گئے وہ صبح تک آپؐ کے پاس رہا۔ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا جس کی مدت پوری ہوگئی ہم نے بارہ آدمی مختلف اطراف میں بھیجے ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ آدمی تھے ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے پس ان سب نے وہ کھانا کھایا!

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور ان کی بیوی نے کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی پھر مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم اٹھائی کہ اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک ابوبکر ان کے ساتھ کھانا نہ کھائیں۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ قسم شیطان کی طرف سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھانا منگوایا اور خود کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا پس جونہی وہ لقمہ اٹھاتے تھے تو نیچے سے لقمہ اس سے بڑھ کر اُبھر آتا تھا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا؟ تو انہوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک' بے شک وہ کھانا اب ہمارے کھانے سے پہلے جتنا تھا یقیناً اس سے بہت زیادہ ہے پھر انہوں نے کھایا اور نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو کہا تم اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کرو۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں میرے آنے سے پہلے تم ان کی مہمانی سے فارغ ہو جاؤ۔ پس عبدالرحمٰن ان کے پاس جو کھانا میسر تھا وہ لائے اور کہا تم کھاؤ۔ مہمانوں نے کہا ہمارے گھر کا مالک کہاں ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا تم کھانا کھا لو انہوں نے جواب دیا جب تک ہمارے گھر کا مالک نہیں آئے گا ہم کھانا نہیں کھائیں گے۔ عبدالرحمٰن نے کہا ہماری طرف سے اپنی مہمانی قبول کر لو اگر وہ اس حال میں آ گئے کہ تم نے کھانا نہ کھایا ہوگا تو ہمیں ضرور ان کی طرف سے ڈانٹ پڑے گی مگر انہوں نے انکار کیا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ میرے والد مجھ پر ناراض ہوں گے۔ اس لئے جب وہ آئے تو میں ایک طرف ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: تم لوگوں نے کیا کیا؟ انہوں نے اطلاع دی اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آواز دی اے عبدالرحمٰن! میں خاموش رہا انہوں نے پھر آواز دی اے عبدالرحمٰن! میں پھر خاموش رہا تو انہوں نے فرمایا: او نادان! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو فوراً آ جا۔ پس میں نکلا اور میں نے کہا

آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیں مہمان نے کہا اس نے سچ کہا۔ یہ ہمارے پاس کھانا لایا تو ابوبکر صدیق نے کہا تم نے میرا انتظار کیا اللہ کی قسم میں آج کی رات یہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ انہوں نے کہا اگر آپ کھانا نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ فرمایا: ''تم پر افسوس ہے تم ہماری مہمانی کیوں قبول نہیں کرتے ہو؟ تو کھانا لا۔ عبدالرحمٰن کھانا لائے۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ کھانے پر رکھا اور کہا: بسم اللہ! پہلی بات یعنی قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر آپ نے کھانا کھایا اور انہوں نے بھی''۔ (بخاری و مسلم)

غُنْثَرَ: غبی اور نادان۔ فَجَدَّعَ: ان کو برا بھلا کہا۔ جَدْعٌ کا اصل معنی کاٹنا ہے یَجِدُ عَلَیَّ: ناراض ہونا۔

تشریح ۞ اس کا نام عبداللہ اور صدیق لقب تھا جو اس لئے ملا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج کے سلسلہ میں جلدی تصدیق کی۔ عنہما کی بجائے عنہم کہنا چاہئے۔ کیونکہ عبدالرحمان کے بیٹے محمد بھی صحابی ہیں جیسا کہ تہذیب میں نووی نے تصریح کی ہے۔ علماء کہتے ہیں چار پشتیں جن کی صحابی ہوں وہ صرف ابوقحافہ ان کے بیٹے ابوبکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمان اور ان کے بیٹے محمد تمام صحابی ہیں۔ عبدالرحمان کی کنیت ابوعتیق ہے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی والدہ ام رُمان ہیں۔ عبدالرحمان احد، بدر میں کفار کے ساتھ تھے، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر اسلام لائے اور اس کا اسلام خوب رہا ان کا نام عبدالکعبہ تھا بعض نے عبدالعزیٰ لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان نام رکھا۔ یہ بہادر اور عمدہ رائے والے تھے۔ جنگ یمامہ میں خالد بن ولید رضی اللہ کے ساتھ موجود تھے۔ سات کفار کو قتل کیا۔ انہوں نے یمامہ کے حکم ابن طفیل کو گلے میں تیر مار کر ہلاک کیا۔ محکم قلعہ کے رخنہ (سوراخ) میں تھا جب انہوں نے تیر سے اس کو ہلاک کر دیا تو مسلمان یمامہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ روایات نقل کی ہیں۔ تین پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ ان کی وفات حبشی نامی پہاڑ کے پاس ہوئی۔ مکہ سے اس پہاڑ کا فاصلہ چھ میل یا دس میل بتایا جاتا ہے۔ پھر ان کو گردنوں پر اٹھا کر مکہ دفن کیلئے لے جایا گیا۔ یہ ۵۳، ۵۶ھ کی بات ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے ان کی وفات اچانک ہوئی۔ یزید بن معاویہ کی بیعت کیلئے ان کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے گئے تو انہوں نے وہ درھم واپس کر دیئے اور کہا میں اپنا دین دنیا کے بدلے فروخت نہیں کرتا۔ (تہذیب نووی)

ان **اصحاب الصفة**: یہ وہ چبوترہ تھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک جانب اس لئے بنوایا تھا تاکہ وہاں وہ اصحاب قیام کر سکیں جن کے اہل وعیال نہیں یا محتاج ہیں اور ان کا کوئی ساتھ نہیں۔ باب فضل الذہد میں ان کے متعلق گذرا ہے۔ **فلیذھب بثالث**: مسلم کی روایت میں یہ لفظ زائد بھی ہیں کہ ان کا کھانا ان کیلئے کافی ہو جائے گا۔ عیاض نے اس کو غلط قرار دیا مگر اگر روایت مسلم میں حذف مضاف مان لیں تو دونوں روایتیں ایک طرح بن جاتی ہیں۔ ای بتمام ثلاث: **فلیذ ھب بخامس بسادس**: یہاں ''او'' کو حذف کر دیا گیا کہ وہ پانچویں کو یا چھٹے کو لے جائے اور دوسرے قول کی تائید ''او کما قال'' کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے اور روایت جابر جو باب الایثار میں گزری اس میں صراحتہ موجود ہے۔ ''**طعام الاربعة يكفى الثمانيه**''۔ ابن حجر کہتے ہیں وہ پانچویں کو لے جاتے مگر اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ ورنہ پانچویں کے ساتھ چھٹے کو لے جائے۔ اگر اس کے پاس اس سے زائد کی گنجائش ہو اور اس کی حکمت کہ فقط ایک کا اضافہ فرمایا۔ کیونکہ ان کے ہاں مالی وسعت نہ تھی۔ پس جس کے ہاں تین آدمی تھے تو اپنی خوراک میں وہ چوتھے کو کھلائیں تو اس میں کوئی تنگی نہ تھی۔ اسی طرح چار اور اس سے اوپر اور اگر عیال کی تعداد کے مطابق اضافہ ہو۔ تو یہ اس وقت مکتفی ہوتا ہے جبکہ وسعت و گنجائش ہو۔

وان ابابكر: ایک نسخہ میں الصدیق اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ زائد ہیں ان کو لا کر واضح کیا کہ یہ روایت میں اضافہ شمار نہیں ہوتا۔

بثلاثة ای منهم: ان میں سے تین کو ابوبکر رضی اللہ لائے اور نبی اکرم ﷺ دس کو لے گئے۔ **لبث:** ابوبکر رضی اللہ نبی اکرم ﷺ کے ہاں ضرورت کی وجہ سے قیام پذیر رہے۔ **صلى العشاء:** یہاں تک کہ آپ کے ساتھ عشاء پڑھ کر لوٹے۔ **ثم رجع:** پھر اپنے مکان پر لوٹے، صریح روایت سے معلوم ہوتا ہے پہلے مہمانوں کو لا کر مکان پر چھوڑ گئے پھر نبی اکرم ﷺ کے مکان پر لوٹے اور آپ کے ہاں کھانا کھایا اور آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی جیسا اگلی روایت دلالت کر رہی ہے۔ **فجاء بعد ما مضى من الليل ماشاء الله:** یہ ماقبل کا بیان ہے اور اس میں آپ ﷺ کے ہاں زیادہ دیر قیام کی طرف اشارہ ہے۔ **أو ما عشيتهم والواو عاطفه على مقدر:** اور ہمزہ استفہام کیلئے ہے۔ **ابوا:** انہوں نے انکار کر دیا۔ **وقد عرضوا:** یہ معروف ہے ضمیر خدام یا اھل کی طرف راجع ہے اور بخاری کی ایک روایت میں **قد عرضنا عليهم فامتنعوا** کے الفاظ ہیں۔ **فاختبأت:** والد کے ناراض ہونے کے ڈر سے میں چھپ گیا۔

فجدع: تمہارے ناک، کان کاٹ دوں گا۔ یہ سخت سست کہا۔ یہ گمان کیا کہ عبدالرحمان نے مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی کی ہے۔ جب صورت حال معلوم ہوئی تو مہمانوں کو تادیباً فرمایا: **كلوا لا هنيئا** ۔۱) تم خوش گواری سے نہ کھاؤ یہ بدعا ہے ۲) اچھا تم اس سے خوشگوار نہ ہو یا صحت نہ ملے۔ ۳) انہوں نے یہ اہل کو کہا نہ کہ مہمانوں کو۔ **لا اطعمه:** میں اس کو کبھی نہ چکھوں گا۔ **ایم الله:** یہ اصل میں **ایمن الله** تھا اس کی ہمزہ قطعی ہے۔ لیکن کثرت استعمال سے وصلی بن گئی۔ **ایم** میم کو بھی اس طرح قرار دیا ہے۔ ابن مالک کہتے ہیں۔ ایمن یمین کی جمع نہیں اور نہ اس کی واؤ تھی کہ جس کے بدلے میم آ گئی۔ **ربا:** بڑھ جانا۔ **من اسفلها:** وہ جگہ جہاں سے لقمہ اٹھایا جائے۔ **اكثر منها:** رفع کے ساتھ یہ ربا کا فاعل ہے۔ **فنظر اليها:** انہوں نے پیالے کو دیکھا۔ **لامرأته:** ام رومان کا فاعل ہے۔ **يا اخت بنى فراس:** یہ کنانہ سے تعلق رکھنے والا قبیلہ ہے۔ تقدیر عبارت بعض نے یا من **هى من بنى فراس** بتلائی ہے۔ کسی بھی قبیلہ کے متبع کو اخوھم کہتے ہیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ام رومان حارث بن غنم کی اولاد سے تھیں۔ اور اس کا سلسلہ نسب یہ ہے ابن مالک بن اوس بن غنم۔ حافظ کہتے ہیں شاید بنی خراس کی طرف نسبت کرنے کی وجہ یہ ہو کہ وہ بنی حارث سے زیادہ معروف ہو اور ان سب میں یہ بات کثرت ہے کہ دادا کا بھائی اگر زیادہ مشہور ہو تو ادھر نسبت کر دی جاتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ حارث یہ فراس کے حقیقی بھائی ہیں۔ پس ہر ایک کی اولاد دوسرے کے بھائی ہوئے کیونکہ وہ انہی کے درجہ میں ہیں۔ قاضی عیاض کا قول کہ ام رومان بنی فراس بن غنم سے ہیں بنی حارث سے نہیں، اس کے مطابق حاجت تاویل نہیں ہے۔ ابن سعد میں نسب کی نسبت بنی حارث کی طرف ہرگز نہیں ہے اس کے علاوہ دو نسب بیان کیے ہیں۔ **ما هذا؟:** یہ استفہام تعجب کیلئے ہے۔ **قالت لا:** لا زائدہ یا نافیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے: **لا شئ غير ما اقول۔ وقُرَّةِ عينى:** واؤ قسمیہ جارہ ہے۔ یہ مسرت کے موقعہ پر کہا جاتا ہے اور اس موقعہ پر کہا جاتا ہے جو طبیعت کے موافق ہو اور وجہ یہ ہے کہ اس کی نگاہ غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوتی کیونکہ اس کی غرض و مقصود حاصل ہے۔ پس وہ کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوتی۔ گویا قرآن مجید سے ماخوذ ہے اور اس قسم کھانے کی وجہ یہ ہے۔ ایک تو ان کو خوشی ہوئی اور دوسرا صدیق رضی اللہ عنہ کی برکت سے جو کرامت حاصل ہوئی اس پر خوشی ہوئی۔ داودی کو یہ وہم ہوا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی آنکھ کی

ٹھنڈک مراد لے کر اس کی قسم کھائی۔ مگر ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ بعید بات ہے۔ شیخ زکریا کہتے ہیں شاید یہ حلف بغیر اللہ کی ممانعت سے پہلے کی بات ہو۔ لھی: یہ ضمیر (قصعة) پیالے یا بقیہ کھانے کی طرف لوٹ رہی ہے۔ بثلاث مرات: یعنی تین گنا سے بھی زائد ہے۔

کان ذلك: اس کا مشار الیہ قسم ہے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے ''**انی لا احلف یمینا' فاری غیرها خیراً منها الا کفرت عن یمینی وفعلت الذی هو خیر**'' اور دوسرا شیطان کو ذلیل کرنے کیلئے اس کی تزین قسم والی بات کو ختم کر دیا۔ **ثم اکل** سے ظاہر ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک لقمہ دفع وہم اور قسم ختم کرنے کیلئے کھایا یا ان کا مطلب یہ تھا کہ ۱) میں تم سے نہ کھاؤں گا' ۲) یا اس گھڑی نہ کھاؤں گا' ۳) غصہ کے وقت نہ کھاؤں گا۔ لیکن یہ تینوں احتمال اس بنیاد پر ہیں کہ عموم قسم کو خاص کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص سبب کا نہیں۔ **ثم حملها الی النبی ﷺ:** پھر وہ پیالہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے۔ **فاصبحت:** وہ پیالہ اپنی حالت پر ہو گیا۔ انہوں نے رات کو اس میں سے نہ کھایا۔ کیونکہ یہ مدت بعد واقعہ پیش آیا۔ **فتفرقنا اثنی عشر رجلاً:** اس میں تین الفاظ مسلم کی روایات میں وارد ہیں: ۱) **تفرقنا**' ۲) **فعرفنا**' ۳) **عرفنا**۔ پہلے کے مطابق معنی یہ ہے کہ ہم نے ان میں بارہ بارہ آدمیوں کا ایک ایک گروپ بنا دیا۔ ۲) ہم نے ان میں عریف یعنی حالات بتلانے والے ۱۲ آدمی معین کر لئے۔ ۳) تیسرے کا بھی یہی معنی ہے۔ البتہ بقول کرمانی قرینا کا لفظ ہوتو بارہ بارہ آدمی کر کے ان کی مہمانی کی۔ مسلم نے **اثنی عشر** اور بخاری نے **اثنا عشر** نقل کیا ہے یہ دونوں لغات ہیں (ابن مالک) جیسے: **ان هذان لساحران** (بعد والا جملہ دوسرے معنی کی تائید کرتا ہے۔ فتدبر) **اناس الله اعلم کم مع کل رجل:** یہ معترضہ ہے۔ کچھ لوگ تھے اللہ تعالیٰ انکی تعداد جانتے ہیں۔ کم کا ممیز محذوف ہے **ای کم رجل مع کل رجل** ۔**فاکلوا منها اجمعون:** تمام لشکر نے اس پیالے سے کھایا جس میں برکت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں پڑی تھی۔ وہ اس لشکر کیلئے کافی ہو گیا۔

روایت کا فرق: **فحلف ابو بکر:** جب مہمانوں نے ضیافت سے انکار کیا کہ میزبان کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔ تو انہوں نے نہ کھانے کی قسم اٹھالی۔ **فحلفت المرأة لا تطعمه فحلف الضیف او الضیفان الا یطعمه او یطعموهٔ حتی یطعمهٔ:** ام رومان نے قسم اٹھالی کہ وہ بھی نہ کھائیں گی۔ **الضیف:** سے مراد جنس ہے کیونکہ وہ تین افراد تھے یا یہ مصدر ہے جو مفرد و جمع پر بولا جاتا ہے۔ حافظ کہتے ہیں یہ غیر واضح ہے۔ ظاہر سیاق یہ ہے کہ وہ اضیاف کے ساتھ تھے تبھی جمع لائے۔ **هذه:** اس کا مشار الیہ یمین ہے یا غضب کی حالت جس سے قسم پیدا ہوئی۔ **من الشیطان:** یعنی اس کی وسوسہ اندازی کی وجہ سے ہے۔ **فاکل وأکلوا:** اس سے اشارہ کر دیا کہ انہوں نے کھانے کو مؤخر نہیں کیا۔ **لا یرفعون لقمة الا ربت من اسفلها اکثر:** اکثر یہ ربا کا مفعول ہے۔ **انها الآن:** کھانا کھانے کے بعد۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس روایت میں جو بات ہے وہ زیادہ درست ہے کیونکہ وہ روایت تقاضا کرتی ہے۔ ابو بکر صدیق کا کھانا برکت کا باعث بنا اور یہ روایت کہتی ہے کہ اس کا سبب مہمانوں کا اصرار اور ان کا حلف تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ موافقت کی صورت یہ ہے۔ **فاکل منها ابو بکر** کو **اطعمه** پر عطف کیا جائے **القصعة** پر عطف نہ کیا جائے۔ جو برکت پر دلالت کرتا ہے۔ آخر سے آخر بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ مہمانوں کے نہ کھانے کا حلف اس میں مذکور نہیں ہے۔ ممکن

ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم ختم کرنے کیلئے کھایا پھر جب برکت ملاحظہ کی تو اس میں سے اور کھایا تاکہ برکت حاصل ہو۔ اور یہ گویا اپنے حلف سے معذرت تھی۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے غم کو دور فرمایا اور سرور کو لوٹایا شیطان مردود ہوا، صدیق مکارم کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ قسم کو اکرام مہمان کیلئے توڑا تاکہ ان کو کھانا کھلانے والی ذمہ داری پوری ہو۔ ایک روایت مسلم میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ یا رسول بروا وحنثت فقال بل انت ابرهم وخيرهم'' کفارہ کا تذکرہ کسی صریح وروایت میں نہیں ملا۔ شاید ولی میں وقت معین مرادلیا ہو یا الان یا معکم یا عند الغضب ؟: (فتح الباری) (مسلم کی روایت سے قسم کا توڑنا تو واضح مذکور ہے۔ کفارہ بھی لازماً دیا ہوگا۔ فتدبر)۔ فذکر: اس کا فاعل عبدالرحمان ہیں۔ انه: اس سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔

بخاری کی باب الادب والی روایت میں ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان پر مہمانوں کی ذمہ داری لگائی۔ پھر کہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں تم ان کے اکرام اور ضیافت سے میرے لوٹنے سے پہلے فارغ ہو جاؤ۔ عبدالرحمان ان کے پاس مہمانی کا کھانا لائے اور ان کو کھانے کو کہا تو انہوں نے کہا گھر کا مالک کہاں ہے۔ جو ہمیں مہمان بنا کر لایا۔ (جواب مذکور نہیں گویا انہوں نے کہا کہ وہ غائب ہے) تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ عبدالرحمان نے بار بار کہا کہ ہماری مہمانی قبول کرلو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمان نے بار بار لوٹایا تاکہ کہیں ابا محترم! ان کی مہمانی سے پہلے آجائیں گے تو میری کوتاہی خیال کر کے ناراض ہوں گے جیسا کہ انہوں نے مہمانوں کو کہہ دیا کہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا اور وہ آ گئے تو ہم ان کی ناراضگی کا شکار ہوں گے۔ ابوبکر مکارم اخلاق کے عادی تھے۔ وہ مہمانوں کے اکرام میں کمی دیکھ کر گھر والوں کا قصور قرار دیں گے۔ لنلقين: کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ جواب شرط فابوا کافی ہے۔ تنحيت میں ناراضگی کے خطرے سے چھپ گیا۔ ما صنعتم: تم نے مہمان کا کیا کیا؟ انہوں نے اطلاع دی تو عبدالرحمان خاموش رہے۔ تاکہ غصے کے ابتدائی جوش کا شکار نہ ہوں۔ انہوں نے دوبارہ خاموش رہنے پر آواز دی۔ يا غنثر اقسمت عليك: یہاں قسم کیلئے دلالت کافی خیال کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کے نام کی قسم نہیں۔

ان كنت تسمع صوتي: جواب شرط نہیں لائے جواب قسم جو مقدم ہے اسی پر اکتفاء کیا گیا۔ فخرجت: کیا ہماری طرف سے کوتاہی پیش آئی یا انہوں نے انکار کیا۔ فقالوا صدق: اس نے صحیح بولا یہ کھانا لایا ہم نے نہیں کھایا۔ أتانه به: یہ صدق کی تفسیر کیلئے جملہ لایا گیا ہے۔ فقال إنما انتظر تموني: الآخرون سے مہمان مراد ہیں۔ فقال: بخاری میں لم أر في الشر كالليلة: میں نے آج کی رات جتنا شر نہیں دیکھا۔

ويلكم: یہ بطور بددعا استعمال ہوتا ہے۔ مالكم لا تقبلون: تمام کو خطاب کر کے فرمایا۔ هات طعامكَ: یہ عبدالرحمان کو فرمایا۔ فجاء به فوضع: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کیا۔ الاولى: اس سے غصہ کا جوش جو قسم کا باعث بنا وہ مراد ہے۔ اس کو شیطان کی طرف اس کے وسوسہ اندازی کی وجہ سے منسوب کیا۔

لطف الله: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مہربانی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ اس طرح ۱) ابوبکرؓ اور انکے بیٹےؓ اور گھر والوں اور مہمانوں کے دلوں میں کھانا نہ کھانے سے تشویش پیدا ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دل مکدر ہو جس کی وجہ سے انہوں نے قسم اٹھائی' پھر توڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں کا تدارک ان کی کرامت سے کر دیا۔ جس سے تکدر صفائی میں بدل

گیا۔غُنثر:ضمہ وفتحہ دونوں مذکور ہیں۔غبی، جاہل، بیوقوف، کمینے پر بولا جاتا ہے۔بعض نے کہا یہ مکھی ہے۔ یہ تحقیر کیلئے بولا جاتا ہے یا نیلی مکھی۔الجدع: کان، ناک کا کاٹنا اس کا معنی سب نہیں ہیں۔

تخریج : اخرجه احمد (١٧٠٢) والبخاری (٦٠٢) ومسلم (٢٠٥٧) وابو داود (٣٢٧٠) وابن حبان (٤٣٥٠) وأبو نعيم (٤٩٧) الحلية (٢/٣٣٨) والبيهقی (١/٣٤)

الفوائد : (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھلی کرامت کا ذکر ہے۔(۲) جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو باہمی بانٹ لینا چاہیے (۳) فقراء کو جب حاجت پیش آئے تو مساجد کا رخ کرنا درست ہے۔(۴) عورت گھر میں اس قدر تصرف کرسکتی ہے کہ مہمانوں کی مہمان نوازی کرے۔(۵) مہمان کو وقت پر نہ کھلانے کے تکدر کو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرامت بنادیا۔

١٥٠٥ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ ، فَاِنْ يَّكُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ، وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِّنْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ وَفِیْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ ابْنُ وَهْبٍ : "مُحَدَّثُوْنَ" اَیْ مُلْهَمُوْنَ۔

۱۵۰۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔'' (بخاری)

مسلم نے حضرت عائشہ سے یہ روایت کی ہے اور دونوں روایتوں میں ابن وہب کے بقول مُحَدَّثُوْنَ کا معنی مُلْهَمُوْنَ یعنی الہام کئے ہوئے ہے۔ (بخاری)

تشریح ۞ یعنی جو لوگ تم سے پہلے تھے۔قَبْلَكُمْ مِّنَ الْاُمَمِ ۔

النحو: صفت محذوف کان کا اسم ہے۔ایک ظرف حال اور دوسرا خبر ہے۔محدث کی جمع ہے۔اکثر علماء کہتے ہیں: ۱)ملہم، ۲) سچے گمان والا انسان۔وہ شخص جس کے دل میں ملاء اعلیٰ کی طرف سے کوئی چیز ڈال دی جائے۔گویا کسی اور نے اس کو بتلایا ہے۔ابواحمد عسکری نے یہی مطلب بیان کیا ہے۔۳) بعض نے کہا وہ شخص جس کی زبان پر بلاقصد درست بات جاری ہو۔۴) بعض نے کہا نبوت کے بغیر فرشتوں سے کلام کرنے والا۔حدیث ابوسعید مرفوعاً یہ منقول ہے۔''**قیل یا رسول الله کیف یحدث؟ قال تتکلا الملائکة علی لسانه**'' فوائد جوہری میں ہم نے روایت کیا اور قابسی نے اس کو بیان کیا۔اس کا معنی پہلے والا بھی ہوسکتا ہے۔اگرچہ کلام کرنے والا فی الحقیقت نظر نہ آئے تو الہام کا معنی لیا جائے گا۔مسند حمیدی میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے بعد لکھا ہے۔''**المحدث الملهم بالصواب الذی یقع علی فیه**'' اور مسلم میں ابن وہب کی روایت: ''**وهم ملهمون وهی الاصابة بغیر نبوة**'' اور ترمذی کی روایت ابن عیینہ کو بعض اصحاب نے اس طرح ذکر کیا: ''**محدثون یعنی مفهمون**'' اسماعیلی کی روایت میں ''**محدث ای! یُلقی فی روعه**'' ابن التین نے اس کا ترجمہ فراست والا کیا ہے۔اسماعیلی کے معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔''**ان اللّٰه جعل الحلق علی لسان عمر وقلبه اخرجه الترمذی من حدیث ابن عمر**'' (فتح الباری) **فان یك فی امتی احد**: بعض رواۃ بخاری نے ''**من احدٍ**'' نقل کیا ہے۔اس طرح بات کو تردد کے مقام پر نہیں رہنے دیا اس لئے کہ آپ کی امت افضل امم ہے۔جب محدثین کا

وجود دوسری امتوں میں بھی ثابت ہو گیا۔ تو اس امت میں پایا جانا ضروری ہے۔ ان کلمات کو تاکید کی جگہ لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں۔ ''ان کان لی صدیق ففلان'' اس سے مقصود دوستی میں کمال اور خصوصیت ہوتی ہے، دوسروں سے اس کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔ بعض نے کہا تردید کیلئے ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں تو ان کا وجود ثابت ہے اور ان کے احتیاج کی وجہ ان میں اس وقت کوئی پیغمبر نہ ہوتا ہوگا۔ آپ ﷺ کو خیال آیا کہ اس امت کو اس کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ نئے نبی کی آمد سے اس کو قرآن مجید کے ذریعہ مستغنی کر دیا گیا اور معاملہ اسی طرح پیش آیا جب کسی محدث کا وجود ثابت ہوا تو اس کو اسی طرح فیصلہ کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ اسے اپنے اس الہام کو کتاب اللہ اور سنت پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ان کے موافق ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ اس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لوگ ہوں اور عصر اول کے بعد ان لوگوں کا وجود اس امت کے شرف کو بڑھانے والا ہے۔ تکریم میں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں جہاں ان میں انبیاء علیہم السلام کی کثرت ہوئی تو اس امت میں ملھمین کی کثرت کر دی گئی۔ **فانه عمر**: طیبی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے پہلی امتوں میں **انبیاء ملھمون** تھے اور اگر میری امت میں کوئی اس شان کا ہے ''کہ اس پر الہام ہو تو وہ عمر ہے'' ان کو ایسے قرین کے ساتھ ذکر کیا گیا جو منقطع ہو۔ اب آیا ان کو اطلاع دی گئی یا نہیں؟ اسی وجہ سے لفظ ''ان'' سے ذکر کیا اور اس تائید حدیث بخاری سے ہوتی ہے۔ ''**لو کان نبی بعدی لکان عمر**'' اس روایت میں ''لو'' بمنزلہ ''ان'' ہے جو اس روایت میں لایا گیا ہے۔ یہ فرض و تقدیر کے انداز سے ذکر کیا۔ ابو سلمہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حدیث عائشہ میں اس کی اصل موجود ہے۔ جس کو ابن سعد نے ابن ابی عتیق کی سند سے نکالا ہے۔

فرق روایت: حافظ کہتے ہیں مسلم کی روایت میں **محدثون ای ملھمون** ہے۔ نووی کہتے ہیں ایک روایت میں اس طرح ہے۔ ''**قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر أن یکونوا أنبیاء**'' (بخاری) مصنف کو مناسب تھا کہ وہ ختنین کی کرامات کا تذکرہ کرتا۔ ابن سید الناس نے کتاب **المقامات العلیه فی الکرامات الجلیه** میں ذکر کی ہیں۔

حضرت عثمان خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاء الغفاری کھڑا ہوا اور اس نے آپ کے ہاتھ سے خطبے والا عصا لے کر اس کو گھٹنے پر توڑ دیا۔ اس کے دونوں گھٹنوں میں لکڑی کا ایک باریک ٹکڑا گھس گیا۔ اس میں دیمک لگ گئی۔ عبداللہ بن ادریس کی یہ روایت ابن سعد نے سنی نہیں بلکہ اس کے سامنے پیش کی گئی۔ ۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس میں سے سات کنکریاں لیں وہ آپ کے ہاتھ پر تسبیح کرتی رہیں پھر آپ نے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔ وہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرتی رہیں۔ پھر ان کو عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ڈال دیا گیا تو اسی طرح تسبیح کرتی رہیں جیسا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح کر رہی تھی پھر وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ڈال دی گئیں تو وہ اسی طرح تسبیح کرتی رہیں جیسا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں تسبیح کرتی تھیں۔

۳) حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ نے کہا' آپ ﷺ نے میری پشت پر آج رات نیند میں ہاتھ پھیرا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ کی امت کی طرف سے ٹیڑھا پن اور جھگڑا پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو۔ میں نے اس طرح کہا: **اللھم أبدلنی بھم من ھو خیر لی منھم و أبدلھم بی من ھو شر منی**' پھر آپ نماز کیلئے تشریف لائے تو ایک آدمی نے آپ پر وار کر دیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٤٧٦) والبخاری (٣٤٦٩) والنسائی (١٩) أخرجه أحمد (٩/٢٤٣٣٩) ومسلم (٢٣٩٨) والترمذی (٣٦٩٣) والنسائی (١٨) والحاکم (٣/٤٤٩٩) وابن حبان (٦٨٩٤)

الفرائد : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی فضیلت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۵۰۶ :وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا ' يَعْنِی ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ – فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ ' فَقَالَ :يَا اَبَا اِسْحَاقَ ' اِنَّ هٰؤُلَآءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ فَقَالَ :اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلٰوتَيِ الْعِشَآءِ فَارْكُدُ فِی الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِی الْاُخْرَيَيْنِ قَالَ : ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ وَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا– اَوْ رِجَالًا اِلَی الْكُوْفَةِ يَسْاَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ ' وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا ' حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِیْ عَبَسَ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ' يُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ ' يُكَنّٰى اَبَا سَعْدَةَ ' فَقَالَ :اَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَا فَاِنْ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِی الْقَضِيَّةِ ' قَالَ سَعْدٌ :اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا ' قَامَ رِيَآءً ' وَسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهٗ ' وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ – وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ : شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ ' اَصَابَتْنِیْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرِ الرَّاوِیْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ :فَاَنَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰی عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ ' وَاِنَّهٗ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِیْ فِی الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۰۶: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی شکایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کی تو آپ نے ان کو معزول کر کے عمار کو ان کی جگہ پر گورنر بنا دیا پس انہوں نے شکایت میں یہاں تک بیان کیا یہ نماز اچھے طریقے سے نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سعد رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیج کے کہا اے ابو اسحاق! ان کا خیال یہ ہے کہ تم اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھاتے! اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے کہا سنو میں اللہ کی قسم ان کو حضور ﷺ جیسی نماز پڑھاتا ہوں میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں۔ پہلی دو رکعتوں میں قیام لمبا کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں میں مختصر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو اسحاق تمہارے بارے میں میرا ایسی گمان تھا اور آپ نے (تحقیقات کیلئے) ان کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ کوفہ والوں سے دریافت کریں۔ چنانچہ انہوں

نے مسجدوں میں جا کران کے متعلق دریافت کیا۔سب نے ان کی اچھی تعریف کی یہاں تک کہ وہ وفد مسجد بنو عبس میں آیا تو ایک آدمی نے ان میں سے کھڑے ہو کر کہا جس کو اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی کہ جب تم نے ہمیں قسم دلائی ہے تو گزارش ہے کہ سعد لشکر جہاد کے ساتھ نہیں جاتے اور نہ (مال غنیمت) کی تقسیم میں برابری کرتے ہیں اور نہ ہی فیصلوں میں عدل کرتے ہیں۔حضرت سعدؓ نے کہا سنو اللہ کی قسم میں ضرور تین دعائیں کروں گا اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے' ریاکاری اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر کو طویل فرما اور اس کے فقر کو لمبا کر دے اور فتنوں کو اس کو نشانہ بنا۔چنانچہ جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا فتنوں میں مبتلا ایک بہت بوڑھا شخص ہوں۔مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔جابر بن سمرہ سے راوی عبدالملک بن عمیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے خود اس کو دیکھا اس کی ابرو بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر پڑی ہیں اور وہ راستوں پر لڑکیوں کے سامنے آتا اور ان کو اشارے کرتا''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **سعدًا:** سعد سے یہاں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

فعزله: آپ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور سعد رضی اللہ کو معزول کر دیا۔ **استعمل علیھم عمارا:** ان پر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا۔ **فشکوا:** اہل کوفہ ان کی شکایت میں تین باتیں ذکر کیں۔

اَلنَّحْوُ: فعل کو اطناب کیلئے دوبارہ لائے اور اگلے فعل کو عطف بھی کرنا مقصود تھا۔ **انه لا یحسن:** آپ نے ان کو ان کی بات پہنچائی۔ **ھؤلاء یزعمون:** اس تعبیر میں اشارہ ہے وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں اور تمہاری معزولی ان کے قول کی تصدیق کیلئے نہیں بلکہ ان کو مطلوبہ جواب سمجھانے کی غرض سے ہے۔

انك لا تحسن تصلی: **اَلنَّحْوُ:** فعل سے پہلے ان کو مقدر مان کر یا فعل کر مصدر کی جگہ لاتے۔''ای لا تحسن الصلاۃ''۔ **اَمَا:** اس حرف میں شرط تفصیل اور تاکید کا معنی مخفی ہے۔ **صلاۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم:** یعنی مثل صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ **لا اخرم عنھا:** میں اس میں سے کچھ کم نہیں کرتا۔ **اَلنَّحْوُ:** تعمیم کا معنی پیدا کرنے کیلئے مفعول حذف کیا۔ **اما:** کالفظ شرط، تفصیل و تاکید کیلئے آتا ہے۔ **فارکد:** میں پہلی دو رکعتوں میں طویل قیام کرتا ہوں اور پچھلی رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ **ذلك:** اس طریقہ ادا کی طرف ہے کہ سعد قدیم و کبار صحابہؓ میں سے ہیں' عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ **رجلاً:** اس سے محمد بن مسلم مراد ہیں۔ **او رجالاً:** راوی کو شک ہے کہ ایک مرسل ہے یا کئی ہیں۔ **فسال عنه:** اہل مسجد سے سعد کے متعلق دریافت کیا۔ **اذ نشدتنا:** یہ مقدر فعل کا ظرف ہے۔ **ماجوابنا وقت طلبت منا القول:** جب تم نے ہم سے باتی پوچھی ہے۔اس وقت ہمارا جواب یہ ہے۔ **فان سعدًا:** یہ ''اما'' کا جواب ہے۔سعد سریہ رخصت کرتے وقت ان کو خود رخصت کرنے نہیں جاتے۔یہ بزدلی سے کنایہ ہے۔

لا یقسم بالسویة: اغراض کی خاطر جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں تقسیم میں برابری نہیں کرتے۔ **القضیه:** فیصلہ۔ **لا دعون بثلاث:** اس نے تین اعتراض کیے آپ نے اس کے متعلق تین دعائیں کیں۔معدود کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ **اللھم ان کان** ہے۔ **ریاء وسمعة:** تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور اس کی بات سنیں تاکہ اس سے اس کی خوب مشہور ہو جائے۔ **فأطل عمره:** تاکہ حسرت و تھکاوٹ دائمی ہو جائے۔ **اطل فقره:** سخت ترین فقر وہ ہے جو بڑھاپے کی حالت میں ہو۔کیونکہ

وہ عمل سے ضعف وعاجزی کا وقت ہے۔ اس وقت فقر بڑی سخت چیز ہے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ آیا ہے۔ واکثر عیاله: اس کے بچے زیادہ کردے۔ وعرضه للفتن: فتنوں کا نشانہ بنادے یا اس کو فتنوں کے مقام پر داخل کر کے فتنوں کو اس پر غالب کردے۔

مَسْئَلَة: ظالم کے متعلق جائز ہے کہ اس کے دین میں فتنہ کی دعا مانگی جائے۔ ابن منیر کہتے ہیں اس سے مقصود ظالم کی ذلت ونکبت اور سزا ہے۔ (اور اس کی مثالیں احادیث کی دعاؤں میں ملتی ہیں) جیسا کہ شہادت مباح ہے۔ بلکہ مستحب ہے حالانکہ اس میں کافر کے مسلمان کو قتل کی ایک گونہ تمنا ہے۔ اور ایک اعتبار سے یہ دین میں کمزوری کی وجہ سے معصیت ہے۔ لیکن غرض تمنی شہادت ہے اس لئے ثواب کا باعث ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں یہ الفاظ ہیں: ﴿ربنا اطمس على أموالهم واشدد على قلوبهم﴾ [یونس: ۸۸] اور نوح علیہ السلام کی دعا: ﴿ولا تزد الظالمين إلا ضلالاً﴾ [نوح: ۲۴]

قول ابن المنير: ان تینوں دعاؤں کو حالات سے خوب مناسبت ہے۔ ۱) طوالت عمر اس لئے تا کہ جنہوں نے اس کی بات کو سنا ہے۔ وہ اس کا انجام دیکھ لیں۔ اور سعد کی کرامت ان کے سامنے آجائے۔ ۲) طول فقر اس کا مطلوب ختم ہو جائے کیونکہ اس کی حالت سے ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اس نے دنیا کی خاطر یہ حرکت کی ہے۔ ۳) فتنوں میں ابتلاء کی وجہ یہ ہے اس نے خود فتنہ برپا کرنے کی سعی کی اور اس پر وہ خوش تھا اس کے شہر کا کوئی آدمی اس بات پر راضی نہ تھا۔ دیگر علماء کا قول: جب اس نے سعد رضی اللہ سے تین باتوں کی نفی کی۔ ۱) شجاعت جو کہ پٹھوں کی کامل قوت کا نام ہے۔ ۲) سریہ کے ساتھ خود نہیں جاتے یعنی بزدل ہیں اور پاکدامنی جو کہ قوت شہویہ پر کامل کنٹرول کا نام ہے۔ ۳) اور تقسیم درست نہیں کرتے گویا حکمت کا انکار کیا جو کہ قوت عقلیہ کے کمال کا نام ہے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ بے انصاف ہیں۔ یہ تینوں نفس سے متعلق ہیں۔ طول فقر کا تعلق مال اور وقوع فتنہ کا تعلق دین سے ہے۔ إذا سئل: اس اسامہ مذکور سے جب حال پوچھا جاتا تو کہتا شیخ کبیر۔ کہ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ کہ مجھے سعد کی بددعا لگی ہے۔ طبرانی نے پہلی دعا کے بدلے فقیر اور دوسری دعا کے بدلے مفتون کا اضافہ کیا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ کہ وہ اندھا ہو گیا۔ دس بیٹیاں اس کے ہاں جمع گئیں۔ ابن عدی کی روایت میں ہے۔ وہ ہر فتنے میں حصہ لیتا۔ اور فوائد الملخص میں مذکور ہے۔ کہ وہ مختار ثقفی کذاب مدعی نبوت کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس زمانہ میں قتل ہوا۔ سعد رضی اللہ قبولیت دعا میں مشہور تھے۔ ترمذی *ابن حبان، حاکم نے سعد رضی اللہ سے نقل کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللهم استجب لسعد إذا دعاك''۔ عبدالملک بن عمیر بن سوید لخمی' یہ بنی عدی کا حلیف تھا۔ یہ کوفی ہے۔ اس کو فرس (دوڑنے کی وجہ سے) اور قبطی کہا جاتا تھا۔ بعض اوقات اس کو بصری بھی کہتے ہیں فصیح عالم ہے۔ آخر میں حافظہ میں تبدیلی آگئی اس لئے بسا اوقات تدلیس کر جاتا ہے۔ اس کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی۔ اس نے ۱۰۳ سال عمر پائی۔ (تقریب نووی) اس کے طبقہ تابعین میں ہونے پر سکوت کیا گیا ہے۔ فأنا رأيته: میں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا۔ قد سقط حاجباه: یہ مفعول بہ سے جملہ حالیہ ہے۔ اور من الكبر سبب سقوط کا بیان ہے۔ وانه ليتعرض: اَلنَّحْوُ: ''اِن'' کا ہمزہ مکسور مانیں تو جملہ حالیہ ہے۔ اور ''اَن'' کا ہمزہ مفتوحہ ہو مفعول رأیت پر معطوف ہے۔ ایک روایت میں یتعرض آیا ہے اس صورت میں ''اِن'' متعین ہو جاتا ہے۔ فيغمزهن: چھیڑ چھاڑ کرنا۔

حکمتیں: ۱) جب کسی حاکم کے متعلق شکایت ہو تو وہاں کے اہل فضل سے پوچھا جائے۔ کیونکہ عمر رضی اللہ نے نمازیوں سے

سوال کیا' ۲) حکم پر اعتراض کی صورت میں مصلحت کا تقاضا ہو تو اس کو معزول کر دیا جائے۔ تا کہ کسی برائی کے خوف سے اس کو ناپسند کرنے والا کوئی آدمی بھی نہ ہو' ۳) فاروق رضی اللہ کا **ذلك الظن بك** کہنا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے تھا کہ معزولی کی وجہ خیانت نہیں ہے' ۴) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ منہ پر تعریف بھی جائز ہے جبکہ خود پسندی کا خدشہ نہ ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٥١٠-١٥١٨) والبخاری (٧٥٥) ومسلم (٤٥٣) وأبو داود (٨٠٣) والنسائی (١٠٠١) وابن حبان (١٨٥٩) وأبو عوانة (١٤٩/٢) والطبرانی (٣٠٨) وابن خزيمة (٥٠٨) والطيالسی (٢١٦) وأبو يعلی (٦٩٢) والبيهقی (٦٥/٢)

الفرائد : (۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کرامت اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا۔ (۲) ظالم کے حق میں بد دعا درست ہے۔ جیسا دعا موسیٰ علیہ السلام **ربنا اطمس علی اموالھم**...... ۔ (۳) عادل سے اس کے عدل کے متعلق سوال کیا جا سکتا ہے۔

١٥٠٧ :وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰى بِنْتُ اَوْسٍ اِلٰى مَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ ، وَادَّعَتْ اَنَّهٗ اَخَذَ شَيْئًا مِّنْ اَرْضِهَا ، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَنَا كُنْتُ اٰخُذُ مِنْ اَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِىْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا ذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهٗ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ" فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ : لَا اَسْاَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا ، فَقَالَ سَعِيْدٌ : اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا ، وَاقْتُلْهَا فِىْ اَرْضِهَا قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِىْ فِىْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِىْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَاَنَّهٗ رَاٰهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُوْلُ :اَصَابَتْنِىْ دَعْوَةُ سَعِيْدٍ ، وَاَنَّهَا مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِى الدَّارِ الَّتِىْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا فَوَقَعَتْ فِيْهَا وَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

۱۵۰۷: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت کی اور دعویٰ کیا کہ سعید رضی اللہ عنہ نے اس کی کچھ زمین زبردستی لے لی ہے۔ پس سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ سے (ارشاد) سننے کے بعد میں نے اس کی زمین دبا لی ہے؟ حضرت مروان نے کہا تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جس نے ظلم کے ساتھ کسی کی ایک بالشت زمین لے لی تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ اس پر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے بعد آپؓ سے کوئی دلیل طلب نہیں کروں گا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں

اندھی کر دے اور اس کی زمین میں اس کو ہلاک کر۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موت سے پہلے وہ اندھی ہوگئی اور وہ اپنی اسی زمین میں چلی جا رہی تھی کہ ایک گڑھے میں جا گری (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر سے ہے وہ اس کے ہم معنی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اس کو خود نابینا اور دیواریں ٹٹولتے دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ مجھے سعید کی بددعا لگ گئی اور اس کا گزر ایک کنویں کے پاس سے ہوا' جو اس کے گھر میں واقع تھا' جس کے متعلق اس نے جھگڑا کیا تھا وہ اس کنویں میں گر پڑی اور وہ اس کی قبر بن گیا۔

تشریح ۞ سعید بن زید رضی اللہ عنہ: یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ اروی بنت اوس: ان سے اروی نے جھگڑا کیا۔ مروان بن الحکم: یہ مدینہ کے حاکم تھے ان کے ہاں مقدمہ لے گئی۔ **شیئاً من ارضها**: یعنی میری زمین اپنی زمین میں شامل کر لی ہے۔ کیونکہ وہ سعید رضی اللہ کی زمین کے پڑوس میں تھی۔ **شیئاً**: اس کو نکرہ اس بات کے اہتمام کیلئے لائے کہ میں اس کی زمین کے الزام سے بالکل بری الذمہ ہوں۔ **بعد الذی سمعت**: تشویق کیلئے ابہام کیا۔ تاکہ ان سے دریافت پر وہ بتلا دیں۔ **ماذا سمعت**۔

النحو: **ماذا** سمع کا مفعول مقدم بن سکتے ہیں۔۲) **ذا** موصولہ اور ضمیر محذوف۔ **من اخذ شبراً**: لی جانے والی چیز کی انتہائی قلت کی طرف اشارہ کیلئے شبراً لائے۔ **من الارض ظلما**: ۱) ظرف لغو متعلق بالفعل۔۲) ظرف مستقر ہو تو شبراً کی صفت سے ظلماً حال ہے۔ **ای حال کونه ظالمًا**: ۳) تمیز ہے۔ **ای بجهه الظلم**: ظلم کے اعتبار سے لی یا وہ ظالمانہ طور پر لی۔

طوقه: یہ فعل مجہول ہے۔۱) جو اس نے ظلم کیا ساتویں تک اس کو محشر میں منتقل کرنے کا حکم دیا جائے طوق حقیقی مراد نہیں۔۲) اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی اس وقت تمام زمین اس کے گلے کا طوق بن جائے گی۔ اور گردن بھی بڑی کر دی جائے گی تاکہ اس میں آ سکے۔ **اعاذنا الله منه**۔ سیوطی نے دوسرے قول کو اصح قرار دیا ہے۔ (تفصیل فتح الباری میں ہے)۔ **لا أسألك بينة بعد هذا**: تمہارے اس جاننے کے بعد اور اس کے ساتھ ساتھ کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور اس کے عذاب سے واقف ہو یہ سب چیزیں کسی بھی چیز کے ظلماً لینے سے مانع ہیں۔

اللهم ان كانت كاذبة: اس کو اپنے کذاب پر یقین ہونے کے باوجود جھوٹا دعویٰ کیا۔ کیونکہ غفلت و بےخبری میں تو کسی کی زمین میں سے کچھ ساتھ مل سکتا ہے یا خدام میں سے کسی کے شامل کرنے سے بھی ہو سکتا ہے۔ **فاعم بصرها واقتلها فی أرضها**: اس کی موت کا سبب اس کی زمین بنا۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیز اس باعث بنے۔ **بصرها**: آنکھوں میں دیکھنے کی جو قوت رکھی گئی ہے۔

ابن حبان کی روایت میں وارد ہے کہ سعید رضی اللہ نے اس دعویٰ والی زمین کو اس کیلئے چھوڑ دیا۔ ایک اور روایت میں مذکور ہے سیلاب آیا اور اس سے گڑھا ظاہر ہوا جس نے اس کے حق کو سعید رضی اللہ کی زمین سے خارج قرار دیا۔ سعید رضی اللہ مروان کے پاس گئے وہ لوگوں سمیت وہاں آیا اور موقعہ ملاحظہ کیا۔ **هي تمشي في أرضها**: کھجوروں کی حفاظت کیلئے اپنی

زمین میں چل رہی تھی۔ فماتت: اللہ تعالیٰ نے اس نے جھوٹ کو ظاہر کر دیا اور گڑھے میں گر کر وہ زمین اس کے گلے میں معلق ہوگئی۔

(معلوم ہوتا ہے کہ اپنا کذب واضح ہونے کے باوجود وہ اس زمین سے دست بردار نہ ہوئی اور نہ توبہ کر کے معافی کی طلب گار ہوئی۔ **اعاذنا اللّٰه من اصرار السيئات**)

دوسری روایت میں بعض الفاظ کا فرق ہے۔ **فوقعت فيها مكانت قبرها**: وہ گر کر مر گئی وہ مقام اس کی قبر بن گیا۔ پانی کی گہرائی اس کے سبب سے تھی یا اس گڑھے میں گر کر مرنے کے سبب وہ اس کی قبر بن گئی۔ حافظ کہتے ہیں۔ عرب میں یہ مثال مشہور ہوگئی۔ کہ جب وہ بددعا کرتے ہیں تو کہتے: ''**كعمى الأروى**''۔

ابن الزبیر کہتے ہیں اہل مدینہ کہتے تھے: ''**عماه الله كعمى أروىٰ**'' اس سے ان کی مراد اس واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ پھر اہل جہالت کہنے لگے **كعمى الاروى**۔ اس سے ان کی مراد وہ وحشی نیل گائے جو پہاڑوں میں ہوتی ہے۔ وہ اس کو سخت اندھا خیال کرتے تھے حالانکہ ایسا نہیں۔ **باب الأمر بأداء الأمانة** میں حدیث عبداللہ بن زبیر گزری اور انکے والد کا قول گزرا ''**ولا أرانى الا مقتولا فى هذه**'' پس جیسا انہوں نے فرمایا اسی طرح ہوا۔ یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

تخريج: أخرجه أحمد (١٧٢٨) والبخارى (٢٤٥٢) ومسلم (١٦١٠) وأبو يعلى (٩٥٩) وابن حبان (٣١٩٥) والطبرانى (٣٤٢) وأبو يعلى (٩٥١) والترمذى (١٤١٨) وأبو نعيم (١/٩٦)

الفوائد: (۱) غصب و ظلم حرام ہے یہ کبیرہ گناہ ہیں۔ (۲) سعید بن زید کی کرامت اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا معلوم ہوتا ہے۔

۱۵۰۸ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ : مَا اُرَانِيْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ اَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَاِنِّيْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِيْ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ ، وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَيْرًا ، فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيْلٍ ، وَدَفَنْتُ مَعَهٗ اٰخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ اَنْ اَتْرُكَهٗ مَعَ اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهٗ غَيْرَ اُذُنِهٖ فَجَعَلْتُهٗ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۵۰۸: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اُحد کا موقعہ آیا۔ تو اس رات کو میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ مقتول ہوں گے ان میں سب سے پہلا میں ہوں گا اور میں اپنے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ ایسا کوئی شخص چھوڑ کر نہیں جا رہا جو مجھے تجھ سے زیادہ معزز ہو اور بے شک میرے ذمہ قرض ہے اس کو ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ

اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ ہم نے صبح کی تو وہ سب سے پہلے مقتول تھے اور میں نے ان کے ساتھ دوسرے کو ان کی قبر میں دفن کیا۔ پھر مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں ان کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں۔ چنانچہ میں نے ان کو چھ ماہ بعد نکالا تو وہ اس طرح تھے جس طرح میں نے یوم اُحد کو انہیں دفن کیا تھا۔ سوائے ان کے کان کے۔ پس میں نے ان کو علیحدہ قبر میں دفن کیا۔'' (بخاری)

تشریح ۞ **من الليل**: رات کے کسی لحہ میں۔ **ما أراني**: میرا خیال ہے۔ **اعز علي منك ۔ أي نفسا أعز علي بدليل غير نفس رسول الله صلى الله عليه وسلم**: میں تمہیں دلی لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے علاوہ سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ **غير نفس**۔

النحو: ۱) استثناء کی وجہ سے منصوب ہے۔ ۲) اعز سے بدل ہے۔ **دينا**: تنوین تعظیم کیلئے کافی قرهنه۔ **خيرًا**: سے مراد ان پر مال صرف کرو اور ان کی ایذاء سے باز رہو۔

بذل ندى و كف أذى۔ فأصبحنا: ہم نے صبح کی۔ مکان اول۔ **قتيل** یہ پہلے مقتول تھے۔ **دفنت معه آخر**: مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ **مع آخر**: یعنی ایک قبر میں۔ **فاستخرجته**: شاید اپنے اجتہاد سے قبر کو کھولا۔ ہمارے ہاں میت کے اندراسی سے پہلے قبر کا کھولنا جائز نہیں۔ **كيوم وضعته**: جب یوم اول قبر میں رکھا تھا۔ **غير أذنه**: وہ رکھنے کے وقت باقی نہ تھا۔ (مگر اب موجود تھا اس میں دوسری کرامت ہے) یا بقیہ جسم سلامت تھا۔ کان اس کیفیت پر نہ تھا واللہ اعلم)۔ **منفردًا**: یعنی الگ قبر میں۔

تخريج : أخرجه البخاری (۱۳۵۱)

الفرائد : (۱) اولاد پر احسان کرنا چاہیے (۲) عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی۔ (۳) عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کرامت کہ جسم خاکی محفوظ تھا۔ (۴) جابر رضی اللہ عنہ کی وفاداری کہ والد کی وصیت کو پورا کر دیا۔

۱۵۰۹ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا ، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ طُرُقٍ وَّفِيْ بَعْضِهَا اَنَّ الرَّجُلَيْنِ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۱۵۰۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے دو آدمی اندھیری رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلے تو ان کے ساتھ دو چراغ جیسی چیز سامنے جا رہی تھی جب وہ راستے میں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک چراغ ہولیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچے۔ بخاری نے کئی اسناد سے بیان کیا۔ بعض میں یہ بھی ہے کہ دو آدمی اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔

تشریح ۞ **لیلة مظلمه**: اندھیری رات: اندھیرے کی طرف اسناد مجازی ہے۔
المصباحين بين ايديهما: یہ آپ ﷺ کا معجزہ اوران کی کرامت ہے۔
فلما افترقا صارمع كل: ہرایک اپنے راستے پر چلا اور دوسرے سے جدا ہوا۔
اَلنَّحْوُ: **واحدٌ**: یہ صار کا اسم اور ظرف خبر ہے۔
فرق روایات: بعض روایات نے ان دو آدمیوں کے نام اسیر بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ تحریر کیے ہیں۔
تخریج: أخرجه البخاری (٤٦٥)
الفرائد: (۱) حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت ظاہرہ۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا اکرام قربانی کی مقدار سے ہوتا ہے۔

۱۵۱۰: وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَشَرَةَ رَهْطٍ عَيْنًا سَرِيَّةً وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ ابْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُزَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْا لِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ - فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَاَصْحَابُهُ لَجَاءُوْا اِلٰى مَوْضِعٍ، فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْا انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا: فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: اَيُّهَا الْقَوْمُ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ عَلٰى ذِمَّةِ كَافِرٍ: اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ ا، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا، وَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ اٰخَرُ - فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ: قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ بِهٰؤُلَآءِ اُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرُّوْهُ وَعَالَجُوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوْهُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ، وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ، حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ ابْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا حَتّٰى اَجْمَعُوْا عَلٰى قَتْلِهِ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَّهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ حَتّٰى اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ: اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ، فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُّهُ يَوْمًا يَاْكُلُ قِطْفًا مِّنْ عِنَبٍ فِيْ يَدِهِ وَاِنَّهُ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ! وَكَانَتْ تَقُوْلُ: اِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ،

فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَوْ لَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِیْ جَزَعٌ لَزِدْتُّ : اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بِدَدًا ، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا – وَقَالَ :

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ ، وَاَخْبَرَ يَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ اَصْحَابَهٗ يَوْمَ اُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ ، وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلٰی عَاصِمِ ابْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا اَنَّهٗ قُتِلَ اَنْ يُّؤْتَوْا بِشَیْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ ، وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَآئِهِمْ ، فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا اَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

قَوْلُهٗ "الْهَدَاةَ" مَوْضِعٌ ، وَالظُّلَّةُ : السَّحَابُ – وَالدَّبْرُ : النَّخْلُ – وَقَوْلُهٗ : "اقْتُلْهُمْ بِدَادًا" بِكَسْرِ الْبَآءِ وَفَتْحِهَا فَمَنْ كَسَرَ قَالَ هُوَ جَمْعُ بِدَّةٍ بِكَسْرِ الْبَآءِ وَهِیَ النَّصِيْبُ وَمَعْنَاهُ : اقْتُلْهُمْ حِصَصًا مُنْقَسِمَةً لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ نَصِيْبٌ ، وَمَنْ فَتَحَ قَالَ مَعْنَاهُ : مُتَفَرِّقِيْنَ فِی الْقَتْلِ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّبْدِيْدِ – وَفِی الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ سَبَقَتْ فِیْ مَوَاضِعِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتٰبِ مِنْهَا حَدِيْثُ الْغُلَامِ الَّذِیْ كَانَ يَاْتِی الرَّاهِبَ وَالسَّاحِرَ وَمِنْهَا حَدِيْثُ جُرَيْجٍ ، وَحَدِيْثُ اَصْحَابِ الْغَارِ الَّذِيْنَ اُطْبِقَتْ عَلَيْهِمُ الصَّخْرَةُ ، وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ الَّذِیْ سَمِعَ صَوْتًا فِی السَّحَابِ يَقُوْلُ : اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ ، وَغَيْرُ ذٰلِكَ ، وَالدَّلَآئِلُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

۱۵۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کا دستہ بطور جاسوس بھیجا اوران پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب وہ مقام ہداۃ میں پہنچے' جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے' تو ہزیل کے قبیلہ بنولحیان کو ان کی اطلاع ہوگئی پس وہ سو تیر انداز لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکل پڑے اوران کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو ان کی آہٹ محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک جگہ پناہ لی۔ تیر اندازوں نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آ ؤ اور اپنے آپ کو حوالے کر دو ہم تم سے عہد و میثاق کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے۔ پس عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا میں کافر کی ذمہ داری میں اترنے کو تیار نہیں۔ اے اللہ! ہماری اس حالت کی اطلاع اپنے پیغمبر ﷺ کو پہنچا دے۔ بنولحیان نے ان پر تیر برسائے اور عاصم کو قتل کر دیا۔ تین

اور شخص ان کے عہد و میثاق پر نیچے اتر آئے۔ ان میں خبیب اور زید بن دثنہ ایک دوسرا آدمی تھا۔ جب بنو لحیان نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کے تانت کھول کر انہی سے ان کو باندھ لیا تیسرے آدمی نے کہا۔ یہ پہلی غداری ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ میرے لئے یہ (مرنے والے) نمونہ ہیں۔ پس انہوں نے اس کو کھینچا اور مروڑا مگر اس نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا جس پر انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور خبیب اور زید بن دثنہ کو لے کر چل دیئے یہاں تک کہ ان کو واقعہ بدر کے بعد اہل مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ چنانچہ بنو حارث بن عامر بن نوفل نے خبیب کو خریدا۔ حضرت خبیب نے حارث کو بدر کے دن قتل کیا تھا۔ پس حضرت خبیب ان کے قیدی بن کر رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قتل کا انہوں نے فیصلہ کیا۔ (دوران قید) ایک دن خبیب نے حارث کی کسی بیٹی سے ایک اُسترہ زیر ناف بالوں کی صفائی کے لئے منگوایا۔ اس نے عاریۃً دے دیا۔ اس کا بچہ لڑکھڑاتا ہوا حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا جبکہ وہ اس سے غافل تھی۔ پس اس نے بچے کو ان کی گود میں بیٹھے پایا اس حالت میں کہ اُسترہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ لڑکی سخت گھبرائی۔ اس بات کو حضرت خبیب نے جان کر کہا کیا تمہیں خطرہ ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا میں ایسا کرنے والا نہیں! وہ عورت کہتی ہیں میں نے حضرت خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے ان کو ایک دن انگور کا خوشہ ہاتھ میں لئے کھاتے دیکھا حالانکہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اور مکہ میں کسی پھل کا نام تک نہ تھا! وہ عورت کہا کرتی تھی کہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیب کو دیا تھا۔ جب (کفار مکہ نے انہیں) حرم سے حل (حدود حرم سے باہر) میں نکالا تاکہ ان کو قتل کر دیں تو حضرت خبیب نے ان کو کہا مجھے مہلت دو تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ پس انہوں نے چھوڑ دیا پس اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور (مخاطب ہو کر کفار کو کہا) اللہ کی قسم اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ مجھے (قتل کی) گھبراہٹ ہے تو میں نماز کو لمبا کرتا۔ (پھر دعا کی) اے اللہ انکی تعداد گن لے اور انکو منتشر کر کے ہلاک کر اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑ اور (یہ شعر) پڑھے ''مجھے کوئی پرواہ نہیں جبکہ مجھے اسلام کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے۔ کہ آیا کس پہلو پر میرا یہ قتل ہو کر گرنا ہے اور میری یہ موت اللہ کی راہ میں ہے وہ اگر چاہے تو جسم کے ان کٹے ہوئے اعضاء میں برکت ڈال دے''۔

حضرت خبیب وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر مسلمان کے لئے جس کو جکڑ کر باندھ کر قتل کیا جا رہا ہو۔ یہ نماز کا طریقہ جاری کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی اطلاع اسی روز ہی دی جس دن وہ قتل ہوئے۔ قریش کے کچھ لوگ عاصم بن ثابت کی طرف بھیجے جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ لوگ ان کے جسم کا کوئی معروف حصہ لائیں۔ (مثلاً سر وغیرہ) حضرت عاصم نے قریش کے ایک بڑے آدمی کو (بدر میں) قتل کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کو بادل کی طرح بھیج دیا۔ ان مکھیوں نے ان کے جسم کی قریش کے قاصدوں سے حفاظت کی۔ پس وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے۔'' (بخاری)

اَلْهُدَاةُ: جگہ کا نام ہے۔

الظُّلَّةُ: بادل۔
الدَّبْرُ: شہد کی مکھی۔
اقْتُلْهُمْ بِدَادًا: یہ بِدَّةٌ کی جمع ہے جس کا معنی حصہ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک کو تقسیم کر کے مار کہ ہر ایک کا حصہ ہو۔ بعض نے بِدَّةٌ کی جمع بنایا جس کا معنی منتشر کر کے مارنا کہ ایک کے بعد دوسرا ہلاک ہو۔
اس باب میں بہت سی احادیث صحیح ہیں۔ جو اپنے مقام پر ابواب میں گزر چکی ہیں۔
ان میں وہ حدیث ہے جن میں ایک لڑکے کا تذکرہ ہے جو راہب کے اور ساحر کے پاس آتا جاتا تھا اور حدیث غار جو بند ہوگئی اور حدیث کہ آدمی نے بادل سے آواز سنی وغیرہ دلائل اس سلسلہ میں بے شمار و معروف ہیں دیگر واقعات اور۔

تشریح ۞ رهط: یہ اسم جمع ہے اس کا واحد لفظاً نہیں۔ اس کا اطلاق عشرہ پر اسی طرح ہے جیسا نو سے اوپر پر۔ ثعلب کہتے ہیں رهط، نفر، قوم، معشر، عشيره۔ ان سب کا ایک معنی ہے۔ یہ مردوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں عورتوں کیلئے نہیں۔ ابن السکیت کہتے ہیں: رهط اور عشيره کا ایک معنی ہے۔ رهط وہ ہے جو دس سے چالیس تک بولا جائے۔ اصمعی وابن الفارس نے بھی یہی کہا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ ابوداؤد چھ آدمیوں کا لقب ہے۔ ۱) عاصم بن ثابت۔ ۲) یزید بن مرثد۔ ۳) حبیب بن عدی۔ ۴) زید بن الدثنہ۔ ۵) عبداللہ بن طارق۔ ۶) خالد بن الکبیر۔ ابن سعد نے ساتویں کا نام معتب بن عوف لکھا ہے۔ شاید آخری تین غیر معروف تھے اس لئے ان کے متعلق توجہ نہیں دی گئی۔

امر عليهم عاصم بن ثابت ثابت: ان پر ثابت بن عاصم کو امیر بنایا اور مقام ھداۃ جو عُسفان اور مکہ کے درمیان ہے اس کی طرف بھیجا۔ عُسفان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طرف بے تکے سیلاب آجاتے تھے۔ یہ عسفان سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لحيي من هذيل يقال لهم بنو لحيان: لحيي تثنیہ ہے۔ اس کی جمع احیاء ہے۔ لحیان یہ حذیل کے بیٹے کا نام ہے اور ھذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر سے ہے۔ بعض نے کہا لحیان یہ جرھم کے بقایا قبائل سے ہے یہ لوگ ھذیل میں داخل ہو کر اسی کی طرف منسوب ہوتے۔ فنفروا لهم: لحیانی لوگ ایک سو کے قریب تیر اندازوں کی صورت میں جمع ہو گئے۔
فاقتصوا آثارهم: ان کے نشان ہائے قدام پر چل کر ان تک پہنچ گئے۔ أحسّ: جب انہوں نے ان کی اس حرکت کو جان لیا۔ لجأوا الى: تو دشمن سے حفاظت کیلئے ایک بستی کا قصہ کیا۔ فأحاط بهم: دشمنوں نے تمام اطراف سے اس جگہ کا گھیراؤ کر لیا۔ اعطوا بأيديكم: اطاعت میں داخل ہونے سے کنایہ ہے۔ اور ولكم العهد کا عطف تفسیری ہے۔
ألا نقتل: یہ جملہ اعطوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں قتل نہ کریں گے۔ أيها القوم: مقام اختصار کی وجہ سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے۔ أما أنا فلا أنزل: جو کچھ بھی ہو میں سلامت رہوں یا نہ رہوں کسی کافر کی ذمہ داری قبول کر کے نہ اتروں گا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں: ''لا أقبل اليوم عهداً من مشرك'' آج میں کسی کافر کی ذمہ داری قبول نہ کروں گا کیونکہ اس میں اس کے لئے اعزاز واکرام ہے۔ اللهم أخبر: اے اللہ آپ وحی کے ذریعہ اپنے پیغمبر ﷺ کو اطلاع دے دیں تاکہ آپ ان کی اس قربانی پر بلندی مرتبہ کی دعا فرمائیں۔ فرموهم بالنبل: نبل یہ اسم جمع ہے اس کا واحد لفظاً نہیں آتا۔ معناً سہم واحد ہے۔ فقتلوا عاصما: انہوں نے عاصم کو شہید کر ڈالا اور جماعت میں سے باقی ان کے

معاہدے پر اتر آئے۔ منهم خبيب: منھم خبر مقدم اور معطوفات مبتداء ہے۔ تینوں کے نام یہ ہیں خبیب بن عدی۔۲) زید بن دثنہ۔۳) ابن اسحاق کی روایت میں تیسرا نام عبداللہ بن طارق کا وارد ہے۔ اطلقوا اوتار قسيهم: وَتَر کی جمع ہے۔ قسی یہ قوس کی جمع ہے اقواس وقیاس بھی جمع میں آتی ہیں۔ مثلاً ثوب، اثواب وثياب۔ اُسوة: عمدہ نمونہ هؤلا کا مشار الیہ مقتولین ہیں۔ القتلٰی قتیل کی جمع ہے جیسے جريح و جرحیٰ۔ فجرّوا: معلوم ہوتا کہ قید کے معاً بعد انہوں نے یہ کیا۔ مگر روایت ابن اسحاق میں "فخرجوا بالنفر الثلاثة حتي إذا كان بمر الظهران" کا تذکرہ ہے۔ کہ وہاں قتل کیا مگر صحیح روایت میں اشارہ زیادہ درست ہے۔ انطلق بخبيب: ابن سعد واسحاق کہتے ہیں۔ کہ زید کو صفوان بن امیہ نے خرید کر اپنے والد کے بدلے قتل کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں صفوان کے غلام بسطاس نے ان کو قتل کیا۔ بعد وقعة بدر: یہ واقعہ ۳ھ کے اواخر کا ہے اور واقعہ بدر رمضان ۲ھ کو پیش آیا۔ (ابن اسحاق) فابتاع بنو الحارث: ابتاع یہاں خریدنے کے معنی میں ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ان کی خریداری حجش بن ابی اهاب تمیمی نے کی جو کہ نبی نوفل کا حلیف تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ان کو اپنی ماں سوداء کے بدلے میں خریدا۔ اور ایک روایت ہے کہ ان دونوں کی مکہ میں ھذیل کے دو قیدیوں کے بدلے بیچا گیا۔ ابن حجر کہتے ہیں ہر دو ممکن ہیں۔ كان خبيب هو قتل الحارث۔ ابن حجر کہتے ہیں بخاری نے خبیب بن عدی اوسی کو بدریین میں شامل کیا۔ اور اسی پر اعتماد کیا۔ مگر دمیاطی نے نے مغازی میں خبیب بن عدی کا ذکر شرکاء بدر میں نہ پایا تو تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عامر کا قاتل خبیب بن اساف خزرجی ہے اور یہ اوسی ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے:

۱) صحیح روایت کو رد کرنا پڑتا ہے۔ اگر خبیب نے قتل نہ کیا ہوتا تو ان کی اولاد ان کے خریدنے میں اس قدر دلچسپی نہ لیتی۔
۲) اگرچہ یہ بھی احتمال یہ کہ جاہلیت کے رواج کے مطابق قاتل کے قبیلے جو آدمی مل جائے اس کا قتل غنیمت سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ قبیلہ انصار میں تو خبیب تھے ہی اور ان میں بھی مشارکت تھی۔
۳) ممکن ہے دونوں نے مل کر ابن عامر کو قتل کیا ہو فتدبر۔

فلبث۔ اسیراً: حرمت والے مہینوں میں۔ بعض بنات: اس کا نام زینب ہے یہ اسی حارث کی بیٹی ہے۔ یہ عتبہ بن حارث کی بہن ہے۔ جس نے خبیب کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو قسم کے بدلے قتل کیا۔ یہ پختہ روایت نہیں۔ (ابن حجر) موسیٰ کو منصرف وغیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ استحداد: زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ فأعارتهٗ: ہٗ کی ضمیر موسیٰ کی طرف ہے۔ فلدرج بنيٌ: زبیر بن بکار کہتے ہیں یہ بچہ مشہور محدث ابوحسین مکی ہے جو کہ زہری کے اقران سے ہے۔ والموسى بيده۔ النحو: یہ وحدت کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ عرفها: حبیب اس بات کو معلوم کریں۔ ما كنت لأفعل: یہ خبیب کے مکارم اخلاق ہیں۔ تکلیف کے بدلے احسان، مجرم سے درگزر اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ پر اکتفاء ہے۔ فو الله: یہ جملہ مستانفہ ہے جو وضاحت کیلئے لایا گیا ہے۔ قطف: انگور کا گچھا۔ حجش ابن ابی اهاب کی لونڈی کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے جھانک کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں دو انسانی سروں کے برابر انگور کا گچھا دیکھا جسے وہ کھا رہے تھے۔ حالانکہ وہ مقید تھے اور مکہ میں کسی پھل کا نشان بھی نہ تھا۔ إنه لرزق رزقه الله خبیباً اس میں خبیب رضی اللہ کی کرامت اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی رسالت کا

ثبوت ہے۔اس سے کفار پر حق کی حجت قائم کردی کہ دیکھوان کو یہ چیز اتباع دین سے پیروی محمد ﷺ میں ملی ہے۔
قول جمہور: جمہور علماء کہتے ہیں کہ جو شخص کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو اس سے ایسی چیزیں کرامت ہی ہوں گی۔ اور اگر وہ نیک نہیں تو کبھی معونت اور کبھی استدراج ہوگا۔ **لیقتلوہُ فی الحل**: ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تنعیم کی طرف قتل کیلئے لے گئے۔ **دعونی أصلی**: بخاری کے تمام روایت سے اس کے اثبات سے روایت نقل کی ہے۔صرف کشمیہنی نے حذف کہا ہے۔ **فرکع رکعتین**: موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں مسجد تنعیم کی جگہ انہوں نے نفل ادا کئے۔ **مابی جزع**: بخاری میں ہے۔موت سے ذرا گھبراہٹ نہیں۔ **لزدت**: ایک روایت میں ہے اور دو رکعت پڑھتا۔ **أحصهم عدداً**: مفعول بہ کر بدل کر تمیز بنا دیا ہے۔ای **احص عددهم**۔ **ولا تبق منهم احداً**: ایک روایت میں ہے کہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ ان میں کوئی زندہ بچا ہو سوائے ایک شخص کے جو اس دعا کے وقت زمین پر لوٹنے لگا۔تا کہ بددعا سے بچ جائے۔ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
''**اللهم إني لا أجد من يبلغ رسولك مني السلام فبلغه**''۔

ایک روایت میں ہے جبرئیل امین کے زعم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن مجلس میں کہا'' **وعليك السلام خبيب قتلتهٗ قريش**''۔ **فلست أبالي**: یہ کشمیہنی کی روایت ہے باقی نے'' **ما إن أبالي**'' نقل کیا مگر ابن حجر کہتے پہلی روایت راجح ہے۔ **مصرعي**: اس سے مراد موت ہے۔مطلب یہ ہے۔اسلام کے ساتھ شہادت میں قتل کی سب کیفیات برابر ہیں۔ **ذات الإ له**: اس سے ذات کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ **اوصال**: یہ وصل کی جمع ہے عضو کو کہتے ہیں۔ **شلو**: جسم۔اس کا عضو پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ **ممزّع**: کٹے ہوئے۔ابوالاسود سے ان اشعار کا اضافہ کیا۔

لقد أجمع الأحزاب حولي وألبوا ☆ قبائلهم واستجمعو كل مجمع

اور فرمایا:

إلى الله أشكو غربتي بعد قربتي ☆ وما أرصدَ الاحزاب لي عند مصرعي

ابن اسحاق نے تو تیرہ شعر نقل کر دیئے۔ابن ہشام کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں یہ خبیب کے اشعار نہیں ہیں۔ بخاری میں مذکور ہے کہ عقبہ بن حارث نے اُٹھ کر ان کو قتل کر دیا۔ **قتل صبراً**: جس ذی روح کو باندھ کر قتل کیا جائے اس کے متعلق کہتے ہیں: **قتل صبراً**۔اس نماز مقتول کا طریقہ خبیب نے شروع کیا۔مصطفیٰ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا۔ **واُخبر**: وفی کے ذریعے آپ کو اطلاع دی گئی یہ معجزہ نبوت ہے۔ **حين حُدِّثوا**۔

أُنْبِئُوا: یہ فعل مجہول ہے۔ **أنه قتل**: اس کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور **أن يؤتوا**: لام مقدر یا اضافت مفعول لہ کے ساتھ مفعول ثالث ہے۔ **قتل رجلاً**: ابن حجر کہتے ہیں کہ شاید یہ عقبہ بن ابی معیط ہو جس کو بدر کی راہ پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا۔مگر ابن اسحاق کہتے ہیں عاصم جب قتل کر دیئے گئے تو ھذیل نے ان کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تا کہ سلافہ بنت سعید بن نہشل کے ہاتھ فروخت کریں۔یہ شافع اور جداس ابی طلحہ عبدری کی ماں ہے۔عاصم نے اس کو احد کے دن قتل کیا تھا۔مگر شہد کی مکھیوں نے اس کی حفاظت کی۔ممکن ہے کہ قریش کو ھذیل کے اس واقعہ کا علم نہ ہوا ہو تو وہ جان لیتے کہ ان کو کب اس کی قدرت ملے گی۔ **الدبر**: بھڑ بعض نر شہد کی مکھی۔اس کا واحد لفظاً نہیں آتا۔قریش کے قاصد ناکام ہوگئے۔ابی الاسود کی روایت میں اللہ تعالیٰ نے بھڑ کا جتھہ ان کے چہروں پر مسلط کر دیا جس نے ان کو کاٹ کاٹ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا چنانچہ وہ سر کاٹنے

میں نا کام ہوگئے۔ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عاصم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ کوئی مشرک ان کو ہاتھ نہ لگائے۔ عمر رضی اللہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو فرمایا اللہ تعالیٰ مؤمن بندے کی زندگی میں جس طرح حفاظت فرماتے ہیں' موت کے بعد بھی اُسی طرح حفاظت فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کی حفاظت فرمائی۔قتل سے نہیں روکا وہ تو ان کی تمنا تھی جس سے آخرت کے درجات ملنے تھے اور گوشت واعضاء میں تذلیل تھی اس لئے بچالیا۔

نووی رحمہ اللہ کا فرمان: دبر :شہد کی مکھی۔بدداً :جمع بِدَة: حصہ۔ٹکڑا جیسے قِربه و قرب:ان کو منقسم یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر۔حافظ کہتے یکے بعد دیگرے قتل کر۔

تخریج : أخرجه البخاري (٣٠٤٥)

۱۵۱۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لِشَيْءٍ قَطُّ :اِنِّيْ لَاَظُنُّهُ كَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۵۱۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کسی چیز کے بارے میں اس طرح کہتے سنا کہ میرا خیال اس کے متعلق یہ ہے تو وہ اسی طرح ہوتا جیسا کہ اپنا خیال ظاہر فرماتے۔(بخاری)

تشریح ۞ اہل حق کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے کرامات برحق ہیں۔یہ ہر زمانے میں ہوتی ہیں اس پر عقل ونقل شاہد ہے۔ایک دلیل عقلی یہ ہے کہ اس کا حدوث ممکن ہے۔اس کے وقوع سے دین کی کسی اصل کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔اس کے متعلق یہ کہنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان کو شامل ہے اور جو چیز مقدور علیہ ہے وہ جائز الوقوع ہے۔

اس کے متعلق قرآن واحادیث شاہد ہیں۔قرآن مجید کی آیت جیسے واقعہ مریم میں:

۱) ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ [مریم : ۲۵] امام الحرمین ابوالمعانی کہتے ہیں مریم کے نبیہ نہ ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔(پس ان سے جو کچھ پیش آیا یہ کرامت ہے)۔

۲) دوسری دلیل واقعہ ذکریا علیہ السلام: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ......﴾[آل عمران ۳۷]

۳) اور اسی سلسلہ میں آصف بن برخیا کا واقعہ ہے جو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا:﴿اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ......﴾ [النمل:٤٠] علماء کہتے یہ آصف پیغمبر نہ تھے بلکہ صحابی تھے۔

اور اسی سلسلہ میں وہ بھی ہے جو امام الحرمین نے قصہ موسیٰ علیہ السلام میں ذکر کیا اور ابوالقاسم قشیری نے ذی القرنین کا واقعہ نقل کیا۔

اور اسی طرح قبشیری وغیرہ نے خضر علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ خضر پیغمبر نہ تھے۔بلکہ وہ ولی تھے۔مگر قشیری کا یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے وہ خضر علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں۔بعض نے نبی ورسول کہا۔قشیری وغیرہ نے ولی کہا اور بعض نے بادشاہ کہا اور انہی دلائل میں اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔جو بہت سے خوارق عادت امور پر مشتمل ہے۔امام الحرمین کہتے ہیں یہ تمام بالا جماع پیغمبر نہ تھے (مگر خضر علیہ السلام سمیت اجماع کا دعویٰ محل نظر ہے' فتدبر)

احادیث بھی کثرت سے وارد ہیں۔ ۱) حدیث انس رضی اللہ جس میں عباد بن بشر اور اسیر بن حضیر کا واقعہ منقول ہے بخاری کتاب الصلاۃ وعلامات النبوۃ۔ ۲) حدیث اصحاب اغنار جنہوں نے غار میں پناہ لی اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

۳) قصہ جریج والی روایت ابو ہریرہ' جس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ ۴) حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ ''لقد کان فیما قبلکم'' والی جس کو بخاری نے نقل کیا۔ ۵) بخاری کی مشہور روایت ''رُبَّ أشعث اغبر لا یؤبه له لو أقسم علی اللّٰه لأبره'' اس کو بخاری نے نقل کیا۔ ۶) خبیب انصاری والی روایت اور بھی روایات میں سر دست انہی پر اکتفاء کیا ہے۔ اس سلسلہ کی پہلی تالیف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ علامہ سبکی نے طبقات الکبریٰ میں ابوتراب نخشبی کے حالات میں ثبوت کرامات پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا۔

انکار تو جاہل ومعاند ہی کر سکتا ہے اور کئی تو شجاعت اور سخاوت حاتم کی طرف معروف ہیں۔ کرامات اولیاء کا تو وہی منکر ہے جس کی نگاہ مٹ چکی ہو۔ ان میں واقعہ مریم اور اصحاب کہف کا واقعہ ہے۔ ان کا تین سو سال سونا بلا آفت وضرر اور قوت عادیہ کا بغیر غذاء اور پانی کے باقی رہنا۔ منجملہ خوارق سے ہے۔ وہ انبیا علیہم السلام نہ تھے اور نہ یہ معجزہ تھا پر کرامت ہونا متعین ہو گیا۔ اس پر اتفاق ہے کہ وہ انبیاء نہ تھے۔ جیسا امام الحرمین نے نقل کیا۔ وہ تو پہلے بت پرست بادشاہ کے دین پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ہدایت کیلئے کھول دیا۔ اور یہ شرح صدر کسی داعی کی دعوت سے نہ تھا۔ بلکہ توفیق الٰہی سے تھا۔ جب توفیق نے ان کا ہاتھ پکڑا تو ان کو سوچتے ہی بادشاہی کی گمراہی معلوم ہوگئی۔ انہوں نے ایمان لانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کسی نبی آخر کا معجزہ تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے معاملے کو چھپایا اور ایک دوسرے کو کہنے لگے: ''ولا یشعرن بکم أحدًا'' معجزے کا اخفاء ممکن ہی نہیں اور اس نبی داعی کا نہ کہیں تذکرہ اور نہ اس کی کوئی دلیل اور ایسے پیغمبر کیلئے معجزے کا اثبات بے فائدہ ہے۔ کیونکہ معجزے کا فائدہ تو تصدیق ہے۔ اور ایک غیر معین کی تصدیق تو محال ہے اور غیر کا اس کی تصدیق کرنا بھی اسی طرح ہے۔

اور ان دلائل میں مختلف قصص سے استدلال مثلاً آصف بن برخیا جو سلیمان علیہ السلام کیلئے بلقیس کا تخت پلک جھپک سے پہلے لے آئے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ: ﴿الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ......﴾ سے مراد یہی ہیں۔

اسی طرح جو روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پہلے گزر چکیں اور بعد والے صالحین سے تواتر سے نقل ہوئی چلی آ رہی ہیں وہ گنتی سے باہر ہیں اگر کوئی لکھنا یا جمع کرنا چاہے تو مال داحمال اس کیلئے کافی نہیں۔ گزشتہ زمانے سے اب تک لوگ تسلیم کرتے چلے آ رہے ہیں۔

لیکن ہم تو اپنے استدلال کا مرکز ان کو بنا رہے ہیں جو تبع تابعین سے پہلے تھے۔ جبکہ ایسے زائغین بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ وہ لوگ صالحین کی کرامات بیان کرتے اور نقل کرتے رہتے تھے۔ اور وہ واقعات جو بنی اسرائیل کے نیک لوگوں میں پیش آئے ان کا ذکر کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کثرت سے بیان کرتے تھے۔

ان کرامات میں سے وہ بھی ہیں جو اس وقت کے علماء کو عنایت فرمائی ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں بہت سی کتب لکھی ہیں؛ جن کی نقل انسان کے بس میں نہیں اور ان سے دقائق کی تخریج والی کتب بھی بہت ہیں۔ اسی طرح ان کے استنباطات جو

اہل مناہی کو روکتے اور ایسے استخراجات جو کتاب وسنت کی چمک کو آسمان سے ملاتے ہیں اور حق کو ثابت اور باطل کر زائل کرتے ہیں اور اسی طرح انہوں نے جو دعوت کے سلسلہ میں جو مجاہدات ومحن برداشت کیں اور جو ریاضات اختیار کیے رکھیں اور کمال عقول کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو دنیا سے ایک طرف ہٹائے رکھا اور ذکاوت وذہانت کے باوجود دنیا سے دُور رہ کر علوم کو محبوب بنائے رکھا اور اپنے نفوس کو ان کی تحصیل میں مشقت میں ڈالے رکھا۔ اس طرح کہ جب کوئی غور کرنے والا اس میں غور کرے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا تھا وہ اس سے بہت بڑھ کر تھا جو بعض لوگوں کو بیابان اور سنسانے میں روٹی اور پانی عنایت کر دیا جس کو لوگ کرامت شمار کرتے ہیں۔

سوال: ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کی تو اس قدر کرامات منقول نہیں جتنی بعد والے اولیاء سے منقول ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندے تھے۔

جواب: امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ ان لوگوں کا ایمان بڑی قوی تھا۔ ان کو ایسی چیزوں کی چنداں ضرورت نہ تھی جو ان کے ایمان کو قوی کرتیں۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان کمزور اور کرامت کے اظہار سے اس میں تقویت کی ضرورت ہے۔ ۲) ان کے ہاتھ سے جو ظاہر ہوا۔ بسا اوقات وہ اس سے مستغنی کرنے والا ہے۔ اور اس کی عظیم مقدار پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کا دیدار اور ان کا استقامت اختیار کرنا جو کہ کرامت سے بہت بڑھ کر رہے اور اس کے ساتھ ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کے دروازے کھول دیئے مگر وہ دنیا کی طرف نہ مائل ہوئے اور نہ ذرّہ بھر جھکے اور ایک بھی اس کی طرف نہ اتر گیا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ۔

حالانکہ ان کے ہاتھ میں جتنی دنیا تھی آجکل کے اہل دنیا کے پاس اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر ان کا دنیا سے اعراض کیا یہ عظیم ترین کرامات سے نہیں اور ان کا شرف یہی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کی بارگاہ میں جھکنے والے تھے۔

(بستان مخلصا العارفين للنووى)

تخریج: أخرجه البخارى (٣٨٦٦)

الفرائد: اس میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر فعل حق جاری فرما دیتا اور وہ اسی طرح ہوتا۔

کتاب الأمور المنهی عنها

۲۵۴ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

بَاب: غیبت کی حرمت اور زبان پر پابندی لگانے کا حکم

تشریح الامور: جمع امر اس کا معنی حالت۔ جس امر کا معنی طلب ہے۔اس کی جمع اوامر ہے۔ المنھی عنھا: اس کا معنی خلافِ اولیٰ ہے اور یہ تحریمی وتنزیہی دونوں کو شامل ہے۔ حفظ اللسان: مباح لایعنی کلام سے لے کر ہر ممنوع کلام سے زبان کو محفوظ رکھنا مراد ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ [الحجرات:۱۲] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:۱۸]

اِعْلَمْ اَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَّحْفَظَ لِسَانَهٗ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَامًا ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ وَمَتٰى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهٗ فِي الْمَصْلَحَةِ فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ ، لِاَنَّهٗ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ ، وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔'' (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھیں اور دل ان تمام سے باز پرس ہوگی''۔(الاسراء) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ جو لفظ بھی زبان سے بولتا ہے تو اس کے پاس نگران تیار ہے''۔(قٓ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اچھی طرح جان لو کہ ذمہ دار انسان کو اپنی زبان کی حفاظت ہر قسم کے کلام سے کرنی چاہئے سوائے اس کلام کے جس کی مصلحت ظاہر ہو اور جب کلام اور ترکِ کلام برابر ہو تو سنت یہ ہے کہ کلام سے زبان کو روکے کیونکہ کبھی مباح کلام حرام ومکروہ گفتگو تک پہنچا دیتی ہے۔ عادتاً یہ چیز کثرت سے پائی جاتی ہے اور

سلامتی کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

تشریح ۞ وَلَا یَغْتَبْ : اپنے مسلمان بھائی کا اس طرح تذکرہ جو اس کو ناپسند ہو۔ اگر چہ وہ ناپسند بات اس میں موجود ہو۔ اور اگر وہ ناپسند اس میں نہ ہو تو بہتان کہلائے گا۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ : مسلمان بھائی کو خراب کرنے کی بدترین کوشش کو تمثیل سے ذکر کیا گیا۔ تمثیل میں انتہائی قبیح نقشہ ذکر کیا گیا تاکہ اس سے گریز کریں۔ مَیْتًا ۔ اَلْاَخِ : یہ لحم اوراخ سے حال ہے۔ فَکَرِھْتُمُوْہُ : یہ فافصیحیہ ہے۔ اگر یہ کیفیت پیش آجائے تو تم اسے ناپسند کرو گے۔ پس یہ پہلی بات تقدیر و تحقیق کیلئے لائی گئی ہے۔ تَوَّابٌ : قبولیت توبہ میں مبالغہ کرنے والے۔ رَّحِیْمٌ : کامل رحمت والے ہیں۔

لَا تَقْفُ : مت پیچھے پڑو۔ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ : جس قول وفعل کو تم نہیں جانتے اس میں بہتان، کذب، جھوٹی گواہی تمام شامل ہیں۔ اِنَّ السَّمْعَ : کان، دل، آنکھ ان کیلئے اُولٰٓئِکَ لایا گیا حالانکہ یہ غیر عقلاء ہیں۔ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا : ۱) عَنْہُ مَسْئُوْلًا کا نائب فاعل۔ یہ کَانَ کی خبر ہے۔ ۲) مَسْئُوْلًا کا متعلق مقدم ای مسؤلا عنه عن نفسه: جو کچھ اس نے کیا ہوگا۔ ۳) عَنْہُ کی ضمیر ہر ایک کے ناک، کان، دل والے کی طرف لوٹنے والی ہے۔

لَدَیْہِ : یعنی قول یا انسان کے پاس۔ رَقِیْبٌ : نگران فرشتہ۔ عَتِیْدٌ : یعنی کتابت کے بعد۔ حضرت انس رضی اللہ سے مروی ہے کہ جب مؤمن مرجاتا ہے تو دو فرشتے اس کی قبر کے پاس کھڑے کر دیئے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اور ان دونوں کا ثواب اس انسان کیلئے قیامت تک لکھا جاتا ہے۔ (قال الدرینی مختصر تفسیر مکی) کیا ہر چیز لکھی جاتی ہے خیر و شر تو قیامت میں باقی رکھ لی جائے گی اور باقی پھینک دیا جائے گا۔ یا فقط خیر و شر ہی لکھے جاتے ہیں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ قرآن مجید سے پہلے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اگر لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ کے متعلق کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتہ سنتا ہے اور اس کو محفوظ نہیں کرتا اور نہ لکھتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ دو نگران ہیں۔ سننا ایک کے ساتھ مخصوص نہیں۔

نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہر مکلّف مسلمان عاقل وبالغ کو مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان ہر قسم کے کلام سے حفاظت کرے۔ صرف ایسی کلام کرے جس میں کھلے طور پر مطلوبہ مصلحت موجود ہو۔ اور جب کلام کی دو جانبیں ہوں تو سنت طریقہ یہی ہے کہ اس سے اپنے کو روک لے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے اسلام کی خوبی وکمال اسی میں فرمایا کہ جو لا یعنی کو ترک کر دے۔ کیونکہ بعض اوقات مباح گفتگو حرام تک لے جاتی ہے یا کم از کم مکروہ میں تو مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ اور وہ اپنے طور پر اس کو معمولی خیال کرتا ہے۔ عادۃً یہ چیز بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور بار بار پیش آتی ہے اور گناہوں سے بچ جانے کے برابر کائنات کی کوئی چیز نہیں۔

الروایات

۱۵۱۲ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ – وَھٰذَا صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّہٗ یَنْبَغِیْ اَنْ لَا یَتَکَلَّمَ اِلَّا اِذَا کَانَ الْکَلَامُ خَیْرًا وَھُوَ الَّذِیْ ظَھَرَتْ مَصْلَحَتُہٗ وَمَتٰی شَکَّ فِیْ ظُھُوْرِ الْمَصْلَحَۃِ فَلَا یَتَکَلَّمُ۔

۱۵۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو بھلی بات کہنی چاہئے یا پھر خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔'' (بخاری و مسلم) یہ روایت اس سلسلے میں واضح ہے کہ آدمی گفتگو خیر کے سوا نہ کرے اور خیر وہ ہے جس کی بھلائی ظاہر ہو۔ جب اس کی درستگی میں شبہ ہو تو بالکل زبان پر نہ لائے۔

تشریح ۞ یؤمن: ایمان کامل مراد ہے۔ والیوم الآخر: قیامت کا دن۔ خاص طور پر اس کا اس لئے ذکر کیا کیونکہ اس پر سچے دل سے ایمان لانا ضروری ہے جب اس پر ایمان لے آیا تو اس میں پائے جانے والے ثواب وعقاب خود ماننا پڑے گا اور یہ ہر اس چیز پر ایمان کو لازم کرنے والا ہے جس پر زندگی میں ایمان لانا ضروری ہے۔ فلیقل خیرا أو لیصمت: صمت کا معنی قصداً کلام سے باز رہنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے کرنے میں مصلحت نہ ہو اس سے بچے اور مصلحت والی گفتگو کرے کیونکہ احکام شرعیہ کا دارومدار ظن پر ہے۔

تخریج : باب حق الجار والوصية به میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۵۱۳: وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ''مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۱۳: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا مسلمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ افضل: کس کا مقام بلند اور کس کو ثواب زیادہ ملتا ہے۔ من سلم المسلمون: کسی مسلمان کو کسی طرح بھی ایذاء نہ پہنچائے۔ یدہ: ہاتھ کے تذکرے کی وجہ یہ ہے کہ عموماً اعمال ہاتھ سے صادر ہوتے ہیں۔ بات زبان سے اور عمل ہاتھ سے ہوتا ہے۔ ورنہ ان کے علاوہ سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کی ایذاء سے محفوظ ہوں اور وہ فعل جو اغلب خارج ہونے والا ہو اس کا کوئی مفہوم یہاں نہیں۔ پس افضل مسلمان وہ ہے جس سے کسی دوسرے کو کوئی ایذاء نہ پہنچے۔

تخریج : أخرجه البخارى (١١) و مسلم (٤٢) والترمذى (٢٥١٢) والنسائى (٥٠١٤) والدارمى (٢٧١٢)

الفرائد : جو مسلمان زبان وہاتھ سے مسلمانوں کو ایذاء نہیں دیتا اگر وہ دیگر حدود الٰہی کا پاس کرتا ہے تو وہ نہایت فضیلت والا مسلمان ہے۔

۱۵۱۴: وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ''مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۱۴: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جو مجھے ضمانت دے اس کی جواس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی جواس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

تشریح :من یضمن لی: حفاظت کی ضمانت دے۔ لحییه: وہ دونوں ہڈیاں جن پر اوپر نیچے دانت اُگتے ہیں۔ تمثیل کی صورت ظاہر فرمایا تا کہ خوب تاکید ہو جائے۔ جبڑوں کے مابین زبان ہے۔ مطلب یہ ہے وہ بات کرے جس کا حکم ملا اور دوسری باتوں سے خاموش رہے۔ وما بین رجلیه: اس سے مراد شرمگاہ ہے۔ اس سے فعل حرام کا ارتکاب نہ کرے۔

النحو :اضمنُ: کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ مستانفہ اور جزم ہو تو شرط مقدر کا جواب ہے کیونکہ یہ طلب کے جواب میں آیا ہے اور اس سے جزاء کا قصد کیا گیا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٨/٢٢٨٨٦) والبخاری (٦٤٧٤) والترمذی (٢٤١٦) وابن حبان (٥٧٠١) والطبرانی (٥٩٦٠) والحاكم (٤/٨٠٦٥) والبیهقی (٨/١٦٦)

الفرائد :ابن بطال فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا زبان و شرمگاہ عظیم ابتلاء ہیں۔ جو ان کے شر سے بچا وہ بڑے شر سے بچا۔

۱۵۱۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ : ''اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا یَتَبَیَّنُ فِیْهَا یَزِلُّ بِهَا اِلَی النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَمَعْنٰی : ''یَتَبَیَّنُ'' یُفَكِّرُ اَنَّهَا خَیْرٌ اَمْ لَا۔

۱۵۱۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''بے شک بندہ بعض اوقات کوئی بات کرتا ہے اور اس پر غور نہیں کرتا مگر اس سے مشرق و مغرب کی درمیانی مسافت کے برابر آگ کی طرف پھسل جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

''یَتَبَیَّنُ'': سوچنا کہ آیا خیر ہے یا شر۔

تشریح العبد: انسان مکلّف مراد ہے خواہ غلام ہو یا آزاد۔ لیتکلم بالکلمة: اس سے ہر وہ کلام مراد ہے جس سے شر سمجھی جائے خواہ وہ لمبی ہو یا مختصر جیسا کہتے ہیں: کلمة الشهادة، قصیدہ کو بھی کلمہ کہہ دیتے ہیں۔ ما یتبین فیها: ضمیر متکلم سے جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے اور محل صفت میں واقع ہے۔ اس میں الف لام جنس کا ہے۔ بها: ''با'' سببیہ ہے اور ''ها'' ضمیر کلمہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی آگ کی جانب لے جاتی اور اس سے قریب کر دیتا ہے۔ ابعد: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس سے کلمہ کے نتیجہ کو ذکر کیا۔ گویا کسی نے کہا اسے اس کا کیا نقصان ہوگا تو جواب ملا۔ اس سے وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائے گا۔ ابعد: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای زللا بعید المبدإ أو المنتهی: یعنی وہ بہت دور جا پڑے گا۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٨٤١٩) والبخاری (٦٤٧٧) ومسلم (٢٩٨٨) وابن حبان (٥٧٠٧) ومالك (١٨٤٩)

الفرائد : بات کرنے والے کو سوچ کر بات کرنی چاہئے ایسی بات سے گریز کرے جس کا وبال کل اس پر نازل ہو۔

۱۵۱۶ :وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ، وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۵۱۶: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے کلمات میں سے کوئی کلمہ زبان سے نکلتا ہے مگر اس کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں ہوتی اور اللہ اس سے اس کے درجات بلند کر دیتے ہیں اور بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کلمات میں سے کوئی کلمہ کہتا ہے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی ۔ مگر اس کے ساتھ وہ جہنم میں گر جاتا ہے۔'' (بخاری)

تشریح ۞ من رضوان اللّٰہ: من بیانیہ ہے۔ یہ کلمہ سے حال ہے۔ ما یلقی لھا بالا: یعنی وہ اس کی طرف کان نہیں لگاتا اور نہ اپنا دل ادھر مائل کرتا ہے۔ یرفعه اللّٰه بها درجات: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ۱) ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور مفعول محذوف ہے۔ ای یرفعه اللّٰه فیھا۔ ۲) یہ مفعول سے بدلی ہوئی تمیز ہے۔ اصل یرفع اللّٰه درجاتهٗ مضاف حذف کیا گیا۔ اس اجمال کو تمیز سے ختم کیا۔ ۳) مجرور نزع خافض ہے ای الی درجات۔ یھوی: اترنا، گرنا۔ فی جھنم: ای درکات جھنم: پہلے جملے میں تکلم بالخیر پر وعدے کا تذکرہ ہے اور دوسرے جملے میں اس کے خلاف پر وعید ہے۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قسم سے ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۴۱۹)

الفرائد : رضائے الٰہی والی بات جلد کرنی چاہئے اور جو بات اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے اس سے بچنا چاہئے۔

۱۵۱۷ :وَعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِّيِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :" اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ" رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۵۱۷: حضرت ابو عبدالرحمٰن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے کلمات میں سے ایک کلمہ کہتا ہے۔ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ اس بلند مقام پر پہنچے گا جتنا وہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی وجہ سے ملاقات کے تک اپنی رضا مندیاں لکھ دیتا ہے۔ بے شک آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ایک بات کہتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ اس مقام تک پہنچے گا جہاں وہ پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنی ملاقات کے دن تک اس کے متعلق ناراضگی لکھ لیتے ہیں۔ (موطا مالک' ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: حارث بن عاصم بن سعد بن قرہ بن خلاوۃ بن ثعلبہ بن ثور بن ھدیہ بن اطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مصر بن نزار المزنی۔

یہ بلال اور عثمان دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد مزینہ میں شامل ہو کر ۵ھ میں مدینہ آئے۔ مزینہ، یہ مال کی نسبت ہے۔ آپ ﷺ نے قبیلہ کی معادن عنایت فرمائیں، فتح مکہ کے روز یہ مزینہ کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھے۔

پھر بصرہ میں اقامت اختیار کی۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر اسّی سال تھی۔ انہوں نے آپ ﷺ سے آٹھ روایت نقل کی ہیں۔ (تہذیب نووی)

ان الرجل: اِنّ سے کلام کی ابتداء کر کے یہ ظاہر کیا گویا مخاطب متردد ہے۔ **کان یظن**: یہاں ظن وہم کے بالمقابل ہے۔ **تبلغ**: فضیلت میں ترقی کرنا۔ **ما بلغت**: اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا معنی فہم میں نہیں ڈالتا۔ **یکتب اللہ تعالی له**: اس سے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کی توفیق دے دیتے ہیں۔ اور موت تک ثواب دیتے رہتے ہیں یا **یوم یلقاہٗ**: سے قیامت کا دن مراد ہے۔ اس دن وہ اللہ تعالیٰ کی اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اطاعت گزاروں سے ہوگا۔

اَلنَّحْوُ: یہ جملہ مستانفہ ہے جو ایک سوال کے جواب کیلئے لایا گیا۔ **ماذا بلغت**؟ وہ کہاں تک پہنچے گا۔ تو جواب دیا اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جاتا رہے گا۔

سخط اللہ: سین اور خاپر فتحہ اور سین ضمہ پڑھا جاسکتا ہے۔ **یکتب اللّٰہ تعالٰی له**: لام اختصاص کیلئے ہے۔ شاید ازدواج کیلئے لائے جیسے اس ارشاد میں: ''وَاِن اسأتم فلھا''

عبد البر کا قول: کلمہ سخط سے مراد ظالم بادشاہ کی حمایت میں کہی جانے والی بات ہے۔ باطل اس کے سامنے مزین ہوا۔ اراقہ دم مسلم کو اس نے جائز کر دیا۔ اس سے بادشاہ کی خواہشات میں اضافہ ہوگا، اور رضاء کا کلمہ اس سے وہ بات جو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے پھیر دینے والی ہو۔ اور رضائے الٰہی اس سے مقصود ہو۔ **کذا قال ابن عیینه**:

تخریج : أخرجه مالك (١٨٤٨) وأحمد (٥/١٥٨٥٢) والترمذی (٢٣٢٦) وابن ماجه (٣٩٦٩) وابن حبان (٢٨٠) والحمیدی (٩١١) والحاکم (١٣٦) والطبرانی (١١٢٩) الصغیر (١/٢٣٥) وابن المبارك (١٣٩٤) والبیهقی (٨/١٦٥)

الفرائد : وہ پاکیزہ کلمہ جو رضائے الٰہی کیلئے کہا جائے اس سے اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنی رضامندیاں عنایت فرمائیں گے۔

۱۵۱۸: وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدِّثْنِيْ بِاَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهٖ قَالَ: "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۵۱۸: حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتلائیں جس کو مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا: ''تم کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر

استقامت اختیار کرو''۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کو میرے متعلق سب سے زیادہ خطرہ کس چیز کا ہے؟ پس آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا کر فرمایا:''اس کا''۔(ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ **اعتصم به**: یہ مجزوم ہو تو جواب شرط مقدر ہے۔۲) مرفوع ہو تو محل صفت میں ہے۔**قل ربی اللّٰہ**: یعنی اعمال صالحہ کی پہلے بنیاد باندھو جو کہ ایمان ہے۔ پھر ایمان ثابت ہو جائے۔**استقم**: اوامر کی پیروی اور نواہی سے اجتناب میں پختگی اختیار کرو۔ یہ اس ارشاد الٰہی سے مقتبس ہے: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا﴾ [فصلت: ۳۰] **ما تخاف علی**: ۱) ما اندی کے معنی میں ہے۔۲) ائی شیء کے معنی میں ہے۔۳) مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے جیسے کہتے ہیں جدجدہ، مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی حفاظت نہ کرنے سے ہلاکت کا شکار ہو جاؤں۔**اخذ بلسان نفسہ**:''با'' تاکید کیلئے ہے اور ''اخذ'' پکڑنے اور تھامنے کے معنی میں استعمال ہے۔

ثم قال هذا: یہ جو حرکت میں تیز ہے اور اس کی حرکت میں قسم قسم کی ہلاکتیں ہیں ہاں اگر اس کو شریعت کی بیڑیوں میں روک کر رکھو۔

عاقولی کہتے ہیں: خوف کی نسبت زبان کی طرف کی۔ کیونکہ یہ انسان کی لگام ہے اگر اس کو آزاد چھوڑا جائے تو اس سے وہ چیزیں سامنے آئیں گی جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں گی۔ یہ صفت اسی عضو میں پائی جاتی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٥٤١٨) ومسلم (٣٨) والترمذی (٢٤١٨) والنسائی (١١٤٨٩) وابن ماجه (٣٩٧٢) والدارمی (٢٧١٠) وابن حبان (٥٦٩٨) والطیالسی (١٢٣١) والطبرانی (٦٣٩٦) والحاكم (٤/٧٨٧٤) والبیهقی (٣٩٤).

الفرائد : یہ روایت اسلام کے عظیم الشان مرکزی اصول توحید اور اس پر استقامت کو شامل ہے۔ ساتھ ہی حفاظت لسانی کا حکم بھی موجود ہے۔

۱۵۱۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ تَعَالٰى قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ! وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِيُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

۱۵۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کرو۔ اس لئے کہ کثرتِ کلام (بے پر کی ہانکنا) دل کی سختی کا باعث ہے بے شک لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے دور سخت دل والا ہے''۔(ترمذی)

تشریح ❁ **ذکر اللّٰہ تعالٰی**: یہاں ذکر اللہ سے مراد جو دعا پر مشتمل ہو۔ اور سب سے اعلیٰ ذکر قرآن مجید ہے۔**فان کثرۃ الکلام**۔

النحو: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جو نہی کی علت بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔**قسوۃ القلب**: سے دل کی ایسی سختی جس پر مواعظ وزواجر کا اثر نہ ہو۔ کثرت کلام کو قسوت کی طرف منسوب کیا گیا یہ سبب کے درجہ میں ہے۔**قسوۃٌ**: کی تنوین تعظیم کیلئے

ہے یعنی انتہائی سختی۔

من اللّٰہ تعالٰی: یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیض سے دور۔ القلب القاسی: ایسا دل اپنی سختی کی وجہ سے نہ خیر کا حکم دیتا ہے اور نہ شر سے روکتا ہے۔ اس لئے مفلحین کی صفت سے دور رہتا ہے۔ اور اشقیاء میں منسلک ہو جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۲٤۱۹) التهذیب (۱/۱۱٦)

الفرائد : کثرتِ کلام قساوتِ قلبی پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بندے کو دور کر دیتی ہے۔

۱۵۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَیْنَ لَحْیَیْهِ، وَشَرَّ مَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ کر لے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کے شر سے جو اس کی ٹانگوں کے درمیان ہے وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ ما بین لحییه: اس سے زبان مراد ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کو شر سے روکے اور خیر میں چلائے۔ ما بین رجلیه: یعنی شرمگاہ کو حرام سے بچائے۔ دخل الجنة: وہ فائزین کے ساتھ ہوگا۔ اگر کبائر کا ارتکاب نہ کرے یا کرنے پر اس سے تائب نہ ہو۔ ورنہ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ کلام ایمان والوں سے متعلق ہے۔ عام اور خاص مراد ہے۔ یا یہ اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ان کے دونوں کے شر سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۲٤۱۷) وابن حبان (۵۷۰۳) والحاکم (۳/۸۰۵۹)

الفرائد : جس کو توفیق الٰہی سے زبان کی لغزش اور شرمگاہ کی قباحتوں سے حفاظت رہی وہ جنت کا حقدار ہے۔

۱۵۲۱ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "اَمْسِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ ، وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۲۱: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کس طرح مل سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی زبان کو قابو میں رکھ اور تمہارا گھر تمہارے لئے وسیع ہو یعنی زائد وقت گھر میں گزارو اور اپنی خطا پر رو''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ ما النجاه: یعنی وہ کونسا سبب ہے جس سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ امسك علیك لسانك: زبان کو اس کام میں مت چلاؤ جس میں تم پر گناہ لازم آتا ہو۔ حفظ اللسان کی بجائے اس انداز بات کو مزید پختہ کیا۔

نکتہ: یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے کہ سوال تو نجات کی حقیقت کے متعلق تھا مگر جواب اس کے سبب سے دیا۔ کیونکہ وہ

اس کا اہم ذریعہ ہے۔ **ولیسعك بیتك**: بیت کا التزام صاحب بیت کیلئے ہے مطلب یہ ہے۔ ایسا سبب اختیار کرو جو لزوم بیت کا سبب ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور غیروں سے الگ رہنا۔ **وابك علی خطیئتك**: بکاء سے مراد ندامت وشرمندگی ہے۔ علی سے اس کو متعدی کر کے گویا اس طرح کہا۔ **اندم علی خطیئتك باکیًا**: رو کر اپنی شرمندگی بارگاہِ الٰہی میں پیش کرو۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٣٣٦) والترمذی (٢٤١٤)

الفرائد : حتی الامکان انسان اپنے کو فتنوں پر پیش نہ کرے تا کہ مبتلا نہ ہو جائے بلکہ ہونے والے گناہوں پر توبہ وندامت کا اظہار کرتے رہنا چاہئے۔

١٥٢٢ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّھَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ : اتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِکَ : فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

مَعْنٰی "تُکَفِّرُ اللِّسَانَ" : اَیْ تَذِلُّ وَتَخْضَعُ۔

۱۵۲۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان صبح کو اٹھتا ہے تو تمام اعضاء اس سے عاجزی کے ساتھ عرض کرتے ہیں تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہم تیرے ساتھ منسلک ہیں اگر تو درست رہی تو ہم درست وسیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے''۔ (ترمذی)

تُکَفِّرُ اللِّسَانَ: عاجزی سے عرض کرتے ہیں۔

تشریح ۞ **اصبح**: صبح میں داخل ہوتا ہے۔ **الاعضاء**: یہ عضو کی جمع ہے۔ ہر وہ گوشت جو ہڈی سے بڑھا ہوا ہو وہ عضو کہلاتا ہے۔ (القاموس) اس کا اطلاق ٹکڑے اور جزء کیلئے بھی ہوتا ہے۔ (المصباح) یہاں یہی مراد ہے۔ **تکفر اللسان**: اس کی وضاحت **تقول اتق اللہ فینا** سے کی۔

النحو : یہ جملہ ماقبل کا بدل یا بیان ہے۔ **فانما نحن بك**: ہمیں اس کا بدلہ ملے گا جو تو کرے گی۔ یہ حصر اضافی ہے۔ **استقمنا القوام**: برابری اور اعتدال کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر تو اعتدال اختیار کرے گی تو ہم معتدل رہیں گے۔ **اعوججنا**۔

عَوَج: جسم میں ٹیڑھا پن یہ اعتدال کی ضد ہے۔ **عوج یعوج العود**۔ معانی میں کہتے ہیں: **عوج فی الامر**۔

ابوزید کا قول: جو آنکھ سے نظر آئے وہ عَوَج: اور جو نظر نہ آئے وہ عِوَج۔ (المصباح)

طیبی کہتے ہیں: زبان دل کا خلیفہ اور ترجمان ہے۔ اور انسان دو چیزوں کا نام ہے۔ دل اور زبان۔ جیسے کہتے ہیں: **المرء باصغریه۔ لسان الفتی نصف ونصف فؤادہٗ**: تکفیر لسانی کا معنی موجب التکفیر ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٢٤١٥) وأبو نعیم (٤/٣٠٩)

الفوائد: زبان ہی تو کفروایمان کے بیان کا آلہ ہے اس کی حفاظت سے تمام اعضاء استقامت اختیار کریں گے۔

۱۵۲۳ : وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ : "لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ ، وَاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ : تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، تُقِيْمُ الصَّلٰوةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ ، وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ" ثُمَّ تَلَا : "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْن ثُمَّ قَالَ : "اَلَا اُخْبِرُكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ ، وَعَمُوْدِهٖ ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ : "رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ" ثُمَّ قَالَ : "اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ؟" قُلْتُ : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ قَالَ: "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا" قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ : ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَآئِدُ اَلْسِنَتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابٍ قَبْلَ هٰذَا۔

۱۵۲۳: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور آگ سے دور کر دے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تو نے بہت بڑی بات پوچھی۔ یہ بات اُس کے لئے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرما دے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بنا' نماز کو قائم کر' زکوٰۃ ادا کر' رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر اگر تجھے وہاں پہنچنے کی طاقت ہو۔ پھر فرمایا کیا بھلائی کے دروازے نہ بتلا دوں؟ (پھر خود ہی) فرمایا: ''روزہ ڈھال ہے اور صدقہ غلطی کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح پانی آگ بجھاتا ہے۔ آدمی کا آدھی رات کو نماز ادا کرنا'' پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ''ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں''۔ یہاں تک کہ ﴿يَعْلَمُوْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کیا میں تمہیں اس معاملے کی جڑ اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی چوٹی نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا سارے معاملے کی جڑ اسلام' اس کا ستون نماز اور اس کے کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر فرمایا: ''کیا میں تم کو ان سب کا مدار نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ پس آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا: ''اس کو اپنے اوپر روک کر رکھ''۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم سے اس چیز کا مواخذہ ہوگا جو ہم بات چیت کرتے ہیں؟ تو فرمایا تمہاری ماں تمہیں گم

پائے۔لوگوں کوان کی زبانوں کی کھیتیاں ہی جہنم میں اوندھا ڈالیں گی''۔(ترمذی)
حدیث حسن صحیح ہے اسکی شرح اس سے ماقبل باب میں گزری۔

تشریح ۞ **یدخلنی الجنه**:اس میں اسناد مجازی ہے اسی طرح یباعدنی میں بھی۔**عظیم** :تنوین تعظیم کیلئے ہے۔یعنی تم نے بہت بڑا سوال کیا۔**و انه یسیر**:جب عظیم کا لفظ لایا گیا تو اس کے امتناع اور گراں ہونے کا وہم ہوا۔تو آسانی کا وہم دلانے کیلئے منکر کے قائم مقام قرار دے کرتا کیدات ذکر کردیں۔

نکتہ:اس سے یہ بتلایا کہ خیر کا کوئی عمل توفیق واعانت الٰہی کے بغیر نہیں ہوتا۔تعبد:۱)یہ ان تعبد ہے۔۲)فعل کو مصدر کی جگہ لاتے۔یہ عظیم سے بدل ہے۔۳)عطف بیان ہے(کشاف)مگر یہ کمزور ہے۔۴)**هو** محذوف کی خبر ہے **هو عبادة الله**۔**لا تشرك به شيئاً**:یہ جملہ حالیہ اس ضمیر سے جو ماقبل فعل میں پائی جاتی ہے۔**شيئاً**:کا لفظ مفعول یا مصدریت کی وجہ سے منصوب ہے۔**الصلاة**:فرض نماز مراد ہے۔**الزكاة**:فرض زکوٰۃ مراد ہے۔حج سے یا تو اس لئے سکوت فرمایا کہ وہ اس وقت تک فرض نہ تھا۔یا معاذ کو اس کی استطاعت نہ تھی یا چند پر اکتفاء سے بقیہ کی طرف اشارہ کردیا۔یا روات سے نسیاناً رہ گیا جیسا بعض نسخوں میں موجود ہے۔**جُنة**:آگ سے بچانے کا سبب کا ذریعہ۔**تطفئ الخطيئة**:اس پر مرتب ہونے والی وعید اور اس کے عذاب والے اثر کو زائل کرتا ہے۔**يطفي الماء**:یعنی اس کا کوئی اثر باقی رہنے نہیں دیتا۔**صلاة الرجل**: اس کے اشرف ہونے کی وجہ سے اس پر اختتام فرمایا۔تاخیر ذکر سے مرتبے میں تاخیر کا وہم پیدا ہوتا تھا اس کا ازالہ اس طرح فرمایا:''**تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم الايه**''قیام نماز کیلئے خواب گاہوں سے ان کے پہلو الگ رہتے ہیں۔وہ اپنے سے اس کا فضل مانگنے والے ہیں۔اس کے عذاب سے خوب زدہ اور اس کی رحمت کی طمع کرنے والے ہیں اور عبادات بدنیہ و مالیہ کو جمع کرنے والے ہیں۔**خوف و طمع**:یہ دونوں حال یا مفعول ہیں۔**ما أخفي لهم من قرة أعينا**:یعنی وہ چیزیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اَلنَّحْو:''ما''کا بیان ہوکر ظرف محل حال میں ہے۔**جزاء بما كانوا يعملون**:اعمال سے طاعات مراد ہیں۔

نکتہ:اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے جو عطیات ان کو عنایت فرمائے ان کو ان کے اعمال پر مشابہت کی وجہ سے مرتب فرمایا۔

رأس الامر:اس سے اعلیٰ اور مشہور مراد ہے۔**سنامه الجهاد**:نحو،یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔**اى الموصوف بما ذكر**: **كفّ**:روکنے کے معنی میں آتا ہے۔**وإنا لمؤاخذون**:سرعت حصول کی وجہ سے زبان کی باتوں پر مؤاخذے کو بعید قرار دیا۔**ثكلتك أمك**: **ثكل**۔یہ باب تعب ہے اس کا معنی تمہیں گم کرے۔''یہ لغوی معنی ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت''''**فاظفر بذات الدين تربت يداك**''بطور تعجب یہ کلام ہے۔بددعا مقصود نہیں۔**وهل يكب** :آگ میں پلٹنا۔اوندھا ڈالنا۔یہ جملہ استفہامیہ مقدر پر معطوف ہے۔''**أي أوَ تسال عن هذا مع ظهوره وأنت الفقيه الألمعى**''۔اسی وجہ سے اس کے بعد استفہام انکاری لایا گیا ہے۔''**اى ما يكبهم فيها الا ما يتكلمون به**''ان کو آگ وہی کلام توڑالے گا۔

تخريج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۰۷۷) والترمذی (۲٦۲۵) وابن ماجه (۳۹۷۳)

الفرائد : زبان کو ناراضگی باری تعالیٰ کی باتوں سے بچالینا جنت کا باعث ہے۔اصل نجات نار تعمیل اور مرسہ اجتناب

نواہی سے ہوگی۔

۱۵۲۴ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟ قَالُوْا : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ، قَالَ :"ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ" قِیْلَ :اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ :"اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۲۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ اس بات سے کرنا جو وہ ناپسند کرتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو پھر؟ فرمایا:''اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہے جو تو کہتا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات اس میں پائی نہیں جاتی تو تُو نے اس پر بہتان باندھا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ما الغیبة: اس کی حقیقت شرعیہ کیا ہے۔ اللّٰہ ورسوله اعلم: ۔۱) ادب کے طور پر یہ بات کہی اور علم کی حدود رک جانے کو ظاہر کرنے کیلئے کہی۔ ذکرك: یہ ھی ذکرك ہے۔ بما یکرہ: اس کی برائی ۔۲) اس بات کو جسے وہ ناپسند سمجھتا ہے۔ افرایت: یہ اخبرنی کے معنی میں ہے۔ ان کان فی اخی ما اقول: اس کا جواب حذف کر دیا۔''ای فھو غیبة'' یہ اس کو بھی شامل ہے جو اس میں پائی جاتی ہے اور جو اس میں پائی نہیں جاتی۔ فیه ما تقول النحو: ظرف کان کی خبر مقدم ہے۔ اور ما اس کا اسم ہے۔ ضمیر عائد محذوف ہے۔ جبکہ ما موصولہ یا موصوفہ ہو۔۲) اگر ما مصدریہ ہو تو صلہ سمیت مصدر اسم ہے۔ اغتبته: کیونکہ غیبت کی تعریف اس پر صادق ہے۔ بھته: اس پر جھوٹ باندھا۔ اس جملہ کو لانے کا فائدہ یہ ہے کراہت کی قید اس میں برابر پائی جاتی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۰۱۹) ومسلم (۲۵۸۹) وأبو داود (۴۸۷۴) والترمذی (۱۹۳) وابن حبان (۵۷۵۸) والدارمی (۲۷۱٤) والبیھقی (۲٤۷/۱۰)

الفرائد : مسلمان کی غیبت حرام ہے اور بہتان تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۱۵۲۵ :وَعَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًی فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ :"اِنَّ دِمَآءَ كُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَیْكُمْ كَحُرْمَةِ یَوْمِكُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِكُمْ هٰذَا ، فِیْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۵۲۵: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم نحر کے دن خطبہ میں یہ بات ارشاد فرمائی۔''بے شک تمہارے خون اور تمہارے اموال اور

تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جس طرح اس شہراوراس مہینے میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے سنو! کیا میں نے بات پہنچا دی''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ان دماء کم واموالکم وأعراضکم حرام علیکم: یعنی مسلمان کے مال، خون، عزت پر وہ تعرض حرام ہے جس کی شارع کی طرف سے اجازت نہیں گئی۔ یومکم هذا: اس سے مراد یوم نحر جو کہ حج اکبر کا دن ہے جیسا مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا۔ في شهر کم هذا: ماہ ذی الحجہ مراد ہے۔ جو کہ اشہر دم سے تھا۔ في بلدکم هذا: اس سے مکہ شہر مراد ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تخلیق سماوات وارض کے دن سے حرمت والا بنایا ہے۔

الا: یہ حرف تنبیہ ہے۔ هل بلغت: یعنی جس کے پہنچانے کا مجھے حکم دیا گیا تھا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۰۴۰۸) والبخاری (۶۷) ومسلم (۱۶۷۹) وأبو داود (۱۹۴۸) والترمذی (۱۵۲۰) والنسائی (۴۴۰۱) وابن ماجه (۲۳۳) وابن حبان (۳۸۴۸) وابن خزیمة (۲۹۵۲) والبیهقی (۳/۲۹۸)

الفرائد: مسلمانوں کے مال وجان واعراض کی بے حرمتی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

۱۵۲۶ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِیِّ ا حَسْبُكَ مِنْ صَفِیَّةَ كَذَا وَكَذَا — قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِیْ قَصِیْرَةً فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مَزَجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ" قَالَتْ وَحَكَیْتُ لَهٗ اِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَكَیْتُ اِنْسَانًا وَّاَنَّ لِیْ كَذَا وَكَذَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

وَمَعْنٰی: "مَزَجَتْهُ" خَالَطَتْهُ مُخَالَطَةً یَتَغَیَّرُ بِهَا طَعْمُهٗ اَوْ رِیْحُهٗ لِشِدَّةِ نَتْنِهَا وَقُبْحِهَا وَهٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ اَبْلَغِ الزَّوَاجِرِ عَنِ الْغِیْبَةِ — قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾۔

۱۵۲۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ کے لئے صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایسا ہونا کافی ہے۔ بعض راویوں نے کہا مراد ان کا چھوٹا قد تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''تو نے ایک بات ایسی کہہ دی کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ تبدیل ہو جائے''۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے تو ایک انسان کا ذکر بطور حکایت کے کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کا تذکرہ بطور حکایت کروں خواہ اس کے بدلے مجھے اتنا اتنا (کچھ) ملے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

مَزَجَتْهُ: اس کا ذائقہ بدل ڈالے یا اس کی بو کو اپنی قباحت وگندگی سے بدبو بنا دے۔ یہ روایت غیبت کیلئے بلیغ ترین ڈانٹ ہے' اللہ نے سچ فرمایا: ''(ہمارا پیغمبر) خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتا' وہ جو کچھ بولتا ہے' وہ وحی ہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے''۔

تشریح ۞ حسبك: تمہیں کافی ہے۔ کذا و کذا: اس سے چھوٹے ہونے کو بطور کنایہ ذکر کیا اور یہ سوتنوں کے درمیانی باہمی غیرت محبت میں پیش آیا۔ مُزِجَتْ بماء البحر لمزجته: پہلا مجہول اور دوسرا معروف ہے۔ حکیت له: کسی انسان کی ایسی کیفیت جو اس کو ناپسند ہو۔ وان لی کذا و کذا: یہ جملہ حالیہ ہے۔ ای حال کونی مقابلا منها او عنها بکذا و کذا: کیونکہ اس کا گناہ اتنا شدید ہے کہ اس کے مقابل جو بھی لیا جائے وہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔

عاقولی کا قول: میں تو یہ پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی اس طرح حکایت بیان کروں۔ عرب کہتے ہیں حکاہ و حاکاہ اور محاکاۃ عموماً یہ قبیح کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ گویا وہ لنگڑا چل رہا ہے وغیرہ اور اسی طرح دیگر هیئات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

مزجته: کا معنی یہ ہے اس چیز سے ملایا اس کی شدید بدبو سے اس کا ذائقہ بدل گیا۔ نتن کا باب تعب ہے۔ مزجت اور اختلاط کا ایک معنی ہے۔

نکتہ: یہ روایت غیبت کی قباحت کو خوب بیان کر رہی ہے کہ جب ایک کلمے کا یہ حال ہے۔ کہ سمندر کو بگاڑ ڈالے تو غیبت کا کیا حال ہوگا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲۵۶۱۷) وأبو داود (٤٨٧٥) والترمذی (۲۵۱۰)

الفرائد: خبیث کلمہ کی گندگی بول و براز کی بدبو سے بہت بڑھ کر ہے۔

۱۵۲۷: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِّنْ نُّحَاسٍ یَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِهِمْ! -رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

۱۵۲۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو زخمی کر رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ عرج: یہ فعل مجہول ہے۔ یخمشون: زخمی کرنا۔ یہ جملہ فعلیہ حال بن سکتا ہے۔ وصف بھی بن سکتا ہے۔ ممکن ہے مستانفہ ہو۔ یاکلون لحوم الناس: گوشت خوری لذت کی کئی اقسام کو جامع ہے۔ غیبت کو گوشت کھانے سے مشابہت دی۔ گوشت کھانے کو غیبت کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا۔ اور نفیر کے طور پر و یقعون فی اعراضهم کا عطف ڈالا۔ اور لوگوں کی اعراض کو گزرگاہ سے تشبیہ دی اور بطور استعارہ گرنے والے گڑھوں کے کناروں سے تشبیہ دی جن میں گوشت پڑا ہو۔ اس کیلئے گرنے کا ثبوت یہ استعارہ تخییلیہ ہے۔ امام احمد نے نقل کیا یا رسول اللہ فلاں فلاں عورت نے روزہ

رکھا سو وہ قریب المرگ ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں کا بلا لاؤ۔ ان میں سے ایک سے کہا تے کرو۔ اس نے خون، گوشت، پیپ کی ملی جلی تے کی اور دوسرنے بھی اسی طرح۔ پھر آپ نے فرمایا۔ انہوں سے حلال چیز سے روزہ رکھا اور چیز سے توڑا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ایک دوسری کے ہاں گئی اور لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں یہاں تک کہ ان کے پیٹ پیپ سے بھر گئے۔ یہ حدیث شاہد ہے کہ حدیث بالا کے اول حصے کے ظاہر پر محمول کریں گے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٣٣٣٩) وأبو داود (٤٨٧٨)

الفرائد : غیبت اور قذف نہایت گندی حرکات ہیں ان سے مسلمان کو بچنا ضروری ہے۔

۱۵۲۸ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، عزت اور مال حرام ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ حرام: یہ حرمت کے معنی میں ہے۔ دمه: یہ ضمائر مسلم کی طرف لوٹتی ہیں۔ العرض: وحسب مراد ہے۔

۲۵۵ : بَابُ تَحْرِیْمِ سَمَاعِ الْغِیْبَةِ وَاَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِیْبَةً مُحَرَّمَةً بِرَدِّهَا وَالْاِنْکَارِ عَلٰی قَائِلِهَا فَاِنْ عَجَزَ اَوْ لَمْ یُقْبَلْ مِنْهُ فَارَقَ ذٰلِكَ الْمَجْلِسَ اِنْ اَمْکَنَهٗ

بَابٌ: غیبت کا سننا حرام ہے اور آدمی غیبت کو سن کر اس کی تردید وانکار کرے اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اس مجلس کو حتی المقدور چھوڑ دے

تشریح ۞ غیبت کی طرح چغل خوری، تہمت، جھوٹ بھی محرمات قولیہ میں شامل ہیں۔ بردها: اس کی تردید کر دی۔ والانکار: اس کا انکار کیا تا کہ وہ اس سے رک جائے۔ یہ حکم اسے ہے جو قدرت رکھتا ہو۔ اگر کمزوری کی وجہ سے اس سے عاجز ہو یا انکار تو کیا مگر قائل نے شدت عناد اور داعیہ فساد کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ فارق: تو مذکورہ مقام سے الگ ہو جائے۔ ان امکنه: اس میں نفس و مال پر مامون ہو۔ ان کے متعلق خطرہ شرعاً خطرہ شمار ہوتا ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾ [القصص: ٥٥] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَالَّذِیْنَ

هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ [المومنون:٣] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الانعام:٢٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں''۔ (القصص) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں''۔ (المومنون) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً کان' آنکھ اور دل ان تمام کے متعلق جواب دہی ہوگی''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے متعلق طعن و تشنیع کر رہے ہیں ان سے اس وقت تک الگ رہو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں اور اگر تجھے (اے مخاطب) شیطان بھلا دے تو پھر یاد آ جانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو''۔ (الانعام)

تشریح ۞ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ :لغو سے یہاں مراد بری بات ہے۔اَعْرَضُوْا :عزت اور بچاؤ کے طور پر اس سے اعراض کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ: ہر لایعنی قول وفعل لغو میں شامل ہے۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا: کان، آنکھ، دل سب کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ......:خوض: سے طعن واستہزاء۔فاعرض :ان کی مجلس چھوڑ دو۔

غیرہ :ضمیر مذکر قرآن مجید کے اعتبار سے لائی گئی ہے۔

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ :وسوسہ اندازی کیلئے ان کی مجلس میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی۔کہ یاد آنے کے بعد وہاں نہ بیٹھیں کیونکہ وہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ تصدیق کی بجائے تکذیب واستہزاء پر اترے ہیں۔

الروايات

١٥٢٩ :وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :''مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

١٥٢٩: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چہرے سے آگ رد (دور) فرما دیں گے''۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ من رد عن عرض اخیه: یہاں بھائی سے مسلمان بھائی مراد ہے۔مطلب یہ ہے کہ جو مؤمن کی غیبت کرنے لگے وہ اسے روکے۔وقوع سے پہلے تو ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے اور کر لینے کے بعد اس کی تردید کرلے۔رد الله عن وجهه: قیامت کے دن اس کو یہ بدلا اس لئے ملے گا کیونکہ اس نے غیبت کا ارادہ کرنے والے کو عذاب سے محفوظ کردیا۔

پس آخرت میں اس کو وہ بدلہ مل گیا جو غیبت کرنے والا اگر کر لیتا تو اس کو اس کی سزا میں مبتلا ہونا پڑتا۔ بیہقی کی روایت میں من رد عن عرض أخيه كان له حجابا من النار''۔ طبرانی میں ان کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے۔''كان حقا على الله ان يرد عنه نار جهنم يوم القيامة'' ان ابی الدنیا نے اس میں اخیہ کے بعد بالغیبہ اور ان یعتقه من النار کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٠/٢٧٦٠٦) والترمذي (١٩٣٨)

الفرائد : بدلہ جنس عمل سے ملتا ہے۔ مسلمان کی عزت سے دفاع کرنا چاہئے۔

۱۵۳۰ : وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ الْمَشْهُوْرِ الَّذِيْ تَقَدَّمَ فِيْ بَابِ الرَّجَآءِ قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ فَقَالَ : ''اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟ فَقَالَ رَجُلٌ : ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَلَا رَسُوْلَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ''لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ، وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''وَعِتْبَانُ'' بِكَسْرِ الْعَيْنِ عَلَى الْمَشْهُوْرِ وَحُكِيَ ضَمُّهَا وَبَعْدَهَا تَآءٌ مُثَنَّاةٌ مِنْ فَوْقُ ثُمَّ بَآءٌ مُوَحَّدَةٌ وَالدُّخْشُمُ بِضَمِّ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْخَآءِ وَضَمِّ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَتَيْنِ۔

۱۵۳۰: حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کی مشہور روایت میں جو گزشتہ باب الرجاء میں گزر چکی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: ''مالک بن دُخشم کہاں ہے؟ ایک آدمی نے کہا وہ تو منافق ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول سے کوئی محبت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا مت کہو۔ کیا تم نہیں دیکھا کہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خالص اللہ کی رضا کے لئے پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے خالص اس کی خاطر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنے والے پر آگ کو حرام قرار دیا''۔ (بخاری و مسلم)

عِتْبَانُ: مشہور اور عتبان عین کے ضمہ کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے۔

اَلدُّخْشُمُ: دال اور شین کے ضمہ کے ساتھ آتا ہے۔

تشریح ۞ مشهور: سے مراد جو لوگوں میں معروف ہے۔ فقال رجل ذلك منافق: اس سے ان کی تحقیر اور اس مجلس عالیہ کے لائق نہ ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ لا يحب الله ورسوله۔

النحو : یہ دوسری صفت۔۲) حال ہے۔۳) جملہ مستانفہ ہے۔ لا تقل: یہ نہی تحریمی ہے۔ اسم بعید اس گناہ کے بڑے ہونے کی طرف اشارہ کیلئے لایا گیا ہے۔ يريد بذلك وجه الله: وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا طالب ہے۔ یہ فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔ شاید کہ یہ کہنے والا وہ پہلا آدمی ہے۔ جس سے سبقت لسانی ہوئی یا اور کوئی۔ دلوں کی حالت کی اطلاع اللہ تعالیٰ کو ہے اور وحی کے ذریعہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دے دیتا۔ ہر انسان کو کہاں خبر۔ قد حرم على النار: یعنی کفار کو سزا دینے کیلئے بنائی

گئی ہے۔پس بعض گناہ گار مؤمنوں کو جو سزا دی جائے گی یہ اس کے خلاف نہیں۔یبتغی بذلك وجه الله:اس میں خبردار کیا کہ عمل صالح وہی فائدہ مند ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔اور وہ بندہ اس کے فریضہ عبودیت کو ادا کرنے والا اور اس کا قرب چاہنے والا ہو۔

تخریج : باب الرجاء میں تخریج گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٥٣١ : وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهِ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ – قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ : "مَا فَعَلَ كَعْبُ ابْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ : رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَالنَّظْرُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، بِئْسَ مَا قُلْتَ : وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا ، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"عِطْفَاهُ" جَانِبَاهُ ، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى اِعْجَابِهِ بِنَفْسِهِ۔

١٥٣١ : حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی طویل روایت میں اپنی توبہ کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔ باب توبہ میں گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے آپؐ نے فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا؟ بنی مسلمہ کے ایک شخص نے کہا اس کو اس کی دو چادروں اور کندھوں پر نگاہ ڈالنے نے روک دیا (تکبر وخود پسندی مراد ہے) اس کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: تُو نے بہت بری بات کہی۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے ان میں بھلائی ہی پائی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (بخاری ومسلم)

عِطْفَاهُ: اطراف یہ خود پسندی کی طرف اشارہ ہے۔

تشریح ۞ بتبوك: یہ لفظ منصرف وغیر منصرف دونوں طرح درست ہے۔فقال له: اس غیبت والے کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے تردید کے طور پر کہا۔یا رسول الله ما عملنا علیه إلا خیراً: یہ جواب قسم ہے۔ جملہ ندائیہ معترضہ ہے جو خصوصی توجہ دلانے کیلئے لایا گیا ہے۔

فسکت رسول الله ﷺ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کی تردید کی اپنی خاموشی سے تصدیق فرما دی۔ النظر فی عطفیه: یہ خود پسندی سے کنایہ ہے۔

تخریج : کتاب المأمورات

الفرائد : کتاب المأمورات باب التوبہ میں روایت گزر چکی ہے۔

۲۵۶ :بَابُ مَا يُبَاحُ مِنَ الْغِيبَةِ

باب : جو غیبت مباح ہے

تشریح ۞ اس سے مراد وہ قسم ہے۔ جس کے کرنے والے کے ذمہ نہ تو وہ گناہ ہوتا ہے جو گذشتہ باب میں مذکور ہوا کیونکہ اس کا دارومدار کسی خاص مصلحت یا حاجت پر ہے۔

اَعْلَمْ اَنَّ الْغِيبَةَ تُبَاحُ لِغَرْضٍ صَحِيحٍ شَرْعِيٍّ لَّا يُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلَّا بِهَا وَهُوَ بِسِتَّةِ اَسْبَابٍ :اَلْاَوَّلُ التَّظَلُّمَ فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَّتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهٗ وِلَايَةٌ اَوْ قُدْرَةٌ عَلٰى اِنْصَافِهٖ مِنْ ظَالِمِهٖ فَيَقُوْلُ ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا' الثَّانِيْ الاِسْتِعَانَةُ عَلٰى تَغْيِيْرِ الْمُنْكَرِ وَرَدِّ الْعَاصِيْ اِلَى الصَّوَابِ فَيَقُوْلُ لِمَنْ يَّرْجُوْا قُدْرَتَهٗ عَلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ : فُلَانٌ يَّعْمَلُ كَذَا فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَيَكُوْنُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلَ اِلٰى اِزَالَةِ الْمُنْكَرِ فَاِنْ لَّمْ يَقْصِدْ ذٰلِكَ كَانَ حَرَامًا ' اَلثَّالِثُ الاِسْتِفْتَاءُ فَيَقُوْلُ لِلْمُفْتِيْ ظَلَمَنِيْ اَبِيْ ' اَوْ اَخِيْ اَوْ زَوْجِيْ ' اَوْ فُلَانٌ بِكَذَا فَهَلْ لَّهٗ ذٰلِكَ ' وَمَا طَرِيْقِيْ فِي الْخَلَاصِ مِنْهُ وَتَحْصِيْلِ حَقِّيْ وَدَفْعِ الظُّلْمِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ ' فَهٰذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ وَلٰكِنَّ الْاَحْوَطَ وَالْاَفْضَلَ اَنْ يَّقُوْلَ :مَا تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَوْ شَخْصٍ اَوْ زَوْجٍ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ كَذَا' فَاِنَّهٗ يَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ وَّمَعَ ذٰلِكَ فَالتَّعْيِيْنُ جَائِزٌ كَمَا سَنَذْكُرُهٗ فِيْ حَدِيْثِ هِنْدٍ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ' اَلرَّابِعُ تَحْذِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِيْحَتُهُمْ ' وَذٰلِكَ مِنْ وُّجُوْهٍ :مِنْهَا جَرْحُ الْمَجْرُوْحِيْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ وَذٰلِكَ جَائِزٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ ' بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ ' وَمِنْهَا الْمُشَاوَرَةُ فِيْ مُصَاهَرَةِ اِنْسَانٍ اَوْ مُشَارَكَتِهٖ ' اَوْ اِيْدَاعِهٖ ' اَوْ مُعَامَلَتِهٖ ' اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ ' اَوْ مُجَاوَرَتِهٖ — وَيَجِبُ عَلَى الْمُشَاوَرِ اَنْ لَّا يُخْفِيَ حَالَهٗ ' بَلْ يَذْكُرُ الْمَسَاوِيَ الَّتِيْ فِيْهِ بِنِيَّةِ النَّصِيْحَةِ وَمِنْهَا اِذَا رَاٰى مُتَفَقِّهًا يَّتَرَدَّدُ اِلٰى مُبْتَدِعٍ ' اَوْ فَاسِقٍ يَّاْخُذُ عَنْهُ الْعِلْمَ ' وَخَافَ اَنْ يَّتَضَرَّرَ الْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِكَ ' فَعَلَيْهِ نَصِيْحَتُهٗ بِبَيَانِ حَالِهٖ ' بِشَرْطِ اَنْ يَّقْصِدَ النَّصِيْحَةَ وَهٰذَا مِمَّا يُغْلَطُ فِيْهِ وَقَدْ يَحْمِلُ الْمُتَكَلِّمَ بِذٰلِكَ الْحَسَدُ ' وَيُلَبِّسُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ ذٰلِكَ' وَيُخَيِّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ نَصِيْحَةٌ فَلْيَتَفَطَّنْ لِذٰلِكَ وَمِنْهَا اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وِلَايَةٌ لَّا يَقُوْمُ بِهَا عَلٰى وَجْهِهَا :اِمَّا بِاَنْ لَّا يَكُوْنَ صَالِحًا لَّهَا ' وَاِمَّا بِاَنْ يَّكُوْنَ فَاسِقًا ' اَوْ مُغَفَّلًا ' وَنَحْوَ ذٰلِكَ — فَيَجِبُ ذِكْرُ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّهٗ عَلَيْهِ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ لِيُزِيْلَهٗ وَيُوَلِّيَ مَنْ يَّصْلُحُ ' اَوْ يَعْلَمَ ذٰلِكَ مِنْهُ لِيُعَامِلَهٗ بِمُقْتَضٰى

حَالِهٖ وَلَا يَغْتَرُّ بِهٖ ' وَاَنْ يَّسْعٰى بِهٖ اَنْ يَّحُثَّهٗ عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ اَوْ يَسْتَبْدِلَ بِهٖ ' اَلْخَامِسُ اَنْ يَّكُوْنَ مُجَاهِرًا بِفِسْقِهٖ اَوْ بِدْعَتِهٖ ' كَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ ' وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ ' وَاَخْذِ الْمَكْسِ ' وَجِبَايَةِ الْاَمْوَالِ ظُلْمًا ' وَتَوَلِّي الْاُمُوْرِ الْبَاطِلَةِ – فَيَجُوْزُ ذِكْرُهٗ بِمَا يُجَاهِرُ بِهٖ ' وَيَحْرُمُ ذِكْرُهٗ بِغَيْرِهٖ مِنَ الْعُيُوْبِ ' اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ لِجَوَازِهٖ سَبَبٌ اٰخَرُ مِمَّا ذَكَرْنَاهُ ' السَّادِسُ التَّعْرِيْفُ اِذَا كَانَ الْاِنْسَانُ مَعْرُوْفًا بِلَقَبٍ ' كَالْاَعْمَشِ ' وَالْاَعْرَجِ ' وَالْاَصَمِّ ' وَالْاَعْمٰى ' وَالْاَحْوَلِ ' وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيْفُهُمْ بِذٰلِكَ ' وَيَحْرُمُ اِطْلَاقُهٗ عَلٰى جِهَةِ التَّنْقِيْصِ ' وَلَوْ اَمْكَنَ تَعْرِيْفُهٗ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى فَهٰذِهٖ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَآءُ وَاَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ' وَدَلَآئِلُهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ فَمَنْ ذٰلِكَ۔

امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کسی بھی ایسے صحیح غرض شرعی کی بناء پر غیبت جائز ہے جس تک اس کے بغیر نہ پہنچا جا سکے اور اس کے چھ اسباب ہیں: (۱) ظلم' مظلوم کو جائز ہے کہ بادشاہ یا قاضی کے پاس ظلم کی شکایت و حکایت کرے یا اس کے سامنے یا حاکم مجاز کے سامنے ذکر کرے جو ظالم سے بدلہ لے سکتا ہو۔ اس طرح بیان کرے کہ فلاں نے مجھ پر اس طرح ظلم کیا۔ (۲) برائی کو روکنے میں مدد کرنے کے لئے اور گناہ گار کو درست راہ پر لانے کی غرض سے ہو پس اس طرح کہے اس کو جو منکر ہو تبدیل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ اس طرح کہے کہ فلاں آدمی یہ کام کر رہا ہے اس کو ڈانٹو اور اسی طرح کے الفاظ سے اس کا اصل مقصود یہ ہو کہ برائی کا ازالہ ہو جائے اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو پھر بھی شکایت حرام ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ فتویٰ طلب کرے اور مفتی کو اس طرح کہے کہ میرے والد یا بھائی یا میرے خاوند یا فلاں شخص نے اس طرح ظلم کیا ہے۔ کیا اس کو اس ظلم کا حق ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر میرے اس سے چھوٹنے اور اپنے حق کو پانے اور ظلم کو دور کرنے کا راستہ کیا ہے؟ اور اسی طرح کے الفاظ کہے یہ ضرورتاً جائز ہے لیکن زیادہ احتیاط اور فضیلت اس میں ہے کہ مفتی کو اس طرح سوال کرے کہ ایسے مرد یا شخص یا خاوند کا کیا حکم ہے جس کا معاملہ اس طرح ہو؟ اس طرح بغیر متعین کرنے کے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر پھر تعین کرنا بھی جائز ہے جس طرح کہ ہم عنقریب حدیث ہند ذکر کریں گے۔ (۴) چوتھا مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے اور ان کو نصیحت کرنے کے لئے اور اس کے کئی طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ راویوں اور گواہوں پر جرح کرنا ہے اور یہ تمام مسلمانوں کے اجماع سے جائز ہے بلکہ ضرورت کے وقت واجب ہے۔ دوسرے کسی انسان کو داماد بنانے کے لئے مشورہ کرنا یا کسی کو اس کو شریک کار بنانے کے لئے یا اس کے پاس امانت رکھنے کے لئے یا اس سے کوئی معاملہ کرنے کے لئے یا اس کے علاوہ اور کوئی اس کے پڑوس وغیرہ اختیار کرنے کے لئے ہو۔ اس صورت میں مشورہ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی حالت کو بالکل نہ چھپائے بلکہ خیر خواہی کی نیت کے ساتھ اس کی تمام برائیاں ذکر کر دے۔ تیسرا یہ کہ جب کسی طالب علم کو کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کرتا دیکھے اور خطرہ ہو کہ یہ طالب علم اس سے نقصان

اٹھائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حالت کو بیان کر کے طالب عالم کو نصیحت کر دے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ نصیحت مقصود ہو اور اس کے اندر بہت ساری غلطیاں کی جاتی ہیں کبھی تو ان غلطیوں کا باعث متکلم کا حسد ہوتا ہے اور شیطان اس پر معاملے کو خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات ڈالتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے (حالانکہ یہ حسد کی کارروائی ہے) اس میں خوب بیدار مغزی کی ضرورت ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اس کو عہدہ ملا ہوا لیکن وہ اس کے حقوق کو صحیح انجام نہ دیتا ہو خواہ اس لئے کہ اس میں حکومت کی صلاحیت ہو یا نہیں یا اس لئے کہ وہ فاسق یا کم عقل ہے یا اسی طرح کی اور صورت ہو تو اس صورت میں اس کا تذکرہ ایسے آدمی کے سامنے کرنا ضروری ہے جو اس سے بڑے عہدے پر ہو تا کہ وہ اس کو تبدیل کر دے اور کسی ایسے آدمی کو جو مناسب ہو حاکم بنائے یا اس کو یہ بات بتلا دے تا کہ وہ اس نچلے حاکم کے ساتھ اس کی حالت کے مطابق معاملہ کرے اور اس کے بارے میں دھوکے میں نہ رہے اور وہ یہ کوشش کرے یا تو وہ اس کو سیدھے راستے پر قائم رہنے کے لئے آمادہ کرے یا اسے بدل ڈالے۔ (۵) کہ کوئی آدمی کھلے طور پر فسق و بدعت اختیار کرنے والا ہو مثلاً اعلانیہ شراب نوشی کرتا ہے اور لوگوں کا مال لیتا ہے اور ان سے بھتہ وصول کرتا ہے یا ظلماً ٹیکس لیتا ہے اور غلط کاموں کی سرپرستی کرتا ہے تو اس کا تذکرہ کھلم کھلا ضروری ہے مگر اس کے دوسرے عیوب (مخفی) کا ذکر کرنا حرام ہے مگر یہ کہ اس کے جواز کی کوئی دوسری وجہ ثابت ہو جائے جن کا ہم نے ذکر کیا۔ (٦) مشہور نام سے پکارنا جب کوئی آدمی کسی لقب سے مشہور ہو مثلاً اعمش، اعراج، اصم، اعمیٰ احوال وغیرہ تو مشہور نام سے ہی اس کا تذکرہ جائز ہے مگر تنقیص کے طور پر اس کا اطلاق حرام ہے۔

یہی چھ اسباب ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ان میں اکثر پر علماء کا اتفاق ہے اور ان کے دلائل صحیح احادیث میں مذکورہ ہیں اور جن میں سے چند احادیث یہ ہیں۔

تشریح ۞ شرعی: ذاتی غرض کیلئے مباح نہ ہو گی۔ اور وہ ایسی غرض ہو کہ جس تک اس کے بغیر پہنچا نہ جا سکتا ہو۔ هو ستة أسباب: وہ مذکورہ غرض چھ اسباب ہیں۔ ۱) التظلم: مظلوم اپنے ظلم ایسے شخص کو بیان کر سکتا ہے جو ازالہ ظلم میں اس کی معاونت کر سکتا ہے۔ جیسے بادشاہ، قاضی وغیرہ۔ أو قدرة: وہ ظالم سے انصاف کی قدرت رکھتا ہو۔ مثلاً والد ولد پر اور آقا غلام پر اور ولی اپنے مولیٰ پر حق رکھتے ہیں۔ مظلوم اس طرح کہے: ظلمني فلان: فقط اپنے ظلم کو ذکر کرے۔ اس سے تجاوز نہ کرے کیونکہ ضرورت ضرورت کی حد تک ہے اور اگر وہ اس سے بھی درگزر کرتا اور عفو درگزر سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی نصرت پر اکتفاء کرتا ہے تو یہ اولیٰ ہے۔ ۲) منکر کو بدلنے پر اور گناہ گار کو درست سمت کی طرف لوٹانے کیلئے مدد طلب کرنا یہ پہلے میں تو ازالہ منکر ہے جبکہ دوسرے میں طاعات پر قائم کرنا ہے۔ پس جس شخص کے متعلق ازالہ منکر پر قدرت کی امید ہو خواہ وہ حاکم ہو یا اور کوئی شخص مثلاً والد وغیرہ کو کہے۔ ایسے شخص کو نہ کہے جو ازالہ پر قدرت نہ رکھتا ہو اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر یہ شخص سرعام کرنے والا ہو اور اس بات کو پھیلانے سے اس کو زجر مقصود ہو تا کہ وہ باز آ جائے۔ تو اس طرح کہے کہ فلاں شخص ایسی حرکت کر رہا ہے۔ اس کو اس سے باز آ جانا چاہئے ایسی عبارات لائے جو باعث زجر ہوں۔ اور اگر ازالہ منکر مقصود نہ ہو خواہ

اپنے نفس کی شفاء کا قصد ہو یا نہ ہو بہرصورت حرام ہے۔ کیونکہ یہ ضرورت کو زائد کیلئے استعمال کرنا ہے۔۳)استفتاء کیلئے۔ تا کہ حادثہ کا شرعی حکم معلوم ہو جائے۔تو مفتی کو کہے کہ میرے فلاں بھائی، والد، خاوند یا فلاں سے اس طرح زیادتی کی ہے کیا یہ اس کیلئے درست ہے اور مجھے اس سے چھٹکارا کس طرح مل سکتا ہے۔ میرا حق اور اس پر زیادتی یا ازالہ کس صورت میں ہوسکتا ہے۔ ممکن الاخوط: پختہ وجہ کو اختیار کرنا جو اصول احکام کو جامع ہو۔ یہ ''حاط الحمار عانتهٗ حاط الامم الحیط حوطًا'' یہ احتیاط سے ماخوذ نہیں کیونکہ اس تفصیل خماسی سے نہیں آتا۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح سوال کیا جائے آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس طرح ہو۔اس سے بلاتعیین غرض حاصل ہو جائے گی اور تعیین اس قسم کے معاملات میں جائز ہے جیسے حدیث ہند میں آئے گا کہ ابوسفیان کو بخل کا عیب دیا۔آپ نے انکار نہ فرمایا۔

۴)اس آدمی کے شر سے لوگوں کو بچانا اور ان سے خیر خواہی مقصود ہو مثلاً مجروح رواۃ پر جرح۔ فیصلہ میں گواہوں پر جرح، اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ کیونکہ اس میں مصلحت اور فائدہ ہے۔ بلکہ یہ اس لئے تو ضروری ہے کہ اس سے شریعت کا دفاع ہے۔ اور اس کی حفاظت ہے۔ اور شہود میں مدعی کے حق کی حفاظت ہے۔اسی قسم سے کسی کو داماد بنانے کے سلسلہ میں مشاورت یا شریک امین بنانا ہو یا اس سے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا ہو۔اسی طرح مالی معاملات، رہن ومساقات یا پڑوس بنانے کیلئے، مشورہ کرنے والے پر لازم ہے۔ کہ جس کے متعلق دریافت کیا گیا۔اس کا حال درست طور پر ضرور بتلادے۔ نصیحت کا تقاضا یہی ہے۔ بلکہ اگرچہ مقصود حاصل نہ ہو مثلاً اس نے ترک کر دیا یا وہ اس کے مناسب نہیں۔ وہ ان غلطیوں کو ذکر کرلے جس سے وہ رک جائے۔خواہ اس کی تمام غلطیاں ذکر کرنا پڑیں مگر یہ تنقیص یا اس کو ایذاء کی نیت سے نہ ہوں۔ المساء ۃ: یہ لفظ اعرۃ کا عکس ہے۔ یہ مفعلہ کے وزن پر مسواۃ ہے۔اسی وجہ سے جمع المساوی میں بھی واؤ آئی ہے۔ کہتے ہیں بدت مساویه: یعنی نقائص وعیوب۔ ومنها اذا رای متفقها: کسی فقیہ کو دیکھا کہ وہ کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کرنے جاتا ہے۔اور اس کے ضرر میں پڑنے کا خدشہ ہو۔ کہ صحیح اعتقاد سے ہٹ جائے گا۔تزیین وتسویل شیطان سے فسق میں مبتلا ہو جائے گا۔تو اس کو اس کی حالت بیان کر کے نصیحت کرلے۔ جبکہ اس کو نصیحت کرنا چاہتا ہو۔اپنے نفس کو شفاء دینا مقصود نہ ہو۔ مما یغلط: اس میں لوگ غلطیاں کرتے یہ قدح اعتقادی وعملی متکلم کو حسد پر آمادہ کرے گی اور اس میں شیطان ملمع سازی کر کے اس کو خیال دلائے گا کہ یہ نصیحہ ہے۔تا کہ وہ اسے بار بار کرے حالانکہ فی الحقیقۃ اس کا داعیہ حسد وبغض ہے۔ فلیتفطن لذلك: اچھی طرح سمجھ لے تا کہ غیبت محرمہ میں مبتلا نہ ہو اور وہ ابہام کی وجہ سے اسے جائز سمجھ رہا ہو۔جس نے احتیاط کی وہ بچ گیا اور جو دھوکے میں پڑا وہ شرمندہ ہوگا۔

۴)اس کو ازالہ منکر کی طاقت نہ ہو اگرچہ ولایت ہو۔خواہ اہلیت نہیں یا اہلیت ہے مگر خود فسق میں مبتلا ہے۔اس کی ولایت کسی حد تک نہ رہے گا بلکہ اس سے تجاوز کر جائے گا۔ یا وہ کم عقل ہے۔عدم فطانت کی وجہ سے ولایت کے مقاصد کو درست استعمال نہ کر سکے گا بلکہ اس کی ذات قیام ولایت میں مخل ہے۔تو اس کا تذکرہ اس سے کرنا ضروری ہے جس کو ولایت عامہ حاصل ہے اور اس کے اصلاح احوال کا وہ ذمہ دار ہے۔اس کو اس لئے نہ بتلائے کہ وہ اسے معزول کردے بلکہ اس لئے تا کہ وہ اس حالت کے مطابق معاملہ کرے۔اور اس کے مقام پر رکھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ان کے مقام پر رکھنے کا حکم فرمایا۔تا کہ وہ

اس کے ظاہری حال کے متعلق دھوکا میں مبتلا نہ رہے اور اس کو کاموں کے لائق نہ سمجھتا رہے۔ اور اس بات کی دوڑ دھوپ کرے وہ اس کو مطلوبہ ولایت پر قائم رکھے یا اس کو تبدیل کر کے ایسے آدمی کو لگائے جو اس ذمہ داری کے لائق ہو۔

۵) پانچویں صورت یہ ہے کہ وہ اپنے فسق و بدعت کو ظاہر کرنے والا ہو۔ مثلاً سر عام شراب پینے والا اور لوگوں کا مال لوٹنے والا اور ظلماً مال وصول کرنے والا ہو۔ (جگا ٹیکس) مکس: عامل صدقہ کا مال وصول کرنے کے بعد جو مال لے وہ مکس ہے۔ یہ ضرب باب سے آتا ہے۔ جس کا اصل معنی قیمت میں کمی ہے۔ اور مکس ٹیکس کو کہتے ہیں یہ مصدر ہے اس سے اسم فاعل مکاس ہے۔ وصول شدہ مال کو بھی مصدر کا نام دے کر مکس کہا جانے لگا۔ بیع و شراء وغیرہ میں حکام کے معاون جو ظلماً وصول کریں وہ سب اس میں شامل ہے۔ جیسا شاعر نے کہا

وفى كل أسواق العراق إتاوة

وفى كل ما باع امرؤ مكس درهم

جباية الاموال: مکس کی تفسیر ہے۔ یا خاص پر عام کا عطف ہے۔

اور ظلماً یہ حال یا مفعول لہ ہے۔ یعنی باطل امور کے ذمہ دار جو من گھڑت وظائف رکھتے ہوں۔ **فیجوز ذکرہ بما یجاهر به:** جن امور کو وہ سر عام کرے ان کا تذکرہ کرنے میں قطعاً غیبت نہیں۔ البتہ جو عیوب اس میں نہ پائے جاتے ہوں ان کا تذکرہ جائز نہیں۔ ہاں اس کیلئے کوئی اور وجہ جواز ہو تو دوسری بات ہے۔

۶) ایسے الفاظ سے تعریف کرنا جن سے معروف و مشہور ہو مثلاً اعمش یہ سلیمان بن مہران محدث کا لقب ہے۔ اسی طرح **الاعرج:** ایک بڑی جماعت کا یہ لقب مشہور ہوا۔ مثلاً عبدالرحمان بن ھرمز، شیخ ابا الزناد تابعی۔ اور **الاصم:** حافظ کہتے ہیں یہ ایک جماعت کا لقب ہے۔ ان میں مالک بن حبان کلبی امام مالک کے ساتھ مطرف الفقبیہ۔ اسی طرح **الاعمی** حافظ نے اس میں کسی کا تذکرہ نہیں کیا۔ **الاحولی:** اس سے ایک جماعت ملقب ہوئی ان میں عاصم بن سلیمان تابعی ہیں۔ اگرچہ ظاہراً یہ ناپسند ہے مگر ان کی تعریف اور تعارف کیلئے یہ جائز ہے۔ اور اگر اس لقب والے کی تعریف اور انداز سے ہو سکتی ہو تو پھر بطور تنقیص حرام ہے۔ دوسرے انداز سے اس کی پہچان کروانی چاہئے۔ تاکہ غیبت سے بچت ہو۔ اس مصلحت ضرورت سے تو یہ جائز ہے۔ مطلقاً جائز نہیں۔ یہ چھ اسباب ہیں جن کو علماء نے ذکر کیا ہے ان میں اکثر ایسے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کو شیخ کمال الدین بن ابی شرف نے اس طرح جمع کیا ہے

القدح ليس بغيبة فى ستة
متظلم و معرف و محذر
ومجاهر بالفسق ثمت سائل
ومن استعان على ازالة منكسر

یا اس طرح کہہ لیں

يباح اغتياب للفتى ان تجاهرا
بفسق وللتعريف او للتظلم

كذاك لتحذير وفى جاء سائلا
كذا من اتى يبغى زوال المحرم

١٥٣٢ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : "ائْذَنُوْا لَهُ ' بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ اِحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ۔

١٥٣٢: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس کو اجازت دے دو یہ خاندان کا ایک بہت برا آدمی ہے''۔ (بخاری ومسلم)
بخاری نے اس روایت کا اصل فساد اور مشتبہ لوگوں کی غیبت کو جائز ہونے کی دلیل بنایا۔

تشریح ۞ رجلاً: اس سے عیینہ بن حصن بعض نے کہا مخرمہ بن نوفل مراہے۔ بئس اخو العشیرة: یہ قبیلہ میں بہت برا آدمی ہے۔
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول: مشکوک اور اہل فساد کی غیبت درست ہے تا کہ ان کے ظاہر سے دھوکا نہ ہو۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٧٣) وأحمد (٩/٢٤١٦١) والبخارى (٦٠٣٢) ومسلم (٢٥٩١) وأبو داود (٤٧٩١) والترمذى (٢٠٠٣) وابن حبان (٤٥٣٨) وعبد الرزاق (٢٠١٤٤) والحميدى (٢٤٩) والبخارى (٣٣٨) والبيهقى (١٠/٢٤٥)

الفرائد : اس فاسق کی غیبت درست ہے جس کا فسق علانیہ ہو جب کہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو۔

١٥٣٣ : وَعَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَّفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ قَالَ : قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ اَحَدُ رُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ : هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ۔

١٥٣٣: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے خیال میں تو فلاں فلاں ہمارے دین میں سے کچھ بھی نہیں جانتے''۔ (بخاری)
اس حدیث کے راوی لیث بن سعد کہتے ہیں یہ دو آدمی منافقین میں سے تھے۔

تشریح ۞ یعرفان من دیننا شیئاً: ان سے ضروری معرفت کی نفی کر کے اسلام کی نفی کی گویا وہ دونوں اسلام پر نہیں ہیں۔ بقول ابن سعد: یہ دونوں منافقین تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے مخفی نفاق کو ظاہر کرنے کیلئے فرمایا تا کہ کسی پر ان کا معاملہ ملتبس نہ رہے۔

تخریج : أخرجه البخارى (٦٠٦٧)

الفرائد : علانیہ فاسق کے متعلق کہنا غیبت مذمومہ میں شامل نہیں۔

۱۵۳۴ : وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ ، وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : "وَاَمَّا اَبُو الْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَآءِ" وَهُوَ تَفْسِيْرٌ لِرِوَايَةِ: لَا يَضَعُ الْعَصَا عَنْ عَاتِقِهٖ " وَقِيْلَ مَعْنَاهُ : كَثِيْرُ الْاَسْفَارِ۔

۱۵۳۴: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ابوالجہم اور معاویہ دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' معاویہ تو مفلس ہے اس کے پاس مال نہیں اور ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں رکھتا (یعنی مار پیٹ اور تشدد کرنے والا ہے)''۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ابوجہم عورتوں کو بہت زیادہ مارنے والا ہے درحقیقت لَا یَضَعُ کی تفسیر ہے بعض نے کہا اس کا معنی بہت زیادہ سفر کرنا ہے۔

تشریح ۞ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: قیس بن خالد الاکبر بن وھب بن ثعلبہ الفہر یہ القرشیہ یہ ضحاک کی بہن ہیں (تہذیب نووی) بعض نے کہا کہ یہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں۔ یہ وافر عقل والی صاحب کمال مہاجرات میں سے تھیں۔ ان کے گھر میں اصحاب شوریٰ جمع ہوتے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے ۳۴ روایات نقل کی ہیں۔ ان سے تابعین کی بڑی جماعت نے روایت لی ہے۔ **انا ابا الجهم ومعاويه خطباني**: آپ کی ان دونوں کے سلسلہ میں کیا رائے مبارک ہے۔ **فصعلوك**: اس کی جمع **صعاليك** آئی ہے۔ یعنی فقیر۔ **لا مال له**: اس کی صفت مبینہ ہے۔ **فلا يضع العصا عن عاتقه**: مسلم کی روایت میں **فضراب النساء** ہے۔ بعض نے کثیر الاسفار لیا مگر پہلا معنی اولیٰ ہے۔

تخريج: أخرجه مالك (١٢٣٤) وأحمد (١٠/٢٧٣٩٦) ومسلم (١٤٨٠) وأبو داود (٢٢٨٤) والنسائى (٣٢٤٤) والترمذى (١١٣٥) وابن ماجه (٢٠٣٥) وابن حبان (٤٢٥٤) والطبرانى (٢٤/٩٢٩) والبيهقى (٧/١٨١)

الفرائد : مشاورت کے وقت اس کی کمی بیشی کو اس لئے ذکر کرتا تا کہ مشورہ والے کی خیر خواہی ہو۔ غیبت محرمہ میں شامل نہیں۔

۱۵۳۵ : وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ: لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَقَالَ : لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ

بِذٰلِكَ ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ ، فَاجْتَهَدَ يَمِيْنَهٗ مَا فَعَلَ : فَقَالُوْا : كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ: "اِذَا جَآءَ كَ الْمُنٰفِقُوْنَ" ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۳۵: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اس میں لوگوں کو سختی پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے کہا جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں ان پر مت خرچ کرو یہاں تک کہ یہ منتشر ہو جائیں اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے جو عزت والے ہیں وہ ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ؐ کو اس کی اطلاع دی آپ ؐ نے عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیجا اس نے آپ ؐ کی قسم اٹھا کر کہا اس نے یہ نہیں کہا پس لوگ کہنے لگے۔ زید نے جھوٹ بولا میرے دل میں ان کی بات سے بہت رنج پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ نے میری تصدیق ﴿اِذَا جَآءَ كَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ میں اتار دی پھر نبی اکرم ﷺ نے ان (منافقین) کو بلایا تا کہ آپ ؐ ان کے لئے استغفار کر دیں تو انہوں نے اپنے سروں کو استغفار سے بے رغبتی کرتے ہوئے پھیر دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ان کے حالات باب اکرام آل بیت میں گزرے۔ فی سفر۔ یہ غزوہ بنو مصطلق کی بات ہے۔ اصاب الناس فيه شدّة۔ شدة فاعل ہے۔ علي من۔ یہ الذین کے معنی میں ہے۔ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ اس سے صحابہ کرام ہیں۔ حتى ينفضوا۔ تا کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ یہاں حتیٰ کی کے معنی میں ہے۔ ليخرجن الاعز منها الاذل۔ اس نے اعز سے اپنی ذات اور اذل سے (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی ذات مراد لی۔ فاخبرته بذلك۔ یعنی وہ بات جو عبداللہ بن ابی نے کہی تھی۔

فاجتهد يمينه۔ اس نے پختہ قسم کھا کر انکار کر دیا۔ فقالوا كذب زيد۔ ان تصدیق کرنے والوں نے کہا زید نے نبی اکرم ﷺ سے جھوٹ کہا ہے۔ یعنی واقعہ کے خلاف اطلاع دی ہے۔ شدة۔ میرے دل میں اس سے سخت کوفت ہوئی اور وہ مسلسل رہی۔ تصديقي: یعنی میری خبر کو سچا اور اس کی قسم کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ وہ سورہ اذا جاء ك المنافقون ہے۔ ثم دعاهم: پھر ان منافقین کو استغفار کیلئے بلایا تو فلووا رء وسهم۔ استغفار سے اعراض کرتے ہوئے سروں کو آپ کی طرف سے موڑ لیا۔

تخريج: أخرجه أحمد (۷/۱۹۳۰۵) والبخاری (۴۹۰۰) ومسلم (۲۷۷۲) والترمذی (۳۳۲۳) والنسائی (۶/۱۱۵۹۷)

الفرائد: اہل نفاق کی خطرناک بات سے امیر المسلمین کو مطلع کرنا ضروری ہے تا کہ مسلمان منافق کے شر سے بچ سکیں۔

۞ ۞ ۞

۱۵۳۶: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدٌ امْرَاَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ قَالَ: "خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٥٣٦: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہند زوجہ ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں۔ وہ مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتا جو میرے اور میری اولاد کے لئے کفایت کرے مگر وہ جو میں اس کے بغیر بتلائے لے لوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''دستور کے موافق جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہو جائے وہ لے لو''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ هند۔ان کا سلسلہ نسب یہ ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشیہ، یہ امیر معاویہ کی والدہ اور ابوسفیانؓ کی بیوی ہیں۔ یہ اور ان کے خاوند ایک ہی رات اسلام لائے اور نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی۔ شحیح۔بخیل وحریص۔ (القاموس) لیس یعطینی۔اسم محذوف اور یعطی اس کی خبر ہے اور ما یکفینی دوسرا مفعول ہے۔الا ما اخذت منه۔یہ استثناء منقطع ہے۔ای نکن اخذت منه۔

وهو لا يعلم۔هو مبتداء اور جملہ حالیہ ہے۔خبر محذوف ہے۔ خذی ما یکفیك وولدك۔یہ آپ کی طرف سے استفتاء کا جواب ہے۔جو باب کے مطابق ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٤١٧٢) والبخارى (٢٢١١) ومسلم (١٧١٤) وأبو داود (٣٥٣٢) والنسائى (٥٤٣٥) والحميدى (٢٤٢) والبيهقى (١٠/١٤١)

الفرائد : فیصلے کیلئے متخاصمین میں سے ایک کی بات علیحدگی میں دوسرے سے متعلق درست ومباح ہے۔

٢٥٧: بَابُ تَحْرِيْمِ النَّمِيْمَةِ وَهِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْإِفْسَادِ

بَابٌ: چغلی کی حرمت

(چغلی لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لئے بات کونقل کرنے کو کہتے ہیں)

تشریح ۞ نووی کہتے ہیں۔بگاڑ پیدا کرنے کیلئے لوگوں کے درمیان نقل کرنا۔
النمیمه۔النم،ابھارنا۔افساد وبگاڑ کیلئے دوسرے کو پہنچانا۔کذب کو مزین کر کے پیش کرنا۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ﴾ [ن:١١] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:١٨]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بہت زیادہ طعنہ زنی کرنے والے اور چغل خور'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جو

بھی انسان لفظ بولتا ہے اس پر ایک نگران فرشتہ تیار ہے۔''
هَمَّاز : غیبت کرنے والا۔ بِنَمِيْم : بگاڑ پھیلانے کیلئے بات نقل کرنے والا۔
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ : آیت کی تفسیر پہلے گزری۔

الروایات

۱۵۳۷ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۳۷: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ لا يدخل الجنة : ابتداءً کامیاب ہونے والے یا مطلقاً ناکام لوگوں سے ہوگا اگر اس نے حلال سمجھ کر کیا۔ اور اسے معلوم ہے کہ اس کی حرمت پر اتفاق ہے اور ضروریات دین سے ہے۔ یا اچھی طرح معلوم کئے ہوئے حکم کی طرح ہے کیونکہ وہ علماء کے درمیان عرصہ سے رہ رہا ہے۔ نمّام۔ مبالغہ کا صیغہ لایا گیا کیونکہ اس کے متعلق شدید وعید پائی جاتی ہے۔ چغلی خوری ممنوع اور کبیرہ گناہوں سے ہے۔ جیسا اگلی روایت بتلا رہی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۳۳۰۷) والبخاری (۶۰۵۷) ومسلم (۱۰۵) وأبو داود (۴۸۷۱) والترمذی (۲۰۳۳) والنسائی (۶/۱۱۶۱۴) والطیالسی (۴۲۱) وابن حبان (۵۷۶۵) والطبرانی (۳۰۲۱) والحمیدی (۴۴۳) والبیهقی (۸/۱۶۶)

الفرائد : چغل خور سزائے افساد بھگت کر ہی جنت میں جا سکے گا۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

۱۵۳۸ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ : "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ! بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ : اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ اِحْدٰى رِوَايَاتِ الْبُخَارِيِّ ، قَالَ الْعُلَمَآءُ : مَعْنٰى : "وَيُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ" : اَیْ كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا – وَقِيْلَ : كَبِيْرٍ تَرْكُهٗ عَلَيْهِمَا۔

۱۵۳۸: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور یہ کہ کسی بڑی بات کے بارے میں عذاب نہیں دیا جا رہا کیوں نہیں بلکہ وہ بڑی بات ہی ہے پھر ایک ان دونوں میں سے چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے وقت اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا یا ستر کا لحاظ نہیں رکھتا تھا''۔ (بخاری ومسلم)

یہ بخاری کی ایک روایت ہے کہ علماء نے فرمایا "وَيُعَذِّبَانِ فِي كَبِيرٍ" یعنی ان کے خیال میں بڑا نہیں تھا۔ بعض نے کہا ان کا چھوڑنا ان پر بھاری نہیں تھا۔

تشریح ۞ بقبرین :ایک روایت میں مذکور ہے کہ یہ مشرکین کی قبریں تھیں۔ لا یستبریٔ من بوله۔اس کو اچھی طرح صاف نہ کرتا تھا۔اس سے بعض لوگوں نے استبراء کو واجب قرار دیا اور اس کے ترک کو کبائر میں شمار کیا ہے۔دلیل کے لحاظ سے یہی قوی ہے۔مگر اصحاب شوافع اس کو مستحب کہتے ہیں۔اور اس قسم کی روایات کو (عدم انقطاع بول) پیشاب کے منقطع نہ ہونے کے یقین پر محمول کرتے ہیں۔

فرق روایات:بعض روایات میں استتار کے الفاظ بھی ہیں۔اور بعض میں استبراء کے الفاظ ہیں۔یہی زیادہ مناسب ہے۔اور اگر استتار کے الفاظ ہو تو وہ عدم تستر پر عذاب ہوگا یا مجازی معنی مراد ہوگا۔

وما یعذبان فی کبیر کا مطلب اس کے خیال میں بڑے نہ تھے۔انہوں نے دینی کاموں میں ان کو اہمیت نہ دی اور معمولی گناہ سمجھا۔بعض نے کہا۔اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا ترک ان پر گراں تھا۔منافق اپنا گناہ مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر آبیٹھی اور اس نے اڑا دی اور مؤمن گناہ کو پہاڑ کی طرح خیال کرتا ہے اور ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر نہ جائے۔حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں گناہوں کو انہوں نے معمولی سا خیال کیا۔جس کے کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔یا اس کے چھوڑنے میں کوئی مشقت نہ سمجھتے تھے۔کیونکہ ان کے ہاں یہ معمولی چیز تھی۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو یہ بڑی بھاری چیز تھی۔آپ کے ارشاد "فی کبیر" کا یہی مطلب ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے اعتبار سے یا گناہ اور اس کی سزا کے اعتبار سے اس کو کوئی بڑا خیال نہ کیا۔

قلقشندی کا قول:انه لکبیر کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔احتمال یہ ہے کہ "ہٗ" ضمیر کا مرجع عذاب ہو اور ابن حبان کی روایت میں "عذابًا شدیدًا فی ذنب هین" وارد ہے۔اور بعض نے دونوں گناہوں میں سے ایک کی طرف لوٹائی ہے۔اور وہ "نمیمه" ہے۔یہ کبیرہ گناہ ہے بخلاف ستر عورت کے (حالانکہ ستر عورت میں لازم ہے) یہ ضعیف قول ہے۔بعض نے کہا کبیر کی نفی مقصود ہے کہ یہ اکبر الکبائر سے نہیں ہے۔پس اس کا مثبت معنی یہ ہے کہ یہ کبائر میں سے ایک ہے۔اس کے مطابق حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عذاب اکبر الکبائر کے ساتھ خاص نہیں۔بلکہ وہ کبائر سے ہے۔بعض سے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صورۃً بڑا نہیں۔کیونکہ اس کا تسلسل اس کے حقارت کو ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ گناہ میں بہت ہے۔(شرح العمدہ)

تخریج: أخرجه أحمد (۱/۱۹۸۰) والبخاری (۲۱۶) ومسلم (۲۹۲) وأبو داود (۲۰) والترمذی (۷۰) والنسائی (۳۱) وابن خزیمة (۵۶) وابن الجارود (۱۳۰) وعبد بن حمید (۶۲۰) والطیالسی (۲۶۴۶) والبیهقی (۲/۴۱۲)

الفرائد: اس روایت میں نمیمہ اور پیشاب سے احتیاط نہ برتنے پر عذاب قبر دکھایا گیا۔جو کہ نہایت خوفناک چیز ہے۔

۱۵۳۹ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ :الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْعَضْهُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ وَبِالْهَاءِ عَلٰى وَزْنِ الْوَجْهِ ،

وَرُوِیَ الْعِضَةُ بِكَسْرِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ عَلٰى وَزْنِ الْعِدَةِ" وَهِيَ الْكَذِبُ وَالْبُهْتَانُ، وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْاُوْلٰى :اَلْعَضْهُ مَصْدَرٌ يُقَالُ :عَضَهَهٗ عَضْهًا :اَیْ رَمَاهُ بِالْعَضْهِ۔

۱۵۳۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بتلا نہ دوں کہ عَضْهُ یا عِضَهُ کیا ہے؟ فرمایا وہ چغلی ہے لوگوں کے درمیان کسی کی بات کرنا''۔ (مسلم)

اَلْعَضْهُ: عین مہملہ کے فتح اور ضاد معجمہ کے سکون اور ہاء کے ساتھ۔ الوجہ) کے وزن پر اور یہ لفظ عین کے کسرہ اور ضاد معجمہ کی فتح کے ساتھ بھی مروی ہے۔

''عِدَةِ'' کے وزن پر جھوٹ بہتان کے معنی میں مستعمل ہے اور پہلی روایت کے لحاظ سے الْعِضَةُ مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ عَضَهَهٗ عَضَهًا یعنی اس کو متہم کیا۔

تشریح ۞ ما العضه۔ ان کے جواب سے سکوت اختیار کیا کیونکہ واضح تھا۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا: ''هي النميمة'' وہ لوگوں کے درمیان بہت بات چیت کرنا اور ان کو جھگڑے میں ڈالنا ہے۔ (النہایہ) مسلم نے عَضه فتحہ عین سے نقل کیا اور عِضهٗ کسرہ سے آتا ہے۔ عضهة عضهًا: بہتان باندھنے کو کہتے ہیں۔ (زمخشری، النہایہ)

تخریج : أخرجه مسلم (٢٦٠٦)

الفرائد : لوگوں کے درمیان جھگڑا ڈالنے سے بچنا چاہیے اور زبان کو قیل وقال سے بچانا چاہیے۔

۲۵۸ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَكَلَامِ النَّاسِ اِلٰى وُلَاةِ الْاُمُوْرِ اِذَا لَمْ تَدْعُ اِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَّنَحْوِهَا

باب: لوگوں کی باتوں کو بلاضرورت بلافساد انگیزی وغیرہ کے حکام تک پہنچانے سے ممانعت کا بیان

تشریح ۞ اذا۔ لاکر اشارہ کر دیا کہ جب حاجت وضرورت میں شک ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ پھر حاجت کی وضاحت کی مثلاً بگاڑ وغیرہ کا خدشہ۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:٢]

وَفِى الْبَابِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِى الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''مت تعاون کرو گناہ اور ظلم پر''۔ (المائدہ)

گزشتہ باب والی احادیث بھی اسی موضوع سے متعلق ہیں۔

تشریح ۞ الْاِثْم : گناہ۔ الْعُدْوَانِ: ظلم جوحد سے بڑھا ہو۔ گزشتہ باب کی روایات اس کے مناسب ہے۔ کیونکہ نقصان دہ بات کو خواہ وہ کسی کو نقصان دینے والی ہو حکام کے سپرد کرنا۔ یہ نمیمہ کے افراد سے ہے۔ اس کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔

الروایات

۱۵۴۰ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُبَلِّغْنِي اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

۱۵۴۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص مجھے میرے صحابہ کے متعلق کوئی بات نہ پہنچائے اس لئے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں تم میں نکل کر آؤں اور اس حالت میں کہ میرا سینہ ہر ایک کے متعلق صاف ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح ۞ عن احد شیئا۔ کسی دوسرے کی ناپسندیدہ بات مجھ تک نہ پہنچاؤ یا جس کے نتیجہ میں اس کو ضرر پہنچتا ہو وہ مت پہنچاؤ۔ اس میں درگزر کی تعلیم اور اہل لغزش کی لغزش کو معاف کرنے کی ترغیب ہے۔

انا سلیم الصدر۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جب کہ نفس کو متاثر کرنے والی کوئی بات نہ سنی جائے۔ خواہ وہ نفس میں حرارت پیدا کرے یا جوش اور طبع انسانی کے مطابق اس کی مقدار کچھ ہی ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۳۷۵۹) وأبو داود (۴۸۶۰) والترمذی (۳۹۲۲)

الفرائد : غیبت، لگائی بجھائی ان امور میں سے ہے جو افساد و اضرار کا باعث بنتے ہیں۔ خصوصاً حکام سے چغلی وغیرہ۔

۲۵۹ :بَابُ ذَمِّ ذِی الْوَجْهَيْنِ!

بَابٌ: منافق کی مذمت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ' وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا﴾ [النساء:۱۰۸] الْاٰيَتَيْنِ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگوں سے چھپتے پھرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو چھپ نہیں سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے (اپنی قدرت کے ساتھ) جب کہ وہ ناپسند بات پر رات گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں ان کا احاطہ کرنے والے ہیں''۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ : سرقہ کی حالت میں وہ لوگوں سے چھپتے ہیں۔ تمام دینی مخالفتوں میں مبتلاء لوگوں کی مذمت میں یہی حکم رکھتے ہیں۔

وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ : حالانکہ وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ وَهُوَ مَعَهُمْ : اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ اس سے چھپانے کا طریقہ تو اس فعل کا نہ کرنا ہے۔ (جامع البیان) اِذْ يُبَيِّتُوْنَ : وہ تدبیر کرتے ہیں اور اس کا اصل معنی رات کو تدبیر کرنا' کام کرنا ہے۔ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ : اس سے مراد بری پر بہتان لگانا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ اور بری الذمہ پر تہمت لگانا۔ وَكَانَ اللّٰهُ ۔ وہ ان کی تمام باتوں سے واقف ہے پس ان کو سزا دیں گے۔ الْاٰيَتَيْنِ سے آیت ۱،۲ مراد ہیں۔

هانتم هو لاء۔

اَلنَّحْوُ : یہ مبتداء خبر ہے۔ جادلتم۔ یہ جملہ مبینہ ہے جو کہ هؤ لاکا خبر ہونا ظاہر کرتا ہے۔ فمن يجادل الله عنهم۔ جبکہ ان کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔ ام من يكون عليهم وكيلا۔ جو ان کے دعویٰ کو ثابت کرے گا۔ من يعمل سواءً۔ سوء خواہ اسے دسرا برا سمجھے یا وہ صغیرہ ہو یا کسی بھی گناہ کا باعث ہو۔ مگر شرک سے کم کم ہو۔ او يظلم نفسه۔ جو اس کی ذات سے آگے نہیں بڑھتا۔ ثم يستغفر الله۔ اس میں توبہ کی فرضیت بتلائی گئی ہے۔

۱۵۴۱ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا وَتَجِدُوْنَ خِيَارَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّانِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لَهٗ ، وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگوں کو معدن (کانوں) کی طرح پاؤ گے۔ ان میں جو جاہلیت میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جب کہ وہ دین میں سمجھ پیدا کر لیں اور اس معاملہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر اُن کو پاؤ گے جو ان عہدوں کو ناپسند کرنے والے ہیں اور لوگوں میں بدترین وہ ہے جو ان کے پاس ایک چہرے سے آئے اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ معادن۔ وہ اصل رکھتے ہیں جن کی طرف نسبت کرتے اور ان پر فخر کرتے ہیں۔ خیارهم۔ ان میں سب سے اعلیٰ۔ الجاهليه۔ اسلام سے ماقبل کا زمانہ مراد ہے۔ خیار۔ سے مراد اعلیٰ ہے۔ اذا فقهوا۔ اس سے احکام شرعیہ کا جاننا مراد ہے۔ هذا الشأن۔ اس سے خلافت وامارت مراد ہے۔ اشدهم له کراحیة۔ یہ کراهیة سے متعلق ہے۔ کراهیة مصدر ہے مگر اس کا ظرف اس سے مقدم لایا گیا ہے۔ مصدر میں کافی گنجائش پائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ احکام کے نافذ کرنے میں لوگوں میں بہتر وہ ہے جس کو امارت کی حرص نہ ہو۔ جب وہ حاکم بنے گا تو پختگی اور مضبوطی اختیار کرے گا۔ حریص کی حالت اس سے مختلف ہے۔ وتجدون شر الناس۔ یہ مفعول ثانی ہے اہتمام کیلئے مقدم کر دیا۔ هؤ لاء۔ اس سے مراد

لوگ بوجہ ان کو وہم دلائے کہ وہ ان میں سے ہے ان کے مخالفین سے نہیں اور ھؤ لاء ان کے اضداد کے پاس جاتے مگر ان سے اور طرح ملے جو دوسروں کے الٹ ہو۔ اور بغض پھیلانے والا ہو۔ اور اگر کوئی اصلاح کی خاطر جائے تو قابل تعریف ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٨٦٤) وأحمد (٣/١٠٧٩٥) والبخاری (٣٤٩٣) ومسلم (٢٠٢٦) وابن حبان (٤٧٥٤) والترمذی (٢٠٢٥) وأبو داود (٤٨٧٢) وابن حبان (٥٧٥٤) والبيهقی (١٠/٢٤٦)

الفرائد : اسلامی شرافت کا مدار تفقہ فی الدین پر ہے۔

۱۵۴۲ : وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ' اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ : كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ - رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۵۴۲: محمد بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے میرے دادا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو اس کے الٹ کہتے ہیں جو ہم باتیں کرتے ہیں اس وقت جب کے ان کے ہاں سے نکلتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نفاق شمار ہوتی تھی''۔ (بخاری)

تشریح ۞ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔ المدنی الحافظ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ سلاطیننا۔ حکام۔ خواہ وہ خلفاء ہوں یا دیگر جنس مراد ہے۔ فنقول لھم بخلاف۔ موجودگی میں ان کی تعریف اور جب نکلتے ہیں تو مذمت کرتے ہیں۔ نفاقًا۔ نفاق یا منافقین کے اعمال سے۔ اس لئے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ سامنے اور پیٹھ پیچھے سچ بولے۔

تخریج : أخرجه البخاری (٧١٧٨)

الفرائد : جو آدمی اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پس پشت ڈالتا اور حکام کی مرضی کی بات کرتا ہے۔ وہ منافقت کا طرزِ عمل اختیار کرنے والا ہے۔

۲۶۰ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْكِذْبِ

بَابٌ : جھوٹ کی حرمت

تشریح ۞ الکِذبُ۔ ایسی خلاف واقعہ خبر جو جان بوجھ کر دی جائے۔ اور خبر دینے والا گناہ گار ہو۔ اگر ضرر معلوم ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر مصلحت خاص کی وجہ سے ہو مثلاً کسی کی جان بچانا مقصود ہو۔ آئندہ اس کا تذکرہ ہوگا۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [الاسراء:٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی :﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:١٨]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں''۔ (الاسراء)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لفظ بھی انسان بولتا ہے مگر اس پر ایک نگہبان مقرر ہے۔'' (ق)

ضروری تشریح پیچھے گزری ملاحظہ کرلیں۔

الروایات

۱۵۴۳ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : '' اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰی يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَی النَّارِ ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰی يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۴۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' یقیناً سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ گناہ کی طرف لے جانے والا اور گناہ آگ تک پہنچانے والا ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ الصدق۔ بات میں سچائی کو اختیار کرنا۔ یُھدی۔ بقول حافظ ہدایت اس دلالت کو کہتے ہیں جو مطلوب تک پہنچانے والی ہو۔ (فتح الباری)

الی البرّ۔ اصل۔ فعل خیر میں توسع کو کہتے ہیں۔ یہ تمام بھلائیوں کا جامع لفظ ہے۔ اس کا اطلاق خالص دائمی عمل پر ہوتا ہے۔ یہاں طاعت مراد ہے۔

ان البر۔ ابن بطال کہتے ہیں اس کا مصداق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔ ''انّ الابرار لفی نعیم'' لیصدق: بار بار سچ کو اختیار کرتا ہے۔ مسلم میں اس کی بجائے لیتحری الصدق اور کذب کے ساتھ بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔

صدیقا۔ سچ جس کی عادت و خلق بن جائے (عاقولی) وہ شخص جو سچائی میں مبالغے کا حقدار ہو۔ الفجور۔ الفجر: چیرنا۔ فجور: دیانت کو پھاڑ دینا۔ فساد و بگاڑ کی طرف سے میلان اور آمادگی۔ یہ تمام شرور کا مجموعی نام ہے۔ الی النار: یعنی آگ تک پہنچانے والا ہے۔ ان چار جملوں میں سبب کی طرف اسناد ہے۔

یکتب عند اللّٰہ کذابا۔ کتابت سے مراد یہ ہے کہ اس پر کذب کا حکم لگ سکے۔ اور ملاء اعلیٰ سے اس کے متعلق یہ ظاہر کر دیا

جائے۔اور اہل زمین کے دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔امام مالک نے موطا میں اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بلاغیات میں شمار کیا ہے۔اوراس میں یہ مفید اضافہ بھی پایا جاتا ہے۔''لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب فینکت فی قلبه نکتة سوداء حتی یسود قلبه فیکتب عند اللّٰه من الکذابین''۔

نووی کا قول: اس روایت میں حق کو قصداً اختیار کرنے اور اس کی طرف سے پوری توجہ دینے اور جھوٹ سے بچنے اور اس میں تساہل نہ برتنے کا حکم ہے۔جب اس میں تساہل برتے گا تو جھوٹوں میں لکھا جائے گا۔

تخریج : کتاب المامورات میں گزر چکی۔

الفرائد : حکام کی ہاں میں ہاں ملانا جب کہ وہ شرع کے خلاف کرتے ہوں یہ منافقت کی قسم سے ہے۔یہ روایت کتاب المأمورات باب ۱/۱٤میں گزر چکی۔

۱۵۴۴ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ نِّفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا :اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهُ مَعَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهٖ فِيْ بَابِ الْوَفَآءِ بِالْعَهْدِ۔

۱۵۴۴: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے۔جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو بدعہدی کرے' جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے''۔(بخاری ومسلم) یہ روایت وضاحت کے ساتھ بَابُ الْوَفَا بِالْعَهْدِ میں گذری۔

تشریح ۞ اربع۔اس سے چار خصلتیں مراد ہیں۔منافقًا خالصًا۔عمل میں نفاق۔یدعها۔یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔خان۔یہ اذا کا جواب ہے۔یہ اس کا معطوف علیہ محذوف کی خبر ہے۔''ای هی''۔غدر۔یہ وفا کی ضد ہے۔ فجر: جھوٹی قسمیں اور باطل دعوے۔

تخریج : باب الوفاء بالعهد ...میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۵۴۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَّفْعَلَ ، وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَّهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

"تَحَلَّمَ" : اَیْ قَالَ اِنَّهٗ حَلُمَ فِیْ نَوْمِهٖ وَرَاٰی کَذَا وَکَذَا وَهُوَ کَاذِبٌ- "وَالْاٰنُكُ" بِالْمَدِّ وَضَمِّ النُّوْنِ وَتَخْفِيْفِ الْکَافِ :وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ-

١٥٤٥: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسا خواب بیان کیا جواس نے نہیں دیکھا تو اس کو قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ہرگز نہیں کر سکے گا جس نے کسی ایسی قوم کی بات کی طرف کان لگایا جو اس کو ناپسند کرنے والے تھے تو اس کے دونوں کانوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا جس نے کوئی تصویر بنائی اسے عذاب دیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں پھونک نہیں سکے گا''۔ (بخاری)

تَحَلَّمَ : یوں کہنا میں نے نیند میں اس طرح اس طرح دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

وَالْاٰنُكَ: پگھلا ہوا سیسہ۔

تشریح ❁ **تحلّم** :بتکلف خواب بنانا۔ حُلم سے یہاں مطلق مراد ہے۔ خواہ خیر ہو یا شر اگرچہ کبھی خاص شر کا معنی بھی ہوتا ہے۔ جیسا اس روایت میں ''**الرؤیا من اللّٰہ والحلم من الشیطان**''۔ **کلّف أن یعقد**۔امام احمد نے اس طرح نقل کی ہے:''**من تحلم کاذبًا دفع إلیه شعیرة حتی یعقد بین طرفیها ولیس بعاقد وعنده عذب حتی یعقد بین شعیرتین ولیس عاقدًا**''۔

ابن حجر کا قول: تاکہ آگ میں اس کو طویل عذاب ہو سکے کیونکہ جو کے اطراف میں گرہ ممکن نہیں۔ دراصل اس سے عذاب دینا مراد ہے۔

طبری کا قول: وعید کی اسناد خواب کی طرف کی ہے۔ حالانکہ جھوٹ بیداری میں بھرنے کا فساد بعض اوقات اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹی گواہی جو کسی مسلمان کے قتل کے سلسلہ میں دی جائے۔ یا مسلمان کا مال زبردستی لے لیا جائے وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں جھوٹ ملانا یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے کیونکہ اس روایت میں موجود ہے۔''**الرؤیا جزء من النبوة**'' جو اجزائے نبوت سے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ **من استمع**۔ یہ لاستماعہ کے معنی میں ہے۔ **وھم له کارھون**۔

النّحو :(۱) یہ جملہ حالیہ ہے۔ استمع کا فاعل ذوالحال ہے۔ (۲) قوم کی صفت ہے اور واو صفت وموصوف کے جوڑ کیلئے ہے۔ **صُبَّ فی اذنیه**۔ یہ شدید وعید ہے اور سزا کا جنس عمل سے ملنا ذکر کیا گیا ہے۔ **صورة**۔ اس سے ذی روح کی تصویر مراد ہے۔ **کلف ان ینفخ**۔ ماقبل اور اس کو تفنن فی التعبیر کے لئے ینفخ سے تعبیر کیا گیا۔ ابوحمزہؒ کا قول۔ مصدر اور خواب بنانے والے کی وعید میں مناسبت یہ ہے۔ کہ خواب اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ وہ صورت معنویہ ہے۔ اس نے اپنے جھوٹ کیلئے ایک معنوی صورت داخل کی جو واقعہ میں پیش نہ آئی تھی۔ جیسا کہ مصور نے وجود میں ایک ایسی صورت داخل کی جو حقیقی نہیں کیونکہ صورۃ حقیقیہ وہی ہے جس میں روح۔ اسی لئے صاحب تصویر کو سخت امر کی تکلیف دی جائے گی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے خیال میں جو صورت ہے وہ اس کو پورا کرے اور اس میں روح ڈالے۔ اور ہر ایک کے متعلق آیا کہ ان کو اس وقت تک عذاب ہوتا رہے گا۔ جب تک وہ ایسا کر نہ پائے۔ اور وہ ایسا کبھی بھی کرنے والا نہیں۔ یہ ہر ایک کے دوامی عذاب سے کنایہ ہے۔

حکمت: اس وعید کی حکمت یہ ہے۔ پہلا جنس نبوت پر کذب ہے۔ اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں منازعہ ہے۔
فرق روایت: ترمذی میں تصویر کو مقدم کیا پھر حلم پھر استماع۔ احمد کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "دفع الیه شعیره و کلف ان یعقد بین طرفیها ولیس بعاقد" اور ابن ماجہ "من اری عینیه" کو دوسرے نمبر پر ذکر کیا گیا ہے۔ الآنک۔ پگھلا ہوا تانبا۔ خواہ سیسہ سفید ہو یا سیاہ، خالص سیسہ کا معنی کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ فاعل۔ افعل کے وزن پر ہے۔ انك یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض فاعل بضم العین کہا ہے۔ (المصباح)

تخریج: أخرجه أحمد (١/١٨٦٦) والبخاری (٢٢٢٥) المفرد (١١٤٩) وأبو داود (٥٠٢٤) وعبد الرزاق (١٩٤٩١) وابن حبان (٥٦٨٥) والترمذی (٢٢٨٣) والدارمی (٢٧٠٨) والطبرانی (١١٨٣١) والبیهقی (٢٦٩/٧) شعب ایمان (٤٧٧٢)

الفرائد: خواب میں بھی جھوٹ کی ملاوٹ نہ کرنی چاہیے۔ اور اس آدمی کی بات پر کان نہ دھرنا چاہیے جو تمہیں بات سنانا نہ چاہتا ہو۔

۱۵۴۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْهِ مَا لَمْ تَرَیَا" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ، وَمَعْنَاهُ یَقُوْلُ: رَاَیْتُ فِیْمَا لَمْ یَرَهُ۔

۱۵۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے دیکھی نہ ہو"۔ (بخاری) معنی اس کا یہ ہے کہ یوں کہے میں نے دیکھا حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو۔

تشریح: فِرَی۔ فا۔ کا کرہ ہے۔ یہ جمع فریة ہے۔ ان یری الرجل۔ جھوٹا خواب اپنی طرف منسوب کر دے۔ ھمزہ۔ اس کا ظاہر بیداری اور خواب دونوں کو شامل ہے۔ مگر بخاری و ابوداؤد کے الفاظ نیند کے ساتھ تخصیص کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے نووی بھی اس باب میں لائے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٧٠٤٣) وأحمد (١٦٠٠٨) وابن حبان (٧٢) والحاکم (٨٢٠٤)

الفرائد: من گھڑت خواب بیان کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اس سے گریز کرنا چاہیے۔

۱۵۴۷: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِمَّا یُکْثِرُ اَنْ یَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰی اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِنْ رُؤْیَا؟" فَیَقُصُّ عَلَیْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ: "اِنَّهٗ اَتَانِی اللَّیْلَةَ اٰتِیَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَا لِیْ: انْطَلِقْ، وَاِنِّیْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَاِنَّا اَتَیْنَا عَلٰی رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ، وَاِذَا اٰخَرُ قَآئِمٌ عَلَیْهِ بِصَخْرَةٍ وَاِذَا هُوَ یَهْوِیْ بِالصَّخْرَةِ لِرَاْسِهٖ فَیَثْلَغُ رَاْسَهٗ، فَیَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَیَتْبَعُ الْحَجَرَ فَیَاْخُذُهٗ فَلَا یَرْجِعُ

اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَاْسُهٗ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى!" قَالَ: قُلْتُ لَهُمَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ ! مَا هٰذَا؟ قَالَا لِيْ : اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ، وَاِذَا هُوَ يَاْتِيْ اَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ وَمَنْخِرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ ، وَعَيْنَهٗ اِلٰى قَفَاهُ ، ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ فَمَا يَفْرُغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى" قَالَ : قُلْتُ : سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ ، فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ : "فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ ، وَاَصْوَاتٌ فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ فَاِذَا فِيْهِ رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ ، وَاِذَا هُمْ يَاْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِّنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا – قُلْتُ :مَا هٰٓؤُلَآءِ ؟ قَالَا لِيْ :اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا علٰى نَهْرٍ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَحْمَرَ مِثْلَ الدَّمِ ، وَاِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ ، وَّاِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهٗ حِجَارَةً كَثِيْرَةً ، وَاِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ ثُمَّ يَاْتِيْ ذٰلِكَ الَّذِيْ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَفْغَرُ لَهٗ فَاهُ فَيُلْقِمُهٗ حَجَرًا ، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ ، كُلَّمَا رَجَعَ اِلَيْهِ فَغَرَ لَهٗ فَاهُ فَاَلْقَمَهٗ حَجَرًا ، قُلْتُ لَهُمَا :مَا هٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْآةِ اَوْ كَاَكْرَهِ مَا اَنْتَ رَآءٍ رَجُلاً مَرْاٰى فَاِذَا هُوَ عِنْدَهٗ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا ، قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا؟ قَالَا لِيْ:اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ ، وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِي السَّمَآءِ ، وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ مَا رَاَيْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ :مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰٓؤُلَآءِ؟ قَالَا لِيْ :اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا اِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيْمَةٍ لَّمْ اَرَ دَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ قَالَا لِيْ :اِرْقَ فِيْهَا ، فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ ، فَاَتَيْنَا بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَا هَا ، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ! وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَآءٍ! قَالَا لَهُمْ :اذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ ، وَاِذَا هُوَ نَهْرٌ مُّعْتَرِضٌ يَجْرِيْ كَاَنَّ مَآءَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ ، فَذَهَبُوْا فَوَقَعُوْا فِيْهِ ، ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ" قَالَ: قَالَا لِيْ :هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَّهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ فَسَمَا بَصَرِيْ صُعُدًا فَاِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَآءِ قَالَا لِيْ :هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا

بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمَا ، فَذَرَانِي فَاَدْخُلَهُ – قَالَا :اَمَّا الْاٰنَ فَلَا وَاَنْتَ دَاخِلُهُ – قُلْتُ لَهُمَا :فَاِنِّي رَاَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا؟ فَمَا هٰذَا الَّذِي رَاَيْتُ؟ قَالَا لِي :اَمَا اِنَّا سَنُخْبِرُكَ :اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِي اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَاْسُهُ بِالْحَجَرِ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَاْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ اِلٰى قَفَاهُ وَمَنْخِرُهُ اِلٰى قَفَاهُ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْا مِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكِذْبَةَ تَبْلُغُ الْاٰفَاقَ وَاَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِي مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ فَاِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَالزَّوَانِيْ ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي اَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ فَاِنَّهُ اٰكِلُ الرِّبَا ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْآةِ الَّذِي عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا فَاِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ فَاِنَّهُ اِبْرَاهِيْمُ ، وَاَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِي حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَّاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ ، وَفِي رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ" فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ" وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ وَّشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ – وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِي فَاَخْرَجَانِي اِلٰى اَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ" ثُمَّ ذَكَرَهُ وَقَالَ :"فَانْطَلَقْنَا اِلٰى نَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا ، فَاِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا ، وَاِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا ، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ" وَفِيْهَا "حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ" وَلَمْ يَشُكَّ "فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهْرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ وَّبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِي فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ" وَفِيْهَا "فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِي دَارًا لَّمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا ، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ" وَفِيْهَا :"الَّذِي رَاَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ" وَفِيْهَا :"الَّذِي رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ فَيُفْعَلُ بِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ، وَالدَّارُ الْاُوْلَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ ، وَاَنَا جِبْرِيْلُ ، وَهٰذَا مِيْكَآئِيْلُ فَارْفَعْ رَاْسَكَ ، فَرَفَعْتُ رَاْسِي فَاِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابَةِ ، قَالَا :ذَاكَ مَنْزِلُكَ ، قُلْتُ دَعَانِي اَدْخُلْ مَنْزِلِي ، قَالَا :اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَّمْ

تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔
قَوْلُهٗ "يَثْلَغُ رَاْسَهٗ" هُوَ بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ اَىْ يَشْدَخُهٗ وَيَشُقُّهٗ – قَوْلُهٗ "يَتَدَهْدَهُ" : اَىْ يَتَدَحْرَجُ – "وَالْكَلُّوْبُ" بِفَتْحِ الْكَافِ وَضَمِّ اللَّامِ الْمُشَدَّدَةِ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ – قَوْلُهٗ "فَيُشَرْشِرُ" : اَىْ يَقْطَعُ : قَوْلُهٗ – "ضَوْضَوْا" وَهُوَ بِضَادَيْنِ مُعْجَمَتَيْنِ : اَىْ صَاحُوْا قَوْلُهٗ "فَيَفْغَرُ" هُوَ بِالْفَآءِ وَالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ : اَىْ يَفْتَحُ – قَوْلُهٗ "الْمَرْآةِ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ :اَيِ الْمَنْظَرِ۔ قَوْلُهٗ : "يَحُشُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَآءِ وَضَمِّ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ :اَىْ يُوْقِدُهَا "قَوْلُهٗ" رَوْضَةٍ مُّعْتَمَّةٍ" هُوَ بِضَمِّ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْعَيْنِ وَفَتْحِ التَّآءِ وَتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ :اَىْ وَافِيَةِ النَّبَاتِ طَوِيْلَتِهٖ – قَوْلُهٗ "دَوْحَةٌ" هِيَ بِفَتْحِ الدَّالِ وَاِسْكَانِ الْوَاوِ وَبِالْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ : وَهِيَ الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ – قَوْلُهٗ "الْمَحْضُ" هُوَ بِفَتْحِ الْمِيْمِ وَاِسْكَانِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَبِالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ : وَهُوَ اللَّبَنُ قَوْلُهٗ "فَسَمَا بَصَرِىْ" اَىْ ارْتَفَعَ : "وَصُعُدًا" بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ :اَىْ مُرْتَفِعًا ۔ "وَالرَّبَابَةُ" بِفَتْحِ الرَّآءِ وَبِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ مُكَرَّرَةً :وَهِيَ السَّحَابَةُ۔

۱۵۴۷: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرماتے رہتے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس وہ اپنا خواب آپ صلی اللہ علیہ کے سامنے پیش کرتا جس کو مشیت ایزدی شامل حال ہوتی کہ وہ بیان کرے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلو چنانچہ میں ان کے ساتھ چل دیا۔ ہمارا گزر ایک لیٹے ہوئے شخص پر ہوا اور دوسرا آدمی اس پر پتھر لے کر کھڑا تھا اچانک وہ پتھر اس کے سر پر مارتا اور اس کے سر کو کچل دیتا پتھر وہاں سے دور لڑھک جاتا وہ آدمی اس پتھر کے پیچھے جاتا اور اس کو پکڑ لاتا ابھی وہ واپس لوٹتا نہیں تھا کہ اس کا سر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا پھر وہ لوٹ کر اس کے ساتھ وہی کرتا جو پہلی مرتبہ کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ میں نے ان سے دریافت کیا سبحان اللہ! یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے مجھے کہا چلو چلو۔ ہم چل دیئے۔ ہم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کے پاس لوہے کا زنبور لئے کھڑا ہوا تھا وہ اس کے چہرے کے ایک طرف کے کلے کو گدی تک چیر دیتا اور اس کی ناک کو بھی گدی تک اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک (چیرتا) پھر دوسرے پہلو کی طرف جاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی طرز عمل اختیار کرتا جو پہلے کے ساتھ کیا تھا ابھی وہ اس پہلو سے فارغ نہیں ہوتا کہ پہلے وہ درست ہو جاتا پھر دوبارہ اس کے ساتھ وہی عمل اختیار کرتا جو وہ پہلے کر چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھے کہا (آگے) چلیں (آگے) چلیں۔ ہم چل دیئے چنانچہ ہمارا گزر تنور جیسی چیز کے پاس سے

ہوا۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں بہت شور وشغب کی آوازیں تھیں۔ پس ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں جونہی نیچے آگ کی لپٹ ان کو پہنچتی تو اس وقت وہ شور مچاتے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ دونوں نے مجھے کہا (آگے) چلیں (آگے) چلیں)۔ ہم چلتے رہے تو ہمارا گزر ایک نہر کے پاس سے ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ خون کی طرح سرخ نہر اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کئے ہوئے تھے جب وہ تیرنے والا تیر کر اس آدمی کی طرف آتا جس کے پاس پتھر جمع تھے تو اپنا منہ اس کے سامنے کھولتا چنانچہ وہ اس کے سامنے پتھر لقمے کے طور پر ڈالتا پھر یہ جاکر تیرنے لگتا کچھ دیر بعد پھر لوٹ کر آتا جب بھی لوٹتا تو یہ اپنے منہ کو کھولتا تو وہ اس کو پتھر کا لقمہ کھلاتا میں نے ان دونوں کو کہا یہ کون ہیں؟ دونوں نے مجھے کہا (آگے) چلئے (آگے چلئے)۔ ہم چل دیئے ہمارا گزر ایک کریہہ المنظر آدمی کے پاس سے ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا جتنا کسی انتہاء درجہ کے قبیح آدمی کو تم نے دیکھا اس سب سے زیادہ قبیح کے پاس سے ہوا اس کے پاس آگ تھی جس کو وہ بھڑکا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا میں نے کہا یہ کیا ہے؟ دونوں نے مجھ کو کہا (آگے) چلئے (آگے چلئے) ہم چل دیئے۔ پھر ہمارا گزر ایک گھنے باغ سے ہوا جس میں موسم بہار کے ہر قسم کے پھول کھلے ہوئے تھے اور باغ کے درمیان میں ایک طویل قد آدمی تھا کہ اس کی طوالت کے باعث میں اس سر دیکھنے سے بھی قاصر تھا اور اس کے گرد بہت سے بچے تھے ایسے بچے جو میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ اور یہ کون ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا (آگے) چلئے (آگے چلئے)۔ ہم چلتے رہے۔ ہمارا گزر ایک بہت بڑے درخت کے پاس سے ہوا کہ جس سے بڑا اور خوبصورت درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا اس پر چڑھئے ہم اس پر چڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شہر ہے جس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی تھی جب ہم اس کے دروازہ پر پہنچے تو ہم نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا پس ہم اس میں داخل ہوئے تو (وہاں) ہمیں ایسے آدمی ملے کہ جن کا کچھ حصہ بہت خوبصورت تھا کہ اس طرح کا خوبصورت جسم کبھی دیکھا نہیں گیا اور جسم کا ایک حصہ بہت ہی بدصورت تھا کہ اس طرح کا بدصورت جسم کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ میرے دونوں ساتھیوں نے اس کو کہا تم اس نہر میں کود جاؤ۔ سامنے پانی کی نہر (باغ کے) عرض میں چل رہی تھی۔ اس کا پانی گویا خالص سفید دودھ تھا۔ وہ اس کے قریب جا کر اس میں کود پڑے۔ پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کی بدصورتی (ان سے زائل ہو) چکی تھی اور وہ نہایت حسین وجمیل ہو گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے دونوں نے کہا یہ جنت عدن ہے۔ وہ تیرا مکان ہے (اس دوران) میری نگاہ اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادلوں کی مانند ایک محل نظر آیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ وہ تیرے رہنے کی جگہ ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تم کو برکت عطا فرمائے۔ مجھے اجازت دو کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا اس وقت نہیں البتہ آپ اس میں داخل ہوں گے۔ میں نے ان دونوں کو کہا میں نے

آج رات جو عجیب بات ملاحظہ کیں یہ کیا ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہ میں نے کیا دیکھا؟ دونوں نے مجھے کہا سنیں ہم آپ کو اطلاع کرتے ہیں۔ پہلا آدمی جس کے پاس آپؐ اس حال میں آئے کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ وہ آدمی تھا جس نے قرآن کو حاصل کیا پھر اس کو چھوڑ دیا اور فرض نماز (ادا کئے بغیر) سو رہا۔ پھر وہ آدمی کہ جس کے پاس آپؐ اس حالت میں آئے کہ اس کے جبڑوں کو گدی تک اور اس کے نتھنے کو گدی تک اور آنکھ کو گدی تک چیرا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی ہے جو صبح گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے اور اس کا جھوٹ دنیا کے کناروں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ مرد اور عورتیں جو برہنہ حالت میں تنور جیسی عمارت میں تھے وہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں۔ اور وہ آدمی جس کے پاس آپ اس حالت میں آئے کہ وہ نہر میں تیرتا ہے اور اس کو پتھر کے لقمے دیئے جا رہے تھے وہ سود خور ہے پھر وہ کریہہ المنظر شخص جو آپؐ نے آگ کے پاس دیکھا' وہ اس آگ کو بھڑکا رہا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا وہ مالک ہے جو آگ کا نگران ہے اور وہ طویل القامت شخص جو باغ میں تھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور رہے وہ بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ بچے ہیں جو بچپن میں فوت ہوئے اور علامہ برقانی کی روایت میں ہے جو فطرت پر پیدا ہو۔ بعض مسلمانوں نے سوال کیا مشرکین لی اولاد کا کیا حکم ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور مشرکین کے بچے بھی (وہیں ہوں گے) پھر وہ لوگ جن کے جسم کا ایک حصہ بہت خوبصورت اور دوسرا نہایت بدصورت تھا وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے نیک اعمال اور برے اعمال ملا دیئے اور اللہ نے ان سے درگزر فرمایا۔

بخاری ان کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے آج رات دو آدمیوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور وہ مجھے نکال کر مقدس سرزمین کی طرف لے گئے پھر آگے اسی طرح ذکر کیا پس ہم چلتے ہوئے ایک تنور جیسے سوراخ کے پاس پہنچے جس کا اوپر والا حصہ تنگ اور نیچے والا وسیع تھا اور اس کے نیچے آگ بھڑکائی جا رہی تھی جب آگ بلند ہوتی تو وہ (لوگ جو اس کے اندر تھے) بھی اوپر کو اٹھتے یہاں تک کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے۔ اور جب شعلوں کی بھڑک کم ہو جاتی تو اس میں لوٹ جاتے اس میں عورتیں اور مرد برہنہ تھے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ہمارا گزر خون کی ایک نہر کے پاس سے ہوا اور روایت میں شک وشبہ کے الفاظ کی گنجائش نہیں' نہر کے درمیان میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی کھڑا تھا پس وہ آدمی جو نہر کے درمیان میں (کھڑا) جب نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو وہیں لوٹا دیتا جہاں سے وہ آیا تھا۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں نے مجھے درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا کہ جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا اس میں بوڑھے اور جوان مرد تھے اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کو تم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں وہ کذاب ہے جو جھوٹی باتیں کرتا ہے وہ باتیں اس کی قبول کر لی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے کناروں تک پہنچ جاتی ہیں قیامت تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جس کو آپؐ نے دیکھا اس کا سر کچلا جا رہا ہے وہ وہ آدمی ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا وہ رات کو اس سے سو رہا اور دن میں اس پر

عمل نہ کیا قیامت تک اس کے ساتھ ایسا کیا جاتا رہے گا وہ پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے عام مؤمنوں کا ہے اور یہ گھر شہداء کا ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہے تم اپنا سر اٹھاؤ دونوں نے کہا وہ تمہارا مکان ہے میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے مقام میں داخل ہو جاؤں دونوں نے کہا تیری عمر باقی ہے جس کو آپؐ نے پورا نہیں کیا۔ جب آپؐ پورا کریں گے تو آپؐ اپنے مکان میں تشریف لائیں گے"۔ (بخاری)

یَثْلَغُ رَاْسَهٗ: ثاء مثلثہ غین معجمہ کے ساتھ' اس کو چیر رہا تھا۔

یَتَدَهْدَهُ: لڑھکنا۔

کُلُّوْبٌ: کاف کے فتح اور لام مشددہ کے پیش کے ساتھ مشہور چیز ہے جس کو آنکڑا یا جمہور کہتے ہیں۔

فَیُشَرْشِرُ: کاٹا جاتا ہے' اس کے ٹکڑے کر رہا ہے۔

ضَوْضَوْا: دونوں ضاد معجمہ کے ساتھ مراد' شور مچایا۔

فَیَفْغَرُ: فاء اور غین معجمہ کے ساتھ' اس کا منہ کھولتا ہے۔

الْمَرْآةُ: میم کے فتح کے ساتھ منظر یا نظارہ۔

یَحُشُّهَا: یاء کے فتح اور حاء مہملہ کے ضمہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ مراد وہ آگ جلا رہا ہے۔ بھڑکا رہا ہے۔ رَوْضَةٍ مُّعْتَمَةٍ: کا میم کے پیش عین کے سکون تاء کے فتح اور میم کی شد کے ساتھ جس کی انگوری طویل اور وافر ہو۔ کافی نباتات والا۔ دَوْحَةً: دال کے فتح واؤ کے سکون اور حاء مہملہ کے ساتھ بہت بڑے درخت کو کہتے ہیں۔ الْمَحْضُ: میم کے فتح اور حاء مہملہ کے سکون اور ضاد معجمہ کے ساتھ دودھ کو کہتے ہیں۔ فَسَمَا بَصَرِیْ: میری نظر بلند ہوئی یا میری نگاہ اوپر اٹھی۔ صُعُدًا: صاد اور عین کے ضمہ کے ساتھ بلند کے معنی میں ہے' بلندی والا یا بلند ہونے والے۔ رَبَابَةُ: راء کے فتح اور باء موحدہ مکررہ کے ساتھ' بادل۔

تشریح ۞ **کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مما یکثر ان یقول۔**

النحو: ان یقول مبتداء اور مما یکثر خبر مقدم جملہ اسمیہ خبر کان ہے۔ ضمیر رابطہ منه محذوف ہے۔ طیبی کا قول: مما یکثر۔ کان کی خبر ہے۔ اور ما موصولہ اس کا صلہ یکثر ہے ضمیر عائد الی ما۔ یقول کا فاعل ہے۔ اور ان یقول یہ مما یکثر کا فاعل ہے جو کہ کان کی خبر ہے۔ اور ھل رای۔ یہ مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان میں سے ہیں جن کے ہاں کثرت سے یہ بات پیش آئی۔ ما کے ساتھ من تفخیم اور تعظیم کیلئے ہے۔ یہ بیان کے لحاظ سے ہے۔ البتہ نحوی لحاظ سے ھل رای۔ یہ مبتداء اور قول کی تاویل سے خبر مقدم۔ اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا۔ من رؤیا۔ یہ استغراق کیلئے ہے۔ اور ہر قسم کے خواب کو شامل ہے۔ من شاء اللّٰہ ان یقص۔ آپ کو وہ شخص خواب بیان کرتا جس کا بیان کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ ذات غداۃ۔ ایک دن کی صبح۔ ذات کے لفظ کا اضافہ "الشیئ الی نفسه"۔ انطلقت معهما میں ان کے ساتھ گیا۔ وانا اس کا عطف ان اور اس کے معمول پر ہے۔ اذا آخرُ قائم علیه۔ یہ مبتداء اور خبر ہیں۔ اذا ھو یھوی بالصخرۃ لرأسه۔ ھو سے وہ رجل مراد ہے۔ یہ مبتداء ہے باقی خبر ہے۔ فیثلغ۔ وہ پتھر یا وہ عذاب دینے والا آدمی۔ رأسه۔ اس سے سزایاب کا سر مراد ہے۔ فلا یرجع الیه۔ وہ پتھر اس آدمی تک نہیں لوٹتا یعنی پہلے آدمی پتھر تک پہنچتا ہے۔ کما کان۔ جیسے کچلے جانے سے

پہلے تھا۔ اَلنَّحْوَ : تذکیر لفظ کے لحاظ سے ہے۔ ثم یعود علیه۔ پھر کھڑا آدمی لیٹنے والے پر لوٹتا ہے۔ ما فعل۔ ای فعله یا اندی فعله۔ فعل بہ والا نسخہ دوسری تاویل کی تصدیق کرتا ہے۔ من الاولی۔ تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ ابوعوانہ نے ''المرۃ الاولی'' نقل کیا ہے۔ ابن العربی کہتے ہیں۔ اس کے سر کو سزا کیلئے اس لئے مقرر کیا گیا کیونکہ وہ نیند کی جگہ ہے۔ اور یہ شخص نماز سے سو گیا۔ سبحان اللّٰہ۔ یہ کلمہ تنزیہ ہے جو تعجب کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے۔ ما ھذا۔ اس کا کیا حال ہے۔ انطلق۔ حالت کی وضاحت نہ پوچھیں بلکہ عجائبات کے نظارہ کیلئے چلتے رہیں۔ لقفاء۔ ای علی قفاء۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس آیت میں ''یخرّون للاذقا'' اسراء۔۱۰۷۔ آخر قائم علیه۔ یہ متداء خبر ہیں۔ ھو سے وہ کھڑا ہونے والا مراد ہے۔ وجهه، ہ۔ مراد وہ لیٹا ہوا۔ فیشر شر شدقه۔ اس کی جمع شدوق جمع اشداق۔ منہ کی ایک جانب۔ یتحول۔ اس کا مفعول نحو الکلوب محذوف ہے۔ الی الجانب الآخر۔ چہرے کی دوسری جانب۔ بالجانب الاول۔ جبڑے یا آنکھ کی دوسری جانب اور پہلے نتھنے والی جانب۔ دوسری جانب سے کفایت کرنے والی ہے۔ یا جبڑے اور آنکھ سے دوسری جانب۔ ظاہری الفاظ سے پہلی تاویل کی تائید ہے۔ فما یفرغ من ذلك الجانب۔ جسامت کے بڑے ہونے سے اس میں وقت لگے گا اسی لئے اشارہ بعید استعمال کیا۔ ذلك الجانب۔ جس سے پہل کی تھی۔ چیرنے سے پہلے جس طرح تھا۔ ثم یعود علیه۔ پھر کھڑا آدمی درست جانب کی طرف آجاتا ہے۔ فیفعل مثل ما فعل۔ ابن عربی کہتے ہیں جھوٹے کے دونوں جبڑوں کو چیرا جائے گا۔ یہاں سزا کو معصیت کی جگہ ذکر کیا۔ آخرت کی سزا اسی طرح ہوگی، دنیا کے برخلاف۔ ما ھذان۔ یہ ایسا ہوا اور اس کو سزا دینے والا کون ہے؟ التنور۔ یہ تمام لغات میں اس طرح مستعمل ہے (کذٰ شی) بعض نے معرب بعض نے عربی لفظ قرار دیا۔ اکثر زمین میں گڑھے کی صورت میں ہوتا ہے۔ (التوشیح سیوطی)۔ فاحسب۔ یہ گمان کے معنی میں ہے۔ لغط۔ ایسی کلام جس میں شور وغل ہو اور واضح نہ ہوتی ہو۔ عُراۃ۔ جمع عار جیسا غزاۃ جمع غاز۔ ضو ضوا۔ مختلف آوازیں بلند کرتے۔ حسبت انه کان یقول۔ اگر یہ صحابی کا کلام ہے تو ضمیر جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے گی۔ اور اگر بعد والوں کلام ہے تو جس استاذ سے بیان کیا اس کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔ احمر۔ یہ نہر کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرد ہے شط۔ جانب کفار کو کہا جاتا ہے۔ حجارۃ کثیرہ۔ حجارہ میں تنوین سے تقلیل کا احتمال ختم کرنے کیلئے کثیرہ کی صفت لائی گئی ہے۔

بما ھذان۔ یہ تیرنے والا اور جس کو پتھروں کے لقمے دیئے جارہے ہیں۔ مرای۔ یہ رأیٍ سے اسم فائل راءٍ ہے۔ رجلاً۔ اس کا مفعول اور مرأی تمیز ہے۔ ظَھْرَی۔ یہ ظھر کا تثنیہ ہے۔ اس کا معنی درمیان ہے۔ طولا فی السماء۔ یہ تمیز بمع متعلق ہے۔ واذا حول الرجل من اکثر ولدان ما رایتھم قط۔ طیبی کا قول: اصل کلام یہ ہے ''اذا حول الرجل ولدان۔ ما رایت ولدانا قط اکثر منھم''۔ اس کی نظیر بعد والے کلام میں موجود ہے۔ ''لم ار روضة قط اظم منھا''۔ ابن مالک کہتے ہیں۔ قط مثبت ومنفی دونوں میں آتا ہے۔ علامہ عینی کی توجیہ بہت خوبصورت ہے۔ کرمانی کہتے ہیں اس میں نفی جائز ہے مطلب اس طرح ہے ''ما رایتھم اکثر من ذلك'' میں نے اس سے زیادہ نہیں دیکھے۔ ممکن اداۃ نفی مقدر ہو۔

ابن حجر کا قول: فاتینا الی دوحة۔ بخاری روضه عظیمه لم اروضه قط۔ قالالی ارق، کے الفاظ لائے ہیں۔ احمد، نسائی، ابوعوانہ، اسماعیلی نے بھی اسی طرح کیا۔ پس بخاری میں لفظ روضه ہے۔ بلبن۔ اسم جنس جمع ہے۔ اس کا واحد

لبنة ہے۔لبن اصل کچی اینٹ۔ کا حسن ما۔ یہ الذی کے معنی میں ہے۔شطر۔نصف کیلئے بھی آتا ہے۔شطر مبتداءاور کاحسن خبر ہے۔اور جملہ رجال کی صفت ہے اسی طرح یہ جملہ بھی ۔ اس میں احتمال یہ ہے (۱) کہ ان میں نصف مکمل خوبصورت اور نصف مکمل قبیح ہوں۔(۲) کہ ہر ایک کا نصف خوبصورت نصف بدصورت ہو۔ یہ دوسرا احتمال راجح معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ ان کی تعبیر میں ''خلطو اعملاً صالحًا و آخر سیئا ''وارد ہے۔فقعوا فی ذلك النهر۔اس نہر میں داخل ہو جاؤ تا کہ یہ قبیح حالت ڈھل جائے۔نهر معترض۔عرض میں جاری تھی۔المحض۔خالص دودھ،تشبیہ کی جانب فی البیاضی کہہ کر واضح کی۔طیبی کا قول:ممکن ہے کہ اس پانی سے مراد عفو الٰہی اور توبہ ہو جیسا حدیث میں وارد ہے۔''اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد''۔ذلك السوء عنهم۔وہ قبیح جانب خوبصورت جانب کی طرح ہوگئی۔فصاروا۔قدکا مدخول جملہ حالیہ ہےاور فاوالا جملہ رجعوا کا معطوف ہے۔عدن۔یہ عدن بالمکان سے لیا گیا ہے اس کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔صُعُدا۔دونوں ضموں کے ساتھ ہے بہت بلند ہونا۔الرُبابه۔بادل۔دوسری روایت میں ہے''فرفعت رأسی فاذا هو فی السحاب''۔عجب۔تعجب انگیز امور۔فما هذا الذی رأیت۔حقیقت اور اس کے صحیح اوصاف کو دریافت کیا۔اتیت علیه۔جس کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ اس کا سر کچلا جارہا تھا۔یاخذ القرآن۔حفظ کیا۔ابن ھبیر ہ کا قول:حفظ کے بعد قرآن مجید سے منہ موڑنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس عمل سے اس نے ظاہر کیا کہ اس میں اس نے ایسی چیز پائی ہے۔جو چھوڑنے کو لازم کرتی ہے۔جب اس نے اعلیٰ ترین چیز کو چھوڑا تو اس کے اعلیٰ ترین عضو سر کو سزا دی گئی۔فانه الرجل۔اس کا تذکرہ غالب کے لحاظ سے کیا ہے۔یہ معنی نہیں کہ عورت اس میں داخل نہیں۔

تبلغ الافاق۔جمع افق۔(۱) جانب (۲) آسمان کی جو جانب ظاہر ہو۔(۳) ہواؤں کے اطراف اربعہ۔فهم الزناة والزوانی۔زانی مرد و عورتیں۔ننگے پن سے مناسبت یہ ہے کہ وہ رسوائی کے حقدار ہیں ان کو خلوت میں پردہ سے رہنا چاہئے تھا انہوں نے پردے کی توہین کی اور ان کو نیچے سے عذاب دینے میں حکمت یہ ہے کہ ان کا سفلی اعضاء سے متعلق تھا۔یُلقم الحجارة۔ابن ھبیر ہ کہتے ہیں سود خور کو سرخ نہر میں تیرنے اور پتھر نگلنے کی سزا اس لئے ملی۔کیونکہ اصل سود تو سونے میں میں چلتا ہے اور وہ سرخ ہے۔اور پتھر نگلنے سے جیسے کوئی فائدہ نہیں اسی طرح سود سے رقم بڑھنے کا تصور ہی ہے حقیقت اللہ تعالیٰ اس کی برکات کو مٹانے والے ہیں۔خازن النار۔وہ کریہ المنظر ہے تا کہ اہل نار کو خوب سزا ملے۔فانه ابراهیم۔ان کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ وہ ابوالمسلمین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مِلَّةَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرٰهِیۡمَ﴾ [الحج: ۷۸] اور فرمایا:﴿اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰهِیۡمَ لَلَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ﴾ [آل عمران : ٦٨] ''واولاد المشركین۔یہ عطف تلقینی ہے۔جیسا عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں ''الا الاذخر''۔واولاد المشركین۔ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے۔کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو آخرت کے معاملے میں اولاد مسلمین کے حکم میں شامل فرمایا۔یہ اس روایت کے خلاف نہیں۔جس میں فرمایا''هم من اباء هم'' کیونکہ اس میں دنیا کا حکم ہے۔كانوا شطر منهم حسن۔

اَلنَّحْوُ : حافظ نے کان کو تامہ بنایا اور جملے کو حالیہ بنایا ہے۔۲)شطر متداء،حسن خبر رابطہ ضمیر مجرور۔خلطو اعملاً صالحا و آخر سیئا۔جامع البیان میں اس واؤ کو با کے معنی میں بتلایا گیا''۔مگر بہتر واؤ کا اصل معنی میں رکھنا ہے۔''ای کل واحد مخلوط''بالآخر جیسے کہتے ہیں''خلطت الماء واللبن ''یعنی ہر ایک دوسرے سے ملایا۔تجاوز الله عنهم:

ان کو بخش دیا۔

فرق روایت: بخاری نے خبائز میں اس طرح ذکر کیا''رأیت اللیلہ رجلین ''۔فانطلقنا لی نقب۔یہ نقبت الحائط انقبۃ (ن) سوراخ)۔تحتہ نارا۔ابن مالک کہتے ہیں کہ تحتہ ظرف منصوب ہے اور نارًا کا نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔اور یتوقد کا فاعل ضمیر ہے جو نقب کی طرف راجع ہے۔اصل اس طرح یتوقد نارہ تحتہ۔(المصابیح لامامینی)

ارتفعوا۔آگ کی بھڑک ان کو اوپر لے جاتی ہے۔حتی کادوا ان یخرجوا:کاد کی خبر پر اَن داخل بھی، یہ جائز ہے جیسا عمر رضی اللہ کا قول''ماکدت ان اصلی العصر۔''عموماً نہیں آتا جیسا اس آیت میں: ''وما کادوا یفعلون ...... ﴿یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیئُ﴾ [النور: ۳۵]:اذا خمدت۔لپٹ کا پرسکون ہونا جبکہ کوئلے کی سرخی اپنے حال پر ہو۔وسط النھر۔یہ سین کے سکون وفتحہ دونوں سے درست ہے۔

رمی الرجل حجرًا۔جو نکلنے کا ارادہ کر رہا ہے۔اس سے نکلنے میں اس کی ناکامی کا تذکرہ ہے۔جیسا اس روایت میں ''وللعاھر الحجر'' فی افیہ سے نہر والا آدمی مراد ہے۔فجعل کلّما جاء۔دمامینی کہتے ہیں۔جعل کی خبر کلما سے شروع ہو رہی ہے اور بعد میں ماضی آرہا ہے۔حالانکہ مضارع آنی چاہیے اور اصل اس کی خبر کان کی طرح آنی چاہیے۔باقی کبھی شاذ قول پر آجاتی ہے۔

فکذاب: فالائی گئی تا کہ الذی کا معنی دیگر عموم پر دلالت کرے۔کیونکہ مراد متعین نہیں۔(ابن مالک)۔یحدث۔برماوی کہتے ہیں اس کا معنی جھوٹ پھیلانا ہے۔فتحمل بہ۔مجھول ہے۔زرکشی نے مشدد قرار دیا ہے۔اس کا نائب فاعل مستتر ہے۔الذی رایتہٗ یشدخ فی رأسہ فرجل: الذی کے بعد اگر فا ہو تو وہ عام ہی رہتا ہے اور کبھی خاص ہوتا ہے اور اس کا صلہ ماضی آتی ہے۔جیسا ارشاد الٰہی: ﴿وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللّٰہ﴾ اس طرح یہ روایت''فنام عنہ باللیل''یعنی رات کو قیام نہ کرکیا۔او یعمل فیہ بالنھار۔اہمال سے کنایہ ہے۔اور اس کی حدود سے بے رخی کا بیان ہے۔ھذہ الدار۔یہ بلند درجہ والے مقامات سے ہے۔فرفعت رأسي۔تا کہ جس کو سر اٹھانے کا حکم ملا اس کا نتیجہ دیکھیں۔

یتدحدح۔اوپر سے نیچے کو دھکیلنا۔الکلوب و کلاب۔ان کی جمع کلالیب لکڑی اور لوہے کا کانٹا۔روضہ معتمہ۔یہ اعتم النسبت سے ہے یعنی مکمل ہوئی۔تخلۃ عتمۃ یعنی لمبی کھجور۔داوودی وہ باغ جس کو سبزہ ڈھانپ لے۔یہ عتمہ سے ہے یعنی سخت اندھیرا۔سبزے کی تعریف بیان فرمائی جیسے:''مدھامتان''میں ہے' بہت گھاس والا باغ۔(خلیل)

تخریج: أخرجه أحمد (۷/۲۰۱۱۵) والبخاری (۸٤٥) والترمذی (۲۲۹۵) وابن حبان (٦٥٥) والطبرانی (٦٩٨٤) والبیهقی (۲/۱۸۷) وأخرجه مسلم (۲۲۷٥)

الفرائد: اس میں فرض نماز سے سونے والے اور حافظ قرآن جو تلاوت سے غفلت برتے کیلئے بڑی تنبیہ ہے۔تسبیح کیلئے مستحب وقت نماز فجر کے بعد کا ہے۔کیونکہ اس میں دل ودماغ حاضر ہوتے ہیں۔امام وعظ ونصیحت کے وقت لوگوں کی طرف رخ کرے گا۔یہ تعظیم قبلہ کے خلاف نہیں۔اس روایت میں زانی کی سزا فعل زنا کے مناسب ہے کہ زنا بھی خلوت چاہتا ہے۔اور آگ والا تنور بھی اسی طرح ہے۔ان سزاؤں کے بیان میں حکمت یہ ہے کہ ان میں قولی وفعلی دو قسم کے گناہ شامل ہیں۔تمام

گویا اسی سبب آ گئے۔ اہل ثواب کے چار درجات ہیں: ۱) درجات انبیاء علیہم السلام ۔۲) امت کے شہداء ۔۳) جوان کے قریب پہنچنے والے ۔۴) جو بلوغ سے کم ہیں۔ (کذا عن ابن حجر)

۲۶۱ : بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْكِذْبِ

باب: کذب کی قسم جو جائز ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْكِذْبَ وَاِنْ كَانَ اَصْلُهُ مُحَرَّمًا، فَيَجُوْزُ فِيْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِيْ كِتَابِ: "الْاَذْكَارِ" وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: اَنَّ الْكَلَامَ وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَّحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهُ بِغَيْرِ الْكِذْبِ يَحْرُمُ الْكِذْبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهُ اِلَّا بِالْكِذْبِ جَازَ الْكِذْبُ ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحًا كَانَ الْكِذْبُ مُبَاحًا، وَاِنْ كَانَ وَاجِبًا كَانَ الْكِذْبُ وَاجِبًا: فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِّنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ اَوْ اَخْذَ مَالِهِ وَاَخْفٰى مَالَهُ وَسُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ وَجَبَ الْكِذْبُ بِاِخْفَائِهِ – وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا وَجَبَ الْكِذْبُ بِاِخْفَائِهَا – وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ اَنْ يُّوَرِّيَ– وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ اَنْ يَّقْصِدَ بِعِبَارَتِهِ مَقْصُوْدًا صَحِيْحًا لَيْسَ هُوَ كَاذِبًا بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ، وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَاَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكِذْبِ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ – وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَآءُ بِجَوَازِ الْكِذْبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ۔

اچھی طرح جان لو کہ اگر چہ جھوٹ اصل کے لحاظ سے حرام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔ جن کو وضاحت کے ساتھ میں نے کتاب الاذکار میں ذکر دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کلام حصولِ مقاصد کا ذریعہ ہے۔ پس ہر وہ مقصد جو اچھا ہو اور اسے بغیر جھوٹ حاصل کرنا ممکن ہو تو اس کے لئے جھوٹ کا استعمال حرام ہے اور اگر جھوٹ کے بغیر اس کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ مباح ہے تو جھوٹ بولنا مباح ہوگا۔ (۲) اگر وہ واجب ہے تو جھوٹ بولنا واجب ہے مثلاً کوئی مسلمان ایسے ظالم سے چھپ جائے جو اس کو جان سے مارنا یا اس کا مال چھیننا چاہتا ہو یا چھپانا چاہتا ہے۔ اب کسی شخص سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس کے معاملے کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی امانت ہو اور کوئی ظالم اس کو لینا چاہتا ہو تو اس امانت کو چھپانا واجب ہے۔ اس قسم کے تمام معاملات میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ توریہ اختیار کیا جائے توریہ کا مطلب یہ ہے کہ ذو معنی کلام کیا جائے۔ جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو اور ایک باطنی۔ اپنی کلام سے صحیح مقصد کی

نیت کرے۔ تا کہ وہ اس کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا نہ ہو۔ اگر ظاہراً اس چیز کی طرف نسبت کرنے میں جس کو مخاطب سمجھ رہا ہو' وہ جھوٹا ہو اور اگر توریہ کی بجائے وہ صاف جھوٹ بولے تب بھی اس حالت میں جھوٹ بولنا حرام نہ ہوگا۔ اس قسم کے حالات میں جب جھوٹ بولنے کے جواز پر بحث ہوئی' علماء نے ام کلثومؓ کی روایت سے استدلال کیا:

تشریح ۞ اصله محرما۔ جبکہ جان بوجھ کر ہو۔ فیجوز۔ یعنی ممنوع نہیں۔ في بعض الاحوال۔ کبھی واجب اور کبھی مستحب اور بعض صورتوں میں مباح ہوتا ہے۔ بشروط۔ جمع شرط۔ لغت میں علامت کو کہتے ہیں مگر شرعاً جس کے نہ ہونے سے اس چیز کا وجود نہ ہو مگر اس کے وجود سے دوسری چیز کا عدم و وجود ذات کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ مختصر ذلك۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کلام مقاصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے لطیف الفاظ وضع کیے جاتے ہیں۔ تا کہ انسان مقصود تک پہنچ جائے۔ یہ مقصود شرعاً قابل تعریف ہے۔ اور اس کا حصول بلا ارتکاب کذب حرام حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مقصود اس کے بغیر حاصل ہو رہا ہے۔ پس اس کے بولنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایسی صورت میں جھوٹ کا استعمال حرام ہے۔ چونکہ اس کا کوئی داعیہ نہیں۔ وان لم یمکن۔ اگر اس مقصد کا حصول بغیر اس کے ممکن نہ ہو تو پھر ممنوع نہیں۔ جاز۔ کا معنی اباحت نہیں بلکہ عدم ممانعت ہے۔ پھر اگر مقصود کی تحصیل مباح ہو تو یہ کذب مباح ہے۔ کیونکہ وہ مباح کا ذریعہ ہے اور وسائل کا حکم بعض اوقات مقاصد کا بن جاتا ہے۔ وان کان واجبا۔ اگر کوئی شخص ظلماً کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں واجب ہے۔ و کذا لو کان عنده۔ امانت کی حفاظت کیلئے لازم کذب لازم ہے۔ کیونکہ اس پر ضرر شدید کے مرتب ہونے کا امکان ہے۔ والاحوط۔ مگر اس میں بھی توریہ بہتر ہے۔ کہ ذو معنی الفاظ استعمال کرے۔ قریب معنیٰ کو چھوڑ کر بعید مراد لے۔ اور توریہ کا مطلب یہ ہے جب ان الفاظ سے مقصد درست ہوگا تو وہ کاذب شمار نہ ہوگا۔ اگرچہ مخاطب کی سمجھ کے لحاظ سے وہ کاذب ہے۔ کیونکہ اس کے ذہن میں قریبی معنی ہے۔ مثلاً ''ما رایته'' کا معنی ما ضربت رئتهٔ۔ ماله عندی مال دانقًا۔ وغیرہ۔ جو کہ سوال کی جنس سے نہ ہو۔ اور اگر بالفرض اس نے توریہ کی بجائے صریح کذب کو اختیار کیا۔ تو اس صورت میں پھر حرام نہیں کیونکہ مصلحت کی وجہ سے گناہ بخش دیا گیا کیونکہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہے۔ واستدل العلماء الجواز الکذب۔ ایسے حالات میں علماء نے روایت ام کلثوم سے استدلال کیا۔ یہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہیں۔ یہ ولید بن عقبہ کی بہن ہیں۔ اور والدہ کی طرف سے یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ جو باب الاصلاح بین الناس میں گزری۔ روایت یہ ہے ''لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرًا او یقول خرًا'' (بخاری و مسلم) کذاب سے مراد جو شرعی طور پر قابل مذمت ہو۔ ینمی۔ خیر و بھلائی کو پالے۔ او۔ یہ شک راوی کیلئے ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ کہ حرب، اصلاح، اپنی بیوی سے بات چیت میں جھوٹ نہیں۔

۱۵۴۸: وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ''لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا اَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ:

"قَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ وَّلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ : تَعْنِي الْحَرْبَ ، وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا۔

۱۵۴۸: ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ آدمی جھوٹا نہیں جو دو آدمیوں میں صلح کرائے وہ خیر کو پہنچاتا ہے اور خیر کہتا ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ ام کلثوم کہتی ہیں میں نے نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں اتنی رخصت دیتے ہوں جتنی تین چیزوں میں دیتے تھے: (۱) لڑائی۔ (۲) لوگوں میں صلح۔ (۳) آدمی اپنی بیوی سے بات چیت کرے یا بیوی مرد سے۔

۲۶۲ :بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيْمَا يَقُوْلُهٗ وَيَحْكِيْهِ!

بَاب: قول وحکایت میں بات پر پختگی کی ترغیب

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ [ق:۱۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا علم نہ ہو''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے اس پر ایک نگہبان تیار ہے۔'' (ق)

تشریح ان کی تفسیر پہلے گزری۔

الروایات

۱۵۴۹ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۴۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ وہ سنے وہ (آگے) بیان کردے''۔ (مسلم)

تشریح بالمرء۔ یہ مفعول ہے اور اس پر باتاکید کیلئے داخل کی ہے۔ کذبًا۔

النَّحو: یہ تمیز یا دوسرا مفعول ہے۔ ان یحدّث۔ یہ کفی کا فاعل ہے یہ تحدیث مصدر کے معنی میں ہے۔ بکل ما سمع۔ یہ جھوٹ کیلئے کافی ہے کہ اس نے بہت بول لیا۔

نووی کا قول: اس روایت میں ہر سنی سنائی بات کو نقل کرنے پر توبیخ ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹ و سچ دونوں قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اگر

ہر سنی سنائی کو کہہ دیا تو اس نے جھوٹ بولا۔ اس لئے کہ اس نے ایسی خبر دی جس کا وجود ہی نہ تھا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جھوٹ کسی چیز سے متعلق ایسی خبر دینا جس پر وہ نہ ہو۔ اس عمد کی شرط نہیں البتہ گناہ کیلئے عمد کی شرط ہے۔ حاکم نے بالمرء کے بعد من الکذب کے الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔

تخریج: أخرجه مسلم (٥) وأبو داود (٤٩٩٢) وابن حبان (٣٠) وابن أبي شيبة (٥٩٥/٨) والحاكم (١/٣٨١)

الفرائد: ہر سنی سنائی بات بیان نہ کر دینی چاہیے بسا اوقات یہ کذاب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

١٥٥٠ : وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ حَدَّثَ عَنِّىْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكٰذِبِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٥٥٠: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے کوئی بات بیان کی اور اس کا خیال یہ ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یری۔ یہ ظن کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا فتحہ کے ساتھ یعلم کے معنی میں ہے۔ الکاذبین۔ مشہور جمع کے ساتھ ہیں۔

طیبی کہتے ہیں: یہ اس محاورے کے مطابق ہے۔ ''القلم أحد اللسانين والخال احد الأبوين''۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢٠١٨٣/٧) ومسلم (١) وابن ماجه (٣٩) وابن حبان (٢٩) والطيالسى (٣٨/١) الاثار (١٧٥/١)

الفرائد: پیغمبر ﷺ کی طرف کذب منسوب کرنے والا جہنم کا حقدار ہے۔

١٥٥١ : وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِىْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَىَّ جُنَاحٌ اَنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِىْ غَيْرَ الَّذِىْ يُعْطِيْنِىْ؟ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ : "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَىْ زُوْرٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلْمُتَشَبِّعُ" هُوَ الَّذِىْ يُظْهِرُ الشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانٍ ، وَمَعْنَاهُ هُنَا اَنْ يُّظْهِرَ اَنَّهٗ حَصَلَ لَهٗ فَضِيْلَةٌ وَّلَيْسَتْ حَاصِلَةً - "وَلَابِسُ ثَوْبَىْ زُوْرٍ" اَىْ ذِىْ زُوْرٍ ، وَهُوَ الَّذِىْ يُزَوِّرُ عَلَى النَّاسِ : بِاَنْ يَتَزَ يَّابِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِ وَالْعِلْمِ اَوِ الثَّرْوَةِ لِيَغْتَرَّ بِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَ بِتِلْكَ الصِّفَةِ - وَقِيْلَ غَيْرَ ذٰلِكَ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

١٥٥١: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری ایک سوکن ہے۔ کیا مجھے اس بات سے گناہ ہوگا کہ میں اس کے سامنے ظاہر کروں کہ مجھے خاوند کی طرف سے وہ کچھ ملتا ہے جو واقعتاً مجھے نہیں ملتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ موٹ سیرابی ظاہر کرنے والا جھوٹ کے دو

کپڑے پہننے والے کی طرح ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اَلْمُتَشَبِّعُ: جو سیرابی ظاہر کرے حالانکہ سیر نہ ہو۔ یہاں اس کا معنی یہ ہے وہ ظاہر یہ کرے کہ اس کو فضیلت حاصل ہے حالانکہ اس کو حاصل نہیں۔ لَابِسُ ثَوْبِیْ زُوْرٍ جھوٹ والے کپڑے پہننے والا وہ وہی شخص ہے جو لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ ظاہر کرے کہ وہ زاہدوں میں سے ہے یا اہل علم میں سے یا اہل مال میں سے ہے تا کہ لوگ اسکے بارے میں دھوکے میں مبتلا ہو جائیں حالانکہ اس میں ان میں سے کوئی خوبی بھی نہ ہو۔ بعض نے اس کا معنی اور بھی بیان کیا ہے۔

تشریح ۞ اسماء رضی اللہ عنہا' ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ضرۃ۔ سوتن۔ اس کی جمع ضرات اور ضرائر گویا جمع ضریرۃ جیسے کریمۃ و کرائم۔ (المصباح) ان تشبعت۔ خاوند کی طرف وہ چیز منسوب کرے جو اس نے نہ دی ہو۔ جیسا سوتنیں کرتی ہیں۔ اس کا مقصد خاوند کو دوسری سے بدظن کرنا ہوتا ہے۔ المتشبع۔ اسی سے ہے۔ اس آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو پیٹ بھرا ظاہر کرے حالانکہ بھوکا ہو۔ اسی طرح علم و مرتبہ اور عظمت کو ظاہر کرے جو اس میں نہ ہو۔ لابس ثوب زور۔ جو لوگوں کی اور ہیئت سے ملاقات کرے۔ اھل الزھد۔ کھر درا لباس اور اہل دنیا پر بڑائی کا اظہار۔ اھل العلم۔ ان کا معروف لباس پہنے۔ اھل الثروۃ۔ بہت مالدار لوگ۔ لیغتر بہ الناس۔ اس سے لوگ تبرک حاصل کریں اور اہل علم کی طرح اس کو وظائف دیں۔ اور اپنے اموال پر اس کو امین بنائیں۔ ولیس ھو بتلک الصفۃ۔

اَلنَّحْوُ: یہ یتز یا کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ ابن حجر کا قول: الثوب سے اس کی ذات مراد ہے۔ کیونکہ عرب کہتے ہیں نقی الثوب۔ جبکہ وہ میل کچیل سے پاک ہو۔ دنس الثوب: بولتے ہیں جبکہ کوئی آدمی مقروض ہو۔ (فتح الباری)

خطابی کا قول: کپڑا اصل میں مثال ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا میل سے صاف آدمی کو طاھر الثوب کہتے ہیں۔ اس سے مراد نفس انسان ہے۔ بعض نے کہا کہ شاہد زور کبھی ثوبین سے استعارہ کیا جاتا ہے جن سے تجمل حاصل کرتا ہے۔ تا کہ دوسروں کو معلوم ہو کہ وہ مقبول الشھادہ ہے۔ یہ خطابی نے نعیم بن حماد سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنے خاندان میں ہوتا ہے۔ اس کا عرب و ہیبت ہوتی ہے۔ وہ کپڑے پہنتا اور ضرورت کے وقت متوجہ ہوتا ہے اور جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ اس کی گواہی کو ظاہری ہیئت اور اچھے کپڑے کی وجہ سے قبول و نافذ کر دی جاتی ہے۔ یعنی دونوں کپڑوں سے شہادت تو ثوب الزور کہہ دیا۔ بعض نے کہا کلابس خوبی زور۔ جیسے جھوٹ کے کپڑے پہننے والا ہو۔

حکمت: تثنیہ لانے میں حکمت یہ ہے کہ ایک تو اپنے پر جھوٹ بولا جو اس کو حاصل نہیں اور دوسرے پر جھوٹ بولا جو اس نے نہیں دیا۔ یہ جھوٹا گواہ ہے جو اپنی ذات پر ظلم کرتا اور جس پر گواہی دی گئی اس پر ظلم کرتا ہے۔

داودی کا قول: تثنیہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے دو مرتبہ جھوٹ بولا درحقیقت جھوٹ سے بچانے میں مبالغہ کیا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ لوگ ایک آستین کے اندر آستین بناتے تا کہ دو کپڑے معلوم ہوں۔ مگر پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب امانت یا عاریت کے کپڑے پہنے تا کہ لوگوں کو گمان ہو کہ یہ اسی کے کپڑے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قسموں کا لباس وقتی ہوتا ہے ہمیشہ نہیں رہتا۔ پس وہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے رسوا ہوگا اور عورت کا ایسی بات کہنا جس سے اس

کے خاوند اور سوتن کے درمیان بغض پیدا ہو۔ پس یہ سحر کی طرح ہے جو مرد و عورت کے درمیان تفریق کیلئے استعمال ہوتا ہے یہاں یہی مراد لیا گیا ہے۔

زمخشری کا قول: المتشبع۔ پیٹ بھرا ظاہر کرنے والا ہے حالانکہ وہ نہیں یہ استعارہ ہے ایسے شخص سے جو ایسے شخص سے جو ایسی فضیلت ظاہر کرے جو اس کو حاصل نہ ہو اور جھوٹ کے کپڑے پہننے سے تشبیہ دی۔ یعنی جھوٹ والا وہ شخص ہے جو اہل اصلاح کے کپڑے ریاکاری کے طور پر پہنے۔ اور کپڑوں کی نسبت اپنی طرف کرے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں دو کپڑوں کی طرح ہیں۔ اور تثنیہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ آدمی جو ایسی زینت کرے جو اس میں نہ ہو وہ اسی طرح ہے جیسا وہ شخص جس نے دو جھوٹ کے کپڑے پہن لیے۔ اس سے اشارہ کیا کہ وہ سر سے پاؤں تک جھوٹ میں ملوث ہے۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ تثنیہ کا مقصد یہ ہو کہ تشبع سے دو مذموم حالتیں حاصل ہوئیں: (۱) سیر نہ ہونا (۲) جھوٹ کا اظہار۔ (الفائق لزمخشری)

ابن حجر کہتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے۔ پیٹ بھرا ظاہر کرنے والا وہ شخص ہے جو کہتا ہے۔ مجھے یہ چیز ملی حالانکہ اس کو ملی نہیں۔ یہ یا تو اس لئے کہ وہ ایسی چیز سے متصف ہے جو اس میں نہیں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ دی ہے۔ یا فلان نے اس کو یہ چیز اس کو دی جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ تو اس نے دو جھوٹ جمع کیے (۱) اپنے کو ایسی چیز سے متصف کرنا جو اس میں نہیں (۲) ایسی چیز لینا جو اس نے لی نہیں۔ اور دینے والی ذات باری تعالیٰ پر جھوٹ بولا یا لوگوں پر۔

ثوبی زور سے مراد یہ دو حالتیں ہیں جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ اور ان دونوں سے متصف ہوا۔ کپڑا اچھی اور بری خصلت پر بولا جاتا ہے۔ پس تثنیہ کی تشبیہ درست ہوگئی۔ کیونکہ دو چیزوں کو دو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (النہایہ)

تخریج : أخرجه أحمد (١٠/٢٦٩٨٧) والبخاری (٥٢١٩) ومسلم (٢١٣٠) وأبو داود (٤٩٩٧) والنسائی (٥/٨٩٢٠) وابن حبان (٥٧٣٨) والحمیدی (١٣١٩) والطبرانی (٣٢٢/٢٤) والبیهقی (٣٠٧/٧)

الفرائد : اس فضیلت سے اپنے کو متصف کرنا جو اسے حاصل نہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

۲۶۳ : بَابُ بَیَانِ غِلْظِ تَحْرِیْمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ

بَاب : جھوٹی گواہی کی شدید حرمت

الآیات

تشریح ۞ شهادة الزور۔ جھوٹی گواہی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ [الحج: ٣٠] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [بنی اسرائیل: ٣٦] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ [ق: ١٨] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤]

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ [الفرقان]
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم جھوٹی بات سے بچو''۔(الحج)
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں''۔(بنی اسرائیل)
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''انسان جو بھی بولتا ہے اس پر ایک نگران فرشتہ تیار رہتا ہے''۔(ق) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آپ کا رب البتہ گھات میں ہے''۔(الفجر)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو کہ جھوٹ کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے''۔(الفرقان)
وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ...... قول زور سے مراد کذب و بہتان ہے۔
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ...... عموم نا معلوم میں شہادت زور بھی شامل ہے۔
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ...... اس کی تفسیر گزر چکی ملاحظہ کریں۔
اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ......۔
مرصاد۔بندوں کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔باب المراقبہ میں گزرا۔
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ......
یعنی وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یا باطل مقامات پر حاضر نہیں ہوتے۔

الروایات

۱۵۵۲ : وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَآئِرِ؟" قُلْنَا : بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ : "اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئًا" فَجَلَسَ فَقَالَ : "اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ ! فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا : لَيْتَهٗ سَكَتَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۵۲: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو سب سے بڑا کبیرہ گناہ نہ بتلا دوں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتلایئے۔آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔آپؐ پہلے ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی پھر اس کو دہراتے رہے۔یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپؐ خاموش ہو جائیں''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ الا انبئکم: الا حرف تنبیہ ہے اور انبئکم کا معنی خبردار کرنا۔الاشراك باللّٰه۔جس قسم کا بھی شرک وکفر ہو۔عقوق الوالدین۔دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے تکلیف دہ سلوک کرے جو معمولی نہ ہو۔وکان متکئا۔اس کا عطف قال رسول اللہ ﷺ پر ہے، قید مضمر مان لیں تو یہ حال ہے۔فجلس۔تا کہ اگلی بات کی عظمت بتلائی جائے۔یکررھا۔اس جملہ مذکورہ کو۔لیتہٗ سکت۔شفقت کی وجہ سے۔کیونکہ آپ کی تکلیف محسوس کی۔

تخریج : باب تحریم عقوق الوالدین میں گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

۲۶۴: بَابُ تَحْرِيمِ لَعْنِ اِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَوْ دَآبَّةٍ

بَاب: کسی معین شخص یا جانور کو لعنت کرنا حرام ہے

تشریح لعن انسان بعینہ۔ جب کہ کفر پر موت کا یقین نہ ہو۔ اور اگر یقین نہ ہو تو درست ہے جیسے ابو جہل، ابلیس اور اس کا لشکر۔ اس کے علاوہ میں لعنت حرام ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارنا ہے اور اس کا علم توقیفی ہے۔ جب تک کافر زندہ ہے اس وقت تک امید ہے۔ پس وہ ان میں داخل ہوگا۔ او دابۃ۔ نبات و جماد میں سے ہر مخلوق کا یہ حال ہے۔

۱۵۵۳: وَعَنْ اَبِیْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ – قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَلَيْسَ عَلٰی رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْمَا لَا يَمْلِكُهٗ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۵۳: حضرت ابو زید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بیت رضوان والوں میں سے ہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی وہ اسی طرح ہے جیسا اس نے کہا۔ جس نے اپنی جان کو بغیر کسی چیز کے ساتھ قتل کر دیا اس کو اسی چیز کے ساتھ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ کسی آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں جو اس کے اختیار میں نہیں اور مؤمن کو لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح بیعۃ الرضوان۔ اس سے وہ بیعت مراد ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا: ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ......﴾ [الفتح: ۱۸] یہ مقام حدیبیہ تھا یہ ۶ ھ کی بات ہے۔ اس کا سبب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے عثمان بن عفان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان سے قتال کیلئے صحابہ کرام سے بیعت لی۔ من حلف علی یمین بملۃ غیر الاسلام۔ گویا اس طرح کہا: "واللہ إن فعلت کذا فھو یھودی أو نصرانی"۔ فھو کما قال۔ اگر اس سے اس دین کو اختیار کرنا اور اس پر عزم کرنے کا ارادہ کیا تو اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ عزم کفر کفر ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو روکنے کیلئے مبالغہ مقصود ہو کہ وہ اس چیز کو نہیں کرے قطع نظر اس چیز کے جس کا قسم میں نام لیا تو یہ معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ علی لا کر اشارہ کیا کہ اس کے دل کا اس قسم پر قصد ہے۔ اور بلا قصد وہ لفظوں پر چلے تو جو حدیث میں مذکور ہے وہ نہ تھا۔ ومن قتل نفسہ۔ تا کہ جزاء جنس عمل سے ہو۔ ولیس علی رجل: جس چیز پر اختیار نہ ہو اس کی قسم کھا لینے سے اس کو پورا کرنا لازم نہیں آتا۔ لعن المؤمن۔ مسلمان پر لعنت کی بڑھائی کو بتلانے کیلئے اس کو قتل کے گناہ سے تشبیہ دی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٥/١٦٣٨٥) ومسلم (١١٠) وأبو داود (٣٢٥٧) والترمذى (١٥٢٧) والنسائى (٣٧٧٩) وابن ماجه (٢٠١٨) وعبد الرزاق (٥٩٧٢) والطيالسى (١١٩٧) وابن الجارود (٩٢٤) والبيهقى (٢٣/٨).

الفرائد: خودکشی والا اسی طرح کی سزا پائے گا۔ ملت اسلام کے علاوہ کی قسم اٹھانا حرام ہے۔ نذر سے تقدیر نہیں ٹلتی۔

۱۵۵۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی سچے آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو"۔ (مسلم)

تشریح ۞ لا ینبغی۔ یعنی مؤمن کی یہ شان وحال نہیں۔ مبالغہ کا صیغہ لاکر اشارہ کر دیا۔ اگر کسی وقت اس نے نذر مان لی تو یہ اس کے وصف صدیقیت کے منافی نہ ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات غلبہ حال اس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔ "لا یکون المؤمن لعانًا"۔

تخریج: تفرد مسلم (٢٥٩٧) الأشراف (١٤٠٢٣)

الفرائد: لعنت کی عادت تقویٰ اور ایمان کے اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔

۱۵۵۵ : وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۵: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن سفارشی ہوں گے نہ گواہ"۔ (مسلم)

تشریح ۞ شفعاء۔ یہ شفیع کی جمع ہے۔ یعنی قیامت کے دن وہ سفارش نہ کر سکیں گے جب مؤمن اپنے ان بھائیوں کیلئے شفاعت کریں گے جن پر آگ واجب ہو چکی ہوگی۔ ولا شهداء۔ مظہری کہتے ہیں۔ دنیا میں لوگوں کو لعنت کرنے والا فاسق ہے۔ اور فاسق کی شہادت وشفاعت مقبول نہیں۔ یوم القيامة۔ جب کہ امتیں انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر گواہ طلب کریں گے۔ تو وہ کہیں کہ امت محمدیہ گواہ دے گی۔ امت محمدیہ کو انبیاء علیہم السلام کی گواہی کیلئے لایا جائے گا۔ وہ پیغام رسالت کے امتوں تک پہنچانے کی گواہی دیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لعنت کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مرتبہ نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ان کی گواہی بھی من جملہ گواہوں میں قبول نہ کی جائے گی۔

تخریج: أخرجه أحمد (١/١٢٥٩٩) والبخارى (٣١٦) ومسلم (٢٥٩٨) وأبو داود (٤٩٠٧) وابن حبان (٥٧٤٦) والحاكم (١/١٤٩) وعبد الرزاق (١٩٥٣٠) والبيهقى (١٩٣/١٠)

الفرائد: کسی پر لعنت کرنے سے آدمی خود خیر کثیر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ لعنت کا قطعاً حقدار نہ ہو۔

۱۵۵۶ : وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ – وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِالنَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۵۵۶: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اللہ کی لعنت اور غضب اور آگ کے ساتھ کسی پر لعنت مت کرو''۔ (ابوداؤد ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ لا تلاعنوا بلعنة الله۔ مفاعلہ اپنے باب پر بھی ہوسکتا ہے۔ اور مبالغہ کیلئے بھی ہوسکتا ہے نہ کہ مغالبہ کیلئے۔ ولا بغضبہ۔ یعنی غضب و نار کی بددعا مت کرو۔ کیونکہ ان کی عظمت بہت بڑی ہے۔

تخريج : أخرجه أحمد (٢٠١٩٥/٧) وأبو داود (٤٩٠٦) والترمذى (١٩٨٣) والحاكم (١/١٥٠)

الفرائد : لعنت کو عادت بنانے سے بہت سی خیر سے آدمی محروم ہو جاتا ہے۔ خصوصاً قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ کے غضب و لعنت۔ پس لعنت نہ ڈالنی چاہیے۔

۱۵۵۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ ، وَلَا اللَّعَّانِ ، وَلَا الْفَاحِشِ ، وَلَا الْبَذِيِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۵۵۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت کرنے والا اور فحش گو اور زبان دراز مؤمن نہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ المؤمن۔ کامل الایمان۔ بالطعان۔ جو لوگوں کی عزتوں کو مذمت، غیبت سے خراب کرنے والا ہو۔ یہ طعن سے فعال کا وزن ہے۔ طعن فيه وليه بالقول (ف، ن) نسب عیب میں لگانا۔ (النہایہ) سیوطی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ لعنت کا مطلب! دھتکارنا اور دور کرنا۔ مخلوق کی لعنت بددعا اور گالی۔ ولا الفاحش۔ کلام وافعال فحش گو۔ ولا البذاء۔ المباذاة۔ آپ میں فحش گوئی کرنا۔ کبھی بذأ یبزو بھی استعمال ہوتا ہے (النہایہ)۔ بذا یبذو۔ بیوقوف قرار دیا اور اپنی گفتگو میں فحش گوئی اختیار کی خواہ اس کی کلام سچی ہو وہ بذیّ کہلائے گا۔ یہ فعیل کے وزن پر ہے عورت کیلئے بذية۔ بَذِیَ (س) بذو يبذورك۔ (المصباح)

تخريج : أخرجه أحمد (٢/٣٨٣٩) والبخارى (٣٣٢) والترمذى (١٩٨٤) وابن حبان (١٩٢) والحاكم (١/٣٠) وابن أبي شيبة (١١/١٨) وأبو نعيم (٤/٢٣٥) والبيهقى ١٠/٢٤٣) والبزار (١٠١)

الفرائد : کامل مسلمان لوگوں کی اعراض ونسب سے نہیں کھیلتا اور ان کے خلاف بددعا میں بھی جلدی نہیں کرتا بلکہ صبر کرتا ہے اور رضائے الٰہی کی بات کرتا ہے۔

۱۵۵۸ : وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ، ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ

فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ، ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِينًا وَّشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِیْ لُعِنَ ، فَاِنْ كَانَ اَهْلًا لِذٰلِكَ وَاِلاَّ رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ۔

۱۵۵۸: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ پس اس کے والے آسمان کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں پھر وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس کے والے بند کر لئے جاتے ہیں پھر دائیں اور بائیں جانب جاتی ہے جب وہ کوئی گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق ہو ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ اذا لعن شیئا۔ کسی بھی چیز کو۔ شیئاً کی تنکیر اس کو ظاہر کرتی ہے۔ تغلق ابو اب۔ لعنت کی شناعت اور قباحت کی وجہ سے آسمان کے دروازے بند کر لیے جاتے ہیں۔ اعلیٰ کلمات اور صالح اعمال ہی اوپر چڑھتے ہیں۔ تهبط الی الارض۔ تاکہ سجین میں پہنچ جائے اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں۔ مساغا۔ راستہ اور داخلے کی جگہ۔ الذی لعن الملعون اهلا لذلك۔ اس کو پہنچ جاتی ہے اگر وہ اس کا مقدر ہوتا ہے۔

والاّ۔ اگر وہ اس کا حق دار نہیں ہوتا۔ رجعت الی قائلها۔ کہنے والے پر لوٹتی ہے۔ احمد کی روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح ہے ''ان اللعنة اذا وجهت الی من وجهت اليه فان اصابت عليه سبيلاً ووجدت فيه مسلكا وإلا قالت يا رب وجهت إلى فلان فلم أجد فيه مسلكا اجد وليه سبيلاً فيقال ارجعی من حيث جئتِ ''یعنی کہنے والے کی طرف۔ اس کی مثال یہ روایت ہے ''من قال لاخيه يا كافر''۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤٩٠٥) أحمد (٢/٣٨٧٦)

الفرائد : جس پر لعنت کی جائے اگر وہ اس کی مستحق نہ ہو تو قائل کی طرف لعنت لوٹ آتی ہے۔

۱۵۵۹ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ ، وَامْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاقَةٍ، فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ :''خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ'' قَالَ عِمْرَانُ :فَكَاَنِّیْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِیْ فِی النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۵۹: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں تھے۔ ایک انصاری عورت' جو اپنی اونٹنی پر سوار تھی' نے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تنگی محسوس کی تو اس پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن کر فرمایا اس اونٹنی پر جو سامان ہے وہ اتار لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ مطعون ہے۔ عمران کہتے ہیں کہ یہ منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے گویا میں اس کو اب بھی لوگوں میں چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں کہ اس اونٹنی کو کوئی رکھنے کے لئے تیار نہیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فضجرت** ۔اونٹنی کا مشقت میں پڑنا۔**فلعنتها فسمع ذلك**۔آپ ﷺ نے اسے دوسروں کو زجر کے طور پر فرمایا۔**ما عليها**۔کجاوہ اور بوجھ۔**دعوها فانها ملعونة**۔اس کو چھوڑ دو ان کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔**قال عمران**۔یہ اپنے کمال استحضار واقعہ کو بیان کرنے کیلئے یہ بات کہی۔

تخریج : أخرجه أحمد (٧/١٣٧٩١) ومسلم (٢٥٩٥) وأبو داود (٢٥٦١)

الفرائد :ملعون کی مصاحبت سے گریز کرنا چاہیے۔اس میں بے پردہ عوت، مردوں سے مشابہت کرنے والی عورت، ہیجڑے، جرائم پیشہ لوگ وغیرہ۔ان کے متعلق احادیث میں صراحت سے لعنت موجود ہے۔

١٥٦٠ : وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ نَضْلَةَ ابْنِ عُبَیْدٍ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَیْنَمَا جَارِیَةٌ عَلٰی نَاقَةٍ عَلَیْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ اِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِیِّ ﷺ وَتَضَایَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ :حَلْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا – فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ :"لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَیْهَا لَعْنَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "حَلْ" بِفَتْحِ الْحَآءِ الْمُهْمَلَةِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ :وَهِیَ كَلِمَةٌ لِزَجْرِ الْاِبِلِ – وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ قَدْ یُسْتَشْكَلُ مَعْنَاهُ وَلَا اِشْكَالَ فِیْهِ بَلِ الْمُرَادُ النَّهْیُ اَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْكَ النَّاقَةُ وَلَیْسَ فِیْهِ نَهْیٌ عَنْ بَیْعِهَا وَذَبْحِهَا وَرُكُوْبِهَا فِیْ غَیْرِ صُحْبَةِ النَّبِیِّ ﷺ بَلْ كُلُّ ذٰلِكَ وَمَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ ، اِلَّا مِنْ مُصَاحَبَةِ النَّبِیِّ ﷺ بِهَا لِاَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ كُلَّهَا كَانَتْ جَائِزَةً فَمُنِعَ بَعْضٌ مِّنْهَا فَبَقِیَ الْبَاقِیْ عَلٰی مَا كَانَ ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

١٥٦٠: حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سواری تھی جس پر لوگوں کا کچھ سامان تھا اچانک اس عورت نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا اور پہاڑ کی وجہ سے رستہ تنگ ہو گیا تو اس لڑکی نے کہا (حَلْ) بمعنی حل ۔اے اللہ اس پر لعنت فرما تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ چلے جس پر لعنت کی گئی ہو''۔ (مسلم)

حَلْ کا لفظ زبر کے ساتھ ہے۔یہ اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے بولا جاتا ہے۔امام نووی فرماتے ہیں جان لو کہ یہ حدیث معنی میں اشکال رکھتی ہے حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں بلکہ مقصد ممانعت سے صرف یہی ہے کہ وہ اونٹنی ان کے پاس نہ رہے اس میں اس کے فروخت کرنے' ذبح کرنے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے علاوہ سوار ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ یہ سب تصرفات اس کے لئے جائز ہیں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس پر سواری کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ سارے تصرفات پہلے جائز تھے ان میں سے ایک کو روک دیا تو بقیہ تصرفات اپنے حکم پر رہے''۔ واللہ اعلم

تشریح ۞ **جاريه**۔جوان سال عوت۔**تضايق بهم**۔ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔**حل** ۔تاکہ وہ اونٹنی جلد فاصلہ طے کرلے۔**لا تصاحبنا ناقة عليها لعنة**۔**لا تصاحِبْنَا**۔اگر سکون سے ہوتو نہی ہے اور اگر مرفوع ہو تو لفظا خبر

اور معنیٰ نہی ہے۔ اونٹوں کو ڈانٹنے کیلئے حلّ اور خچر کیلئے عَدَس۔
ایک اشکال: اس اونٹنی کو اسی طرح چھوڑنا سائبہ بنانے کی طرح ہے۔
الجواب: حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اپنے ساتھ سفر سے ممانعت فرمائی تا کہ اس کو خوب تنبیہ ہو جائے۔ بقیہ تصرفات خرید و فروخت اور ذبح و سواری کی ممانعت نہ تھی۔ صرف آپ کی مصاحبت سے ممانعت تھی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۸۷) ومسلم (۲۵۹۶) وابن حبان (۵۷۴۳)

الفرائد : زجراً ان کے ساتھ سے منع فرمایا تا کہ لعنت سے خصوصاً احتراز کیا جائے۔

۲۶۵ : بَابُ جَوَازِ لَعْنِ اَصْحَابِ الْمَعَاصِيْ غَيْرِ الْمُعَيَّنِيْنَ

بَابْ: غیر متعین گناہ کرنے والوں کو لعنت کرنا جائز ہے

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ [هود:۱۸] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ [الاعراف:٤٤] وَثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَاَنَّهٗ قَالَ : لَعَنَ اللّٰهُ اٰكِلَ الرِّبَا" وَاَنَّهٗ لَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ وَاَنَّهٗ قَالَ :لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ " اَیْ حُدُوْدَهَا :وَاَنَّهٗ قَالَ :"لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ" وَاَنَّهٗ قَالَ :"لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ" "وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ" وَاَنَّهٗ قَالَ :"مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" وَاَنَّهٗ قَالَ :"اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلًا ' وَّذَكْوَانَ ' وَعُصَيَّةَ :عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" وَهٰذِهٖ ثَلَاثُ قَبَآئِلَ مِنَ الْعَرَبِ وَاَنَّهٗ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ ' وَجَمِيْعُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ فِي الصَّحِيْحِ :بَعْضُهَا فِيْ صَحِيْحَى الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ ' وَبَعْضُهَا فِيْ اَحَدِهِمَا وَاِنَّمَا قَصَدْتُّ الْاِخْتِصَارَ ' بِالْاِشَارَةِ اِلَيْهَا ' وَسَاَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِيْ اَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ ' اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے''۔ (ھود) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو''۔ (الاعراف) صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو بال ملانے والی ہیں اور ان عورتوں پر جو بال ملوانے والی ہیں'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ لعنت کرے سود خور پر'' اور اسی طرح آپ

نے تصویر کھینچنے والوں پر لعنت فرمائی اور اسی طرح فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو ان پر جس نے زمین کی حدود میں ردّ و بدل کیا'' اور یہ بھی فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو چور پر جو ایک انڈہ چراتا ہے'' اور یہ فرمایا: ''اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین پر لعنت کی اور اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا'' اور یہ فرمایا: ''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی لعنت'' اور یہ فرمایا: ''اے اللہ! لعنت کر رِعل' ذکوان اور عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔ یہ تینوں عرب قبائل ہیں اور فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو یہودیوں پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا'' اور یہ فرمایا: ''اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرنے والی ہیں''۔ یہ تمام الفاظ صحیح احادیث میں ہیں بعض بخاری و مسلم دونوں میں ہیں اور بعض دونوں میں سے ایک میں مَیں نے مختصراً اشارہ کر دیا۔ ان میں زیادہ تر احادیث اپنے اپنے بابوں میں ذکر کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

تشریح ۞ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

اس میں غیر معین اہل معاصی پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔

اذن موذن۔ ایک منادی اعلان کرے گا۔

الواصلہ۔ وہ عورت جو اپنے بالوں کے ساتھ مردوں کے بال لگائے۔ اس میں بیوی اور دوسری عورت کے مابین حرمت فعل میں کوئی فرق نہیں۔ اگر غیر آدمی کے بالوں کو ملایا تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر وہ نجس جانور ہے۔ تو اس نے نماز وغیرہ میں عمداً نجاست کو اٹھایا اور اگر وہ حلال جانور ہے تو جائز ہے۔ عند الشوافع اور امام مالک اور اکثر علماء مطلق وصل شعر کو حرام قرار دیا ہے۔ خوہ وہ بال ہوں یا اون وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت جمہور کے قول کی موید ہے۔ البتہ رنگ دار ریشمی دھاگے باندھنا وہ بالوں کے مشابہ نہیں پس وہ ممنوع بھی نہیں کیونکہ یہ وصل نہیں اور نہ اس سے متصل مقصود ہوتا ہے۔ اس سے تزیین مقصود ہوتی ہے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اصل شعر کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ **والمستوصلہ**۔ وہ عورت جو اپنے بالوں کو ملانے کا کہے۔ (اس روایت کو احمد' اصحاب ستہ نے نقل کیا)۔ **لعن اکل الربا**۔ یہ سود کی جمیع اقسام، افضل، ید، نیسہ سب حرام ہیں۔ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں وارد ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے روایت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور احمد ونسائی نے بھی نقل کیا ہے۔ **المصورین**۔ ذی روح کی تصویر کھینچنے والے مراد ہیں۔ **من غیر المنار**۔ زمین کی پیمائشی حد بندیاں بدلنا۔ **السارق**۔ الف لام جنس کا ہے اور بیضہ کی مثال نفرت دلانے کیلئے ہے۔ اور اس بات پر خبردار کرنے کیلئے کہ تھوڑا تھوڑا بڑھ کر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ قطع ید کے لائق ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کو احمد، مسلم، نسائی وابن ماجہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ **من لعن والدیہ**۔ یعنی اپنے والدین کو گالیاں دینے کا باعث بنے جیسا اس روایت میں ہے۔ أیسب الرجل ابویه؟ قال نعم یسبب أبا الرجل فیسب أباهُ ویسب

فیسب امّہ''۔من ذبح لغیر اللّٰہ۔ یہ سابقہ روایت کا حصہ ہے۔علی رضی اللہ عنہ سے ''فیمن غیر منار الأرض ''میں ہی مذکور ہے۔من أحدث فیھا۔منکر باتیں ایجاد کرنے والا مراد ہے۔ یہ بھی حدیث بخاری و مسلم کا حصہ ہے۔فیھا کا مرجع مدینہ منورہ ہے۔قاضی کا قول:اس کا مطلب ارتکاب معصیت ہے۔ یا مجرم کو پناہ دینے والا۔ مازری کا قول:محدثا مصدر میمی ہے۔ بذات خود ایجاد کرنا یا اسم فاعل ایجاد کرنے والا۔ یہ کبیرہ گناہ ہے۔تبھی لعنت کا حقدار قرار دیا گیا۔ یہ رحمت الٰہی سے دور ہو جانے میں مبالغہ کیا گیا۔ کیونکہ لعن۔دور کرنے کو کہتے ہیں۔بعض نے گناہ پر ملنے اولا عذاب مراد لیا ہے۔ جنت میں اولیٰ داخلہ سے دور رکھا جائے گا۔ یہ لعنت کفار کی طرح نہیں۔ کیونکہ وہ مکمل طور پر رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے ہیں۔عرب کے قبائل رعل' ذکوان' عصیہ پر لعنت فرمائی۔اسی طرح یہود پر لعنت فرمائی۔ مساجد۔ان کی پوجا کرتے ہیں۔ المتشبھین۔ عورتوں کے افعال واقوال واحوال کی نقل اتارنے والے۔ المتشبھات۔مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں۔ اس روایت کو احمد،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔بعض روایات بخاری و مسلم اور بعض ان میں سے کسی ایک میں جیسا ہم نے اشارہ کر دیا۔تا کہ مقصود ترجمہ واضح ہو۔عنقریب روایات آرہی ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

لطیفہ:ہشام بن عبدالملک کے ہاں طاؤس رحمہ اللہ گئے اور اس کو کہا''اتق اللّٰہ واحذر یوم الاذان ''اس نے کہا وہ یوم الاذان کیا آپ نے یہ آیت پڑھی:''واَذّن موذنٌ بینھم ان لَعنةُ اللّٰہ علی الظالمین ''ہشام سن کر بے ہوش ہو گیا۔طاؤس فرمانے لگے۔یہ تو صفت کے اثر سے ہے اور معاینہ کے وقت کیا حال ہوگا؟

۲۶۶ :بَابُ تَحْرِیْمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ

بَاب: مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے

بغیر حق۔جو اس سے قصاص لینے،تأدیب کرنے،تعزیر کیلئے نہ ہو۔اسی طرح جو کذب تک پہنچانے والا نہ ہو۔ورنہ وہ حرام نہیں بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتا ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا﴾ [احزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے جو انہوں نے کمایا پس انہوں نے بہت بڑے بہتان اور گناہ کا ارتکاب کیا''۔(الاحزاب)

تشریح اکتساب سے مراد جنایت یا ایذاء کی وجہ سے استحقاق ہے۔ اِحْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔اس میں ایذاء کی تمام انواع مذکور ہیں۔مثلاً (۱) قولیہ۔غیب چغلی،استہزاء وغیرہ۔اور (۲) فعلیہ۔ مار پیٹ،توہین وغیرہ۔بعض نے کہا یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے۔

الروایات

۱۵۶۱ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ ' وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔

۱۵۶۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' مؤمن کو گالی دینا گناہ اور اس کا قتل (حلال سمجھ کر) کفر ہے''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ سباب۔ یہ سَبٌّ سے مبالغہ ہے۔ کقتالہ۔ گناہ وحرمت میں ایک جیسے ہیں۔
نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: سب لغت میں کسی کو گالی دینا اور اس کی عزت پر عیب لگانا ہے اور قتال سے معروف مقاتلہ ہے۔ قاضی کہتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے مراد مدافعت کرنا اور مضبوط کرنا۔ داؤدی کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ گالی دینے والے کا گناہ مقاتل کے برابر ہو۔
طبری کا قول: لعن وقتل میں مشابہت یہ ہے کہ لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور قتل زندگی سے دوری۔ اس روایت کو طبرانی سے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور عمرو بن النعمان اور دارقطنی نے جابر سے نقل کیا ہے۔ فعّال کا وزن مبالغ کیلئے ہے سب وقتل کو حلال سمجھ کر کیا تو یقیناً کفر ہے۔ یا پھر کفران نعمت اور مسلمان کے حق کی عدم ادائیگی ہو۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٣٦٤٧) والبخاري (٤٨) المفرد (٤٣١) مسلم (٦٣) والترمذي (١٩٩٠) والنسائي (٤١٢١) وابن ماجه (٦٩) وابن حبان (٥٩٣٩) والطيالسي (٢٤٨) وابن مندة (٦٥٤) والطبراني (١٠١٠٥) وأبو يعلى (٤٩٨٨) والحميدي (١٠٤) والبيهقي (٢٠/٨)

الفرائد : مسلمان کے حق کی عظمت کا حال یہ ہے کہ اس کا قتل کفر کے معادل یا اس تک پہنچانے والا ہے۔

۱۵۶۲ :وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :"لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْکُفْرِ ' اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ ' اِنْ لَّمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۵۶۲: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:'' کوئی آدمی کسی آدمی پر کفر یا فسق کی تہمت نہ لگائے ورنہ وہ خود اسی پر لوٹے گی اگر وہ (دوسرا) لعنت کا حقدار نہ ہوا''۔(بخاری)

تشریح ۞ یعنی اس کو فاسق کہے یا کافر کہے۔ ارتدت: یہ ردّت کے معنی میں ہے۔ اس روایت میں غیر فاسق کے فاسق کہنے والے کا فاسق ہونا یعنی طاعت سے نکلنا ثابت ہوتا ہے اور مؤمن کی تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے اگر حلال سمجھ کر کرے۔

تخریج : أخرجه البخاري (٣٥٠٨)

الفرائد : مسلمان پر فسق وکفر کا الزام نہ لگانا چاہیے۔ اگر وہ مستحق نہ ہوا تو اپنے اوپر وبال پڑے گا۔

۱۵۶۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اَلْمُتَسَابَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰی یَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۶۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے کو گالی دینے والوں نے جو کہا اس میں گناہ اس پر ہے جس نے ابتداء کی یہاں تک کہ مظلوم حد سے گزر جائے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ المتسابان۔ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے۔ماقالا۔اس سے گالم گلوچ مراد ہے۔

اَلنَّحْوُ: یہ مبتداء خبر ہیں۔گالی کا گناہ۔ابتداء کرنے والے پر ہوگا۔یعتدی المظلوم : بدلے کی حد سے تجاوز کر جائے۔ مطلب یہ ہے جب مظلوم حد سے بڑھے گا تو ظالم بن جائے گا۔اس سے بدلے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اس میں کسی کا اختلاف نہیں یہ کتاب سنت سے ثابت ہے۔صبر وعفو افضل ہے۔جیسا اس آیت میں ہے: ﴿ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور'' اور یہ ارشاد نبوی: ''وما ازاداد عبد بعفو الا عزًا''۔

سوال: جب سبوب کو گناہ نہ ملا اور قصاص سے مجرم بری ہوگیا تو پھر ''اثم ماقالا'' کس طرح درست ہے؟

جواب: یہ اضافت فی کے معنی میں ای اثم کائن فی ماقالا، اور وہ ابتداء کا گناہ ہے جو بادی پر ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۴۲۳) ومسلم (۲۵۸۷) وابن حبان (۵۷۲۹) والبیهقی (۱۰/۲۳۵)

الفرائد : گالی میں ابتداء کرنے والے پر بوجھ ہوگا بشرطیکہ وہ تجاوز نہ کرے۔

۱۵۶۴ : وَعَنْهُ قَالَ : اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ : ''اضْرِبُوْهُ'' قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِیَدِهٖ ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ – فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : اَخْزَاكَ اللّٰهُ ، قَالَ : لَا تَقُوْلُوْا هٰذَا ، لَا تُعِیْنُوْا عَلَیْهِ الشَّیْطَانَ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۵۶۴: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس کو مارو''۔ ہم سے بعض ہاتھ سے مارنے والے تھے اور بعض جوتے سے اور بعض اپنے کپڑے سے جب وہ پٹائی کے بعد واپس لوٹا تو کسی نے کہا: اللہ تمہیں رسوا کرے تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اس طرح کہہ کر تم شیطان کی اس کے خلاف مددمت کرو''۔ (بخاری)

تشریح ۞ قد شرب : شراب پینا مراد ہے۔دمامینی کہتے ہیں اس سے مراد نعیمان اور عبداللہ جن کا لقب حمار تھا۔ اضربوہ: اس سے حد لگانا مراد ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ شراب کی حد کوڑے کے بغیر بھی لگ سکتی ہے علماء کے تین قول ہیں: (۱) کوڑے یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے (۲) ضرب پر اکتفاء (۳) ہاتھوں اور کپڑوں سے ضرب، بعض القوم۔بخاری کی روایت میں رجلٌ ہے۔اور اس سے مراد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جیسا حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے۔لا تعینوا علیه الشیطان۔دوسرا لا ناھیہ ہے۔یہ جملہ ماقبل کی تعلیل کی طرح ہے۔شیطان کی مدد کی وجہ یہ ہے کہ

شیطان نے معصیت کو اس کے لئے مزین کیا تا کہ وہ رسواء ہو۔ اگر وہ اسی حال میں چھوڑ دیں گے تو رسوائی تو ہوگئی تو گویا شیطان کے مقصود کے حصول میں مدد کے مترادف ہوگیا۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ''**اللھم اغفر له اللھم ارحمه**'' اس سے دعا رحمت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۹۹۱) والبخاری (٦٧٧٧) وأبو داود (٤٤٧٧) وابن حبان (٥٧٣٠) والبیهقی (۳۱۲/۸)

الفرائد: شارب خمر کو لعنت کی بجائے کوڑے لگائے جائیں۔ عاصی پر لعنت کی بجائے، حد قائم کرنی چاہیے تا کہ وہ آئندہ جرم سے باز آجائے۔

۱۵٦۵ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ كَمَا قَالَ :مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ـ

۱۵٦۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی اس پر قیامت کے دن حد لگائی جائے گی مگر اس صورت میں (بچے گا) کہ اس (غلام) میں وہ حرکت ہو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: **قذف مملوكه**: اپنے غلام ولونڈی پر تہمت لگائی۔ **یقام علیه الحد**: کمال عدل کو ظاہر کرنے کیلئے۔ اگر غلام اسی طرح ہو تو پھر حد نہ ہوگی۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۹۵۷۲) والبخاری (٦٨٥٨) ومسلم (١٦٦٠) وأبو داود (٥١٦٥) والترمذی (۱۹٤۷)

الفرائد: غلام پر تہمت لگانے سے اگرچہ حد قذف نہ لگے گی مگر تعزیر ہوگی آخرت میں اس کی سزا پائے گا۔

٢٦٧ :بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّمُصْلِحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

باب: بلا کسی حق اور مصلحت شرعی کے مردوں کو گالی دینا حرام ہے

تشریح: مصلحت شرعیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نووی فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی اقتداء سے لوگ بدعات وغیرہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ فسق وغیرہ کی دوسری باتیں جو اس میں پائی جاتی تھیں۔ جیسا رواۃ حدیث پر جرح احکام شرع کی حفاظت کیلئے کی جاتی ہے۔ سابقہ باب کی روایات اور باب حفظ اللسان کی روایات۔

وَهِيَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الْاِقْتِدَآءِ بِهٖ فِيْ بِدْعَتِهٖ ، وَفِسْقِهٖ ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ فِيْهِ الْاٰيَةُ وَالْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ.

اس کا مقصد یہ ہے کہ بدعات وفسق میں لوگ اس کی اقتداء سے بچ جائیں۔ ماقبل آیات واحادیث اسی باب

سے بھی متعلق ہیں۔

۱۵۶۶ :وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۶۶: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُردوں کو گالیاں مت دو اس لئے کہ وہ اس عمل (کے نتیجہ) کو پہنچ گئے جو انہوں نے آگے بھیجا''۔ (بخاری)

تشریح لا تسبوا۔ نہی تحریمی ہے۔ الاموات میں ہر میت مراد ہے۔ افضلوا ۔ یہ نہی کی علت ہے۔ افضاء پہنچنے کو کہا جاتا ہے۔ الی ما قدموا۔ عمل خیر یا شر ان کو گالی دینے میں فائدہ نہیں۔ اس سے مراد اموات مسلمین ہیں کفار کو عمومی سب درست ہے۔ البتہ نام لے کر صرف ان کی درست ہے۔ جن کے متعلق شارع کی نص ہو مثلاً ابولہب وغیرہ۔ طبرانی کی روایت میں ''افضلوا'' کے بعد ''ما اکتسبوا'' ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹۵۵۲۵) والبخاری (۱۳۹۳) والنسائی (۱۹۳۵) والدارمی (۲۵۱۱) والقضاعی (۹۲۳) والبیهقی (۷۵/٤)

الفرائد: کفار کو سب جب کہ اس سے زندہ مسلمان کو ایذاء پہنچتی ہو ممنوع ہے۔ مسلمان کو سب تو یہ شہادت کے حکم میں ہے۔ بعض مواضع میں ضروری اور بعض میں بالکل ممنوع ہے۔

۲۶۸ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِيْذَآءِ

باب: کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچانا

تشریح اس میں دلیل ہے کہ مکلف کا فعل کسب کہلائے گا۔ افتعال کے صیغہ سے لا کر معصیت میں تسلسل اور مکمل متوجہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہ حظ نفس ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور عورتوں کو بلا کسی قصور کے ایذاء پہنچاتے ہیں انہوں نے یقیناً بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا''۔ (الاحزاب)

۱۵۶۷ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۶۷: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیز کو چھوڑا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **المسلم** : کامل مؤمن۔**سانه ویده**۔عموماً ایذاء انہی سے صادر ہوتی ہے۔عادت غالبہ کے لحاظ سے ذکر فرمایا۔**المهاجر** :کامل مہاجر جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں اور اس کی عظمت کی خاطر اس سے ڈرتے ہوئے گناہ کو ترک کردیا۔**ما نهى الله عنه** :اس سے صغائر وکبائر مراد ہیں۔اصل ہجرت گناہ کا ترک اور طاعت سے تحلیہ ہے۔مسلم کی بعض روایت میں لفظ اس طرح ہیں۔''**لسانه** '' کے بعد''**المؤمن من أمنه الناس على دمائهم و أموالهم**'' ہے۔

تخریج : کتاب المأمورات میں گزر چکی۔

الفرائد : کامل مسلمان کی خصلیں یہ ہیں کہ وہ محرمات کے قریب نہ پھٹکے اور واجب کو بالکل ترک نہ کرے۔

۱۵۶۸ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ، وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِىْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ '' رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ سَبَقَ فِىْ بَابِ طَاعَةِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ۔

۱۵۶۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' جس کو پسند ہو کہ وہ آگ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو اس کی موت اس حالت میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں سے وہ سلوک کرے جو اپنے بارے میں پسند کرتا ہو کہ کیا جائے''۔(مسلم)

تشریح ۞ **يزحزح** : دور کیا جانا۔**وهو يؤمن بالله**۔

اَلنَّحْوُ :مفعول کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ موت تک ایمان پر رہے۔جیسا اس ارشاد میں: ﴿**ولا تموتن إلا وانتم مسلمون**...... ﴾ [آل عمران: ۱۰۲] **ولیات**۔اس جیسے صیغوں میں لام امر کو کسرہ دینا بھی جائز ہے۔یہ اصل ہے۔اور امکان بھی جائز ہے۔کیونکہ واؤ عاطفہ ہے۔اسی طرح ثم، فا کالانا بھی درست ہے۔**ان يؤتى اليه**۔اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں سے اچھا معاملہ کرے،ایذاء سے باز رہے اور سخاوت کرے۔

تخریج : کتاب المأمورات میں گزر چکی۔

الفرائد : حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کی ادائیگی کمال ایمان کیلئے ضروری ہے۔

۲۶۹ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَالتَّدَابُرِ

بَاب: باہمی بغض، قطع تعلقی اور بے رخی کی ممانعت

تشریح ❁ التقاطع: ایسا انقطاع جو بغض ونفرت تک لے جائے۔التدابر : ملاقات کے وقت پیٹھ پھیر کر چلے جانا۔ جو کہ علامت اعراض ہے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة:٥٤] وَقَالَ تَعَالٰی :﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح:۲۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مسلمان آپس میں بھائی ہیں''۔(الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مؤمنوں پر نرمی برتنے والے اور کافروں پر سخت خو ہیں''۔(المائدہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر سخت اور باہمی رحم دل ہیں''۔(الفتح)

بھائیوں کے بہی لائق ہے کہ وہ ملا کر رکھیں۔جیسا کہ اعیان والوں کی تعریف میں فرمایا: ﴿والذين يصلون ما امر الله ان يوصل﴾ [الرعد : ۱۲]

ان کیلئے نرمی اختیار کرنے والے اور ان پر مہربانی کرنے والے ہیں۔اپنے پہلوان کیلئے جھکانے والے ہیں۔

اعزة على الكافرين : ان پر زبردست ہیں۔

معه سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔**اشداء على الكفار** : ان پر سختی برتنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿واغلظ عليهم﴾ [التوبہ : ۷۳] ۔**رحماء بينهم**: آپس میں رحمت ایمانی کی وجہ سے مہربان ہیں۔

۱۵۶۹ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ :لَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَقَاطَعُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۶۹: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اے لوگو! ایک دوسرے کے ساتھ بغض مت

رکھو، نہ باہمی حسد کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ باہمی تعلقات منقطع کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے''۔

(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لا تباغضوا** : ایسے افعال مت کرو جو بغض پیدا کرنے والے ہوں۔ **ولا تحاسدوا** :تم میں سے کوئی دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا مت کرو۔ **ولا تدابروا و لا تقاطعوا**۔ یعنی ایسی چیزیں مت اختیار کرو جو (**تقاطع وتھاجر**) ایک دوسرے سے قطع تعلق اور ایک دوسرے کو چھوڑنے تک لے جانے والی ہوں۔ **و کونوا عباد الله اخوانا**۔ **عباد الله** منادی بحذف صرف نداء ہے۔ یا **منصوب علی الاختصاص** ہے کیونکہ ضمیر مخاطب کے بعد واقع ہے۔ اور اس ارشاد کی بھی یہی ترکیب کی گئی **سلام علیکم دار قوم مومنین**۔ **اخوانا** کان کی خبر یا **عباد الله** خبر یا دوسری خبر ای **خاضعین لامره ممتثلین له مجتمعین علیه متواصلین به** ۔ان کے حکم پر جھکنے والے اور اس کی پیروی کرنے والے۔ اکٹھے میل جول رکھنے والے۔ **یھجر أخاه**۔ اس سے اعراض کر کے اور سلام وکلام چھوڑ کر۔ **ثلاث**۔ سے تین مراد ہیں۔ کیونکہ مزاج کی تیزی اتنے دنوں باقی رہتی ہے۔ اس لئے یہ معاف ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٨٣) وأحمد (٤/١٢٠٧٤) والبخارى (٦٠٦٥) ومسلم (٢٥٥٩) وأبو داود (٤٩١٠) والترمذى (١٩٤٢) وابن حبان (٥٦٦٠) والطيالسى (٢٠٩١) والحميدى (١١٨٣) وعبد الرزاق (٢٠٢٢٢) وأبو يعلى (٣٥٤٩) والبيهقى (٣٠٣/٧)

الفرائد : مسلمان سے بغض حرام ہے۔ بلا شرعی عذر اس سے قطع تعلق جائز نہیں۔ اس کی عیب جوئی نہ کرے اس میں حاضر وغائب کا حکم ایک ہے۔ (ابن عبدالبر مخلصاً)

۱۵۷۰ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئًا ، اِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَآءُ فَیُقَالُ :اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا!" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهٗ :"تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ كُلِّ یَوْمِ خَمِیْسٍ وَّاثْنَیْنِ" وَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

۱۵۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' کہ جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں۔ پس ہر اس بندے کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنے والا ہو مگر وہ آدمی (بخشش سے محروم رہتا ہے) کہ جس کے اور مسلمان بھائی کے درمیان بغض ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دو کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں ان کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں''۔ (مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں جمعرات اور سوموار کو پیش کئے جاتے ہیں اور بقیہ سابقہ روایت کی طرح ہے۔

تشریح ابواب الجنه سے آٹھوں دروازے مراد ہیں۔ یوم الخمیس :اس کا نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہفتہ کا پانچواں دن ہے۔ فیغفر لکل عبد :اسی وجہ سے آپ ان دونوں دنوں کا روزہ اکثر رکھتے۔ شیئاً لا کر بتلا دیا ذرا سا شرک بھی بخشش سے محروم کر دیتا ہے۔ شحناء :عداوت وبغض۔ حتی یصطلحا :عداوت نفس کا حق ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو مغفرت سے کوئی چیز مانع نہیں۔ ورنہ بغض فی اللہ کا تو حکم ہے۔ صلح کو دوبارہ مؤکد کیا تا کہ اس کی اہمیت ظاہر ہو اور بعض روایات میں ان دونوں میں اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٨٦) وأحمد (٣/٨٣٦٩) ومسلم (٦٥٦٥) وابن ماجه (١٧٤٠) والدارمي (١٧٥١) وابن حبان (٣٦٤٤) والطيالسي (٢٤٠٣) وعبد الرزاق (٧٩١٥) وابن خزيمة (٢١٢٠)

الفرائد : عرض اعمال کے دن مغفرت سے محروم وہ شخص ہے جو تباغض وتحاسد میں مبتلا ہے۔

٢٧٠ :بَابُ تَحْرِيْمِ الْحَسَدِ

بَاب: حسد کی ممانعت

تشریح الحد : دینی یا دنیوی نعمت کے زوال کی تمنا حسد کہلاتی ہے۔ البتہ اسی جیسی نعمت کی اپنے لئے تمنا غبطہ ہے۔ اگر دین کی نعمت ہو تو قابل تعریف ہے۔ ورنہ نہیں (البتہ اباحت ہے)۔

وَهُوَ تَمَنِّيْ زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا سِوَآءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ [النساء:٥٤]

وَفِيْ حَدِيْثُ اَنَسٍ السَّابِقِ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

حسد کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا خواہ دینی نعمت ہو یا دنیوی یکساں حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یا وہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے۔ (النساء)

اس میں حضرت انس والی سابقہ باب کی روایت بھی ہے۔

یہ آیت یہود کی مذمت کر رہی ہے۔ الناس :عرب مراد ہو سکتے ہیں اور خاص حضرت محمد ﷺ۔ فضله سے آپ کی ذات کیلئے تو نبوت مراد ہے۔

١٥٧١ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ الْعُشْبُ" رَوَاهُ

اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۵۷۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے کو حسد سے بچاؤ۔ پس حسد بلاشبہ نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو یا خشک گھاس کو''۔

(ابوداوُد)

تشریح ایاکم۔ النَّحْو: تحزیر کیلئے منصوب ہے۔ فإن الحسد۔ یہ علّت نہی ہے یہ استعارہ مکنیہ ہے۔ الحطب او العشب۔ یہ او شک راوی کیلئے ہے۔ عشب: گھاس۔ یہ نیکیوں کے لئے جلد باز ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تخریج: أخرجه أبو داود (۴۹۰۳) ابن ماجه (۴۲۱۰)

الفرائد: حسد نیکیوں کو کھالیتا ہے۔ جب نیکیاں فناء ہو جائیں گی تو آگ اس کا مسکن ہوگا۔

۲۷۱: بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ مَنْ يَّكْرَهُ اسْتِمَاعَهٗ

بَابٌ: جاسوسی (ٹوہ) اور اس آدمی کی طرح کہ جو سننے سے روکتا ہو کہ کوئی اس کی بات سنے

تشریح التجسس: پیچھے پڑنا۔ التسمع: غور سے سننا۔ پہلے کا معمول عن الاخبار محذوف ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ [الحجرات:۱۲] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جاسوسی مت کرو''۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور وہ لوگ جو مؤمن مردوں اور عورتوں کو بلاقصور ایذاء دیتے ہیں پس تحقیق انہوں نے بہت بھاری بوجھ اٹھایا اور بہتان باندھا''۔

(الاحزاب)

یعنی مسلمانوں کے عیوب اور قابل ستر چیزوں کے متعلق کریدمت کرو۔

عیوب کی جاسوسی کرنے والا وہ دوسرے کو ایذاء دینے والا ہے۔ جب ایک چیز کو مخفی رکھا گیا تو اس کو جاننے کیلئے چھان بین کرنا ممنوع ہے۔

۱۵۷۲: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ

اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَافَسُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمْ - اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ : لَا يَظْلِمُهٗ ، وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ التَّقْوٰى هٰهُنَا' التَّقْوٰى هٰهُنَا" وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهٗ ، وَعِرْضُهٗ وَمَالُهٗ ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ ، وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ ، وَلَا اَعْمَالِكُمْ ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ : لَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَحَسَّسُوْا ، وَلَا تَنَاجَشُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا ، وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّا تَقَاطَعُوْا ، وَلَا تَدَابَرُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا" وَفِيْ رِوَايَةٍ : "وَلَا تَهَاجَرُوْا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا۔

۱۵۷۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم جاسوسی مت کرو اور جاسوسی مت کرو۔ آپس میں حسد مت کرو' ایک دوسرے سے بغض مت کرو' ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ جس طرح اس نے حکم دیا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسواء کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر گردانتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے' تقویٰ یہاں ہے اور آپ نے اس وقت اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے شر کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا مسلمان پر خون' عزت اور مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہاری شکلوں کو بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے آپس میں حسد مت کرو' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو' نہ جاسوسی کرو' نہ عیبوں کی ٹوہ میں لگو اور دھوکہ دینے کے لئے بولی مت بڑھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے باہمی حسد نہ کرو' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو' باہمی مقاطعہ مت کرو' نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ' نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ حسد کرو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے نہ ایک دوسرے کو چھوڑو اور نہ ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو۔ مسلم نے یہ تمام روایت بیان کی ہیں۔ بخاری نے اکثر کو روایت کیا۔

تشریح ۞ الظن۔ قرطبی کہتے ہیں اس سے مراد بلا سبب تہمت ہے۔ جیسا بلا ظہور مقتضی فاحشہ کی تہمت لگا دینا۔ اسی وجہ سے اس کا معطوف **ولا تجسسوا** لایا گیا ہے۔ کیونکہ آدمی کے دل میں تہمت کا خیال گزرتا ہے۔ پھر اس کی تحقیق میں پڑتا اور بحث و کرید اور جاسوسی کرتا ہے۔ اس سے منع کیا گیا۔ جیسا اس آیت میں فرمایا: ﴿**اجتنبوا کثیرًا من الظن**﴾ [الحجرات :۱۲] آیت کا سیاق امر پر دلالت کر رہا ہے۔ مسلمان کی عزت کی حفاظت میں انتہائی حفاظت ہے کیونکہ عزت کے متعلق بدگمانی سے ممانعت پہلے فرمائی گئی ہے۔ اگر کوئی کہے میں تو تحقیق کیلئے کریدتا ہوں تو اسے جواب دیا جائے گا۔ کہ: ولا

تجسسوا ہے اور اگر وہ کہے بلا تجسس میں نے تحقیق کرلی تو کہا جائے گا۔ ولا یغتب بعضکم بعضًا کو سامنے رکھو۔
ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس ظن پر عمل چھوڑ دیں جس پر احکام کا دارومدار ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ظن کی تحقیق چھوڑ دو جس کا ضرر مظنون کو ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دل میں بلا دلیل آئے اس کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح بلا دلیل جو چیزیں دل میں آئیں۔
نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ظن سے مراد یہاں اجتہاد نہیں جو احکام کی اصل ہے۔ بلکہ یہ ضعیف و باطل استدلال ہے۔ البتہ بقول قاضی عیاض لفظ میں اس ظن پر محمول کی گنجائش ہے جو دلیل مثبت و نافی سے خالی ہو۔ قرطبی کہتے ہیں ظن شرعی تو جانبین میں سے ایک کو غلبہ دینے سے عبارت ہے۔ وہ نہ آیت میں مراد ہے اور نہ اس روایت میں۔ انکار ظن کیلئے اس سے استدلال باطل ہے۔
فان الظن اکذب ...... بعض نے کہا کہ کذب سے مراد، واقع کے مطابق نہ ہونا خواہ وہ قول ہو یا نہ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ظن سے مراد، وہ چیز ہو جو قول سے پیدا ہوتی ہے۔ مجازًا اس کو ظن کہا۔ ولا تحسسوا ولا تجسسوا۔ خطابی کہتے ہیں۔ نہ لوگوں کے عیوب کی جاسوسی کرو اور نہ ان کا پیچھا کرو۔ یہ حا تو حِس وحاسہ سے اور جیم والا جس سے ہے۔ ہاتھ سے جانچنا جو کہ ایک حاسہ ہے۔ گویا دونوں ہم معنی ہیں تاکید کیلئے لائے گئے ہیں۔ بعض نے کہا (۱) الجس۔ لوگوں کی مستورہ باتیں تلاش کرنا۔ (۲) الحس۔ لوگوں کی باتیں خفیہ سننا۔ بعض نے کہا (۱) لوگوں کی برائی کے پیچھے پڑنا۔ (۲) جو چیز حاسہ آنکھ یا کان سے معلوم ہو۔ کذا قال القرطبی۔
بعض نے کہا (۱) کسی کی خاطر جاسوسی کرنا۔ (۲) اپنے لئے دوسرں کے عیب تلاش کرنا۔ کسی برائی وظلم سے حفاظت کیلئے جاسوسی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ (احکام سلطانیہ للماوردی)
ولا تنافسوا۔ کسی شئی میں بہت رغبت کرنا اس میں انفرادیت حاصل کرنا۔ ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا۔ مدابرہ۔ باہمی دشمنی بعض نے اعراض بعض دوسرے کے خلاف بھڑکانا۔ اخوانا۔ ایسے اعمال کرو جس سے الفت ومحبت پیدا ہو۔ اور ممنوعات چھوٹ جائیں۔ حافظ کہتے ہیں یہ جملہ ماقبل کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ گویا جب تم ان چیزوں کو ترک کرو گے تو بھائیوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ترک نہ کرو گے دشمن بن جاؤ گے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ شفقت، رحمت، محبت، حواسات معاونت ونصیحت میں نسبی بھائیوں کی طرح ہو جاؤ۔ کم امر کم۔ قرطبیؒ کہتے ہیں پہلے مذکور اوامر کی طرف اشارہ ہے۔ المسلم اخو المسلم۔ کیونکہ دونوں مسلمان ہیں۔ لا یظلمہ۔ جان، مال، عزت کسی چیز میں بھی ظلم نہیں کرتا۔

اَلنَّحْو : یہ جملہ اور اس کا مابعد لفظًا خبر یہ اور معنیً انشائیہ ہے۔ ولا یخذلہ۔ اس کی مدد واعانت سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ ولا یحقرہ۔ نہ ان کی توہین کرتا ہے اور نہ بے پروائی۔ ھا ھنا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کہ محل تقویٰ سینہ ہے۔ بحسب امری۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عظیم وشدید چیز ہے۔ اس میں مسلمان کے حق سے اعراض کرنا اپنے نفس کا لحاظ کرنا اور اس پر خوش ہونا لازم آتا ہے۔ عین ممکن ہے وہ پریشان و پراگندہ حالت والا اس سے بہتر ہو۔ ''رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ'' روایت اس کی تائید کرتی ہے۔ حرام۔ یہاں ممنوع کے معنی میں ہے۔ ممانعت میں مبالغہ کیلئے عزت ومال کو

خون، نفس اور حسب کے ساتھ لایا گیا۔ اوراس سے مقصودان چیزوں سے باز رہنا ہے جوشرعاً ممنوع ہیں۔ مثلاً ان میں قصاص جن میں قصاص نہیں اوران میں تعزیر جن میں قصاص ہے۔ جس کا ادار کرنا واجب تھا اس کو قضاء کرنا، ترمذی نے اس روایت کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے: ''المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يخذله ولا يكذبه' كل المسلم على المسلم حرام ماله ودمه وعرضه'' اور ابوداؤد میں یہ لفظ ہیں: ''المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ، بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم۔'' اسی طرح واثلہ بن اسقع کی روایت میں ہے۔ لا ينظر۔ اکرام اخزام کی نگاہ سے۔ الى اجسامكم۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسامت کی بڑائی، صورت کی خوبصورتی اور عمل کی کثرت پر مرتب نہیں فرماتے بلکہ مسلم میں روایت وارد ہے۔ ''يجاء يوم القيامة بالرجل العظيم لا يزن عند الله جناح بعوضة' اقرء وا إن شئتم'' ﴿فلا نقيم لهم يوم القيامه وزنا﴾ [الكهف: ١٠٥] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں منقول ہے کہ عبداللہ میزان میں جبل احد کے برابر ہیں۔ ولكن ينظر إلى قلوبكم۔ یہ ماقبل سے استدراک ہے۔ یعنی اگر دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے بادلوں اور سخاوت کی موسلا دھار بارشوں سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اگر دل ماسوا اللہ کی طرف لگے ہوں تو ایسے دل والوں سے اعراض فرماتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری روایت میں فرمایا: ''الا وإن في الجسد مضغة إذا اصلحت صلح الجسد كله' وإذا فسدت فسد الجسد كلّه ألا وهي القلب'' مسلم نے اسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے: ''ان اكثره ينظر الى صوركم و اموالكم وانما ينظر الى قلوبكم واعمالكم'' اسی طرح یہ ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔ ایک روایت میں ہے: ولا تحاسدوا۔ النجش (۱) خریدنے کی مرضی کے بغیر کسی چیز کی بولی دے کر بھاؤ بڑھانا۔ تاکہ اس سے دوسرے کو ابھارا جائے اور دھوکا دیا جائے۔ یہ چیز اسباب بغض سے ہے۔ (۲) بعض نے کہا یہاں ایک دوسرے کی مذمت کرنا مراد ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ (نووی)۔ وكونوا عباد الله۔ ایک دوسرے کیلئے وہی چیز پسند کرنے والے بن جاؤ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ ایک روایت میں ولا تهاجروا ہے۔ اس کو ترک کرے سلام سے ابتداء نہ کرے۔ اور نہ اس کے کلام کا جواب دے۔ ولا يبيع۔ بیع پر بیع، خرید پر خرید، سودے پر سودا۔ جبکہ بات طے ہو چکی کہ جائز نہیں۔ یہاں تک تمام مسلم کی روایات ہیں۔

فرق روایات: بخاری کے بعض الفاظ میں فرق ہے۔ مثلاً اس میں یہ اضافہ ہے۔ (۱) ''ولا يخطب الرجل على خطبة اخيه حتى ينكح او يترك''۔ ایک میں ولا تحاسدوا کے آخر میں فوق ثلاث کے الفاظ، اسی طرح ابواب بیوع میں لا تناجشوا کے بعد ولا يبع حاضر لباد کے الفاظ ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (٥١٤٣) ومسلم (٢٥٦٣) وأبو داود (٤٩١٧) أخرجه مسلم (٢٥٦٤) وأبو داود (٤٨٨٢) وابن ماجه (٤٢١٣) وأحمد (٣/٨٧٣٠) أخرجه مسلم (٢٥٦٣/٣٠)

الفرائد : مسلمان کی عزت کے تحفظ کے لئے بدگمانی، جاسوسی، مسلمان پر زیادتی اور اس کے مال وجان کی بے آبروئی سے ممانعت کر دی گئی تاکہ بغض ونفرت جنم نہ لے۔

۱۵۷۳ :وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَهُمْ اَوْ كِدْتَّ اَنْ تُفْسِدَهُمْ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ، بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۵۷۳: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''اگر تو لوگوں کے عیبوں کی تلاش میں رہے گا تو ان کو بگاڑ دے گا یا ان کو فساد کے قریب کر دے گا''۔(ابوداؤد) حدیث صحیح الاسناد ہے۔

تشریح ۞ اتبعت عورات المسلمین : ان چیزوں میں جاسوسی کر کے جو وہ مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔ کدت ان تفسدهم۔بس تو نے بگاڑ ہی دیا۔یہ مسلمانوں کے معاملات میں خصوصی تاکید ہے۔یہ اخبار بالغیب پر آپ کا معجزہ ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤٨٨٨)

الفوائد : مسلمانوں کی پوشیدہ حالتوں کی ٹوہ میں نہ لگنا چاہئے۔یہ افساد و بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔

۱۵۷۴ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اُتِيَ بِرَجُلٍ فَقِيْلَ لَهُ :هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحَيَتُهُ خَمْرًا فَقَالَ اِنَّا قَدْ نُهِيْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَلٰكِنْ اِنْ يَّظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَّاْخُذْ بِهٖ، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۵۷۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو ان کے پاس لایا گیا۔آپ سے کہا گیا کہ یہ فلاں ہے جس کی ڈاڑھی سے شراب سے ٹپک رہی ہے۔آپؓ نے فرمایا: ہمیں لوگوں کے عیوب کی جاسوسی سے روکا گیا ہے لیکن جب ہمارے سامنے کوئی چیز کھل کر آئے گی تو ہم اس کو لیں گے۔ابوداؤد نے ایسی سند سے بیان کیا جو شرط بخاری و مسلم پر ہے۔

تشریح ۞ تقطر لحيته خمرًا۔ اَلنَّحْوُ : حال کو تمیز بنایا گیا ہے۔اس نے گویا ڈاڑھی پر شراب مل رکھی تھی۔نهينا عن التجسس۔اس سے قرآن وسنت کی ممانعت کی طرف اشارہ تھا۔ان يظهر لنا شي تاخذ به۔اس کے مقتضی پر عمل کرتے ہوئے حد و تعزیر لگائیں۔قول صحابی اگر نھینا اور امرنا کے لفظ سے ہو تو وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہے۔وہ نسبت الی النبوت میں سبب دخول ہیں۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤٨٩٠)

الفوائد : جرم کا جب تک مرتکب یا معترف نہ ہو صرف اپنی جاسوسی کی بنیاد پر اس پر حکم نہیں لگ سکتا۔

۲۷۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ ظَنِّ السُّوْءِ بِالْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ

بَاب: بلاضرورت مسلمانوں کے متعلق بدگمانی کی ممانعت

تشریح ۞ من غیر ضرورة۔ مثلاً ان کے دین میں کوئی نقص خیال کریں یا دکھلا دے کا گمان بلا دلیل کریں۔ گویا یہ مقام تہمت میں جا کھڑا ہوا یا اس پر علامت شک ظاہر کی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ [الحجرات:۱۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والو! بہت زیادہ بدگمانی سے بچو' بے شک بعض گمان گناہ ہیں''۔ (الحجرات)

الظن۔ مسلمان سے بدگمانی مراد ہے۔ بعض گمان گناہ ہیں اس لئے احتیاط برتنی چاہیے تا کہ اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

۱۵۷۵ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۷۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ' بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ قال : بدگمانی سے محفوظ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ ایاکم و الظن : یہ روایت کا بعض حصہ ہے پہلے باب میں گزر چکی۔

تخریج : باب فارجع الیه أخی ...میں گزر چکی۔

الفرائد : بدگمانی دل میں بغض وحسد اور عداوت کا اوّلین بیج ہے اس کی آبیاری سے روک دیا گیا۔

۲۷۳ :بَابُ تَحْرِيْمِ احْتِقَارِ الْمُسْلِمِيْنَ

بَاب: مسلمانوں کی حقیر قرار دینے کی حرمت

تشریح ۞ احتقار۔ کا مطلب توہین کرنا اور نظروں سے گرانا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ [الحجرات:۱۱]

وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ [همزة: ۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ایمان والوں! تم میں سے کوئی قوم دوسری قوم کے ساتھ تمسخر نہ کرے ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ کوئی عورت دوسری عورت سے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور مت طعنہ دو اور دوسرے کو برے لقب سے مت پکارو۔ گناہ والا نام ایمان کے بعد بہت برا ہے۔ جس نے توبہ نہ کی پس وہی ظالم ہیں۔'' (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہر طعنہ مارنے والے عیب جو کے لئے ہلاکت ہے''۔ (ھمزہ)

السخریہ۔ عیب لگانا، حقیر قرار دینا۔ قوم ۔ لوگ، مرد۔ ان یکونوا۔ جن سے تمسخر اڑایا گیا۔ خیراً منھن۔ ان سے جو تمسخر کرنے والے ہیں۔

النحو: بقول ابن مالک یہ کان تامہ ہے اسی لئے خبر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ خَيْرًا مِّنْهُنَّ : اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ میں وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو وہ اپنے اوپر طعنہ زنی کے مترادف ہے یا مسلمان ایک جان کی طرح ہیں۔ اللمز: زبان سے طعنہ مارنا۔ وَلَا تَنَابَزُوْا : برے القاب سے مت پکارو۔ النبر کا لفظ عرف میں برے لقب ہی کیلئے آتا ہے مثلاً او فاسق او کافر وغیرہ۔ بئس الاسم الفسوق: مذاق اڑانا، طعنہ زنی، بُرے لقب سے یاد کرنا یہ فسق ہے اور فسق کا تذکرہ برا ہے۔ بعد الایمان۔ ایمان وفسق دونوں جمع کرنا مناسب نہیں۔ یا نئے مسلمان کو یا یہودی، یا فاسق کہہ کر بلانا بدترین بات ہے۔

ویل۔ عذاب کا کلمہ ہے یا جہنم کی وادی کا نام ہے۔ ھمزہ لمزہ۔ جو بہت طعنہ زنی کرنے والا ہو یا غیبت کا عادی ہو۔ بعض نے کہا۔ الھمزہ۔ لوگوں کی عزتوں کو گھٹانا۔ اللمزہ۔ طعنہ زنی کا عادی ہونا۔ بعض نے کہا۔ پہلے کا معنی غیر موجودگی میں طعنہ زنی اور دوسرا سامنے طعنہ مارنا۔ بعض نے کہا پہلا زبان سے طعنہ اور دوسرا ابرو کے اشارے سے کرنا۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو نبی اکرم ﷺ اور مومنوں کی غیبت کرتے تھے مثلاً امیہ بن خلف، اخنس بن شریق مجاہد کہتے ہیں یہ عام ہے۔

۱۵۷۶ : اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَقَدْ سَبَقَ قَرِيْبًا بِطُوْلِهٖ۔

۱۵۷۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کو اتنی برائی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر قرار دے''۔ (مسلم) حدیث تفصیل سے پہلے گزر چکی۔

تشریح : بحسب امری :انسان کے لئے کافی ہے۔ ان یحقر : یہ اتنی بڑی برائی ہے کہ اور کی ضرورت نہیں۔ اس گناہ کی اس قدر مذمت کافی ہے۔ کہ گویا یہ گناہوں میں غرق ہے۔ اور کسی گناہ کے ساتھ ملانے کی حاجت نہیں۔ یہ روایت باب النھی عن التجسس میں گزری چکی۔

تخریج : باب النھی عن التجحس میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۵۷۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ" فَقَالَ رَجُلٌ : اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا ، وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً فَقَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ – اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ ، وَغَمْطُ النَّاسِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
وَمَعْنٰى "بَطَرُ الْحَقِّ" دَفْعُهٗ "وَغَمْطُهُمْ" : اِحْتِقَارُهُمْ – وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُهٗ اَوْضَحَ مِنْ هٰذَا فِيْ بَابِ الْكِبْرِ۔

۱۵۷۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کی مقدار تکبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا۔ آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا خوبصورت ہو اور جوتا خوبصورت ہو تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک اللہ جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں''۔ (مسلم)
"بَطَرُ الْحَقِّ" حق کو نہ ماننا۔
"وَغَمْطُهُمْ" : لوگوں کو حقیر جاننا اور اس کی وضاحت اس سے بھی زیادہ باب الکبر میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۞ لا ید خل الجنه۔ اول نجات پانے والوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا یا مطلقاً داخل ہوگا۔ اگر اس کو حلال سمجھ کر کیا۔ ان الرجل۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور تحدیث نعمت کے طور پر کرے تو کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ تکبر کی نیت سے نہ ہو تو اچھی چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا فرمایا: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فحدث......﴾ پس یہ مذموم میں داخل نہیں۔ اصل کبر تو حق کو مسترد کرنا ہے۔ انہی کے متعلق فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّهُم كانوا اذا قيل لهم لا اله الا الله يستكبرون......﴾ غمطهم۔ حقیر قرار دینا۔ توہین کرنا۔

تخریج : باب فارجع اليه أخى ....میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۵۷۸ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "قَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ – فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : مَنْ ذَا الَّذِيْ يَتَاَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَا اَغْفِرَ لِفُلَانٍ اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۵۷۸: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں کو نہیں بخشے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کوئی ہے جو مجھ پر اس بات

کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے عمل برباد کر دیئے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ علقمہ بن عبقر بن انمار کی طرف نسبت ہے۔ یہ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ پھر وہاں بصرہ میں منتقل ہو گئے۔ ان سے ۴۳ روایات منقول ہیں۔ جن میں سات متفق علیہ ہے۔ پانچ میں منفرد ہیں اور سنن اربعہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

من ذاالذی ۔ یہ من استفہامیہ ہے اور دونوں مل کر مبتداء ہیں۔ یتالیّ۔ قسم اٹھانا۔ الا اغفر لفلان۔ کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ انی قد غفرت له۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو اس لئے لایا گیا تا کہ ظاہر کیا جائے کہ جو قائل کے ہاں حقیر ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبے والا ہے۔ اور قائل کے عمل کا ثواب تحقیر مسلم کی وجہ سے باطل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں اس کے معاملے کو مخفی رکھا ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲٦۲۱)

الفرائد : مغفرت وعذاب محض مشیت الٰہی کے تابع ہیں اس میں دخل اندازی کرنے والا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے۔

۲۷۴ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

بَاب: مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے کی ممانعت

تشریح ۞ الشماتة : شمت یشمت (س) کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ اظہار: اندر خوشی کا خیال تو فطرت انسانی ہے۔ دشمن کی تکلیف پر خوشی ہوتی ہے۔ اظہار کہہ کر اس سے احتراز کیا۔ کہ یہ غیر اختیاری ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات:۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾

[النور:۱۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک مؤمن آپس میں بھائی ہیں''۔ (الحجرات) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو ایمان والوں میں بے حیائی کے پھیلانے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔ (النور)

بھائیوں کی طرح ہیں اور بھائی دوسرے بھائی کے دکھ سے دکھ ظاہر کرتا ہے۔

اَنْ تَشِيْعَ : پھیلنا۔ اس آیت کو اس لئے لائے کہ اس میں برے کام کے پھیلانے کو پسند کرنے پر وعید سنائی گئی ہے کہ دنیا و

آخرت میں وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔ جب برائی پھیلانے میں اضرار وایذاء ہے تو کسی کی تکلیف پر اظہار مسرت تو بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہے۔ کیونکہ یہ بھی اضرار وایذاء ہے۔

۱۵۷۹ : وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

وَفِی الْبَابِ حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِی بَابِ التَّجَسُّسِ : "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ" اَلْحَدِيْثُ۔

۱۵۷۹ : حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی مت ظاہر کر' کہیں اللہ اس پر رحم کر کے تمہیں مبتلا نہ کر دے''۔ (ترمذی)

حدیث حسن ہے۔

اس باب میں حدیث ابو ہریرہ کی جو بَابُ التَّجَسُّسِ میں گذری ہے کہ ''ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون' مال اور عزت حرام ہے''۔

تشریح ۞ **لا تظهر الشماتة لأخيك** : جو مصیبت اس پر اتری۔ مؤمن کو تو اپنے بھائی کی تکلیف پر دکھ کا اظہار کرنا چاہیے اور جو اسے خوشی پہنچے اس پر خوش ہونا چاہیے۔ **فيرحمه الله** : جس کی وجہ سے یہ خوش ہوا اللہ تعالیٰ اس سے ہٹا دے اور اس کو مبتلا کر دے۔

ایک تنبیہ: اس روایت کو عمر بن اسماعیل کی وجہ سے بعض محدثین نے موضوع کہا۔ جبکہ ابو ذرعہ نے ان کو صدوق کہا (ابن ابی حاتم) پس روایت حسن غریب کے درجہ میں ہے۔ البتہ ترمذی کی روایت میں امیہ بن قاسم لکھا گیا مزی کہتے ہیں وہ قاسم بن امیہ ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٢٥١٤)

الفرائد : ۱) جب کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو اس پر اظہار خوشی نہ کرنا چاہیے۔ اس سے ممکن ہے اس کو اس مصیبت میں بطور سزا مبتلا کر دیا جائے اور اسے اس سے نجات دے دی جائے' ۲) اس باب میں سابقہ باب والی روایت ابو ہریرہ بھی ہے:

((كل المسلم على المسلم حرام......))

۲۷۵ :بَابُ تَحْرِيْمِ الطَّعْنِ فِي الْاَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِيْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

بَاب: ظاہر شرع کے لحاظ سے جونسب ثابت ہیں ان میں طعن حرام ہے

تشریح ۞ ثابت انساب میں طعن کی کوئی حیثیت نہیں۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جو کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یقیناً انہوں نے بہتان اور کھلا عذاب اٹھایا''۔ (الاحزاب)

نسب میں طعن کرنا ایذاء کی عظیم ترین اقسام سے ہے۔پس آیت بدرجہ اولیٰ اس کو شامل ہے۔

۱۵۸۰ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ''اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۸۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا سبب ہیں نسب میں طعن اور میت پر نوحہ''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اثنتان۔یہ مبتداء ہے۔فی الناس اس کی صفت ہے۔هما مبتداء ثانی۔بهم۔ با فی کے معنی میں ہے۔ کفر۔جب حلال سمجھ کر کیا۔النیاحة۔رونے میں آواز بلند کرنا۔

نووی کہتے ہیں: اس کا سب سے بہتر معنی یہ ہے کہ یہ جاہلیت کی عادات اور کفار کے اعمال سے ہیں۔(۲) یہ کفر کی طرف لے جانے والے ہیں۔(۳) کفران نعمت واحسان ہے۔(۴) حلال سمجھنے والے سے متعلق ہے۔نوحہ اور نسب میں طعن کے سخت گناہ ہونے پر نصوص معروف ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۷۵٦۳) والبخاري (۳۹۵) ومسلم (٦۷) وابن الجارود (۵۱۵) والبيهقي (٦۳/٤)

الفرائد : اس ارشاد میں نوحہ اور نسب میں طعن کی شدید مذمت کر کے مسلمان کو اس سے باز رہنے کی تاکید کی کہ یہ رسومات جاہلیت ہیں۔

۲۷۶ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغَشِّ وَالْخدَاعِ

باب: کھوٹ اور دھوکے سے منع کرنے کا بیان

تشریح ۞ الغش۔ خیر خواہی کو چھوڑ کر بلا مصلحت تزیین کرنا۔ الخداع۔ ناپسند کام جو کسی کو معلوم نہ ہو۔ خدیعہ اسم ہے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۵۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے جو انہوں نے کمایا' تکلیف دیتے ہیں۔ انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا''۔ (الاحزاب)

بلا مصلحت تزئین کی وجہ سے سخت ایذاء دینے والی چیز ہے۔ اور دھوکا بازی میں بغیر علم کے شر پہنچانا پایا جاتا ہے۔

الروايات

۱۵۸۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا قَالَ : "مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۰۱) وابن ماجه.(۲۵۷۵)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا – فَقَالَ : "مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟" قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَآءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ا : قَالَ: "اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ! مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

۱۵۸۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا۔ وہ ہم میں سے نہیں' جس نے ہمیں دھوکا دیا' وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل فرمایا' پس آپؐ کی انگلیوں کو تری پہنچی تو فرمایا اے غلے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا اس کو تو نے غلہ کے اوپر کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اس کو دیکھ لیں۔ (پھر فرمایا) جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

تشریح ۞ حمل علینا السلاح۔ اس سے مراد بغاوت اور جماعت اسلام سے نکلنا ہے۔ فلیس منا۔ وہ ہمارے

طریقہ پر نہیں وہ اسلام سے نہ نکلے گا مسلک اہل حق یہی ہے۔ الغش۔ ردی اور عمدہ کو ملانا۔ دودھ میں پانی ملانا۔ ملاوٹ والے درہم کو خالص کی جگہ چلانا، طبرانی کی روایت میں "من غشنا" اور "والمکر و الجداع فی النار" جامع کبیر میں بخاری کی روایت حمل سلاح والی روایت میں "ولا راصد طریق" کا اضافہ ہے۔

مسلم کی روایت: صُبرۃ۔ غلے کا بلا ماپ تول ڈھیر۔ بقول ازہری اہل حجاز فقط طعام کا لفظ بول کر گندم مراد لیتے ہیں۔ اور عرف عام ہر کھائی پی جانے والی چیز کو کہتے ہیں۔ فنالت۔ پہنچنا۔ بللاً۔ تری جو خشک غلے سے ڈھانپی گئی تھی۔ ما ھذا۔ یہ تری کیا ہے جو کہ ملاوٹ کو ظاہر کرنے والی ہے۔ یا صاحب الطعام۔ (۱) نام معلوم نہ تھا (۲) ڈانٹ میں اضافے کیلئے یہ انداز اختیار کیا۔ اصابتہ السماء۔ رات بارش پڑ گئی۔ محل بول کر حال مراد لیا۔ یارسول اللّٰہ۔ برکت ولذت کیلئے بتقاضائے ادب یہ الفاظ استعمال کیا۔ قال۔ کیا تم نے ملاوٹ کیلئے تری کو چھپایا۔ حتی یراہ الناس۔ تا کہ بدترین عادت ملاوٹ سے بچ جاتا۔ جو رحم اسلامی کو منقطع کرنے والا ہے۔ اور مسلمان کیلئے لازم ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کو دیوار کی طرح مضبوط کرنے والے ہوں۔ جس اسلامی رشتے کو کاٹ دیا اس کے متعلق خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ اس قطار سے نہ نکل جائے۔ جیسا ان چیزوں سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے جو ہمارے ہاں طے شدہ ہیں۔ من غشنا۔ یہاں غش سے مراد مبیع یا ثمن کے عیب کو چھپانا ہے اور عیب کہ اگر اس کو اطلاع ہوتی تو اس قیمت سے نہ لیتا جس کے بدلے میں اب لے رہا ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (۱۰۱/۲) والترمذی (۱۳۱۹) وابن ماجه (۲۲۲٤)

الفرائد: جس کسی نے مسلمان کے خلاف ناحق ہتھیار اٹھایا یا بلا تاویل دھوکا دیا وہ سخت گناہ گار ہے۔ منکر پر خاموشی اختیار نہ کرنی چاہیے۔

۱۵۸۲: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَنَاجَشُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۸۲: حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خریدنے کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ مت کرو" (بخاری و مسلم)

تشریح: لا تناجشوا۔ یہ روایت کا بعض حصہ ہے جو قریب ہی گزری وہاں ملاحظہ کریں۔

تخریج: باب فارجع الیه أخي ... میں گزر چکی۔

الفرائد: چیز خریدنے کی نیت نہ ہو مگر دوسرے کی ضد سے اس کا بھاؤ بڑھانا یہ دھوکہ دہی اور تناجش ہے۔

۱۵۸۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّجَشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۵۸۳: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دھوکے کی غرض سے قیمت میں اضافہ کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: النجش۔ نجش ینجش (ن) قیمت سے بڑھ کر کر سامان کی قیمت بڑھانا جبکہ خریداری مقصد نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکا دے کر نقصان پہنچانا مقصود ہے۔ اس کا اصل معنی چھپانا ہے۔ کیونکہ یہ آدمی اپنا ارادہ چھپاتا ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۲۱٤۲) ومسلم (۱٥۱٦) والنسائی (٤٥۱۷) وابن ماجه (۱۲۷۳) ومالك (۱۳۹۲)

الفرائد: دوسرے مسلمان کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا شرعاً حرام ہے۔

۱۵۸۴ : وَعَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ"

"اَلْخِلَابَةُ" بِخَاءٍ مُّعْجَمَةٍ مَّكْسُوْرَةٍ وَبَاءٍ مُّوَحَّدَةٍ وَّهِيَ الْخَدِيْعَةُ۔

۱۵۸۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُس کے ساتھ خرید وفروخت میں دھوکہ کیا جاتا ہے۔ فرمایا جس سے تو خرید وفروخت کرے اس کو کہو دھوکہ بازی نہیں ہونی چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْخِلَابَةُ: خاءِ معجمہ مکسورہ اور موحدہ کے ساتھ' دھوکہ۔

تشریح ۞ يُخْدَعُ۔ بیوع میں اس کو نقصان دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ فطین نہیں اور اس میں کئی دسیسہ کاریاں ہیں۔ لا خلابة۔ دارقطنی اور بیہقی نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں: ''ثم أنت بالخيار فی کل سلعة ابتعتها ثلاث ليال فإن رضيتها فأمسك۔'' یہ آدمی حضرت عثمان کے زمانے تک زندہ رہا۔ جب کوئی چیز خریدتا اگر اس کو بتلایا جاتا کہ تمہیں بہت مہنگا سودا دیا گیا۔ وہ واپس جاتا ایک صحابی کی اس کی گواہی دیتے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کیلئے تین دن کا خصوصی خیار مقرر فرمایا تھا تو دکاندار اس کے دراہم واپس کر دیتا۔ خلابه۔ یہ اسم مصدر ہے (ن۔ض) دھوکا دینا۔

تخریج: أخرجه مالك (۱۳۹۳) وأحمد (۲/٥۲۷۱) والبخاری (۲۱۱۷) ومسلم (۱٥۳۳) وأبو داود (۳٥۰۰) والنسائی (٤٤۹٦) وابن حبان (٥۰٥۱)

الفرائد: یہ اس ضعیف پر شفقت کرتے ہوئے خصوصی اجازت مرحمت فرمائی کہ اگر دھوکا کرو گے تو مجھ پر بیع لازم نہ ہوگی۔

۱۵۸۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِئٍ اَوْ مَمْلُوْكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔

"خَبَّبَ بِخَاءٍ مُّعْجَمَةٍ ثُمَّ بَاءٍ مُّوَحَّدَةٍ مُّكَرَّرَةٍ :اَیْ اَفْسَدَهٗ وَخَدَعَهٗ۔

۱۵۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکہ دیا۔ پس وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداؤد)

خَبَّبَ: اخاء معجمہ با موحدہ مکررہ کے ساتھ۔ یعنی اس کو دھوکہ دیا اور خراب کیا۔

تشریح ۞ من خبب زوجة۔ خاوند کے خلاف اکسایا یا ان کے مابین نفرت ومخالفت ڈلوائی اور خاوند کی نافرمانی پر آمادہ کیا۔ او مملو که۔ غلام ولونڈی دونوں مراد ہیں۔ فليس منا۔ وہ ہماری راہ پر نہیں کیونکہ مؤمن کا طرزِ عمل تعاون ومدد

ہے۔اور یہ اس کے الٹ ہے۔

دارقطنی کی روایت میں ''من خبب خادمًا علی أھلھا فلیس منا ومن اقشر امراۃ علی زوجھا فلیس منا''

القاب میں اس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے ''من خبب عبدًا علی مولاہ فلیس منّا'' خبب، بگاڑنا، دھوکا دینا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۱۶۸) وأبو داود (۵۱۷۰) وابن حبان (۵٦۸) والبیھقی (۱۳/۸)

الفرائد : غلام یا بیوی یا خدمتگاروں کو آقا کے خلاف اُکسانا گناہ ہے۔اس سے گھر میں فتنہ وفساد پھیلتا ہے۔

۲۷۷ :بَابُ تَحْرِیْمِ الْغَدْرِ

بَاب: دھوکے کی حرمت

تشریح الغدر۔وعدہ توڑنا (المصباح)

الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ [المائدہ:۱] قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا﴾ [الاسراء:۳٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والوتم معاہدوں کی پابندی کرو!''۔(المائدہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم وعدے کو پورا کرو بے شک وعدے کے بارے میں سوال ہوگا''۔(الاسراء)

العقود۔وہ وعدے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

العھد۔وہ معاہدات جو تم کرتے ہو۔العقود۔وہ معاملات جو ایک دوسرے کے ساتھ برتتے ہو یا وہ تکالیف شرعیہ جن کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

مسئولا۔اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔(۲) معاہدہ کرنے والے جو مطلوب ہیں کہ وہ ان کو ضائع نہ کرے۔

باب الوفاء بالعھد میں اس کی تفسیر گزری ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸٦ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : ''اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا :اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ، وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ ، وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۸۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک ہے' یہاں تک اس کو چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے' جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو دھوکہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو بکواس کرے''۔
(بخاری و مسلم)

تشریح ❀ اربع۔یعنی چار خصال۔منافقا۔منافق عملی جس کے بعض مؤمنین میں پائے جانے میں اشکال نہیں۔ خصلة۔یعنی ایک خصلت۔حتی یدعھا۔روایت کا اصل مقصد یہ ہے کہ خصلت تو منافق میں ہونی چاہیے۔مؤمن کو اس سے دور رہنا چاہیے اور اس سے پاک ہونا چاہیے۔خان۔امانت میں خیانت کرتا ہے۔کذب۔ایسی خبر دے جو واقعہ کے مطابق نہ ہو۔غدَر۔وعدے کی خلاف ورزی کرے اسے توڑ ڈالے۔فَجَر۔حق کو نافذ نہ کرے بلکہ اپنے سے ہٹائے اور جھوٹی قسم کھا کر اس سے نکل جائے۔یا غلط بات کر کے اس سے راہ فرار اختیار کر جائے۔

تخریج : فارجع اليه أخي ...میں گزر چکی۔

الفرائد : ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ اخلاق رذیلہ سے اپنے کو پاک صاف رکھے۔

۱۵۸۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عُمَرَ ، وَاَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالُوْا : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ :هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۵۸۷: حضرت عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عمر اور انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دھوکہ باز کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا۔کہا جائے گا یہ فلاں کی بدعہدی ہے''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ❀ لكل غادر لواء۔تا کہ اس کی خوب رسوائی ہو اور اس کے معاملے کی شفاعت اور اس سے اس کی تشہیر ہو اس عام مجمع میں جس کی کوئی مثال نہیں۔غدرة۔ایک بار دھوکا کرنا۔

تخریج : فارجع اليه أخي ....میں گزر چکی۔

الفرائد : قیامت کے دن بدعہدی کی سزا جنس عمل سے ملے گی۔تا کہ جس طرح اس نے دوسرے کو رسواء کرنے کی کوشش کی وہاں رسواء ہو۔

۱۵۸۸ :وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :"لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۸۸: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دھوکہ

باز کے لئے اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا جو اس کے دھوکے کی مقدار کے مطابق ہوگا۔خبردار! کوئی غداری امیر عام کے ساتھ غداری سے بڑھ کر نہ ہوگی''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اِسته۔دبر مراد ہے۔یر فع له۔اس موقف میں اس کیلئے بلند کیا جائے گا۔بقدر غدرہ تاکہ جرم کی مقدار سے شہرت ہو۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ جو دستہ کا سربراہ پکڑتا ہے۔ (۲) لشکر کا داعی اور لوگ اس کے مطیع ہوتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ یہ ایک ایسی علامت ہوگی جس سے لوگوں میں پہچانا جائے گا۔کیونکہ جھنڈے کی جگہ شہرت والی ہوتی ہے۔اہل عرب بازاروں اور مجالس میں غداروں کیلئے جھنڈے لگاتے تاکہ وہ ذلیل ہو۔الغادر۔اس معاہدہ کرنے والے کو کہتے ہیں جو وفا نہ کرے۔غدر۔یغدر (ض) اس میں دھوکے کی حرمت شدیدہ بیان کی گئی۔خاص طور پر امیر عام کا دھوکا زیادہ جرم ہے کیونکہ اس کا نقصان بہت سی مخلوقات کو پہنچے گا۔بعض نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے وفا عہد کی پوری قدرت ہے۔کوئی چیز وفاء سے مانع نہیں۔اور مشہور یہ ہے کہ دھوکا باز امام کے متعلق وارد ہے۔ایک احتمال یہ بھی ہے۔قاضی نے دوسرا احتمال یہ نقل کیا ہے کہ یہ رعایا کے امام سے غداری کرنے کے متعلق ہے۔تاکہ وہ اس کی نافرمانی نہ کریں اور کسی ایسی چیز کی طرف تعرض نہ کریں جو باعث فتنہ ہو۔مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔لواء۔کو شہرت سے کنایہ قرار دینا بلاوجہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١٣٠٣) ومسلم (١٧٣٨)

الفرائد : (۱) اصلاح و دوستی حکام کیلئے پوری تگ و دو کی جائے گی۔(۲) جب تک کفر ظاہر نہ ہو بیعت توڑنے کی اجازت نہیں۔تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ خروج و بغاوت سے اسلام کی حکومتوں کو ایسا دھچکا لگا کہ سنبھلنا مشکل ہوگیا۔

۱۵۸۹ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی "ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ :رَجُلٌ اَعْطٰى بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ، وَرَجُلٌ اسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۵۸۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تین آدمیوں کی طرف سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا: (۱) وہ جس نے مجھ سے عہد کیا پھر توڑ دیا۔ (۲) وہ آدمی جس نے کسی آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔ (۳) وہ آدمی جس نے کسی کو مزدور بنایا اس سے پورا کام لیا' مگر اس کو مزدوری نہ دی۔ (بخاری)

تشریح ۞ ثلاثه۔یعنی تین اوصاف ہیں۔انا خصمهم۔علامہ سبکی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑا (۱) جس نے معاہدہ کر کے پھر توڑا۔اس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خیانت و نقض اور عدم وفا کا ارتکاب کیا۔اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کے وعدے پورے کیے جائیں۔ (۲) جس نے آزاد آدمی کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کھالی اس نے اللہ تعالیٰ کے حق کی خلاف ورزی کی۔اللہ تعالیٰ کا حق حر کے متعلق یہ ہے کہ اس کو عبادت پر قائم کیا جائے جس

کیلئے اس نے جن وانس کو پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون﴾ [الذاریات: ٥٦] جس آزاد کو غلام بنایا اس نے ان تمام حقوق وعبادات کو معطل کیا جو احرار سے خاص ہیں مثلاً جمعہ، حج، جہاد، زکوٰۃ وغیرہ۔بہت سے عوارض ہیں جو خدام کو آقا کی خدمت کی وجہ سے نوافل سے روکنے والے ہیں۔اس نے وجود میں اللہ تعالیٰ کا حکم بالکل توڑ دیا جو کہ بندوں سے مقصود تھا۔اسی وجہ سے یہ بڑا جرم ہے۔(۳) وہ شخص جس نے مزدور لگایا۔یہ بمنزلہ حر کو غلام بنانے کے ہے۔اس سے وہ بہت سے نوافل سے معطل ہو کر رہ گیا۔یہ بھی اس کے مشابہ ہو گیا۔جس نے آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔اسی وجہ سے ان کا گناہ بڑا ہے۔

ابن بطال کا قول: اعطی بی ثم غدر۔اس سے مراد وعدہ توڑنا ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا۔اور ''اکل ثمنہ'' اس سے مراد اس ثمن سے نفع اٹھانا ہے خواہ جس طریقہ سے ہو۔کھانے کا تذکرہ اس وجہ سے ہے کہ یہ خصوصی فوائد سے ہے۔جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلمًا﴾ [النساء: ١٠]

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٨٧٠٠) والبخاري (٢٢٢٧) وابن ماجه (٢٤٤٢) وابن حبان (٧٣٣٩) وابن الجارود (٥٧٨) وأبو يعلى (٦٥٧١) والبيهقي (١٤/٦)

الفرائد: اس میں عہد کو توڑنے، آزاد کو بیچ ڈالنے اور مزدور کی مزدوری کھانے کی شدید مذمت نکلتی ہے۔اس وقت نقض عہد اور ظلماً مزدوریاں کھانے کا ظلم عام ہے۔اعاذنا اللہ منہا۔

۲۷۸ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

بَاب: عطیہ وغیرہ پر احسان جتانا منع ہے

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ [البقرة: ٢٦٤] وَ قَالَ تَعَالٰى : ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾

[البقرة: ٢٦٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذاء دے کر ضائع مت کرو''۔(البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتے اور نہ دکھ دیتے ہیں''۔(البقرۃ)

الروایات

۱۵۹۰ : وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ا قَالَ : ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، وَلَا

يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ ، وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" قَالَ : فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ا ثَلَاثَ مِرَارٍ – قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ : خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : اَلْمُسْبِلُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ – وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ : "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ" يَعْنِى الْمُسْبِلَ اِزَارَهٗ وَثَوْبَهٗ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ لِلْخُيَلَاءِ"۔

۱۵۹۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہ فرمائیں گے، نہ ان کی طرف رحمت کی نگاہ فرمائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس آیت کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ پڑھا۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کیا وہ تو ناکام و نامراد ہوئے یارسول اللہ! مگر یہ کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا۔ (۲) احسان کر کے احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے: ''اپنی چادر اور کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا''۔

تخریج : باب صفة طول القمیص میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۲۷۹ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

باب: فخر و سرکشی کی ممانعت

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ [النجم:۳۲] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [الشوریٰ:٤٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے متعلق پاک بازی کا دعویٰ مت کرو۔ وہ تقوے والے کو خوب جانتا ہے''۔ (النجم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک گناہ ہے ان لوگوں پر جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے''۔ (الشوریٰ)

تشریح ۞ تزکیہ کا معنی زیادہ تعریف کرنا اور پاکیزگی کی طرف منسوب کرنا ہے۔ هو اعلم۔ بسا اوقات تم کسی کو تقویٰ کی طرف منسوب کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ اس طرح نہیں اس لئے حدیث صحیح میں وارد ہے۔ ''إن کان احدکم مادحًا صاحبه لا محالة فلیقل أحسب فلانا والله حسیبه، ولا ازکی علی الله أحدًا' أحسبه کذا

و کذا" اگر وہ اس کے متعلق جانتا ہو۔

سبیل۔ یہاں سزا کی راہ مراد ہے۔ علی الذین۔ ان پر گناہ نہیں جس نے اپنے ظلم کا بدلہ اپنی مظلومیت کے مطابق لیا۔ یبغون۔ جو ظالم و باغی ہیں۔ ان کے ظلم و بغاوت کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۵۹۱ :وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَّلَا يَفْخَرُ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ :اَلْبَغْيُ التَّعَدِّيْ وَالْاِسْتِطَالَةُ۔

۱۵۹۱: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے پر بالکل سرکشی نہ کرے"۔ (مسلم) اہل لغت نے فرمایا: اَلْبَغْي: ظلم و زیادتی اور دست درازی

تشریح ان تواضعوا۔ یہ ان مفسدہ یا مصدریہ ہے۔ اس سے پہلے باء مقدر ہے۔ یعنی "امرنی و ایاکم بالتواضع" اس میں مبالغہ کرو۔ حتی لا یبغی۔ حتی غایت یا تعلیل کیلئے ہے۔ علم، مرتبہ یا مال میں کسی دوسرے کے مقابلہ میں بڑا مت بنے۔ اور نہ ایک دوسرے پر فخر کرے۔ البغی۔ ظلم و تعدی کرنا حق سے عدول کرنا اور اس میں بہت بڑھ جانا۔

تخریج : أخرجه مسلم (٦٤/٢٨٦٥)

الفرائد : مسلمانوں کو باہمی تواضع اختیار کرنی چاہیے اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور کبر سے حفاظت رہے گی۔

۱۵۹۲ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَالرِّوَايَةُ الْمَشْهُوْرَةُ "اَهْلَكُهُمْ بِرَفْعِ الْكَافِ وَرُوِيَ بِنَصْبِهَا ' ذٰلِكَ النَّهْيُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهٖ' وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ وَارْتِفَاعًا عَلَيْهِمْ ' فَهٰذَا هُوَ الْحَرَامُ وَاَمَّا مَنْ قَالَهٗ لِمَا يَرٰى فِي النَّاسِ مِنْ نَّقْصٍ فِيْ اَمْرِ دِيْنِهِمْ ' وَقَالَهٗ تَحَزُّنًا عَلَيْهِمْ ' وَعَلَى الَّذِيْنَ فَلَا بَاْسَ بِهٖ ' هٰكَذَا فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ وَفَصَّلُوْهُ- وَمِمَّنْ قَالَهٗ مِنَ الْاَئِمَّةِ الْاَعْلَامِ :مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالْخَطَّابِيُّ ' وَالْحُمَيْدِيُّ وَاٰخَرُوْنَ وَقَدْ اَوْضَحْتُهٗ فِيْ كِتَابِ :"الْاَذْكَارِ"۔

۱۵۹۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی شخص کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہو گئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے"۔ (مسلم)

مشہور روایت اَهْلَكُهُمْ کاف کے ضمہ سے ہے۔ اور زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ یہ ممانعت اس کے لئے ہے جو یہ کلمہ خود پسندی کی بناء پر کہتا ہو اور لوگوں کو حقیر قرار دیتا ہو اور اپنے آپ کو ان سے بالا سمجھتا ہو۔ یہ صورت

حرام ہے اور اگر کوئی شخص لوگوں کے دینی معاملات میں نقص دیکھ کر کہتا ہے اور بطور غم خواری کہتا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ علماء رحمہم اللہ نے اسی طرح اس کی تفسیر کی ہے۔ جن ائمہ کرام نے اس تفسیر کو اختیار کیا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مالک بن انس' خطابی' حمیدی وغیرہم۔ میں نے اس کی وضاحت کتاب الاذکار میں کی ہے۔

تشریح ۞ **اذا قال الرجل**۔ خود پسندی اور دوسرے کی حقارت کے طور پر کہا لوگ ہلاک ہو گئے۔ فساق وفجار بن گئے اور یہ بچ گیا۔ **فهو اهلكهم**۔ یہ ان میں سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس پر راضی اور تمام لوگوں کی سرکشی پر خوش ہے۔

نووی کا قول: یہ کلام اس وقت ممنوع ہے جبکہ لوگوں کی تحقیر اور اپنے کو بڑا ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ **عجباً و تصاغراً**۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔

اَلنَّحْوُ: یہ اپنے معنی میں ہیں (۲) فاعل کے معنی میں ہیں۔ جبکہ ان کو حال مانا جائے۔ (۳) مفعول لہ مانیں تو بھی منصوب ہوں گے۔ **فهذا هو الحرام**۔ یہ بات حرام وممنوع ہے۔ **اَلنَّحْوُ**: جملہ خبریہ سے ممانعت زیادہ بلیغ ہے۔ **واما من قاله**۔ اگر دینی حمیت اور درد کی وجہ سے کہے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اس سے لوگوں کی توجہ دین کی طرف مبذول ہوتی ہو تو خوب ہے۔ **الاعلام جمع عَلَم**: پہاڑ جو علمی عظمت کے لحاظ سے ظاہر ہو۔ یہ ائمہ سے عطف بیان ہے۔

امام مالک، خطابی یہ اس کے دادا خطاب کی طرف نسبت ہے۔ حمیر یا ابن عبداللہ حمیری اندلسی ہیں۔ حلیہ کی روایت ''**هو من اهلكم**'' ہے۔

بقول حمیری یہ رفع سے ہے یعنی دوسروں کو حقیر قرار دینے اور اپنے نفس کو فضیلت دینے کی وجہ سے وہ سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ کیونکہ وہ اسرار الٰہی سے ناواقف ہے۔ ہمارے علماء نے اسی طرح فرمایا کہ یہ حمیری وخطابی کا کلام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے عیب نکالنا اور ان کی برائیوں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور کہتا ہے لوگ بگڑ گئے اور ہلاک ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ ایسا کہنے والا ان میں حالت کے لحاظ سے سب سے برا ہے۔ اس لئے کہ ان کی عیب جوئی اور غیبت کا گناہ اسے مل رہا ہے اور بسا اوقات یہ چیز اسے ذاتی خود پسندی اور دوسروں پر اپنی افضلیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہے۔ پس اس طرح وہ ہلاک ہوا۔ (خطابی) امام مالک نے معالم السنن میں فرمایا اگر لوگوں کی حالت پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہو' تو میرے ہاں اس میں حرج نہیں اور خود پسندی اور لوگوں کی تحقیر کیلئے کہے تو مکروہ یعنی تحریمی ہے۔ یہ درست سند کے ساتھ روایت کی بہترین تاویل ہے۔ اس لئے کہ تبع تابعی سے منقول ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (١٨٤٥) وأحمد (٣/١٠٠١٢) ومسلم (٢٦٢٣) وأبو داود (٤٩٨٣) وابن حبان (٧٥٦٢)

الفوائد: (۱) اس میں خود پسندی اور دوسروں پر اپنی بڑائی دکھانے کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ (۲) دوسروں کے عیوب جھانکنے کی بجائے ان کو بھانپے۔

۲۸۰ :بَابُ تَحْرِیْمِ الْھَجْرَانِ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِی الْمَھْجُوْرِ اَوْ تَظَاھُرٍ بِفِسْقٍ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

بَابٌ : تین دن سے زیادہ مسلمانوں کے لئے آپس میں قطع تعلق کی حرمت کا بیان' البتہ بدعت اور فسق وغیرہ کی صورت میں قطع تعلق کرنے کی اجازت کا بیان

تشریح ۞ الھجران : کسی چیز کو چھوڑنا اور ترک کرنا۔(القاموس) یہ اسم مصدر ہے۔باب نصر۔(المصباح) فوق ثلاثه ایام۔دونوں ظرف محل صرف میں ہیں۔(۲) ہجران سے حال ہے کیونکہ اس پر الف لام مبنی ہے۔الا ابدعة۔یہ ابتداع سے ہے جیسے رفعه فی الارتفاع۔غالباً یہ دین میں نقص وعیب کیلئے استعمال ہوتا ہے یا اضافہ کیلئے بھی۔لیکن بعض غیر مکروہ ہیں۔یہ وہ ہیں جن کی جنس شرع میں پائی جاتی ہے یا مصلحت دینیہ کا تقاضا ہو۔مثلاً خلیفہ کا دربان مقرر کرنا(مگر یہ چیز بدعت شرعیہ کی تعریف سے خارج ہیں ان کو بدعہ لغویہ تو کہہ سکتے ہیں۔فتدبر)

اس روایت میں مراد بدعت محرمہ ہے جیسے رافضیت واعتزال وغیرہ۔

تظاھر بفسق أو نحو ذلك :اگر چھپ کر گناہ کرنے والا ہو سر عام نہ کرتا ہو تو اس کی جاسوسی کرنا اور چھوڑ نا مناسب نہیں۔

الآیات

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾ [الحجرات:۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی :﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة:۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''بے شک مسلمان بھائی بھائی ہے۔تم ان کے درمیان اصلاح کرو''۔(الحجرات) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''مت تعاون کرو گناہ اور ظلم پر''۔(المائدہ)

باہمی انقطاع اور ہجران اخوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

اسی میں مسلمان سے قطع تعلق اور اس کو بلا سبب چھوڑنا ہے۔اگر کوئی شرعی سبب ہو تو کوئی حرج نہیں جیسا کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں سے قطع تعلق واقعہ گزر چکا۔

۱۵۹۳ :وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ا :''لَا تَقَاطَعُوْا ' وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا ' وَلَا تَحَاسَدُوْا وَکُوْنُوا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۹۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہمی ایک دوسرے سے

مقاطعہ نہ کرو' ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ' آپس میں بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے''۔
(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اخوانا۔ میل جول اور باہمی مہربانی کرنے والے۔ لا یحل۔ جائز نہیں۔ لمسلم۔ ہر مسلمان مرد و عورت مراد ہے۔ اخاہ سے مراد مسلمان بھائی۔ یہ ترغیب کیلئے اس طرح فرمایا۔

تخریج : فارجع الیہ أخی ...میں گزرچکی۔

الفرائد : یہ چیز اخوت اسلامی کو زیر وزبر کرنے والی ہے۔

۱۵۹۴ : وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ا قَالَ : "لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ : یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۵۹۴ : حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے کہ دونوں آپس میں ملیں اور ایک اس طرف منہ موڑ لے اور دوسرا اس طرف۔ ان میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ان یھجر اخاہ۔ تعبیر میں دوسرے مسلمان کیلئے اخاہ کو اختیار کیا گیا۔ جس سے تو اصل پر ابھارنا اور قطع تعلقی سے بچانے کی طرف اشارہ ہے۔ ثلاث لیال۔ دنوں سمیت راتیں مراد ہیں۔ تعبیرات میں بعض اجزاء کے تذکرہ کی مثالیں بہت ہیں۔ فیعرض ھذا۔ اپنے مسلمان بھائی سے اپنے چہرے کو موڑ لیتا ہے گویا وہ بدن کے عرض کو دوسرے مسلمان کے چہرے کی طرف کر لیتا ہے۔ خیرھما الذی یبدأ بالسلام۔ کیونکہ اس نے مسلمان کے حق کی ادائیگی میں سبقت کی۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٨٢) وأحمد (٩/٢٣٦٣٦) والبخاری (٦٠٧٧) ومسلم (٢٥٦٠) وأبو داود (٤٩١١) والترمذی (١٩٣٢) وابن حبان (٥٦٦٩) والطیالسی (٥٩٢) والبیهقی (٦٣/١٠)

الفرائد : رشتہ داریاں اور معاشرتی تعلقات کو بگاڑ کا یہ ذریعہ ہے۔ یہی تلخی و کشیدگی بڑھ کر شدید عداوت میں بدل جاتی ہے۔

۱۵۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ا یَقُوْلُ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ اثْنَیْنِ وَخَمِیْسٍ'' فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لِکُلِّ امْرِیءٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا ' اِلَّا امْرَءً ا کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیَقُوْلُ اتْرُکُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۵۹۵ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمل ہر سوموار اور

جمعرات کو پیش ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو بخش دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرانے والا نہ ہو۔ مگر وہ شخص کہ جس کے اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان بغض ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ان کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ شحناء۔ دنیوی معاملے کی وجہ سے بغض وعداوت ہے۔ ھذین۔ اس سے دونوں کینہ وروں کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر ایک طرف سے بغض ہو تو معاملہ اس کے ساتھ خاص رہے گا۔

تخریج : فارجع الیه أخی ... میں گزر چکی۔

الفرائد : باہمی بغض وعداوت رحمت الٰہی سے مسلمان کو دور کر دیتا ہے۔

۱۵۹۶ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"التَّحْرِيْشُ" :اَلْإِفْسَادُ وَتَغْيِيْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعِهِمْ۔

۱۵۹۶ : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی پوجا کریں لیکن وہ ان کے درمیان بگاڑ پیدا کرنے میں اور قطع تعلقی میں (کامیاب رہے گا)''۔ (مسلم)

التَّحْرِيْش :فساد ڈالنا' دلوں کو بدلنا' آپس میں تعلقات منقطع کرنا۔

تشریح ۞ قد یئس۔ یہ یأس سے ہے۔ ایک نسخہ ایَسَ بھی ہے۔ مایوس وناامید ہونا۔ ان یعبده المصلون۔ اس سے مسلمان مراد ہیں۔ جزیرہ عرب کی اطراف عدن، کے مابین حدود شام تک طول اور عرض جدہ کنارہ سمندر سے ریف عراق تک طول اور عرض بیرین ساوہ کے کٹاؤ تک۔ بکری کہتے ہیں جزیرہ عرب مکہ، مدینہ، یمن، یمامہ، بعض نے کہا اس کے پانچ حصے ہیں۔ (۱) تہامہ: یہ حجاز کی جنوبی جانب کا نام ہے۔ نجد: یہ حجاز وعراق کا درمیانی علاقہ۔ حجاز: یہ یمن سے شروع ہو کر شام سے جا ملتا ہے۔ اسی میں مدینہ اور عمان ہے۔ اس کو حجاز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نجد و تہامہ کے درمیان آڑ کی طرح ہے۔ عروض: یہ یمامہ سے بحرین تک کا علاقہ ہے۔ یمن یہ تہامہ سے بالائی علاقہ ہے۔ یہ اصمعی کے قول سے قریب تر ہے۔

(المصباح)

صاحب محکم کا قول: اس کو جزیرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بحر فارس اور بحر حبش اور دجلہ اور فرات اس کو گھیرے ہوئے ہیں جزیرہ وہ زمین جس سے پانی کٹا ہو۔ التحریش۔ لوگوں کے درمیان جھگڑے ڈالنا، لڑائی وبغض وفتنہ برپا کرنا۔ یہ روایت معجزات نبوت سے ہے۔ آج اسی طرح واقعہ ہو رہا ہے۔ جیسا فرمایا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱۴۳۷۳) ومسلم (۲۸۱۲) والترمذی (۱۹۴۴) وابن حبان (۵۹۴۱) وأبو یعلی (۲۰۹۵) وابن أبی عاصم (۸)

الفرائد: (۱) مسلمانوں میں فتنے اور فساد کیلئے اب بھی شیاطین سرگرم ہیں۔ (۲) جزیرہ کو ہمیشہ کیلئے بت پرستی سے محفوظ کر دیا گیا۔

۱۵۹۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَ مُسْلِمٍ۔

۱۵۹۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے جس نے تین دن سے زیادہ تعلق توڑا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ آگ میں جائے گا"۔ (ابوداؤد) بخاری اور مسلم کی شرط کے ساتھ۔

تشریح ۞ لا یحل لمسلم۔ دونوں ایک دوسرے سے ملیں اور باہمی کلام نہ کریں۔ فمات۔ اسی قطع تعلقی پر اصرار کی حالت میں موت آگئی۔ دخل النار۔ اگر گناہ گار موحدین کے ساتھ اس کو سزا دینا منظور ہوگا۔ (۲) اگر حلال سمجھ کر کیا اور حرمت کا علم تھا تو ہمیشہ ہمیش کیلئے داخل ہوگا۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤٩١٤)

الفرائد: مسلمان سے بلا کسی دینی وجہ کے قطع تعلقی کرنے والا آگ کا حق دار ہے۔

۱۵۹۸ : وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ وَیُقَالُ السُّلَمِیِّ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ کَسَفْكِ دَمِهٖ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔

۱۵۹۸: حضرت ابی خراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی ان کو سلمی بھی کہا جاتا ہے رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: "جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق منقطع کیا۔ اس نے گویا اس کا خون بہا دیا" (ابوداؤد) سند صحیح کے ساتھ۔

تشریح ۞ ان کا نام سلامہ بن عمیر بن ابی سلامہ بن سعد بن سارب بن الحارث بن عیسٰی بن ہوازن بن اسلم بن اقصی بن حارثہ الاسلمی ہے اور اسلمی بھی کہا جاتا ہے۔ اور الجہنی جہینہ کی طرف نسبت ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس روایت میں سلمی ہے یہ اسلمی ہیں۔ من هجر اخاه سنة فهو کسفك دمه۔ ایک سال کیلئے انقطاع تعلق گناہ میں دشمنی سے اس کا خون بہانے کی طرح ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٩٥٧) والبخاری (٤٠٤) وأبو داود (٤٩١٥) والحاكم (٤/٧٢٩٢)

الفرائد : اس تشبیہ سے قطع تعلقی کا حرام ہونا واضح ہوا۔

۱۵۹۹ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا یَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَیَلْقَهُ وَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ ، وَاِنْ لَّمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ – قَالَ اَبُوْدَاوُدَ :اِذْ كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَیْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ۔

۱۵۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ دوسرے مؤمن کے ساتھ تین دن سے زیادہ تعلق کو ترک کرے۔ جب تین دن گزر جائیں تو اس سے ملاقات کرنی چاہئے اور اس کو سلام کرنا چاہئے۔ پھر اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں اجر میں شریک ہو گئے۔ اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گناہ گار رہا اور سلام کرنے والا ترکِ تعلق کے گناہ سے نکل گیا۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اگر ترک تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں۔

تشریح ۞ ان یهجر۔ بلا سبب شرعی تین دن رات چھوڑنا۔ یہ عام مسلمان کیلئے ہے۔ البتہ والد کی بیٹے اور خاوند کی بیوی سے ناراضی میں تین دن کی تنگی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک ماہ کیلئے ازواج سے علیحدگی اختیار کی۔ فلیلقه ویسلم علیه۔ اس کو ملاقات کے سامنے جانے کا کہا جائے تاکہ دل میں جو بات ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔ اشترکا فی الاجر۔ ایک کو ابتداءِ سلام کا ثواب اور دوسرے کے قبول کر لینے کا ثواب اور پہلے کو دوسرے جیسا ثواب ملے گا کیونکہ وہ سبب بنا اسی وجہ سے مستحب ہونے کے باوجود وہ آگے بڑھ گیا اور رد کا ثواب بھی ملے گا باوجودیکہ وہ واجب ہے۔ اور اگر اس سے جواب نہ دیا تو اس نے گناہ کمایا کیونکہ شرعاً واجب کو مسترد کیا۔ خرج المسلم۔ سلام میں ابتداء کرنے والا گناہ کی زد سے نکل گیا۔ وہ قطع تعلق جو بخشش کیلئے رکاوٹ تھا۔ دوسری روایت میں یہ لفظ زائد ہیں "والسابق یسبق الی الجنة"۔

ابوداؤد کا قول: جب کہ یہ قطع و ترک اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو۔ اور مہجور بدعتی یا ظاہراً فسق کا اظہار کرتا ہے۔ تو اس کا اس وعید سے واسطہ نہیں۔ بلکہ وہ تو ضروری ہے یا کم از کم مستحب ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤٩١٢) أبي داود (٤٩١٣)

الفرائد : باہمی تعلق کو ذاتی رنجش کی بناء پر توڑنا جائز نہیں۔ اگر کسی صحیح وجہ ہو تو اس کو نصیحت کیلئے تاکہ اپنے عمل بد سے باز آئے جائز ہے۔

۲۸۱ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَنَاجِي اثْنَيْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اِلَّا لِحَاجَةٍ وَّهُوَ اَنْ يَّتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُهَا وَفِيْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَا بِلِسَانٍ لَّا يَفْهَمُهٗ!

بَابٌ :دوآدمیوں کا تیسرے آدمی کی اجازت کے بغیر سرگوشی کرنے سے روکنے کا بیان' ہاں ضرورت کے پیش نظر اس طرح وہ دونوں گفتگو کریں کہ تیسرا آدمی ان کی بات سن نہ سکے اور یہی حکم ہے جب وہ دونوں ایسی زبان میں باتیں کریں جب تیسرا آدمی اس زبان کو سمجھ نہ سکے

تشریح ۞ بغیر اذنہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ اور کوئی وہاں نہ ہو۔تا کہ اس کے دل میں وسوسہ آ کر وہ غمگین نہ ہو یا خوف زدہ نہ ہو۔الا لحاجة۔ اگر مصلحت متقاضی ہو تو پھر اس کا ملانا مفسدہ کا باعث بنے گا۔التناجی۔سرگوشی جس کو دوسرا آدمی نہ سنے۔اور اس کو معلوم نہ ہو کہ یہ باہمی کیا کہہ رہے ہیں۔اسی طرح زور سے ایسی باتیں کرنا جس کو وہ سمجھ نہ سکے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ﴾ [المجادله:۸]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک سرگوشی شیطان کی طرف سے ہے''۔(المجادلہ)

سرگوشی کو شیطانی حرکت قرار دیا (اس کی حکمت یہ بیان فرمائی) تا کہ مؤمن غمگین ہو۔حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔

۱۶۰۰ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا قَالَ :''اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ ' قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَاَرْبَعَةً؟ قَالَ لَا يَضُرُّكَ'' رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ :كُنْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ بْنِ عُقْبَةَ الَّتِيْ فِي السُّوْقِ ' فَجَآءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّنَاجِيَهٗ وَلَيْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَيْرِيْ فَدَعَا ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا اٰخَرَ حَتّٰى كُنَّا اَرْبَعَةً فَقَالَ لِيْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِيْ دَعَا :اسْتَاْخِرَا شَيْئًا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا يَقُوْلُ :لَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ۔

۱۶۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو دو تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ (بخاری، مسلم وابوداؤد) ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ جب چار ہوں؟ فرمایا پھر تمہیں کوئی گناہ نہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں عبداللہ بن دینار رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ میں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے اس گھر کے پاس تھے، جو بازار میں ہے، اچانک ایک آدمی نے آ کر ان سے سرگوشی کرنا چاہی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سوا میرے پاس اس وقت اور کوئی نہ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اور آدمی کو بلایا یہاں تک کہ ہم چار آدمی ہو گئے۔ تو آپؓ نے مجھے اور اس تیسرے آدمی کو جس کو بلایا تھا فرمایا۔ ذرا پیچھے ہٹو، بے شک رسول اللہؐ سے میں نے سنا کہ دو آدمی ایک دوسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کرے۔

تشریح ۞ **اذا كانوا**۔ جبکہ لوگ موجود ہوں۔ **فلا يتناجى**۔ یہ لفظاً خبر معنیٰ طلب ہے۔ **فاربعة**۔ اگر چار ہوں تو پھر دو کے بات کرنے کا کیا حکم ہے۔ **لا يضرك**۔ تم پر گناہ نہیں اور نہ حرام ہے۔ اور نہ اس میں نقصان ہے۔

وليس مع ابن عمر۔ یہ نیا جیہ کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے۔ **كنا**۔ صار کے معنی میں ہے۔ **استأخر شيئا**۔ تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ تا کہ مناجات والا اپنی مراد پالے۔ **فاني سمعت**۔ پھر دوسرے سے بات کی اور آدمی کو بلانے کی علت اس جملے میں بتلائی۔ اس لیے کہ ایک کو چھوڑ کر دو کے مناجات کرنے کی اجازت نہ تھی۔

تخريج : أخرجه مالك (١٨٥٧) وأحمد (٢/٤٥٦٤) والبخارى (٦٢٨٨) ومسلم (٢١٨٣) وأبو داود (٤٨٥٢) والحميدى (٦٤٦) وابن حبان (٥٨٠) وابن أبى شيبة (٥٨١/٨) والبخارى المفرد (١١٦٨) وابن ماجه (٣٧٧٦)

الفرائد : کسی ایک کو الگ چھوڑ کر دوسرے سے سرگوشی کرنا باہمی رنجش کا باعث ہوگا۔ سفر حضر ہر جگہ اس کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۶۰۱ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۰۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو دو تیسرے کے بغیر سرگوشی کریں یہاں تک کہ تم لوگوں سے مل جل جاؤ اس وجہ سے کہ وہ غمگین ہوگا۔
(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **حتى تختلطوا** : یہاں تک کہ وہ تین لوگوں میں مل جل جائیں۔ اور یہ نہی تحریمی ہے۔ کیونکہ اس کی علت "**من اجل ان ذلك يحزنه**" سے بتلائی گئی ہے جو کہ ایذاء ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿**والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبينا**﴾ [متفق عليه]

تخريج: أخرجه أحمد (٢/٣٥٦٠) والبخارى (٦٢٩٠) المفرد (١١٦٩) ومسلم (٢١٨٤) وأبو داود (٤٨٥١)

والترمذى (۲۸٤۳) وابن ماجه (۳۷۷٥) والدارمى (۲٦٥۷) وابن حبان (٥۸۳) وابن أبى شيبة (۸/٥۸۱) والحميدى (۱۰۹).

الفرائد : تین افراد ہوں تو ایک سے سرگوشی نہ کرے کہ دوسرے کو سوءظن پیدا ہوگا۔

۲۸۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْاَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيّ اَوْ زَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْاَدَبِ!

باب : غلام' جانور' عورت اور لڑکے کو کسی شرعی سبب کے بغیر یا ادب سے زائد تکلیف دینے کی ممانعت کا بیان

تشریح العبد۔ غلام مراد ہے خواہ لونڈی ہو یا غلام۔ والدابه۔ ہر زمین پر رینگنے والے پر بولا جاتا ہے مگر عرف عام میں چار پائے اور عرف خاص میں کھر والے جانور کو کہتے ہیں۔ بغیر سبب شرعی سزا کی وجہ شریعت کا اقتضاء نہ ہو یا سبب سے زائد نہ ہو۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾ [النساء:۳٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت داروں اور یتیموں مسکینوں' قرابت والے پڑوسیوں اور پہلو کے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی اور مسافر اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں۔ احسان کرو بے شک اللہ پسند نہیں کرتے فخر والے متکبر کو''۔ (النساء)

اِحْسَانًا : یہ فعل احسنوا محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ اس سے مراد ان سے حسن سلوک اور نرمی اختیار کرنا ہے۔ بِذِى الْقُرْبٰى : قرابت دار۔ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى : وہ پڑوسی جو قریب الدار ہو۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ : وہ دور رہنے والا جس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہو۔ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ : رفیق سفر یا رفیق صنعت بعض نے روجہ مراد لی ہے۔ وَابْنِ السَّبِيْلِ : جو سفر میں منقطع ہو جائے۔ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ : اس سے مراد غلام لونڈیاں۔ یعنی تمام کے ساتھ بقدر طاقت احسان کرو۔ مُخْتَالًا فَخُوْرًا : جو متکبر اور لوگوں پر اپنی دینا کی وجہ سے بڑائی ظاہر کرنے والا ہو۔

فَائِدَہ: پہلے تفسیر گزری ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶۰۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ا قَالَ : "عُذِّبَتِ امْرَاَۃٌ فِیْ هِرَّۃٍ: حَبَسَتْهَا حَتّٰی مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِیْهَا النَّارَ لَا هِیَ اَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا اِذْ هِیَ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِیَ تَرَکَتْهَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"خَشَاشُ الْاَرْضِ" بِفَتْحِ الْخَآءِ الْمُعْجَمَۃِ وَبِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَۃِ الْمُکَرَّرَۃِ وَهِیَ هَوَامُّهَا وَحَشَرَاتُهَا۔

۱۶۰۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جس نے اس کو باندھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اسی کی وجہ سے وہ آگ میں داخل ہوئی نہ اس نے خود کھلایا پلایا۔ کیونکہ وہ (بلی) بندھی ہوئی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔ (بخاری و مسلم)

خَشَاشُ الْاَرْضِ : زخاء معجمہ کے فتح اور شین معجمہ مکررہ کے ساتھ' زمین کے کیڑے مکوڑوں کو کہتے ہیں۔

تشریح ۞ عذبت امرأۃ۔ حافظ لکھتے ہیں یہ بنی اسرائیل کی عورت تھی۔ اس کا مذکورہ عذاب، کفر کے عذاب سے علاوہ تھا۔ فی هرۃ۔ یہ فی سبب کے معنی میں ہے۔ سجنتها۔ اس کو باندھ دیا اور وہ بھوک سے مرگئی۔ فدخلت فیها۔ وہ اس کے سبب سے آگ میں داخل ہوگئی۔ اطعمتها وسقتها اذ هی حسبتها ۔ اذ اپنے مضاف الیہ جملہ اسمیہ سے مل کر دونوں فعلوں میں سے ہر ایک کا ظرف بن سکتا ہے۔

اس حدیث میں بتلایا کہ حیوان کو روکنا اور اس کو بھوکا رکھنا حرام ہے۔ جس جانور کی خدمت کرے اس کو رکھنا جائز ہے۔ خشاش ۔ زہریلے جاندار سانپ وغیرہ (ازہری ابوحاتم کہتے ہیں تمام دواب ارض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ الهوام۔ جوں سے سانپ تک سب شامل ہیں۔ جیسا کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں "أیؤذیك هوام رأسك" یہاں مراد جوئیں ہیں۔ (المصباح) نووی "حشرات قضبات" کیڑوں مکوڑوں پر بولتے ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۱۰۵۰٦) والبخاری (۲۳٦٥) المفرد (۳۷۹) ومسلم (۲۲٤۲) والدارمی (۲۸۱٤) وابن حبان (٥٤٦) وابن ماجه (۲٤٥٦) والبيهقی (٥/۲۱٤)

الفرائد : کسی جانور کو خود اگر کھانے کو نہ ڈال سکتا ہو اور اسے پکڑ کر بھوکا نہ باندھے اگر وہ بھوکا مر گیا تو باندھنے والا قیامت کے دن مجرم ہوگا۔

۱۶۰۳ : وَعَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ بِفِتْیَانٍ مِّنْ قُرَیْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَیْرًا وَّهُمْ یَرْمُوْنَهٗ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّیْرِ کُلَّ خَاطِئَۃٍ مِّنْ نَّبْلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ

اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا ' اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
"الْغَرَضُ" بِفَتْحِ الْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَالرَّآءِ وَهُوَ الْهَدَفُ وَالشَّيْءُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ۔

۱۶۰۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا گذر قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے ہوا جنہوں نے ایک پرندے کو نشانے کی جگہ رکھا ہوا تھا اور وہ اس کو تیر مار رہے تھے۔ پرندے والے کے لئے انہوں نے ہر خطا ہونے والا تیر دینا طے کر لیا تھا۔ جب انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کس نے یہ کیا ہے اللہ اس پر لعنت کرے۔ کس نے یہ کیا ہے' بے شک رسول اللہؐ نے اس آدمی پر لعنت کی ہے جو کسی روح والی چیز کو نشانہ بناتا ہے۔ (متفق علیہ)
اَلْغَرَضُ : نشانہ اور وہ چیز جس پر تیر چھوڑے جائیں۔

تشریح ۞ بفتیان۔ یہ فتی کی جمع ہے۔ قریش۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کا لقب ہے۔ قد نصبوا طیرًا۔ اپنے تیروں کے نشانہ کی مشق کیلئے ایک پرندے کو باندھ رکھا تھا۔ طیر عام طور پر طائر کو کہتے ہیں طیر جمع قلیل الاستعمال ہے۔ یہ حدیث اس کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قد جعلوا۔ یہ جملہ معطوفہ یا حال ہے۔ خاطئہ۔ یہ مخطیٌ کے معنی میں ہے مگر قلیل الاستعمال ہے۔ (الجوہری، ابوعبیدہ)۔ النبل۔ تیر۔ تفرقوا۔ ڈر کر چھپ گئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ من فعل ھذا؟ یہ استفہام توبیخی ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کیلئے لائے۔ لعن اللّٰہ۔ لعنت کی وجہ یہ ہے حیوان کو بلاسبب شرعی ایذاء پہنچانا ہے۔ یہ حدیث تصریح کر رہی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ جس گناہ پر عذاب ولعنت کی گئی ہو وہ کبیرہ ہوتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٤٦٢٢) والبخارى (٥٥١٥) ومسلم (١٩٥٨) والنسائى (٤٤٥٣) والطيالسى (١٨٧٢) والطبرانى (٤١٣) وعبد الرزاق (٨٤٢٨) وابن حبان (٥٦١٧) والدارمى (٢/٨٣) والحاكم (٤/٧٥٧٥) والبيهقى (٩/٨٧)

الفرائد : (۱) پالتو زندہ حیوان کو تیروں کا نشانہ بنانا ناجائز ہے (۲) برے کام کو ہاتھ سے بدلنے کی طاقت ہو تو بدل ڈالے۔

۱۶۰۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ا اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَآئِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَمَعْنَاهُ :تُحْبَسَ لِلْقَتْلِ۔

۱۶۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانوروں کو نشانے کے مقام پر باندھا جائے۔ (بخاری' مسلم) مفہوم روایت کا یہ ہے کہ ان کو قتل کے لئے بند کر دیا جائے۔

تشریح ۞ تصبر البھائم۔ بقول نووی اس کا معنی قتل کیلئے باندھنا۔ علقمی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ زندہ کو جکڑ دیا جائے پھر اس پر نشانے باندھے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ بیہقی کی روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ

ہیں۔ ''نهى عن صبر الروح وخصاء البهائم'' رواہ احمد ومسلم عن جابر باختلاف الالفاظ۔

تخریج: أخرجه البخاری (۵۵۱۳) ومسلم (۱۹۵٦) وأبو داود (۲۸۱٦) والنسائی (٤٤۵۱) وابن ماجه (۳۱۸٦)

الفرائد : (۱) کسی جانور کو باندھ کر ہلاک کرنے یا تیروں سے ہلاک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ البتہ موذی جانور اس سے مستثنیٰ ہے۔

۱۶۰۵ : وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ سُوَیْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِّنْ بَنِیْ مُقَرِّنٍ مَالَنَا خَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا اَصْغَرُنَا فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ نُعْتِقَهَا ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ -

وَفِیْ رِوَایَةٍ ''سَابِعَ اِخْوَةٍ لِّیْ''۔

۱۶۰۵: حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقرن کے سات بیٹوں میں سے ساتواں تھا اور ہمارا ایک ہی خادم تھا۔ ہم میں سے ایک چھوٹے نے اس کو تھپڑ مارا اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا۔

تشریح ۞ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ مقرن (اسم فاعل از قرین) بن عائذ بن منجا بن ہجیر بن نصر بن حشیہ بن کعب بن نور بن ھدمہ بن الاطم بن عثمان بن عمر بن اد المزنی۔ عثمان بن عمرو اور ان کے بھائی کی اولاد کو اوس مزینہ کہا جاتا ہے۔ ان کی نسبت ماں کی طرف ہے۔ جس کا نام مزینہ بنت کلب بن وبرہ تھا۔ ان کی کنیت ابوعدی اور ابوعمرو بھی بتلائی جاتی ہے۔ کوفہ میں اقامت اختیار کی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تین روایات نقل کی ہیں۔ مسلم نے ان کی ایک روایت نقل کی ہے۔ ابن اثیر نے ان کا سال اور مقام وفات نہیں لکھا۔ رایتنی۔ یہ افعال قلوب سے ہے۔ اگر افعال اصلیہ کے معنی میں ہو تو سابع کو حال کی وجہ سے منصوب پڑھ سکتے ہیں۔ من بنی مقرن۔ یہ ساتوں بھائی ہیں مہاجر صحابی ہیں۔ اس بات میں تمام صحابہ میں ممتاز ہیں۔ اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) نعمان (۲) معقل (۳) عقیل (۴) سوید (۵) سنان (٦) عبدالرحمان، عبداللہ یہ آخری نام حافظ عراقی نے ذیل استیعاب سے نقل کیا ہے۔ یہ مرتدین سے قتال کرنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے رکھتے تھے۔ ابن فتحون سے طبری کی وساطت سے نقل کیا کہ بنی مقرن کی تعداد دس تھی واللہ اعلم۔ طبری نے ضرار بن مقرن کا نام لکھا ہے کہ یہ اپنے بھائی کے قتل کے بعد نہاوند میں قائم مقام بنائے گئے۔ ما لنا خادم إلا واحدة۔ یہ جملہ رأی کا دوسرا مفعول ہے اگر افعال قلوب سے ہو اور سابع مفعول اول سے حال ہے۔ (۲) اگر رؤیت بصریہ مراد ہو تو یا سے محل حال میں ہے حال مترادف ہوگا۔ لطمها اصغرنا۔ نام کی تعیین نہیں آتی۔ تھپڑ کے نتیجہ میں آپ ﷺ نے سخت سزا کے طور پر اس کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱٦۵۸) وأبو داود (۵۱٦٦) والترمذی (۱۵٤۲)

الفرائد : غلاموں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اور اپنے ہاتھ کو انہیں بے جا تکلیف سے روک دینا چاہیے۔

۱۶۰٦ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّیْ بِالسَّوْطِ

فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِیْ : ''اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ'' فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ – فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ : ''اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰی هٰذَا الْغُلَامِ'' فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا وَفِیْ رِوَايَةٍ : فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ يَدِیْ مِنْ هَيْبَتِهٖ – وَفِیْ رِوَايَةٍ :فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ ، فَقَالَ : ''اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ۔

۱۶۰۶: حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا پس میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی اے ابومسعود! جان لے میں غصے کی وجہ سے آواز کو سمجھ نہ سکا۔ جب آواز قریب ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور فرما رہے تھے خبردار! اے ابومسعود اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں جتنی تجھے اس غلام پر ہے۔ میں نے کہا میں اس کے بعد کسی غلام کو کبھی نہیں ماروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! اگر تُو ایسا نہ کرتا تو تمہیں آگ اپنی لپیٹ میں لیتی یا تمہیں ضرور آگ چھوتی۔ (ان روایات کو مسلم نے بیان کیا)

تشریح ❁ اعلم۔ یہ تنبیہ کیلئے زور سے آواز دی۔ فلم افهم الصوت۔ غصہ کی وجہ سے میں آواز کے مشتملات کو نہ سمجھ سکا۔ فلما دنا منی اذا هو۔ جب مجھ سے قریب ہوئے تو اچانک میں نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں اور فرما رہے ابا مسعود!ان اللّٰه تعالٰی اقدر علیك۔ اے ابومسعود اللہ تعالیٰ کے انتقام سے ڈرو۔ غلام پر تمہاری قدرت تمہیں اس بات میں تعدی پر آمادہ نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر رکھا ہے۔ یعنی ظلم سے مار پیٹ۔ بعده۔ اس فرمان کے بعد کسی غلام کو نہ ماروں گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا اور میں نے کہا۔ هو حر لوجه اللّٰه تعالٰی۔ یہ رضائے الٰہی کیلئے آزاد ہے۔ انه لو لم تفعل۔ اس میں فعل کا اطلاق فاعل پر کیا گیا ہے۔ للفحتك۔ تو تمہیں آگ جلا دیتی دوسری روایت میں ''لمستك النار'' یہ تمام مسلم کی روایات ہیں۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۶۵۹) والترمذی (۱۹۴۸)

الفوائد : (۱) غصے کو ممالیک و ماتحتوں پر ناجائز استعمال کرنا ممنوع ہے۔ (۲) عفو درگزر سے کام لیا جائے جیسا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں۔

۱۶۰۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ''مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ يَاْتِهٖ ، اَوْ لَطَمَهٗ ، فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے کسی غلام کو

ایسے جرم کی حد لگائی جو اس نے نہیں کیا یا اس کو تھپڑ مارا پس اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔ (مسلم)

تشریح ۞ حدًا لم یاته۔ غلام کا فعل حد کو حقدار نہیں۔ حدًا مفعول لہ ہے۔ لطمه۔ ہاتھ سے تھپڑ مارا جس کی وجہ نہ تھی۔ فان کفارته ان یعتقهٗ۔ اس گناہ کا کفارہ آزاد کرنا ہے۔ تب یہ گناہ اس کے ذمہ سے مٹے گا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ آزاد کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ لیکن اس آزادی کا اجر وثواب شرعی اعتاق کے برابر نہ ملے گا۔ حدیث میں ان کے ساتھ نرمی کا حکم ہے۔ اگر گناہ کریں تو اس سے روکنے کیلئے گناہ کی مقدار کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے۔ جب اور کریں تو سزا میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (١٦٥٧) وأبو داود (٥١٦٨)

الفرائد : اگر غلام کو بلا جنایت حد لگائی تو اس کا کفارہ اس کو آزاد کرنے سے ہوسکتا ہے۔ ورنہ قیامت کو اس سے بدلہ چکایا جائے گا۔

۱۶۰۸ : وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْبَاطِ ، وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ ، وَصُبَّ عَلٰى رُؤُسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ : مَا هٰذَا؟ قِيْلَ يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ ، وَفِيْ رِوَايَةٍ: حُبِسُوْا فِي الْجِزْيَةِ فَقَالَ هِشَامٌ : اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا" فَدَخَلَ عَلَى الْاَمِيْرِ فَحَدَّثَهٗ فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الْاَنْبَاطُ" الْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ۔

۱۶۰۸ : حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا گذر شام میں کچھ کاشت کاروں کے پاس سے ہوا۔ ان کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور اس کے سروں پر زیتون کا تیل ڈالا ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب دیا گیا ان کو خراج نہ دینے کی سزا دی جا رہی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے جزیہ کی وجہ سے ان کو قید کیا گیا۔ ہشام بن حکیم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بے شک اللہ ان لوگوں کو عذاب دیں گے جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں پھر وہ امیر کے پاس گئے اور اس کو یہ حدیث سنائی تو اس نے اس کے متعلق چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ (مسلم)

اَلْاَنْبَاطُ : عجمی کسان۔

تشریح ۞ یہ قریش قبیلہ کی شاخ بنو اسد سے ہیں صحابی بن صحابی ہیں۔ حدیث عمر میں ان کا تذکرہ ہے۔ یہ اپنے والد سے پہلے فوت ہوگئے۔ جنہوں نے ان کی جنگ اجنادین میں حاضری کا ذکر کیا ان کو وہم ہے۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب میں ہے کہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور والد سے پہلے وفات پائی۔ ابن اثیر کہتے ہیں اجنادین میں یہ حاضر تھے نہ شہید ہوئے بلکہ ہشام بن العاص وہاں شہید ہوئے۔ یہ ۱۳ھ کی بات ہے۔ اور ہشام بن حکیم کا عیاض بن

غنم کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ اجنادین کے بعد بھی زندہ رہے۔ ان کا گزر عیاض بن غنم کے پاس سے ہوا جبکہ وہ حمص کے گورنر تھے۔ حمص اجنادین کے کافی عرصہ بعد فتح ہوا۔ تابعین کی ایک جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ مضبوط اور بارعب آدمی تھے۔ زھری کہتے ہیں یہ کچھ آدمیوں کی معیت میں امر بالمعروف کرتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے جب کہ ان کو کسی منکر کام کی اطلاع ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام ہیں یہ کام نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم نے نقل کی ہے۔ اناس من الانباط۔ یہ عرب لوگ تھے جو عجم وروم کے علاقوں میں چلے گئے ان کے نسب مل جل گئے ان کی زبان بگڑ گئی ان کو زمین سے پانی نکالنے کے مختلف تجربات تھے اس لئے ان کو انباط کہا جانے لگا (التوشیح) بعض نے کہا عجمی جاٹو کو نبط کہا جاتا ہے۔

واقیموا فی الشمس۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ وصبت کا عطف اسی پر ہے۔ یہ دونوں فعل مجہول ہیں۔ فی الخراج۔ خراج کے سبب اور وجہ سے۔

لسمعت۔ یہ اشہد کا جواب ہے۔ کیونکہ یہ قسم کے قائم مقام لایا گیا۔ یعذبون الناس فی الدنیا۔ اس سے مراد ناحق سزا دینے والے، قصاص وحدود وغیرہ اس میں شامل نہیں۔ فدخل۔ ہشام امیر وہ عمیر اوسی تھے کے پاس گئے اور یہ روایت بیان کی۔ نخلّوا۔ ان کو عذاب سے رہا کر دیا گیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٥٨٤٦) ومسلم (١١٧/٢٦١٣) وأبو داود (٣٠٤٥) وابن حبان (٥٦١٢) والبيهقی (٥/٢٠٥)

الفرائد : (۱) جتنا قصور ہو اس قدر سزا دی جا سکتی ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ (۲) جن پر ہمیں اختیار حاصل ہو ان کو ایذاء سے گریز کیا جائے۔

۱۶۰۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِمَارًا مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ : وَاللّٰهِ لَا اَسِمُهٗ اِلَّا اَقْصٰی شَيْءٍ مِّنَ الْوَجْهِ ، وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَكُوِيَ فِي الْجَاعِرَتَيْهِ ، فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْجَاعِرَتَانِ" نَاحِيَةُ الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ۔

۱۶۰۹ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھے کو دیکھا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ آپ کو یہ بات ناپسند ہوئی تو آپ نے فرمایا میں اس کو نہیں داغوں گا مگر چہرے کے اعضاء میں سے جو سب سے دور ہے چنانچہ اس گدھے کے سرینوں کو داغنے کا حکم دیا گیا۔ پس آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سرینوں کو داغا۔

اَلْجَاعِرَتَانِ : سرینوں کی طرف۔

تشریح موسوم الوجه۔ جس کے چہرہ پر داغ دیا گیا ہو۔ فقال ۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اقصی۔ یعنی

چہرے کے انتہائی حصہ میں۔ من الوجه کو بیان کے طور پر اس لئے لائے پہلے مبہم کی جگہ شمار کیا۔ الجاعدتان۔ دبر کے قریب رانوں کے اوپر۔ رانوں پر۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢١١٨) وعبد الرزاق (٨٤٤٩) وابن حبان (٥٦٢٣) والبيهقي (٣٥/٧)

الفرائد : (۱) حیوان کے چہرے کو داغنے سے وہ بدصورت ہو جائے گا۔ اس سے منع کیا کہ یہ غضب الٰہی کا باعث ہے۔ صحابہ کرام نے فوراً اس کی تعمیل کر دی ان کی اطاعت کس قدر قابل رشک تھی۔

۱۶۱۰ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهٖ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِيْ وَسَمَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ اَيْضًا : نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔

۱۶۱۰: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر داغ لگائے گئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے۔ (مسلم)

مسلم ہی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا۔

تشریح : لعن اللّٰہ الذی وسمه۔ چہرے پر داغ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

نهى عن الضرب۔ علماء کہتے ہیں چہرہ لطیف حصہ اور جامع المحاسن ہے۔ اور اس کے اعضاء نفیس ولطیف ہیں اور ادراک انہی سے ہوتا ہے۔ چہرے کی ضرب اس کو باطل کرتی ہے۔ کم از کم نقص پیدا کر کے اس کو بدصورت بنا دیتی ہے اور عیب اس میں برا ہے۔ کیونکہ وہ بالکل سامنے ہے۔ اس کا چھپانا ممکن نہیں اور مارنے والے سے ممکن نہیں کہ وہ عیب دار بنانے سے بچ جائے۔ خادم، بیوی، لڑکے کو ماریں تو چہرے سے گریز کریں۔ وہ اسی نہی میں شامل ہے۔ داغنے کا نشان تو سخت ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٤٤٦٦) ومسلم (٢/١١٦) وأبو داود (٢٥٦٤) والترمذي (١٧١٦) وعبد الرزاق (٨٤٥٠) وابن حبان (٥٦٢٦) وأبو يعلى (٢١٤٨) وابن خزيمة (٢٥٥١) والبيهقي (٢٥٥/٥)

الفرائد : (۱) حیوان کے چہرے کو داغنے، خادم، بیوی، لڑکے کے چہرے پر مارنے کی ممانعت کی گئی کیونکہ چہرے میں اللہ تعالیٰ نے تکریم رکھی ہے یہ اس کی تذلیل ہے۔

٢٨٣ :بَابُ تَحْرِيْمِ التَّعْذِيْبِ بِالنَّارِ فِيْ كُلِّ حَيْوَانٍ حَتَّى الْقَمْلَةِ وَنَحْوِهَا

بَاب : تمام حیوانات کو آگ کے ساتھ عذاب دینے کی حرمت کا بیان یہاں تک کہ چیونٹی بھی اس میں شامل ہے

١٦١١ : عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِىْ بَعْثٍ فَقَالَ: "اِنْ وَّجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا "فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "اِنِّىْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا ، وَاِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ وَّجَدْتُّمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا" رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ۔

١٦١١: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا پس فرمایا کہ اگر تم فلاں کو پاؤ' دو قریشی آدمیوں کے نام لئے تو ان کو آگ میں جلا ڈالو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو جلا دو۔ بے شک آگ کا عذاب اللہ کے سوا اور کوئی نہ دے پس اگر تم ان کو پالو تو قتل کر دو۔ (بخاری)

تشریح ۞ بعث : وہ لشکر جس کو بھیجا جائے۔حین اردنا الخروج۔اس مقام کی طرف نکلنے کا ارادہ کرلیا۔انی کنت امرتکم۔میں نے حکم دیا تھا اب اس سے رجوع کرتا ہوں۔وان النار۔

النحو : یہ جملہ مستانفہ (۲) حالیہ ہے ہے۔فاقتلوھما۔لڑائی میں یا پکڑ کر۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٠٧٤) والبخارى (٢٩٥٤) وأبو داود (٢٦٧٣) والترمذى (١٥٧٧) والنسائى (٥/٨٨٠٤) والدارمى (٢٤٦١) وابن حبان (٥٦١١) وابن الجارود (١٠٥٧) السيرة (٢/٣١٢)

الفرائد : (۱) مسافر کو الوداع کہنا جائز ہے۔(۲) آگ میں کافر کو بھی جلانا ممنوع ہے۔(۳) طویل وقت گزر جانے پر بھی حد معاف نہیں ہوسکتی۔

١٦١٢ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِىْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَّعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَآءَتِ الْحُمَّرَةُ تُعَرِّشُ فَجَآءَ النَّبِىُّ ﷺ فَقَالَ :"مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا" وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ : "مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ؟" قُلْنَا : نَحْنُ قَالَ : "اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

قَوْلُهٗ "قَرْيَةُ نَمْلٍ" مَعْنَاهُ مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ۔

۱۶۱۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک سرخ چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ پس ہم نے اس کے دونوں بچوں کو لے لیا۔ سرخ چڑیا آ کر منڈلانے لگی۔ اتنے میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کس نے اس کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچوں کو واپس کر دو۔ آپ نے ایک چیونٹیوں کی بستی دیکھی جس کو جلا دیا گیا تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا آگ سے عذاب دینا مناسب نہیں۔ (ابوداؤد) صحیح سند سے۔

قَرْيَةَ نَمْلٍ : چیونٹیوں سمیت چیونٹیوں کی جگہ۔

تشریح ۞ لحاجته۔ضرورت انسانی یعنی قضائے حاجت کیلئے۔ حمّرة۔ چڑیا کی طرح چھوٹا پرندہ۔ فرخان۔جمع فرح پرندے کے بچے۔ تعرش۔ بلند ہو کر سایہ کرنا۔ فجع۔ یہ نفع کے باب سے ہے۔ ایذاء دینا۔ ردوا ولدها اليها۔ولد سے مراد جنس ہے۔ انہوں نے واپس کر دیئے تو آپ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ قرية نمل۔ چیونٹیوں کی کثرت کی وجہ سے وادی فرما دیا۔ لا ينبغى۔ جائز و حلال نہیں۔ ان يعذب بالنار۔ البتہ جو آگ سے قتل کرے اس کو قصاص میں اسی طرح قتل کیا جائے۔ اگر ولی تلوار کے قصاص پر رضامند ہو تو اس کو اجازت ہے۔

نووی کا قول: موضع النمل مع النمل یہ قریۃ النمل کی تفسیر نہیں بلکہ حدیث کی مراد ہے کہ خالی گھر مقصود نہیں چیونٹیوں سمیت گھر مراد ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٢٦٧٥) والحاكم (٤/٧٥٩٩) المفرد (٣٨٢) أخرجه أحمد (٢/٣٨٣٥) أحمد (٢/٣٧٦٣)

الفرائد : چیونٹیوں کو آگ میں جلانا ممنوع ہے۔ (۲) آپ ﷺ تمام خلق کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے آپؐ نے حُمرہ (چڑیا) کو اس کا بچہ واپس دلایا۔

۲۸۴ :بَابُ تَحْرِيْمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

بَاب: مالدار سے حق دار کا حق طلب کرنے میں مال دار کا ٹال مٹول کرنا حرام ہے

تشریح ۞ مطل۔ مؤخر کرنا۔ طلبه صاحبه۔ جبکہ اس کو مطالبے کا حق ہو۔ اگر حق کا ایک وقت مقرر ہو وقت مقررہ سے پہلے طلب کا اعتبار نہیں۔ اور اس ٹال مٹول میں حرمت نہیں۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ [النساء:٥٨] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ﴾[البقرة:٢٨٣]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی رہن کے بغیر قرض دے دے) تو امانت دار کو چاہئے کہ صاحب امانت کی امانت واپس کر دے''۔

اگر چہ شان نزول تو بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ جحمی کو لوٹانے کے سلسلہ میں ہے۔ مگر امانات کا لفظ عام ہے۔ اور اسی کا اعتبار ہے۔

بغیر رھن رکھنے کے اور بغیر گواہ بنانے کے۔ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي : اس امانت کی ادائیگی صاحب حق کو ضروری ہے۔ اس کو اس کے امانت دار بنانے کے تقابل میں ذکر کیا گیا۔

۱۶۱۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ ، وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِیءٍ فَلْيَتْبَعْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

مَعْنٰى "اُتْبِعَ" :اُحِيْلَ ۔

۱۶۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ جب تم میں سے کوئی ایک کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اس کو اس کے پیچھے لگ جانا چاہئے۔ (بخاری و مسلم)

اُتْبِعَ :سپرد کیا جانا۔

تشریح ۞ المطل۔ دراز کرنا۔ بلا عذر جس چیز کی ادائیگی ہو سکتی ہو اس کو مؤخر کرنا۔ ظلم ہ ٹال مٹول کو اس لئے ظلم کہا کہ یہ غصب کی طرح کبیرہ گناہ محسوس کرے۔

نووی کا قول: یہ صغیرہ گناہ ہے۔ اذا اُتبع۔ حیلہ کیا جانا۔ ملئی۔ غنی۔ فلیتبع۔ یہ امر استحباب کیلئے بعض نے اباحت وارشاد کیلئے قرار دیا ہے۔ بعض نے وجوب کہا۔

رافعی کا قول: ''اذا اتبع'' یہ دو جملے ہیں جن کا ایک دوسرے سے تعلق نہیں۔ اب رہا فا کا آنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اول تمہید اور حوالہ کو قبول کرنے کی علت ہے مطلب یہ ہوگا۔ جب کہ غنی کا ٹال مٹول ظلم ہے۔ تو اسے قبول کر لینا چاہیے جو اپنا قرض اس کے حوالے کرے۔ اس لئے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ ظلم سے احتراز کرتا ہے۔ پس یہ ٹال مٹول نہ کرے۔

تخریج: أخرجه مالك (۱۳۷۹) والبخاری (۲۲۸۷) ومسلم (۱۵٦٤) وأبو داود (۳۳٤٥) والنسائی (٤٧٠٥) وابن حبان (٥٠٥٣) والبيهقی (٦/٧٠)

الفرائد : (۱) حق ادا کرنے کی استطاعت کے باوجود فضول بہانے بنانا ممنوع ہے۔ (۲) ٹال مٹول کرنے والے کو وصولی کیلئے لازم پکڑنا اور زبردستی لینا بھی جائز ہے۔ (۳) ادائیگی سے عاجز اس سے مستثنیٰ ہے۔

۲۸۵ :بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدَةِ الْاِنْسَانِ فِيْ هِبَةٍ لَمْ يُسَلِّمْهَا اِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهٗ وَفِيْ هِبَةٍ وَّهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا اَوْ لَمْ يُسَلِّمْهَا وَكَرَاهَةِ شِرَآئِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ اَوْ اَخْرَجَهٗ عَنْ زَكَاةٍ اَوْ كَفَّارَةٍ وَّنَحْوِهَا وَلَا بَاْسَ بَشِرَآئِهٖ مِنْ شَخْصٍ اٰخَرَ قَدِ انْتَقَلَ اِلَيْهِ

بَابٌ :اس ہدیہ کو واپس لینے کی کراہت جس کو موہوب کی طرف سے سپرد نہیں کیا ہے نیز جو ہبہ اپنی اولاد کے لئے کیا ان کے سپرد کیا یا نہ کیا اس کو بھی واپس لینے کی حرمت اور جس چیز کا صدقہ کیا ہے اس سے خریدنے کی کراہت نیز جو مال بصورتِ زکوۃ یا کفارہ وغیرہ میں نکالا ہے اس میں واپس لوٹنے کی کراہت لیکن اگر وہ مال کسی دوسرے انسان کی طرف منتقل ہو چکا ہے تو اس سے خریدنے کا جواز ہے

تشریح ۞ عود۔واپس لوٹانا۔لم یسلمھا۔اس سے مقید کیا کیونکہ تسلیم کے بعد واپسی ہو نہیں سکتی خواہ وہ اس کا ارادہ کرے۔مگر صرف اس صورت میں کہ فرع کیلئے اصل کو ہبہ کر دے۔لولدہٖ۔ساری اولاد مراد ہے۔لم یسلمھا۔مطلقاً رجوع کرے۔نحوھا۔اس سے نذر مراد ہے۔لا بأس۔یہ اباحت کیلئے استعمال ہونے والا کلمہ ہے۔قد انتقل الیہ۔یہ کراہت تنزیہ ہے اس کا دارومدار اس کے صدور پر ہے۔اس شخص سے جس نے اس پر صدقہ کیا ہے۔اس سے نہیں جس نے اس سے لیا ہے۔خواہ بیع سے ہو یا ہبہ وغیرہ سے۔

۱۶۱۴ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "الَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "مَثَلُ الَّذِيْ يَرْجِعُ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ فَيَاْكُلُهٗ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ : "اَلْعَآئِدُ فِيْ هِبَتِهٖ"

۱۶۱۴ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے ہبہ کو لوٹائے وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو لوٹائے۔(بخاری، مسلم)

ایک روایت میں ہے اس شخص کی مثال جو اپنے صدقے کو واپس کرے اس کتے جیسی ہے جو قے کرے پھر اسکی طرف لوٹ کر اس قے کو کھالے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں ہبہ کو لوٹانے والا اپنی قے کو لوٹانے والے کی طرح ہے۔

تشریح ۞ یعود۔لوٹائے۔ کالکلب یرجع۔نفرت دماغ میں بٹھانے اور حرمت کی گندگی بتلانے کیلئے یہ تشبیہ دی۔ ابن ماجہ کی روایت میں کمثل الکلب کے الفاظ ہیں۔یعنی اس کی بری حالت کی قباحت کتے کی حالت جیسی ہے۔یقی۔ قیئہ مصدر ہے جس پر اس مفعول کا اطلاق کیا گیا ہے اور احمد و نسائی کی روایت میں ''العائد فی ھبتہٖ'' کے الفاظ ہیں۔

نووی کا قول: تحریم کیلئے یہ حدیث ظاہر ہے۔اور اس سے ھبہ اجنبی مراد ہے۔اگر لڑکے کو ھبہ کیا تو اسے رجوع کرنا چاہیے۔

ابن دقیق کا قول: لوٹانے والے کو کتے سے تشبیہ دی اور لوٹائی ہوئی چیز کو قے سے تشبیہ دی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٢٥٢٩) والبخاری (٢٥٨٩) والترمذی (١٣٠٢) والنسائی (٢٣٨٥) وابن ماجه (٢٣٨٥) والطیالسی (٢٦٤٩) وعبد الرزاق (١٦٥٣٦) والحمیدی (٥٣٠) وابن الجارود (٩٩٣) والطبرانی (١٠٦٩٣) وأبو یعلی (٢٤٠٥) وابن حبان (٥١٢١) والبیهقی (١٨٠/٦)

الفرائد : (۱) مثال سے صدقہ یا ھبہ کو واپس لوٹانے کی برائی سمجھائی گئی ہے۔(۲) اس کو بعض علماء نے حرمت اور بعض نے کراھیت پر محمول کیا ہے۔

۱۶۱۵ : وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِیْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِیَهٗ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ یَبِیْعُهٗ بِرُخْصٍ ، فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ : "لَا تَشْتَرِ ، وَلَا تَعُدْ فِیْ صَدَقَتِكَ وَاِنْ اَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ ، فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِهٖ ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

قَوْلُهٗ : "حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" مَعْنَاهُ : تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلٰی بَعْضِ الْمُجَاهِدِیْنَ۔

۱۶۱۵: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا اس نے اس گھوڑے کو ضائع (کمزور) کر دیا پس میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور خیال یہ آیا کہ وہ اس کو سستا بیچ دے گا پس میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ اس کو مت خریدو اور اپنے صدقے کو مت واپس لو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے بدلے میں دے دے اپنا صدقہ لوٹانے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کو واپس لوٹائے۔ (بخاری مسلم)

حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : کسی مجاہد پر صدقہ کیا۔

تشریح ۞ فرس۔اس کا نام ورد تھا۔تمیم داری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ھبہ کیا۔آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔فی سبیل اللہ۔وہ گھوڑا ایک آدمی کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے دے دیا۔فاضاعہ۔اس نے اس کی طرف نہ توجہ کی نہ اس کو کھلایا پلایا۔فاردت۔خرید کر واپسی کا ارادہ کیا کہ یہ رجوع فی الھبہ تو نہیں۔برخص۔کیونکہ وہ بہت کمزور ہو چکا

تھا۔ ولا تعد: اس کو واپس مت کرو۔ ان اعطاكه بدرهم۔خرید کر واپس نہ لو اگرچہ وہ ایک درہم میں دے۔ فان العائد۔خواہ متصدق علیہ سے خرید کر واپس لے۔ حملت علی فرس کا مطلب کسی مجاہد کو گھوڑے پر سوار کیا تاکہ وہ جہاد میں استعمال کرے۔

تخریج : أخرجه مالك (٦٢٤) وأحمد (١/١٦٦) والبخارى (١٤٩٠) ومسلم (١٦٢٠) والنسائى (١٦١٤) وابن ماجه (٢٣٩٠) وابن حبان (٥١٢٥) والطيالسى (ص/١٠) والحميدى (١٦) والبيهقى (٤/١٥١)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں سواری کیلئے اگر گھوڑا دیا تو یہ اس کی تملیک ہوگی وہ اس سے جس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے فروخت بھی کر سکتا ہے۔ (۲) اگر دینے والے کو یہ وارثت کے طور پر پہنچ گیا تو حرج نہیں۔ (قرطبی)

۲۸۶ :بَابُ تَاْكِيْدِ تَحْرِيْمِ مَالِ الْيَتِيْمِ

بَابٌ :یتیم کے مال کی حرمت

تشریح ۞ الیتیم۔وہ چھوٹا بچہ جس کا باپ نہ ہو۔اس کے مال کا ضیاع جس انداز سے بھی ہو وہ ناجائز ہے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾[النساء:١٠] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ﴾[الانعام:١٥٢] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾[البقرة:٢٧٥]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں یقیناً وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہت اچھا ہو''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ ان کی اصلاح ہی سب سے بہتر ہے۔ اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ بگاڑنے والا کون اور اصلاح کرنے والا کون ہے''۔

یعنی تلف اور جائع کرتے ہیں اس کی تعبیر کھانے سے فرمائی۔ کیونکہ تلف مال کی عمومی شائع قسم یہ ہے۔ ظلماً۔ یہ ضمیر جمع سے حال ہے۔''ای ظالمین باکلها''۔انما یاکلون فی بطونهم نارًا۔وہ ایسی چیز سے پیٹ بھر رہے ہیں جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔اور یہ منقول ہے کہ قیامت کے دن آگ کی بھڑک اس کے منہ سے نکل رہی ہوگی۔ اور اسی طرح اس کے کانوں، آنکھوں اور ناک سے اور اس سے ہر دیکھنے والا اسے پہچان لے گا۔ وسیصلون سعیرا۔ وہ بھڑکتی آگ میں داخل

ہوں گے۔

تشریح التی ھی احسن۔مگر وہ طریقہ جو کہ خوب ہو مثلاً اس کی حفاظت اور اس کو بڑھانا۔

جب آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اُتری تو یتیموں سے لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ یہ بات ان پر گراں گزری تو اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا گیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ : علیحدگی کی صورت ہو یا اصلاح کیلئے مداخلت مجانبت سے بہتر ہے۔(۲) بعض نے کہا ان کے اموال کی درستی بلا اجرت بہت بہتر ہے۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ : اگر کھانا پینا ان سے ملا لیا۔(۲) بعض نے کہا اگر تم ان کے انتظام کی مناسب اجرت لو تو حرج نہیں۔ فَاِخْوَانُكُمْ : یعنی وہ تمہارے بھائی ہیں۔ پس میل جول میں حرج نہیں یا (۲) ایک دوسرے کے مال کے ساتھ مل جانے میں حرج نہیں بشرطیکہ بنیت تلف نہ ہو۔ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ: اللہ تعالیٰ افساد و صلاح میں سے جو نیت کی اس پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

۱۶۱۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : "الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ، وَاَكْلُ الرِّبَا ، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

"اَلْمُوْبِقَاتِ" : اَلْمُهْلِكَاتُ ۔

۱۶۱۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو (۳) اس نفس کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حق کے علاوہ حرام کیا ہے۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی سے فرار اختیار کرنا۔ (۷) پاک دامن بھولی بھالی مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

اَلْمُوْبِقَاتِ: ہلاک کر دینے والی چیزیں۔

تشریح اجتنبوا السبع الموبقات۔ان کو مبہم رکھ کر صرف تعریف کر دی تا کہ ان کو معلوم کرنے کا شوق ہو اور پھر بچنے کا اہتمام ہو اور سنتے ہی دماغ میں پختہ ہو جائیں کیونکہ طلب سے آنے والی چیز کی اہمیت اس طرح نہیں ہوتی جیسا بلا مشقت آئی ہوئی چیز کی۔ دونوں میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ (۱) الشرك بالله۔اس کی اقسام میں سے ایک کفر ہے۔ شرک کو ذکر کرنے کی وجہ اس کا کثرت سے پایا جانا ہے۔ (۲) والسحر۔اقوال و اعمال، افعال میں ایسی چیز جو خلاف عادت ہو اس کا مقابلہ مماثل سے ممکن ہو۔ یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔(اور بعض اقسام صریح کفر ہیں" وما كفر سليمان ولكن

الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر......'')(۳)وقتل النفس التی حرم اللّٰہ۔اس سے پہلے مضاف مقدر ہے۔''ای حرم قتلھا''اوروہ قابل احترام پس حربی،مرتد اس سے خارج ہیں۔الا بالحق۔اس سے مراد قصاص کا مقتول یا محدود بالرجم جبکہ زانی محصن ہو۔ (۴)اکل الربا۔عقد سود باندھنے والا خواہ کسی بھی قسم کا سود ہو وہ کبائر سے ہے۔ (۵)واکل مال الیتیم۔یتیم کے مال پر تلف کیلئے تسلط اختیار کرنے والا۔(۶)والتولی یوم الزحف۔کفار سے فرار اختیار کر کے بھاگنا۔یہ کبیرہ گناہ ہے۔جبکہ ان کے لشکر کی تعداد دوگنی نہ ہو۔کیونکہ اس سے اسلامی فوج کی شان وقوت میں کمی آتی ہے۔زحف۔جمع زحوف جیسے فلس وفلوس۔بڑا لشکر۔البتہ اگر پیچھے ہٹنے کی غرض مڑ کر حملہ کرنا یا اپنے دستہ کے ساتھ ملنا ہو تو اس میں کوئی ہرج نہیں بالکل جائز ہے۔(۷)وقذف المؤمنات۔ایک نسخے میں المحصنات ہے،الغافلات سے مراد اس تہمت زنی سے بے خبر ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔یہ کبیرہ گناہ ہے۔

ابن عبدالسلامؒ کہتے ہیں:جس شخص سے خلوت میں کسی پاک دامن پر تہمت لگائی بایں طور کہ اللہ تعالیٰ یا کراماً کاتبین کے سواء کسی کو علم نہ ہوا۔وہ نہ تو کبیرہ گناہ ہے اور نہ قابل حد ہے۔

حلیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:وہ صغیرہ جو جماع کے قابل نہ ہو اس پر تہمت لگانا صغیرہ گناہ ہے۔اس لئے کہ اس کا کاذب ہونا تو قطعی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿إن الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات......﴾ [النور: ۲۳] بعض نے کہا: یہ اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے کسی پر تہمت لگائے وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے ملعون ہے اور اس کے لئے توبہ نہیں۔یہ عدم توبہ سے قضیہ مشروط عامہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس حدیث میں مہلکات میں شمار فرمایا ہے اور دوسری روایت میں ہے''قذف المحصنة یھدم عمل مائة سنة''

تتمہ :زرکشی کہتے ہیں:اشرك کو مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مرفوع ہونے کی صورت میں ھی مبتداء کی خبر ہے یا منھا خبر محذوف اور نصب ہو تو بدل ہے۔

تنبیہ:نووی کہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہے۔کہ یہ معاصی میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔اور قتل ناحق اس کے قریب تر ہے۔اسی لئے امام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی۔اس کی تفاصیل اور احکامات ہیں جن کے مراتب جاننے چاہئیں۔ حالات کی تبدیلی سے حکم بدل جاتا ہے۔اس پر مرتب ہونے والے مفاسد کو سامنے رکھا جائے تو ان تمام کو اکبر الکبائر کہا جائے گا۔اگرچہ دوسری جگہ یہ لفظ بھی وارد ہے۔مقصود یہی ہے کہ یہ مہلکات سے ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (٢٧٦٦) ومسلم (٨٩) وأبو داود (٢٨٧٤) والنسائی (٣٦٧٣) وابن حبان (٥٥٦١) وأبو عوانة (١/٥٤) والبیهقی (٨/٢٤٩)

الفرائد : (۱)اس روایت میں بعض کبائر کا ذکر کیا گیا تا کہ ان سے پرہیز کیا جائے۔ان کو اگر کسی شخص نے اختیار کیا تو وہ اس کے عذاب کا حقدار ہونے کی وجہ سے ہلاک ہونے والا ہوگا۔

۲۸۷ :بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ الرِّبَا

بَابٌ :سود کی حرمت

تشریح الربا۔لغت میں اضافے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔شرعاً ایک ایسا عقد جو عوض مخصوص غیر معلوم پر کیا جائے۔ معیار شرع کے مطابق حالت عقد میں ان کے مابین تماثل ہو۔ یا تاخیر کے ساتھ بدلین میں پایا جائے یا کسی ایک میں پایا جائے۔(۲)بعض نے کہا یہ کسی شریعت میں جائز نہیں رہا۔اور قرآن مجید میں اس کے لینے والے کے علاوہ اور کسی سے اعلان جنگ نہیں فرمایا۔اسی وجہ سے بعض نے کہا یہ برے خاتمہ کی علامت ہے جیسا اولیاء اللہ کو ایذاء دینا اس کا اعلان کرنا بھی درست ہے۔روایات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زنا، چوری، شراب خوری سے بڑھ کر گناہ ہے۔شہاب رملی کا فتویٰ اس سے مختلف ہے۔اس کی حرمت تعبدی ہے اور یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہ کسی حکمت وعلت سے درست ہو جائے گا۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبَا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ ......اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى ...... يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبَا﴾ [البقرة:۲۷۵-۲۷۸]

وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ فِى الصَّحِيْحِ مَشْهُوْرَةٌ مِنْهَا حَدِيْثُ اَبِىْ هُرَيْرَةَ السَّابِقُ فِى الْبَابِ قَبْلَهٗ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر خبطی (پاگل کر دیا) بنا دیا ہو۔ یہ اس سبب سے کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا اور جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی پھر وہ باز آ گیا تو اس کے لئے ہے جو کچھ اس نے اس سے پہلے کیا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جس نے دوبارہ کیا وہی آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے اور صدقات کو بڑھاتے ہیں''۔......اللہ عزوجل کے اس قول تک......''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود میں سے باقی ہے اس کو چھوڑ دو''۔

احادیث اس سلسلے میں بہت ساری صحیح مشہور ہیں ان میں سے سابقہ باب میں حدیث ابو ہریرہ گزری۔

تشریح لَا يَقُوْمُوْنَ : محشر میں جب قبور سے اٹھیں گے۔يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ : جیسے وہ آدمی اٹھتا ہے جیسے مرگی زدہ

جنون سے۔ مِنَ الْمَسِّ : یہ یقوم سے متعلق ہے۔حدیث امراء میں وارد ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا جن کے پیٹ مکانات کی طرح تھے۔آپ کو اطلاع دی گئی کہ یہ سود خور ہیں۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا : اس عذاب کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے احکام الٰہی پر اعتراض کر کے الٹ دیا اور کہنے لگے بیع بھی تو ربا کی طرح ہے۔اگر ربا حرام تو بیع بھی حرام۔ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ ۔(۱) یہ معترض کے کلام کا تتمہ بھی ہوسکتا ہے۔(۲) اللہ تعالیٰ کا کلام ان کے اعتراض کا جواب دینے کیلئے لایا گیا۔ کہ حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں فرق کیا اور وہ حکیم وعلیم ذات ہے۔ فَمَنْ جَآءَهٗ ۔جس سے اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو سن کر عبرت وانتثال سے کام لیا۔ فَلَهٗ مَا سَلَفَ : تو زمانہ جاہلیت میں اس نے جو کھایا وہ معاف اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وہ قیامت کو فیصلہ فرمائے گا۔ وَمَنْ عَادَ : جو اس کے کھانے اور حلال کرنے کی طرف لوٹا تو اپنے اس انکار کے باعث وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا : اللہ تعالیٰ اس کی برکت کو ختم کر دیتے ہیں۔وہ دنیا وآخرت میں اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ : اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاتے اور زیادہ کرتے ہیں اور پہلے روایت گزری جس طرح تم اپنے گھوڑے اور بچھیرے کو پالتے ہو اللہ تعالیٰ ایک کھجور ولقمہ اسی طرح بڑھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ احد پہاڑ کے برابر کر دیتے ہیں۔ واللّٰہ لا یحب۔اللہ تعالیٰ حرام کو حلال قرار دینے والوں فاجروں کو پسند نہیں فرماتے۔اس وجہ سے کہ وہ اس جرأت کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ان الذین امنوا۔ایمان واعمال صالحہ کے پیروکار کل قیامت کے دن خوف وغم سے مستثنیٰ کر دیئے جائیں گے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ : اے ایمان والو! دوسرے مسلمانوں کے ذمہ اصل مال سے زائد جو سود ہے۔اس کو چھوڑ دو۔اگر شرعاً الٰہی پر ایمان ہے اور اگر تو باقی کو نہ چھوڑو گے تو فاذنوا بحرب۔تو خبردار ہو جاؤ! قیامت کے دن سود خور کو کہا جائے گا۔اپنا لڑائی کا ہتھیار لو۔امام کو چاہیے وہ ان کو توبہ کیلئے کہے۔اگر وہ توبہ کریں ورنہ ان کے خلاف لڑائی کو اختیار کرے۔وان تبتم۔زائد سے توبہ کرو تو رأس المال مل جائے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے جو حلت پر مصر ہو اس کا رأس المال بھی مال مرتد کی طرح مال فئی میں داخل ہے۔
دیگر روایت کتاب الزواجر للمنذری میں ملاحظہ ہوں۔

۱۶۱۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُوْكِلَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ زَادَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُهٗ :"وَشَاهِدَیْهِ وَكَاتِبَهٗ"۔

۱۶۱۷ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔(مسلم) ترمذی وغیرہ میں یہ اضافہ فرمایا اور اس کی گواہی دینے والے اور اس کے لکھنے والے پر (لعنت فرمائی)۔

تشریح ۞ اکل الربا۔لینے والا یا دینے والا۔وموکلہ۔اضافے کے ساتھ دوسرے کو کھلانے والا۔(۲) ھبہ کرنے والا یا اسی طرح دیگر۔اس لیے غاصب کے جتنے معان ہوں وہ سب غاصب شمار ہوتے ہیں۔طبرانی نے شاہد کو مفرد ذکر کیا اور "وهم یعلمون" کا اضافہ نقل کیا۔شاھدیہ: معاہدے پر گواہ اور کاتبہ :رکھنے والا۔اس نے اس کی خدمت میں شدت مقصود ہے کہ جب لکھنے والے اور گواہوں کا یہ حال ہے۔حالانکہ ان کو اس میں سے کچھ نہیں ملتا تو خود لینے والا تو بالاولیٰ

شامل ہوگا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۳۷۲۵) ومسلم (۱۵۹۷) وأبو داود (۳۳۳۳) والترمذی (۱۲۱۰) وابن ماجه (۲۲۷۷) والدارمی (۲۵۳۵) وابن حبان (۵۰۲۵) والطیالسی (۳۴۳) والبیهقی (۵/۲۷۵)

الفرائد : (۱) موجودہ بینکاری کا تمام نظام سودی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، کتابت کرنے والے اور گواہوں سب پر لعنت کی ہے۔ چھ اشیاء کا احادیث میں تذکرہ فرما کر ان کو سود کی ممانعت کی گئی ان پر فقہاء نے بقیہ اشیاء کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۲۸۸ :بَابُ تَحْرِيمِ الرِّيَاءِ

بَابٌ :ریا کاری کی حرمت

تشریح الریاء۔ کوئی نیک کام لوگوں کے دکھلاوے کیلئے کرنا تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾[البينة:۵] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی كَالَّذِیْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ﴾ [البقرة:۲۶۴] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ [النساء:۱۴۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور نہیں ان کو حکم دیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے لئے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر''۔ (البینۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع مت کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتا ہے''۔ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگوں کو دکھلاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں''۔ (النساء)

تشریح مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : یعنی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ریا کاری یہ شرک خفی سے ہے۔ حُنَفَآءَ : دین ابراہیمی کے علاوہ اور ہر دین سے اعراض کر کے اور یکسو ہو کر۔ باب وجوب الزکوۃ میں تفصیل گزری ہے۔

صَدَقٰتِكُمْ : ابطال صدقات سے ان کے ثواب کا ابطال ہے۔ اَلْمَنِّ :جس پر احسان کرے اس پر اپنے احسانات گنائے۔ وَالْاَذٰی :اور ایذاء دینا بھی ابطال کی طرح ہے۔ رِئَآءَ النَّاسِ : دو قسمیں حبط ثواب میں جمع کی گئی ہیں۔ اور عمل کو اس سے معریٰ قرار دیا۔ سوائے اس کے جس کے ساتھ ان دو میں سے ایک ہو۔ ولا یؤمن باللّٰہ۔ کافر کے احسان پر اس کو ثواب ہرگز نہیں ملتا۔ البتہ تخفیف عذاب کی توقع ہو سکتی ہے۔ فمثله کمثل صفوان۔ اس کی عجیب حالت ملائم چٹان جیسی ہے۔ علیه

تراب۔جس پر مٹی پڑی۔
النحو: یہ جملہ محل صفت میں واقع ہے۔فاصابه و ابل۔کثیر بارش جس نے ان کو مٹی سے صاف ستھرا کر دیا۔دکھاوا کرنے والوں کا عمل بالکل اسی طرح ہے۔بارگاہ الٰہی میں مضمحل ہو کر رہ جائے گا۔اگر چہ مٹی کی طرح ان کے اعمال تو لوگوں کو نظر آتے ہیں۔لا یقدرون۔اس میں ضمیر ینفقون کی طرف معنی کے لحاظ سے راجع ہے۔پس وہ بہت ہوں گے۔مما کسبوا۔ان کو اپنے فعل سے فائدہ نہ ہوگا۔واللّٰہ لا یھدی۔اللہ تعالیٰ کافروں کی خیر کی طرف راہنمائی نہیں فرماتے۔اس میں اشارہ کر دیا کہ ریا تو کفار کی صفت ہے۔مؤمن کو اس سے بچنا چاہیے۔
منافقین کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ...... ۔وہ منافق لوگ اپنے اعمال اور طاعات میں دکھلاوا کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔قلیل سے تھوڑا زمانہ جبکہ وہ کہیں مسلمانوں کے ہاں جاتے ہیں۔(۲) بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔

الروایات

۱۶۱۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ – مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِیَ غَيْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۱۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ شریک کر لیا تو میں اُس کو اور اِس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔(مسلم)

تشریح ۞ (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انا اغنی الشرکاء۔اس نے میرے علاوہ اور کو دکھلانے کا ارادہ کیا یا اس کو سنانے کا ارادہ کیا شاید کہ یہ اس پر مال یا جاہ یا ثناء کو قبول کرے گا۔ترکتہ و شرکہ۔یہ ثواب حبط سے کنایہ ہے۔اور اس کے اجر سے محرومی کی نشاندہی ہے جبکہ اس نے ترک اخلاص کا ارتکاب کیا ہے۔حدیث میں ریاء کو شرک فرمایا اور پہلے گزرا کہ یہ شرک خفی ہے۔اگر چہ اصل ایمان میں نقصان نہیں دیتا۔لیکن وہ اعمال جن میں یہ اختیار کر لیا جائے ان کو برباد کر دیتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۰۰۵) ومسلم (۲۹۸۵) وابن ماجه (۴۲۰۲) وابن حبان (۳۹۵) والطيالسی (۲۵۵۹)

الفرائد : (۱) ریاکاری اور عمل و دکھلاوا اس کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔(۲) عبادت فقط اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور ریاکار نے اس میں غیر اللہ کو حصہ دار بنا دیا۔اس لئے اجر سے محروم کر دیا گیا۔

۱۶۱۹ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : قَاتَلْتُ فِيْكَ

حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُّ – قَالَ : كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ : جَرِيْءٌ! فَقَدْ قِيْلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ ، فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا ، قَالَ : فَمَا عَلِمْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ ، وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ ، قَالَ : كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ : عَالِمٌ! وَقَرَاْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ : قَارِئٌ ! فَقَدْ قِيْلَ : ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا – قَالَ : فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ : مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ – قَالَ : كَذَبْتَ ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ : جَوَادٌ ! فَقَدْ قِيْلَ ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"جَرِيْءٌ" بِفَتْحِ الْجِيْمِ وَكَسْرِ الرَّآءِ وَبِالْمَدِّ : اَیْ شُجَاعٌ حَاذِقٌ۔

۱۶۱۹: حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''سب سے پہلا شخص جس کا قیامت کے دن پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے جن کو وہ پہچان لے گا۔ اللہ فرمائیں گے تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیری خاطر لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لیے لڑائی کی تا کہ تمہیں بہادر کہا جائے وہ کہا جا چکا پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے اور دوسرا وہ آدمی جس نے علم (دین) حاصل کیا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی اور قرآن پڑھا پس اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے پس وہ ان کو پہچان لے گا اللہ فرمائیں گے تو نے ان کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم کو سیکھا اور اس کو سکھایا اور تیری خاطر قرآن پڑھا اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ تو نے اس لئے علم سیکھا تا کہ تمہیں عالم کہا جائے اور قرآن پڑھا تا کہ تمہیں قاری کہا جائے وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹ آگ میں ڈال دیا جائے۔ تیسرا وہ آدمی جس پر اللہ نے وسعت فرمائی اور اس کو کئی قسم کا مال دیا پس اس کو لایا جائے گا اللہ اپنی نعمتیں اس کو گنوائیں گے پس وہ ان کو پہچان لے گا۔ پھر اللہ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں کے بارے میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو آپ پسند کرتے تھے مگر میں نے اس میں آپ کی خاطر خرچ کیا۔ اللہ فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا یہ سب تو تُو نے اس لئے کیا تا کہ تمہیں سخی کہا جائے اور وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم ہوگا پس اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے۔ (مسلم)

جَرِیْءٌ: بہت بڑا بہادر۔

تشریح ان اول الناس۔ اَلنَّحْوُ: یقضی فعل مجہول یوم القیامہ نائب فاعل یہ جملہ الناس کی صفت ہے کیونکہ اس میں الف لام جنسیہ ہے۔ رجل بمع معطوفات ان کی خبر ہے۔ استشھد۔ جو معرکہ کفار میں قتل ہو۔ فاتی بہ۔ اس کو لایا

جائے گا۔ معرفه۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے دنیوی انعامات یاد دلائیں گے۔

قاتلت فیك۔ یہ فی تعلیلیہ ہے۔ یعنی تیری خاطر تیرے دین کی خاطر اور تیرے کلمے کے اعزاز کیلئے۔ قال اللّٰه۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرا قاتلت فیك والا قول جھوٹ ہے تو نے ریا کاری کیلئے کیا۔ لان یقال۔ تا کہ تمہیں بڑا اقدام کرنے والا کہا جائے۔ فقد قیل۔ قتال سے تمہارا مقصد دنیا میں حاصل ہو گیا۔ ثم امر به۔ یہ معروف بھی ہو سکتا ہے یہ زیادہ بہتر ہے۔ (۲) مجہول بھی کیونکہ دوسرے فعلوں میں یہ متعین ہے۔ تعلم العلم۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ حصول علم کی راہ عادۃ تعلم ہی ہے۔ وعلمه۔ دوسرا مفعول تعمیم کی وجہ سے حذف کر دیا۔ وقرأ القرأن۔ یہاں واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے۔ البتہ قرأ قرآن پر تعلم کو مقدم کر کے اشارہ کیا کہ فرائض عینیہ اس کے علاوہ بہت ہیں۔ اس کا تھوڑا حصہ فرض عین ہے باقی فرض کفایہ ہے۔ فاتی به۔ اس کو پیش کر کے انعامات یاد دلاتے جائیں گے۔ نعمه۔ یہاں جمع ہے۔ اور پہلے میں مفرد لائے۔ تا کہ علم کی عظمت ظاہر ہو۔ کہ وہ ایک نعمت بہت سی نعمتوں جیسی ہے۔ (۲) جمع تعلیم و تعلم اور قراۃ کے لحاظ سے کہہ دیا۔ قرأتك فیك۔ یہ قرآن کی قید ہے۔ کذبت۔ تمہارا اس میں رضائے الٰہی کا دعویٰ جھوٹ ہے۔ لکن۔ کا استدراک شیٔ سے ہے۔ ای لا شیٔ سواهُ۔ هو قاری۔ اس جملہ میں مبتداء و خبر دونوں ذکر کر دیئے حالانکہ پہلے جملے میں ایک کو حذف کر دیا گیا تھا تا کہ تعبیر میں تفنن پیدا ہو جائے۔ فقد قیل۔ تمہاری مراد تمہیں مل چکی۔ ثم امر به۔ یہ معروف و مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ فسحب علی وجهه۔ اس کے ناقص قصد کی وجہ سے مزید تذلیل کیلئے یہ معاملہ کیا جائے گا۔ اس نے وجاہت چاہی تھی بالمثل سے سزا دی گئی۔ حتی القی فی النار۔ وہ علم ازلی کے مطابق وہاں پڑا رہے گا۔ پھر جنت کی طرف نکالا جائے گا۔ کیونکہ یہ کبائر میں سے ہے اور کتاب و سنت شاہد ہیں کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جنت میں داخلہ ضروری ہے۔ ورجل۔ واؤ کو تینوں میں لا کر ظاہر کیا گیا کہ ان کا محاسبہ ایک ہی دفعہ ہوگا۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز دوسری سے مشغول نہیں کر سکتی۔ وسع علیه۔ اس کے بعد واعطاه کو عطف تفسیری کے طور پر لائے۔ نعمه۔ تمام نعمتوں سے بعض مراد ہیں کیونکہ انعامات تو بے شمار ہیں۔ ما ترکت من۔ یہ من عموم کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ ان ینفق فیها۔ ھا ضمیر تانیث سبیل کی طرف راجع ہے۔ مذکر بھی لا سکتے ہیں۔ لك۔ خالص تری رضامندی کیلئے۔ کذبت۔ دعویٰ اخلاص میں جھوٹا ہے۔ ولکنك فعلت۔ یہاں انفاق کی بجائے فعلت لائے۔ اس سے اشارہ کر دیا کہ اس کے اپنے خیال میں یہ انفاق فی سبیل اللہ حالانکہ واقعہ میں اس طرح نہیں۔ کیونکہ یہ سب ریا کاری کے طور پر ہے۔ گویا نفاق ہے نہ کہ انفاق۔ اور فعل کا لفظ تمام انواع کو شامل ہے۔ اس لئے لائے۔ جواد۔ وہ آدمی جو جس کو جتنا دینا مناسب ہوا تنا دے۔

نوویؒ نے جری کا معنی ماہر شجاع کیا۔ مگر یہ مراد ہے لغوی معنی نہیں۔ فتدبر۔

تخریج: أخرجه مسلم (۱۹۰۵) والنسائی (۳۱۳۷) والترمذی (۲۳۸۹) وابن حبان (۴۰۸) والبیهقی (۹/۱۶۸)

الفرائد: (۱) غیر اللہ کیلئے اعمال کرنے والا آگ کا زیادہ حق دار ہے۔ (۲) ریاء اور عدم اخلاص سے خبردار کیا گیا تا کہ اس کے قریب بھی نہ جائیں۔

۱۶۲۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا قَالُوْا لَهٗ: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ

لَهُمْ بِخِلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

١٦٢٠: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کو کہا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں پھر ہم انہیں اس کے الٹ (یعنی سامنے ان کی تعریف کرتے اور بعد میں ان کی تضحیک کرتے ہیں) کہتے ہیں جو ہم اس وقت بات کرتے' جبکہ ہم ان کے پاس سے باہر نکلتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس کو رسول اللہؐ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ۞ ناسًا۔ یہ اسم جمع ہے۔ کیونکہ جمع کا وزن اس کے وزن پر نہیں آتا۔ یہ اَنِسَ سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ انسان اپنے جیسوں سے مانوس ہوتا ہے۔ (۲) بعض نے اس کا ناس بمعنی حرکت کرنا سے بنایا ہے۔ (۳) بعض نسِیَ سے لیا اور اس میں قلب مانا ہے۔ سلطاننا۔ جس کو دوسروں پر اقتدار حاصل ہو۔ ما نتکلم۔ اس کے متعلق جو مذمت کی باتیں کرتے ہیں۔ نفاقًا۔ ہم اس کو کذب کی وجہ سے نفاق شمار کرتے تھے۔ علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم کے کلمات اپنے اس فتویٰ کے متعلق ذکر کر کے کمال احتیاط ظاہر کر دی۔

تخریج : فارجع اليه أخي ... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٦٢١ : وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ ' وَمَنْ يُّرَآئِيْ يُرَآئِي اللّٰهُ بِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ اَيْضًا مِنْ رِّوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

"سَمَّعَ" بِتَشْدِيْدِ الْمِيْمِ – وَمَعْنَاهُ اَظْهَرَ عَمَلَهٗ لِلنَّاسِ رِيَآءً "سَمَّعَ" اللّٰهُ بِهٖ : اَیْ فَضَحَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ – وَمَعْنٰى : "مَنْ رَاءَ ى رَاءَ ى اللّٰهُ بِهٖ" اَیْ مَنْ اَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ" رَاءَ ى اللّٰهُ بِهٖ" اَیْ اَظْهَرَ سَرِيْرَتَهٗ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ۔

١٦٢١: جندب بن عبداللہ بن سفیانؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جس نے دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رسوا کر دیں گے اور جس نے لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کے لئے کوئی عمل کیا تو اللہ قیامت کے دن اس کے پوشیدہ رازوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

مسلم نے بھی اس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا۔

سَمَّعَ اپنے عمل کو دکھلاوے کے لئے ظاہر کیا۔

سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ: اللہ قیامت کے دن اس کو رسوا کریں گے۔

رَاءَ ى اللّٰهُ بِهٖ : اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ راز مخلوق پر ظاہر فرما دیں گے۔

تشریح ۞ جندب : یہ قبیلہ بجیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ سمع : جس نے عمل تو مخفی کیا مگر ارادہ یہ تھا کہ لوگ اس کے عمل کو سن کر اس کی تعریف کریں۔ سمع اللّٰہ بہ : اللہ تعالیٰ اس کو اس تک پہنچا کر اس کے نصیب میں وہ عمل کر دیتے ہیں۔ ومن یراء ی، یرائی اللّٰہ بہ : اس کو دے دیتے جو اپنے عمل سے قصد کرتا ہے بمعنی مخلوق کا اس کی طرف متوجہ ہونا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اعراض کی وجہ سے ہے۔

نووی کہتے ہیں: سمع اللّٰہ بہ کا معنی قیامت کے دن رسواء کرنا ہے۔ یہ سمعہ سے بہت معنی ہے کیونکہ اس میں ذلت ورسوائی سب سے بڑے مجمع میں ہے۔ اور یرای کا معنی لوگوں کے سامنے عمل کو اس لئے ظاہر کیا تا کہ ان کے ہاں بڑا سمجھا جائے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ جب ان سے الگ ہوا تو عمل کو چھوڑ دیا۔ راء ی اللّٰہ بہ کا معنی اس کی پوشیدہ حالت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ حالانکہ لوگ اس کے الٹ سمجھتے تھے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٨٨٣١) والبخاری (٦٤٩٩) ومسلم (٢٩٨٧) وابن ماجه (٤٢٠٧) والحمیدی (٧٧٨) وابن حبان (٤٠٦) وأبو نعيم (٤/٤٠١)

الفرائد : مستحب یہ ہے کہ عمل صالح کو اخفاء سے کیا جائے اگر اقتداء کیلئے لوگوں کے سامنے کیا جائے تو ریاء میں داخل ہوگا۔ (٢) جس کو اپنے شیطان پر غلبہ حاصل ہو اس کا اپنے نیک عمل کو ظاہر یا مخفی رکھنا برابر ہے۔

١٦٢٢ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" يَعْنِىْ رِيْحَهَا' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ – وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ۔

١٦٢٢: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ایسا علم کہ جس سے اللہ کی رضامندی چاہی جاتی ہے اس لئے حاصل کیا تا کہ اس سے کوئی دنیاوی غرض پا لے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا"۔ (ابوداوٗد) صحیح سند کے ساتھ۔ احادیث اس بات میں بہت اور معروف ہیں۔

تشریح ۞ من تعلم علمًا۔ جس نے وہ علم حاصل کیا جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ دینی علم ہی ہے۔ لا یتعلمہ۔ اس کے سیکھنے کی غرض وطام دنیا کا حصول ہے۔ یعنی ریحھا۔ یہ الفاظ حدیث میں مدرج ہیں یہ عرف کی تفسیر ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ موجود ہے۔ "وان عرفھا لیوجدمن سیرۃ خمس مائۃ عام" اس خوشبو سے روک دینے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا جنت میں داخلہ نہ ہوگا۔ سزا کے بعد یا پہلے داخلہ ممکن ہے۔ جیسا شرب خمر کے سلسلہ میں لکھا جا چکا۔ یوم القیامہ۔ یہ ماقبل فعل کا ظرف ہے۔

ایک حکمت: جنت کی خوشبو سے ممانعت میں حکمت یہ ہے۔ اس نے اپنی طلب کو حقیر وفانی میں لگا لیا اور بہترین کو چھوڑ دیا۔ پس مناسب یہ ہوا کہ اس کو اس چیز سے روک دیا جائے جو شرف کو بلند کرنے والے کی ہمت کے مطابق ہے اور جلد حاصل

ہونے والی خوشی سے اسے ہٹا دیا جائے کیونکہ اس کا طرزِ عمل اس کے خلاف ہے۔
تخریج : کتاب العلم میں گزر چکی۔
الفرائد : ایضاً۔

۲۸۹ :بَابُ مَا یُتَوَهَّمُ اَنَّهٗ رِیَآءٌ وَّلَیْسَ هُوَ رِیَآءً!

بَابٌ: جس کسی کو ان چیزوں کے متعلق ریاء کا خیال ہو جائے جو واقعہ میں ریاء نہ ہو

۱۶۲۳ :عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَیْتَ الرَّجُلُ الَّذِیْ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ؟ قَالَ :تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۳: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ اس بارے میں کیا حکم ہے کہ کوئی آدمی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ مؤمن کی جلدی ملنے والی خوشخبری ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ارأیت۔ مجھے بتلائیں۔للّٰہ تعالی۔خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے۔**یحمده الناس علیه**۔بغیر اس کے اسے ان سے تعریف مقصود تھی۔ بلکہ عمل کرتے وقت ادھر دھیان بھی نہ تھا۔**تلك**۔یہ فعل مذکور جو ان سے ہوا۔ **عاجل بشری المؤمن**۔اس خوش خبری کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔''**لهم البشریٰ فی الحیاة الدنیا وفی الآخره**'' اس روایت سے معلوم ہوا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کوئی مخلصانہ عمل کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کی زبانوں پر اس کی تعریف جاری کر دیتے ہیں۔ یہ اس عمل کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی علامت ہے۔اور یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٨/٢١٤٥٧) ومسلم (٢٦٤٢) وابن ماجه (٤٢٢٥) وابن حبان (٥٧٦٨)

الفرائد : (۱) جو شخص رضائے الٰہی کیلئے عمل کرے مگر لوگ معلوم ہونے پر اس کی تعریف کرتے ہیں تو یہ ریا نہ بنے گا۔
(۲) یہ اس عمل کے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کا پہلا ثمرہ ہے کہ نیک بندوں میں اس کا تذکرہ چلا دیا۔

۲۹۰: بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظْرِ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ وَالْاَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

بَاب: اجنبی عورت اور خوبصورت بے ریش بچے کی طرف بغیر شرعی ضرورت دیکھنا حرام ہے

تشریح ✿ المراة الاجنبیه۔ اجنبی عورت اور محرم کی طرف شہوت سے نگاہ کا بھی یہی حکم ہے اور خوبصورت مرد جو دیکھنے والے کی طبع کے مطابق ہو۔ اسی حکم میں ہے۔ حاجت شرعیہ اس تحریم سے مستثنیٰ ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾[النور:۳۰] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾[الاسراء:۳۶] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ [غافر:۱۹] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر:۱٤]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مؤمنوں کو فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں''۔ (النور) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک کان' آنکھیں اور دل ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی''۔ (الاسراء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جس کو سینے چھپاتے ہیں''۔ (غافر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک آپ کا رب البتہ گھات میں ہے''۔ (الفجر)

يَغُضُّوْا : لام محذوف ہے۔ (۲) شرط مقدر کا جواب ہے ''ای ان تقل لهم غضوا!'' مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ من تبعیضیہ ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ جو اس کیلئے حلال نہیں ان پر نگاہ نہ ڈالے۔ بعض نے بیان جنس یا صلہ کیلئے قرار دیا۔

كُلُّ اُولٰٓئِكَ ۔ یعنی جو اس نے کان سے سنا اور جو نگاہ سے دیکھا اور دل سے جس کا عزم کیا۔ جو آدمی ان حواس کو کام میں لائے اسے ان سے وہ کام نہ لینا چاہیے جس سے وہ عذاب میں مبتلا ہو۔

اس سے ان چیزوں کی طرف دیکھنا مراد ہے۔ جن کو دیکھنا حرام ہے۔ بغیر ارادہ کے اس کو کوئی سمجھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے عمل کو دیکھنے والے ہیں کوئی چیز اس سے رہ نہیں سکتی خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر خلوت میں ہو یا جلوت میں۔

۱۶۲۴: وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّا قَالَ : كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهٗ مِنَ الزِّنَا

مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ : الْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا ، وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى ، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ اَوْ يُكَذِّبُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَّرِوَايَةُ الْبُخَارِيِّ مُخْتَصَرَةٌ۔

۱۶۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کے لئے جو زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو ہر صورت میں پانے والا ہے۔ دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' دونوں کانوں کا زنا سننا ہے' زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے' ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے' قدم کا زنا چل کر جانا ہے' دل کا زنا خواہش وتمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے''۔ (بخاری اور مسلم) یہ لفظ مسلم کے ہیں۔ بخاری کی روایت مختصر ہے۔

تشریح ۞ کتب۔ مقدر کر دیا اور فیصلہ کر دیا گیا۔ ابن ادم۔ اضافت جنس کیلئے ہے۔ نصیبه۔ جو مقدر کیا گیا ہے۔ وہ اسے بہر صورت پانے والا ہے۔ کیونکہ مقدر میں ہے۔

ابن بطال کا قول: جو چیز اللہ تعالیٰ نے پر لکھ دی اور وہ اس کے علم قدیم میں سبقت کر چکی وہ ہوگی بندہ اس کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا البتہ جب بندہ ممنوعات میں پڑتا ہے تو اس پر اسے ملامت کی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کاموں سے روک رکھا ہے۔ اور اس سے گریز پر قدرت دے رکھی ہے۔ اور طاعت کو لازم پکڑنے کا حکم دے رکھا ہے۔ جب وہ محرم وممنوع میں پڑا تو قابل ملامت ہوا۔

العينان زناهما النظر۔ اس چیز کی طرف دیکھنا جو دیکھنے والے کیلئے حلال نہیں کی گئی۔ **زنا هما الاستماع**۔ جس کا سننا حرام ہے اس کلام کو سننا۔ اور زبان کا زنا اس بات کو زبان سے بولنا جو اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کی۔ **واليد زناها البطش**۔ زبردستی قوت سے پکڑنا۔ **والرجل زناها الخُطاء**۔ جمع خطوة جیسے قربہ قرب۔ جدھر نہ چلنا حرام ادھر چل کر جانا پاؤں کا زنا ہے۔ **والقلب يهوى ويتمنّٰى**۔ دل جو اس کی طرف جھکتا ہے جدھر نفس کی خواہش کہتی ہے۔

ابن بطال کا قول: ان تمام کے افعال کو دواعی ہونے کی وجہ سے زنا قرار دیا گیا ہے۔ یہ سبب پر مسبب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں اس وقت صغیر گناہ بن جائیں گی جن کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا گیا جبکہ شرم گاہ تصدیق نہ کرے اور اگر شرمگاہ نے ارتکاب کر لیا تو یہ تمام کبیرہ بن جائیں گے۔

سیوطی کا قول: حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندے کیلئے زنا کا حصہ جو مقدر کیا گیا ان میں کچھ لوگوں کا زنا تو حقیقی ہے۔ یعنی ادخال فرج فی الفرج۔ اور بعض کا زنی مجازی ہے۔ مثلاً حرام نظر دیکھنا وغیرہ جو مذکور ہوئیں۔ یہ تمام مجازی زنا کی اقسام ہیں اور شرمگاہ ان کی تصدیق وتکذیب کرتی ہے یعنی بعض نے اصل زنا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دوسرے باز رہتے ہیں۔

اشکال: تصدیق وتکذیب یہ اخباء کی صفات سے ہیں اور اس کے الٹ ہے۔

الجواب: بطور تشبیہ اطلاق کیا گیا ہے یہ مجاز ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔ ''ان الله كتب على ابن آدم حظه من الزنى' ادرك ذلك لامحالة' فزنى العين النظر' وزنى اللسان النطق' والنفس تتمنى و تشتهي والفرج يصدق ذلك ويكذبهٗ''۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۸۲۲۲) والبخاری (۶۲۴۳) ومسلم (۲۶۵۷) وابن حبان (۴۴۲۰) والبيهقی (۸۹/۷)

الفرائد : (۱) نفس کو اتباع ہویٰ سے لگام ڈالنی چاہئے کیونکہ رذالت غضب الٰہی کا نشانہ بنادیتی ہے۔''**اللهم انی اعوذ بك من غضبك**''۔

۱۶۲۵ :وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :''اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ'' قَالُوْا :یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَنَا مِنْ مَّجَالِسِنَا بُدٌّ :نَتَحَدَّثُ فِیْهَا – فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ'' قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ''غَضُّ الْبَصَرِ ، وَکَفُّ الْاَذٰی ، وَرَدُّ السَّلَامِ ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۲۵: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''اے لوگو تم اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہم وہاں گفتگو کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بیٹھنے کے سوا تمہارا چارۂ کار نہیں تو پھر راستے کو اس کا حق دو''۔ انہوں نے کہا راستے کا حق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نگاہ کا نیچا رکھنا' ایذاء سے اپنے ہاتھ کو باز رکھنا' سلام کا جواب دینا' بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **فاذا ابيتم**۔ جب تم نے بیٹھنے پر اصرار کیا تو **فأعطوا الطريق حقهٗ**۔ **الطريق** کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ **حق الطريق** یعنی راستہ کے سلسلہ میں کیا مطلوب ہے۔ **غض البصر**۔ جس طرف نگاہ اٹھانا جائز نہیں۔ **كف الاذى**۔ دوسروں کو قول و عمل سے ایذاء دینے سے باز رہنا۔ **ردالسلام**۔ جب کہ وہ پہل کرے۔ **والامر بالمعروف**۔ جس کو شرع نے معروف قرار دیا ہو خواہ وہ مستحب ہو یا واجب۔ **والنهى عن المنكر**۔ جس کو شرع منکر قرار دے۔ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

تخریج : کتاب المأمورات میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۶۲۶ :وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ زَیْدِ ابْنِ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :کُنَّا قُعُوْدًا بِالْاَفْنِیَةِ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ :مَالَکُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ'' فَقُلْنَا :اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَیْرِ مَا بَاْسٍ :قَعَدْنَا نَتَذَاکَرُ وَنَتَحَدَّثُ قَالَ :''اِمَّا لَا فَاَدُّوْا حَقَّهَا غَضُّ الْبَصَرِ ، وَرَدُّ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْکَلَامِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

''الصُّعُدَاتِ'' بِضَمِّ الصَّادِ وَالْعَيْنِ :اَيِ الطُّرُقَاتِ۔

۱۶۲۶: ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم ڈیوڑھیوں میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لا کر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''تم نے راستوں پر یہ کیسی بیٹھکیں بنالی؟'' ہم نے عرض کیا ہم اس طرح بیٹھے ہیں کہ جس میں کوئی حرج نہیں۔ ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے ہیں اور بات چیت کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''اگر اس کے بغیر چارہ نہیں تو پھر ان مجالس کو ان کا حق دو''۔ صحابہ نے پوچھا' اے اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا: ''نگاہ کا نیچا رکھنا' سلام کا جواب دینا اچھی گفتگو کرنا''۔ (مسلم)

الصُّعُدَاتِ :راستے۔

تشریح ۞ **قعودا**۔ یہ قاعد کی جمع ہے اور کان کی خبر ہے۔ **بالافنیه**۔ بروزن افعلۃ' گھر کا صحن۔ اس کا واحد فناء ہے۔ **نتحدث**۔ یہ جملہ مستانفہ (۲) اسم کان سے حال ہے (۳) دوسری خبر ہے۔ **فقام علینا**۔ ہمارے پاس آ کھڑے ہوئے۔ **مالکم**۔ یہ مبتداء اور خبر ہے۔ اعادہ جار سے ضمیر مجرور پر عطف ہے۔ **ولمجالس ا**ر **صعدات**۔ وہ راستے جن سے گھروں والے اپنے گھروں کی ضروریات کیلئے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا تھا۔ تو ان بلند راستوں سے بھی بچنا سابقہ امر میں لازم تھا۔ آپ نے تاکید کیلئے اس کی تصریح فرمادی۔ **قعدنا لغیر ما باس**۔ ما موصولہ ہے۔ یعنی ہماری بیٹھک مباح امور کیلئے ہے ان کاموں کیلئے نہیں جن میں شرعاً حرج ہو۔ پھر اس کی تفصیل کی **قعدنا تتذاکر** یعنی مسائل علمیہ کا مذاکرہ کرنے بیٹھے ہیں۔ **و نتحدث**۔ اور مباح امور کے متعلق بات چیت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی طرف اشارہ **لا باس** میں موجود ہے۔ **فقال اما لا**۔ یعنی اگر تم ان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کان اور اس کا اسم وخبر محذوف ہے جو اس **لا** کے بعد واقع ہو۔ کیونکہ مقام اس کا متقاضی ہے۔ **فادوا حقها**۔ تو تم راستے کو اس کا حق دو۔ **غض البصر**۔ یہ مبتداء اس کی خبر **عن النظر** محذوف ہے۔ اجنبی یا امرد حسن کی طرف سے نگاہ کا روکنا۔

آدابِ حدیث: (۱) السلام علیکم کا رواج دینا (۲) عمدہ کلام فطوم و پریشان حال سے (۳) امر بالمعروف کرنا (۴) برائی سے روکنا (۵) ایذاء سے ہاتھ روک کر رکھنا۔ (۶) نگاہ نیچی کرنا۔ (۷) چھینک کا جواب اگر وہ الحمد للہ کہے (۸) بوجھ اٹھانے والے سے تعاون (۹) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر (۱۰) سلام کا جواب (۱۱) گم شدہ راہ کو راستہ بتلانا (۱۲) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا (۱۳) ردی کلام سے باز رہنا۔ (ابن عسلان صدیقی)

تخریج : أخرجه مسلم (۲۱۶۱)

الفرائد : (۱) راستوں پر بیٹھنے سے اپنے کو گناہوں اور فتنوں پر پیش کرنا ہے۔ (۲) اس سے بدگمانی بدنگاہی، غیبت، دوسروں کی تحقیر جیسے گناہوں میں ابتلاء کا خدشہ ہے۔ (۳) دفع مفاسد جلب منفعت سے اولیٰ ہے۔

۱۶۲۷ : وَعَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاةِ فَقَالَ: ''اصْرِفْ بَصَرَكَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۷: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک پڑ جانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تو اپنی نظر کو فوراً پھیر لے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **نظر الجاءة**۔ اچانک بلا قصد نظر پڑنا۔ **اصرف بصرك**۔ بلا قصد جس پر نگاہ پڑے اس سے نگاہ پھیر لو۔ اگر ٹکٹکی باندھ لو گے تو گناہ گار ہو گے کیونکہ دیکھنا حرام ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۸۱) ومسلم (۲۱۵۹) وأبو داود (۲۱۴۸) والترمذی (۲۷۸۵) والنسائی (۵/۹۲۳۳) والدارمی (۲۶۴۳) وابن حبان (۵۵۷۱) والطبرانی (۲۴۰۴) والحاكم (۳۴۹۰۸) والطيالسی (۶۷۲) والبیهقی (۷/۸۹)

الفوائد : (۱) غیر محرم پر اچانک نظر پڑنے سے فوراً پھیر لینی چاہیے۔ (۲) اگر اس نے جان بوجھ کر نگاہ ڈالی تو یہ حرام ہے۔

۱۶۲۸ : وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَهُ مَيْمُوْنَةُ ، فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ اَنْ اُمِرْنَا بِالْحِجَابِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "اِحْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى : لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "اَفَعَمْيَا وَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ!" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۶۲۸: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہ بھی آپؐ کے پاس ہی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور یہ واقعہ ہمیں حجاب کا حکم ملنے سے بعد کا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اس سے پردہ کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ ہمیں نہ دیکھتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم دونوں اس کو نہیں دیکھتی ہو''۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ سیاق کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ ام سلمہ کے گھر میں تھے نہ کہ میمونہ رضی اللہ عنہ کے۔ **فاقبل ابن ام مكتوم**۔ ان کا نام عمرو بن قیس بن زائدہ ہیں بعض نے کہا زیادہ بن الاصم القرشی العامری۔ یہ مؤذن النبی ﷺ۔ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ۔ یہ ابن ام مکتوم یہ خدیجہ ام المؤمنین کے ماموں کے بیٹے ہیں۔ **ذلك**۔ یعنی اس کا متوجہ ہونا۔ **امرنا بالحجاب**۔ اجانب سے پردے کا حکم ہوا۔ **احتجبا منه**۔ اس میں ستر میں مبالغہ ہے کیونکہ ان کا مرتبہ بلند ہے۔ البتہ ان کے علاوہ عورتوں کو نابیناؤں سے حجاب واجب نہیں۔ البتہ جب اجنبی ہو تو اس کی طرف نظر حرام ہے۔ **اليس هو اعمى**۔ اس سے پردہ کرنے میں کیا حکمت ہے۔ **افعميا وان انتما**۔ اعمٰی کی تانیث عمیاء اور اس کی تثنیہ **عماوان** ہے۔ فاعل ضمیر ہے۔ **ألستما**۔ یہ ماقبل کیلئے تفسیر کی طرح ہے۔ اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ان سے پردے کا حکم اس لئے ہے کہ اس کی کسی چیز پر تمہاری نگاہ نہ پڑے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اجنبی کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے اور عائشہ صدیقہ کا حبشیوں کی تیراندازی وغیرہ دیکھنا۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ وہ چھوٹے بچے تھے)۔ (۲) نزولِ حجاب سے پہلے کی بات

ہے۔)
قسطلانی کہتے ہیں: اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۵۹۹) وأبو داود (۴۱۱۲) والترمذی (۲۷۸۷) والنسائی (۵/۹۲۳۱) وابن حبان (۵۵۷۵) والبیهقی (۷/۹۱)

الفرائد: (۱) مسلمان عورت کو حتی الامکان غیر محرم نگاہ سے بچنا چاہیے۔ (۲) نگاہ بے حیائی کا قاصد ہے۔ (۳) غیر محرم نابینا کو دیکھنا بھی عورتوں کو حرام ہے (ابن حبانؒ)

۱۶۲۹: وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَلَا تُفْضِی الْمَرْاَۃُ اِلَی الْمَرْاَۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۲۹: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی آدمی اپنی عورت کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور نہ ہی کوئی آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگا لیٹے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ لیٹے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لا ینظر الرجل**۔ یہ خبر ہے جو نہی کے معنی میں ہے۔ **عورۃ الرجل**۔ اس سے مرد مراد ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ **عورۃ المراۃ**۔ عورتوں کو بھی دوسری عورتوں کے ستر پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں۔ اگرچہ اتحاد جنس ہے۔ تو اختلاف جنس کی صورت میں کیونکر جواز ہوسکتا ہے۔ **ولا یفضی الرجل**۔ ایک کپڑے میں ننگے نہ لیٹیں۔ **ولا تفضی المراۃ الی المراۃ**۔ ابن الملک کہتے۔ خوابگاہ میں ایک کا چہرہ دوسرے سے نہ ملے تا کہ کہیں ان میں برائی نہ پھوٹ پڑے۔

مظہری کا قول: ایسا کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی حد نہیں لگ سکتی۔ **عورۃ الرجل**۔ ناف اور گھٹنے کے درمیان۔ لونڈی کا ستر اسی طرح ہے۔ آزاد عورت کا ستر اور اس کے محارم کیلئے یہ ہے۔ البتہ اجنبی کے حق میں حرّہ کا تمام بدن عورت ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور ہتھیلیاں۔

نووی کا قول: امرد خوبصورت ہو تو اس کی طرف دیکھنا حرام ہے خواہ فتنہ سے مامول ہو یا نہ ہو۔ صحیح مذہب یہ ہے۔ جو محققین سے اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عورت کے حکم میں ہے اور اس کو عورت کی طرح اس کو شہوت ہوتی ہے اور خوبصورتی میں اس کی شکل عورت جیسی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ان سے زائد ہوتی ہے۔ بلکہ وہ تحریم میں ان سے مقدم ہیں کیونکہ ان کے حق میں شر کی آمد پر قدرت کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۴/۱۱۶۰۱) ومسلم (۳۳۸) وأبو داود (۴۰۱۸) والترمذی (۲۸۰۲) والنسائی (۵/۹۲۲۹) وابن ماجه (۶۶۱) وابن حبان (۵۵۷۴) وأبو عوانة (۱/۲۸۳) واطبرانی (۵۴۳۸) وأبو یعلی (۱۱۳۶) وابن أبی شیبة (۱/۱۰۶) وابن خزیمة (۷۲) والبیهقی (۷/۹۸)

الفوائد : (۱) مرد کو مرد و عورت دونوں کے مستورہ اعضاء پر نگاہ حرام ہے۔ (۲) عورت کو دوسری عورت کے مستورہ اعضاء پر نگاہ حرام ہے۔ (۳) دو مردوں یا دو عورتوں کا ایک کپڑے میں بلا حائل جمع ہونا جائز نہیں۔

۲۹۱ : بَابُ تَحْرِيمِ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ

بَابٌ : اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے

تشریح ۞ خلوت میں جس طرح اجنبیہ کا حکم ہے۔ امرد کا حکم بھی بیان ہوا۔ جب ان کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ تو خلوت بدرجہ اولی حرام ہے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾

[الاحزاب:۵۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے ان سے سوال کرو''۔

(احزاب:۶۵)

مَتَاعًا : اس سے مراد ضرورت ہے۔ حِجَابٍ : ستر و پردہ کے معنی میں ہے۔

۱۶۳۰ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ؟'' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ : اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ : ''الْحَمْوُ الْمَوْتُ؟'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

''الْحَمْوُ'' قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ وَابْنِ اَخِيْهِ وَابْنِ عَمِّهٖ۔

۱۶۳۰ : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورت کے پاس آنے جانے سے اپنے آپ کو بچا''۔ اس پر ایک انصاری نے کہا: ''دیور کا کیا حکم ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیور تو موت ہے''۔ (بخاری و مسلم)

اَلْحَمْوُ : خاوند کا قریبی رشتہ دار۔ بھتیجا' بھائی' چچازاد بھائی۔

تشریح ۞ عقبہ بن عامر۔ ان کے حالات باب الدلالة علی الخیر میں گزرے۔

النساء۔ جبکہ وہ بے حجاب ہوں یا خلوت کے طور پر ان کے پاس مت جاؤ۔ افرأیت الحم۔ ایک نسخہ الحَمْوُ ہے دَلْوٌ کے وزن پر۔ آپؐ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔

نووی کا قول: اس سے خطرہ دوسروں کی بنسبت زیادہ ہے۔ اور اس سے شر کی توقع زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ عورت سے بلا انکار خلوت کر سکتا اور اس تک پہنچ سکتا ہے۔ اجنبی کو وہ موقعہ نہیں مل سکتا۔

ابن الاعرابی کا قول: یہ عرب کا مقولہ ہے۔ جیسے کہتے تھے : الأسد الموت یعنی اس سے ملنا موت کو دعوت دینا ہے۔

قاضی عیاض کا قول: دیور سے خلوت فتنہ کی طرف لے جانے والی چیز ہے۔ پس فتنے کو ہلاکت قرار دیا۔ تو گویا تغلیظ کے مقام پر رکھ کر کلام کی گئی۔ اَلْحَم۔ میں چار لغات ہیں (١) حَمُوك حالت رفعی (٢) حماك نصبی (٣) حميك (٤) حَموك۔ میم ساکن اور بعد کی ہمزہ پر اظہار حرکت حَمأٌ فتحا کی طرح۔ حَمٌ جیسے اَبٌ اصل حَمَوٌ۔

حماة المراة حا زوجها کہا جاتا ہے۔ یہ خاوند کا بھائی، بھتیجا، چچازاد اور وہ جو عورت کیلئے اجنبی ہو اس کا اصل وفرع سے تعلق نہ ہو وہ لغت میں احماء ہیں مگر روایت ان کو شامل نہیں۔ باقی :

مازری کا قول: حمو سے مراد خاوند کا والد ہے جب وہ ممنوع ہے تو اجنبی کا کیا اعتبار ہوگا۔ یہ قول مردود ہے۔ اس کا حدیث سے تعلق ہی نہیں۔ (نووی)

تخریج : أخرجه أحمد (٦/٥٥٨٨) والبخاری (٥٢٣٢) ومسلم (٢١٧٢) والترمذی (١١٧٤) والنسائی (٥/٩٢١٦) والدارمی (٢٦٤٢) وابن حبان (٥٥٨٨) والطبرانی (٧٦٢) والبیهقی (٧/٩٠)

الفرائد : (١) اجنبیہ سے خلوت حرام ہے۔ (٢) محارم سے خلوت میں بیٹھنا درست ہے۔ (٣) دیور سے خلوت دینی ہلاکت کا باعث ہے۔ تغلیظاً موت سے تعبیر فرمایا۔ (٤) محرمات جن سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو۔ (٥) وطی بالشبہ یا ملاعنہ کی ماں ہمیشہ کیلئے حرام ہے مگر محرم نہیں اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام مگر محرم نہیں۔

١٦٣١ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَاَةٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٦٣١: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی آدمی بغیر محرم کے کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : بامراۃ۔ اس سے اجنبی عورت کے مراد ہے۔ الا مع ذی محرم۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ کیونکہ اس سے خلوت کی نفی ہو جاتی ہے۔ بیہقی نے اس طرح نقل کی: "لا یخلون رجل بامراة الا ومعها ذو محرم ولا تسافر امراة الا مع ذی محرم ولا یدخل علیها رجل الا مع ذی محرم۔" ایضاً طبرانی مگر یہ الفاظ زائد ہیں: "فان الشیطان ثالثهما"۔

تخریج : کتاب آداب السفر میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

١٦٣٢ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى

الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ، مَا مِنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وَقَفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ مَا شَآءَ حَتّٰى يَرْضٰى" ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: "مَا ظَنُّكُمْ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۲: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں رہنے والے لوگوں پر مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ماؤں کی حرمت کے برابر ہے۔ پیچھے رہنے والا کوئی آدمی جو کسی مجاہد کے گھر میں اس کا نائب بنے پھر اس میں خیانت کا ارتکاب کرے تو قیامت کے دن اس کو کھڑا کر دیا جائے گا۔ پھر وہ مجاہد اس کی نیکیاں جتنی چاہے گا لے لے گا۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے گا پھر ہماری توجہ پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ (مسلم)

تشریح ۞ المجاهدين: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں جانے والے ہوں۔ علی القاعدین: بیٹھے رہنے والوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ کحرمة امهاتهم: ان سے تعرض کسی بھی شک والی صورت سے درست نہیں۔ تا کہ ان مجاہدین کے حق کی ادائیگی کا تقاضا پورا ہو جو نصرت دین میں مشغول ہیں۔ یخلف رجلاً: ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا۔ فیخونه فیهم: اگر وہ خیانت کرے گا تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ فیأخذ من حسناته: مجاہد کو خائن کی تمام نیکیاں دے دی جائیں گی۔ جتنی وہ چاہے گا اور یہ اس کی عظمت کے اہتمام میں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو۔ اس سے کم اس کو روکا نہ جائے گا۔ ما ظنکم: تمہارا کیا خیال ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو لینے کی اجازت دیں اور انسان کی طبیعت میں حرص ہے۔ تو کیا وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑے گا۔

فائدہ: اس میں خائن کی سزا کو سخت انداز میں پیش کیا گیا تا کہ اس سے بچا جائے۔

تخريج : أخرجه أحمد (٩/٢٣٠٦٦) ومسلم (١٨٩٧) وأبو داود (٢٤٩٦) والنسائی (٣١٨٩) وابن حبان (٤٦٣٤) والحميدی (٩٠٧) سعيد بن منصور (٢٣٣١) والبيهقی (١٧٣/٩)

الفوائد : (۱) مجاہد کی خاص فضیلت ہے۔ (۲) اس کی بیوی پر نگران اگر تعرض کرے گا تو اس کے تمام نیک عمل قیامت کو اس سے لے کر مجاہد کو دے دیئے جائیں گے۔

۲۹۲ :بَابُ تَحْرِيْمِ تَشَبُّهِ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَتَشَبُّهِ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ فِيْ لِبَاسٍ وَّحَرَكَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ!

بَابٌ: مردوں کو عورتوں کے ساتھ اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ لباس اور حرکات وسکنات میں مشابہت حرام ہے

تشریح ۞ تشبہ النساء بالرجال: یعنی بیٹھنے اٹھنے، سونے میں عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا۔ **النَّحْوُ** : فی الباس: محل حال میں ہے۔(۲) مضاف الیہ کی دونوں صفتیں ہیں۔''ای الکائنین او کانتین فی ذلک'' تنازع بنانے کی ضرورت نہیں۔

۱۶۳۳ :عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۳۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے مشابہ حرکات کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں جیسی حرکات کرتی ہیں ایک اور روایت میں کہ رسول اللہؐ نے ان مردوں کو ملعون قرار دیا جو عورتوں کے ہم شکل بنتے ہیں اور ان عورتوں کو ملعون قرار دیا جو مردوں کی ہم شکل بنتی ہیں''۔(بخاری)

تشریح ۞ المخنثین: وہ مرد جو حرکات وکلمات میں عورتوں سے مشابہت کرنے والے ہوں۔اگر یہ مشابہت خلقی ہے تو قابل ملامت نہیں اور اس کو چاہیے کہ وہ تکلف سے ان کو زائل کرے اور اگر وہ اس پر برقرار رہا اور کوشش نہ کی تو اس کی مذمت کی جائے گی اور اگر وہ قصداً کرتا اور اس کیلئے تکلف کرتا ہے تو یہ قابل مذمت ہے۔

ابن حبیب کا قول: کہ مخنث وہ ہے جو عورتوں والی حرکات اختیار کرے اگرچہ فاحشہ کا مرتکب نہ ہو۔مثلاً زنانہ چال چلے اور اس کی وضاحت ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ من الرجال والمترجلات: یعنی وہ عورتیں جو مردوں سے مشابہت کرنے والی ہیں۔ بخاری کی دوسری روایت میں المتشبھین من الرجال کے الفاظ وارد ہیں جو کہ تفسیر کی مانند ہیں۔من الرجال یہ محال حال میں ہے یا صفت ہے۔بالنساء: یہ ظرف لغو ہے ماقبل وصف سے متعلق ہے تشبیہ کو حذف کر دیا تا کہ تمام انواع کو شامل ہو اور تمام افراد کو شامل ہو۔المتشبھات من النساء۔ (بخاری)

طبری کا قول: مردوں کو عورتوں سے مشابہت جائز نہیں نہ کپڑوں میں نہ اس زینت میں جو ان سے خاص ہے۔اور اس کا عکس

بھی نہیں۔
ابن ابی جمرہ کا قول: ظاہری لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شئے میں مشابہت پر زجر ہے۔لیکن دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ یہاں لباس اور بعض صفات وحرکات میں مشابہت مراد ہے۔امور خیر میں مشابہت مراد نہیں۔لعنت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔
حکمت لعنت یہ ہے: احکم الحاکمین نے جس کیلئے جو بنایا یہ اس وضع سے خارج کرنا ہے۔جیسا کہ لعن الواصلات میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔وہ الفاظ یہ ہیں۔"المغیرات خلق اللّٰہ"۔(فتح الباری)
تخریج: أخرجه أحمد (١/٢٢٩١) والبخاری (٥٨٨٥) وأبو داود (٤٠٩٧) والترمذی (٢٧٩٤) والنسائی (٥/٩٢٥١) وابن ماجه (١٩٠٤) والدارمی (٢٦٤٩) وابن حبان (٥٧٥٠) والطیالسی (٢٦٧٩) وأبویعلی (٢٤٣٣) والطبرانی (١١٦٤٧) وعبد الرزاق (٢٠٤٣٣) والبیهقی (٨/٢٢٤)
الفرائد: (۱) مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت کرنا حرام ہے۔(۲) لعنت کیا جانا کبیرہ گناہ کی علامت ہے۔آج کل کتنے لڑکے لڑکیوں سے اور لڑکیاں لڑکوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں الامان والحفیظ۔

۱۶۳۴ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ۔
۱۶۳۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس آدمی پر جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کا سا لباس پہنے۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔
تشریح ۞ والمرأة تلبس لبسة الرجل: دونوں جنسوں میں جملے فعلیہ حال یا صفت واقع ہیں مراد یہ ہے "لعن الرجل اللبس لبسه المرأة" اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور اس کا عکس بھی۔
تخریج: أخرجه أحمد (٣/٨٣١٦) وأبو داود (٤٠٨٩) وابن حبان (٥٧٥١) والحاکم (٤/٧٤١٥)
الفرائد: مرد کو عورتوں کا لباس استعمال کرنا حرام ہے۔اسی طرح عورتوں کو مردوں کا۔

۱۶۳۵ : وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَآءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَآئِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا، وَاِنَّ رِیْحَهَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَةِ كَذَا وَكَذَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔
مَعْنٰی "كَاسِیَاتٌ" اَیْ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ "عَارِیَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا وَقِیْلَ مَعْنَاهُ: تَسْتُرُ بَعْضَ

بَدَنِهَا وَتَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَنَحْوِهٖ – وَقِيْلَ : تَلْبَسُ ثَوْبًا رَقِيْقًا يَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا وَمَعْنٰى "مَائِلَاتٌ" قِيْلَ عَنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا يَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهٗ– "مُمِيْلَاتٌ" اَیْ يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ – وَقِيْلَ : مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ ، مُمِيْلَاتٌ لِاَكْتَافِهِنَّ – وَقِيْلَ : مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمِيْلَاءَ ، وَهِيَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا – "وَمُمِيْلَاتٌ" يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ "رُءُ وْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" : "اَیْ يُكَبِّرْ نَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْ عِصَابَةٍ اَوْ نَحْوِهَا۔

۱۶۳۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دو قسمیں آگ والوں کی ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا (بعد میں ہونگی)۔ ایک گروہ وہ ہے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ (۲) عورتوں کا وہ گروہ جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی' لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی' خود مائل ہونے والی۔ ان کے سر بختی اونٹ کی جھکی ہوئی کہانوں جیسے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اسکی خوشبو اتنے اتنے فاصلے پر پائی جائے گی۔ (مسلم)

كَاسِيَاتٌ: اللہ کی نعمت کا لباس پہنے ہوئے۔ اَلْعَارِيَاتٌ :نعمت کے شکر سے عاری۔ بعض نے کہا اپنے جسم کے بعض حصے کو چھپائے اور بعض کو خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کھولے۔ بعض نے کہا وہ ایسا کپڑا پہنے جوان کے جسم کی رنگت تک کو ظاہر کرے۔ مَائِلَاتٌ :اللہ کی اطاعت اور اس کی حفاظت کو لازم نہ قرار دینے والی۔ مُمِيْلَاتٌ :ایسی عورتیں جو اپنے مذموم فعل سے دوسروں کو واقف کراتی ہیں۔ بعض نے کہا مَائِلَاتٌ ناز و انداز سے چلنے والی اور مُمِيْلَاتٌ اپنے کندھوں کو مٹکانے والی۔ بعض نے کہا مُمِيْلَاتٌ :وہ ایسی کنگھی پٹی کریں گی جس سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں اور وہ بدکار عورتوں کی کنگھی پٹی ہے اور مُمِيْلَاتٌ :دوسروں کی کنگھی بھی اسی طرح کرنے والی۔ اور رَءُ وْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ: اپنے سروں کو کوئی چیز لپیٹ کر اونچا کرنے والی ہوں گی۔

تشریح ۞ **من اهل النار**: کا مطلب جبکہ حلال سمجھ کر کرے تو خلود نار مراد ہوگا۔ ورنہ گناہ کی مقدار میں عذاب۔ پھر جنت میں داخلہ ہو جائے گا جیسے کبیرہ گناہ والے کا حکم ہے۔ **لم ارهما**: اَلنَّجْوٰ یہ خبر ہے۔ یہ بدی مفصل ہے۔ **قوم معهم سياط**: سیاط کا واحد سوط ہے۔ **يضربونی بها الناس**: یہ جملہ فعلیہ حالیہ (۲) مستانفہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ جو قیام حدود کیلئے مارا جائے وہ اس میں شامل نہیں۔ **مميلات**: مردوں کی طرح تکبر سے اکڑ کر چلتی ہیں۔ **رؤسهن كاسنمة البخت**: بخت یہ اونٹ کی ایک قسم ہے۔ بختی کا واحد ہے اس کی جمع بخاتی آتی ہے۔ یہ جملہ مفردات کی طرح محل خبر میں ہے۔ (۲) نساء سے حال ہے وصف سے خاص کیا گیا ہے۔ **المائلة**: اپنی کوہان کی طرف جھکنے والا ہے۔ **لا يدخلن الجنة**: مطلقاً وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی یا ابتداء میں داخلہ نہ ہوگا۔ **ولا يجدن ريحها**: جنت کی نعمتوں سے محرومی اور دور کیے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ اشارہ کیا: "**وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا**"۔ **كذا**

و کذا: یہ عدد معین سے کنایہ ہے۔ طبرانی کی روایت میں گزرا کہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔

(رواہ مسلم)

نووی کا قول: یہ معجزات نبوی سے ہے کہ یہ قسمیں اس وقت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اصحاب السیاط: یہ پولیس والے وغیرہ ہیں اور کاسیات: (۱) بعض نے کہا اس کا معنی بدن کا بعض حصہ ڈھانپنا اور بعض اظہار جمال کیلئے کھلا رکھنا جس سے رنگ کی رونق اور بدن کی کیفیت نظر آتے۔ (۲) باریک کپڑا جس سے جسم کی رنگت نظر آئے۔

(یہ ۷۰۰ھ کی بات ہے جس میں اس کی تاویل کی ضرورت پڑی مگر اس وقت ۱۴۲۸ھ میں مسلمان کہلانے والے ممالک کی عورتوں میں تمام معانی کے ساتھ یہ چیز موجود ہے۔ بلکہ روشن خیالی اور ترقی نسواں کے نام سے اس کو ترویج دینے والے بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ مترجم)

مائلات: ممیلات کا معنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلنے والیاں۔ جوان پر ان کی ذات، شرمگاہ اور مال، خاوند کے سلسلہ میں حقوق لازم ہوتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اس کا عکس اختیار کرنے والیاں۔ بعض نے کہا بظاہر ثبات کو ظاہر کرنے والیاں اور اچھے افعال اور طاعات کی طرف توجہ اور آخرت کے اہتمام سے ننگی ہیں۔ ممیلات: اپنے افعال شنیعہ دوسروں کو سکھانے والیاں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے گریز اور جس کی حفاظت لازم ہے اس سے بے پروائی کرنا بعض نے کہا مائلات کا مطلب اپنے کندھوں کو ہلا ہلا کر نزاکت کی چال چلنے والیاں۔ بعض نے کہا ٹیڑھی مانگ جو کہ زانیہ عورتوں کی علامت ہے اس کو اختیار کرنے والیاں اور ممیلات دوسری عورتوں میں یہ انداز جاری کرنے والیاں۔

بعض نے کہا مردوں کی ظرف اپنے اظہار زینت سے میلان اختیار کرنے والیاں قاضی عیاض نے یہ معنی پسند کیا ہے۔

رؤسھن کاسمنۃ البخت: کا مطلب اپنے سروں کو بڑا ظاہر کرنے والیاں۔ جیسے سر کو پگڑ لپیٹ کر یا پٹی لپیٹ کر سر کو بڑا بنایا جاتا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

سیوطی کا قول: یہ گانا بجانا کرنے والی عورتوں کا شعار ہے۔

مازری کا قول: مردوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے والیاں نہ ان سے نگاہ کو جھکاتی اور نہ سروں کو نیچا کرتی ہیں۔

قاضی کا قول: اس طرح کنگھی کرنے والی ہیں کہ بالوں کی مینڈھیا بنا کر سر کے اوپر باندھ لیا جائے سر کے درمیان میں ان کو اکٹھا کر لیا جائے اس طرح وہ بختی اونٹ کے کوہان سے مشابہہ ہو جاتا ہے اور درمیان کے زائد بالوں سے بڑا کر لیا جاتا ہے۔ جس سے وہ سر کی ایک جانب میں مائل ہو جاتے جیسے کوہان ایک طرف کو جھکتی ہے۔ عرب کہتے ہیں ناقۃ مبیلاء: جبکہ اس کی کوہان ایک طرف کو جھکنے والی ہو۔ (ابن درید)

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٨٦٧٣) ومسلم (٢١٢٨) وابن حبان (٧٤٦١) والبيهقي (٢/٢٣٤).

الفرائد: (۱) یہ معجزہ نبوت ہے آج یہ دونوں اصناف موجود ہیں۔ اگر یہ توبہ نہ کریں تو سیدھے جہنم کے حقدار ہیں۔

۲۹۳ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ

بَاب : شیطان اور کفار کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے

تشریح الشیطان و الکفار: ان میں الف لام جنس کا ہے۔ان کے ہر فرد پر بولا جائے گا۔

۱۶۳۶ :عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۶:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے۔(مسلم)

تشریح لا تأكلوا :یہ نہی تنزیہی ہے۔اور بائیں ہاتھ سے کھانے والے کیلئے بددعا وہ اس کے تکبر کی وجہ سے تھی کیونکہ اس نے آپ کے حکم کی طاعت بڑھائی اختیار کی۔جو محض جھوٹ کی بنیاد پر تھی۔فان الشيطان:یہ نہی کی تعلیل ہے۔اس میں شیطان کے کھانے کی تصریح ہے۔اور یہ اصل پر ہے جیسا کہ اس کیلئے ضراط کا ثبوت ملتا ہے جو کہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا پیٹ کھانے کو تحلیل کرتا ہے اور یہ روایت بھی گزری :''ذاك الرجل بال الشيطان فی أذنہ''۔

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱۴۵۹۳) ومسلم (۲۰۱۹) وابن ماجه (۳۲۶۸)

الفرائد : (۱)بلا عذر بائیں ہاتھ سے یہ افعال شیاطین کی پیروی ہے۔(۲)جو جس سے محبت کرے انہی کے ساتھ ہوگا۔

۱۶۳۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ، وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۷:عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور نہ پیئے اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔(مسلم)

تشریح لا يأكلن:سخت کراہیت کو ظاہر کرنے کیلئے نہی کو نونِ ثقیلہ کے ساتھ ذکر کیا۔فان الشيطان:بایاں ہاتھ گندگی وغیرہ کے کاموں کیلئے ہے۔شیطان اپنی خباثت اور گندگی کی وجہ سے نفیس کاموں کیلئے اسی کو استعمال کرتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۵۵۱۵) ومسلم (۲۰۲۰) وأبو داود (۳۷۷۶) والترمذی (۱۸۰۷) وابن حبان (۵۲۲۷) والدارمی (۲۰۳۰) وعبد الرزاق (۱۹۵۴۱) والبیهقی (۷/۲۷۷)

الفرائد : (۱)بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ ہے۔یہ شیطان کی مشابہت ہے۔(۲)دائیں ہاتھ سے لینا دینا مستحب ہے مگر

جبکہ معذور ہو۔

۱۶۳۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ :"اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

اَلْمُرَادُ : خِضَابُ شَعْرِ اللِّحْیَةِ وَالرَّاْسِ الْاَبْیَضِ بِصُفْرَةٍ اَوْ حُمْرَةٍ ' وَاَمَّا السَّوَادُ فَمَنْهِیٌّ عَنْهُ ' کَمَا سَنَذْکُرُهٗ فِی الْبَابِ بَعْدَهٗ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

۱۶۳۸: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہود ونصاریٰ سر کے بالوں (اور ڈاڑھی) کے بالوں کونہیں رنگتے لہٰذا تم انکی مخالفت کرو (داڑھی اور سر کے بالوں کو رنگو)''۔(بخاری ومسلم)

مرد ڈاڑھی اور سر کے بالوں کی سفیدی کو زردی یا سرخی سے رنگنا ہے۔ رہی سیاہی کی ممانعت تو وہ ہم عنقریب ان شاء اللہ اس کو بعد والے باب میں ذکر کریں گے۔

تشریح ۞ **لا یصبغون** :وہ اپنے بالوں کو بالکل نہیں رنگتے۔ **فخالفوھم**:تم ان کی مخالفت کرو یعنی سیاہ کے علاوہ رنگا کرو۔

نووی کا قول:یصبغون سے ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو سرخ یا زرد رنگنا ہے سیاہ مکرہ تحریمی ہے۔صرف جہاد کیلئے درست ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۲۲۰) والبخاری (۳٤٦۲) ومسلم (۲۱۰۳) وأبو داود (٤۲۰۳) والترمذی (۱۷۵۸) والنسائی (۵۰۸۷) وابن ماجه (۳٦۲۱) وعبد الرزاق (۲۰۱۷۵) وابن حبان (۵٤۷۰) ابن أبی شیبة (۸/٤۳۱) والبیهقی (۷/۳۰۹)

الفرائد : (۱) یہود ونصاریٰ کے افعال میں ان کی مخالفت کی تائید کی گئی۔ آج کل تو مسلم نما لوگوں یہود ونصاریٰ کی اتباع پر فخر کرنے والے ہیں۔ اور ترقی مسلم کو اسی میں پنہاں جانتے ہیں۔ اعاذنا اللّٰه منه۔

۲۹۴ :بَابُ نَهْیِ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهَا بِسَوَادٍ

بَابٌ: مرد عورت ہر دو کو سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو رنگنے کی ممانعت

تشریح ۞ یہاں مرد وعورت کا تذکرہ کیا۔ الخنثٰی : کا حکم یہی ہے۔ نایاب ہے اس لئے تذکرے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ **بسوادٍ**: سیاہ کی نہی تحریمی ہے صرف جہاد کیلئے مباح ہے۔

۱۶۳۹ : عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ وَالِدِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ

عَنْهُمَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَاْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "غَيِّرُوْا هٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۳۹: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں) لایا گیا اس حال میں کہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفیدی کو بدل دو اور سیاہی سے پرہیز کرو"۔ (مسلم)

تشریح ابو قحافہ کا نام عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے۔ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ خلافت فاروقی میں وفات پائی۔ **یوم فتح مکة**: یہ اُتِیَ: کا ظرف ہے۔ **رأسه**: سے مراد سر کے بال ہیں۔ **کالثغامة**: یہ سفید پھولوں والی بوٹی ہے۔ جو رنگت میں بڑھاپے کے مشابہ ہے۔ **بیاضًا**: شبہ کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ یہ جملہ ابی قحافہ سے محل حال واقع ہے۔ **غیروا هذا**: سفیدی کو خضاب سے بدل دو اور سیاہی سے پرہیز کرو۔ **اجتبوا السواء**: کا امر وجوب کیلئے ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۵/۱۴۴۰۹) ومسلم (۲۱۰۲) وأبو داود (۴۲۰۴) وابن ماجه (۳۶۲۴) وابن حبان (۵۴۷۱) والحاكم (۳/۵۰۷۸) وأبو يعلى (۱۸۱۹) والبيهقي (۷/۳۱۰)

الفرائد: (۱) سیاہ خضاب سے گریز کیا جائے صرف مجاہد کیلئے ضروری درست ہے۔ مہندی کا درست ہے۔

۲۹۵: بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّاْسِ دُوْنَ بَعْضٍ وَّاِبَاحَةِ حَلْقِ كُلِّهَا لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْاَةِ

بَابٌ: سر کے بالوں کو منڈانے سے روکنے کا بیان اور مردوں کے لئے تمام بال منڈانے کی اجازت البتہ عورت کے لئے اجازت نہیں

تشریح **القزع**: سر کا بعض حصہ مونڈ کر بعض کو چھوڑ دینا۔ یہ قزع السحاب سے ماخوذ ہے۔ (النہایہ) **اباحة حلقه**: حلق راس مباح نیا کام ہے اگر بال چھوڑنے میں تکلیف ہو۔ ایذاء کو دور کرنے کیلئے یہ مستحب ہے۔ **دون المرأة**: عورت کیلئے حلق مکروہ (تحریمی) ہے معلوم ہوا کہ یہ قید قزع کیلئے نہیں۔ اس کی کراہت ہر دو صنف کیلئے عام ہے۔

۱۶۴۰: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا (قزع کا معنی کچھ کو مونڈنا اور کچھ کو چھوڑ دینا)۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ القزع :درمیان سے سر کو مونڈ دیا جائے اور مینڈیوں کی اطراف سے چھوڑ دیا جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٤٩٧٣) والبخاری (٥٩٢٠) ومسلم (۲۱۲۰) وأبو داود (٤١٩٣) والنسائی (٥٠٦٥) ابن ماجه (٣٦٣٧) وابن حبان (٥٥٠٦) والبيهقی (٩/٣٠٥)

الفوائد :قزع اہل کفر کا شعار ہے۔اور خلقت کو بدلنے کے مشابہ ہے۔اس کی حرمت پر اتفاق ہے۔

۱۶۴۱ : وَعَنْهُ قَالَ : رَاى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهٗ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: "اِحْلِقُوْهُ كُلَّهٗ اَوِ اتْرُكُوْهُ كُلَّهٗ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۶۴۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے بعض بال مونڈ دیئے گئے اور بعض سر کے بال چھوڑ دیے گئے پس آپ نے ان کو اس سے ممانعت فرمائی اور فرمایا: ''اس کے سب بالوں کو مونڈ دو''۔(ابوداؤد) بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح۔

تشریح ۞ حلق بعض رأسه :فعل مجہول ہے۔رأس سے سر کے بال مراد ہیں۔آپ ﷺ نے ان کو بعض چھوڑے اور بعض مونڈھنے سے منع فرمایا۔

قول علماء:اس کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ یہ خلقت کو بدصورت بنانا ہے۔بعض نے کہا یہ شاطر اور شریر لوگوں کا انداز ہے۔بعض نے یہود کا طرز بتایا۔یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔البتہ علاجاً درست ہے۔

علقمی کا قول:اس میں اختلاف ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ کر باقی سر مونڈھ دیں۔امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو قزع سے شمار کر کے منع کیا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٥٦١٩) وأبو داود (٤١٩٥) والنسائی (٥٠٦٣) وابن حبان (٥٥٠٨) وعبد الرزاق (١٩٥٦٤)

الفوائد : (۱) تمام بالوں کا مونڈھنا یا تمام کا چھوڑنا کہ کان کی لو سے تجاوز نہ کر جائیں تا کہ لڑکیوں سے مشابہت ہو جائے۔آج کل تو بہت سے لڑکے اسی طرح بال رکھنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ عقل دے۔

۱۶۴۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ : "لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ" ثُمَّ قَالَ : "ادْعُوْا لِيْ بَنِيْ اَخِيْ" فَجِيْءَ بِنَا كَاَنَّنَا اَفْرُخٌ فَقَالَ : "ادْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ" فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۶۴۲: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آل جعفر کو تین دن کی مہلت دی پھر ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میرے بھائی پر آج کے دن کے بعد مت رونا۔ پھر فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے بھتیجوں کو بلاؤ پس ہمیں لایا گیا گویا کہ ہم چوزے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بال مونڈنے والے کو بلاؤ'' پھر اس کو حکم دیا کہ اس نے ہمارے سروں کو مونڈ دیا۔ (ابوداؤد) بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح۔

تشریح ۞ **أمهل آل جعفر** : یعنی اولاد وبیوی کو تین دن رات کی مہلت دی پھر تشریف لائے۔ **فقال لا تبکوا علی اخی بعد الیوم** : یہ نہی تنزیہی ہے۔ کیونکہ تین دن کے بعد بھی حرام رونے کے طریقوں کے علاوہ [illegible] جائز ہے۔ **کاننا افرخ**: جمع **فرخ** : چوزہ۔ والد کے گم ہونے کی وجہ سے غم میں کمزوری آگئی تھی۔ **الحلاق** : یہ تمارو [illegible] کی طرح نسبتی اسم ہے۔ بال مونڈھنے والا۔ **فامره فحلق رؤسنا**: یہ ازالہ غم کا تفاول تھا اور تما[illegible] بال مونڈھنا ظاہر ہے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤١٩٢) والنسائی (٥٢٤٢) وابن سعد (٤/ ٣٦) وأخرجه أحمد (٥٢٥٠)

الفرائد : میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں (۲) ولی بچوں کے ختنے اور حلق کرواسکتا ہے۔

۱۶۴۳: وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَةُ رَاْسَهَا'' رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔

۱۶۴۳: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عورت اپنے سر کے بال مونڈھے۔ (نسائی)

تشریح ۞ **تحلق المراة رأسها** : عورت کا سر کے بال مونڈنا مثلہ کی طرح ہے۔ اس کی نہی تنزیہ ہے۔ حلت ممانعت سے پہلے تھی ورنہ یہ تو حرام ہے۔ عدم حاجت کی قید ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (٩١٥) والنسائی (٥٠٥٤)

الفرائد : عورتوں کو سر کے بال مونڈھنا جائز نہیں اگر وہ اس کے خلاف کرے گی تو عذاب کی حقدار ہوگی۔ (۲) اسی وجہ سے حج کے موقعہ پر ذرا سے بال نیچے سے کاٹے جائیں گے۔

۲۹۶ بَابُ تَحْرِيْمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوِشْرِ وَهُوَ تَحْدِيْدُ الْاِسْنَانِ

بَابٌ: مصنوعی بال (وگ) اور گودنا اور دانتوں کا باریک کرانا حرام ہے

تشریح ۞ **وصل الشعر** : آدمی کے بالوں کے ساتھ۔ **الوشم** : گودنی کرنا۔ **الوشر** : دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ تا کہ ان کے مابین فاصلہ معلوم ہو کر خوبصورت زیادہ ہو۔ تا کہ وہ اپنا جوان ہونا ظاہر کرے۔ بچیوں کے دانتوں میں

فاصلہ ہونا اور جب عمر زیادہ ہو جاتی ہے۔ منظر وحشت ناک ہو جاتا ہے۔ ریتی وغیرہ سے دانتوں کو رگڑتے ہیں تاکہ خوبصورت معلوم ہو اور کم عمر معلوم ہو اور یہ فعل حرام ہے۔

الآیات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَّاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ [النساء:۱۱۷]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ کے سوا مؤنث چیزوں کو پکارتے ہیں اور یہ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔ اللہ نے اُس پر لعنت فرمائی اور اس نے کہا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لوں گا اور ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور ان کو آرزوں میں مبتلا کروں گا اور ان کو حکم دوں گا پس وہ چوپایوں کے کان (بطور نذر) چیریں گے اور ضرور انہیں میں حکم دوں گا وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے''۔ (النساء:۱۱۷)

تشریح ۞ اِن: یہ ما کے معنی میں ہے۔ اناثا: لات وعزیٰ مراد ہیں۔ (۲) ہر قبیلے کا ایک بت تھا جس کا مؤنث نام ہوتا تھا۔ (۳) ہر بت کے ساتھ اس کی ذلت ورسوائی بھی ہے۔ (۴) اناث: ہر اس شئی کو کہتے ہیں جس میں روح نہ ہو۔ (۵) فرشتے مراد ہیں۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ **وان یدعون الاشیطانا مریدًا**: مرید جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طاعت سے نکلنے والا ہو۔ شیطان نے ہی ان کو ان بتوں کی عبادت پر لگایا ہے۔ درحقیقت وہ شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ **لعنه اللّٰه**: اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ یہ شیطان کی صفت ثانیہ ہے۔ **قال لا تخذن**: نصیب مفروض سے مراد معلوم حصہ۔ اَلنَّحْو: اس جملے کا عطف **لعنه اللّٰه** پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم سرکش اور دھتکارے ہوئے شیطان کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارا بڑا دشمن ہے۔ **ولا ضلنهم**: میں ان کو اغواء کر کے سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ **ولا امنینهم**: اور آخرت کو گناہ کے باوجود کامیاب انداز سے پالینے کی تمنائیں دلاؤں گا اور لمبی زندگی کی امیدیں دلاؤں گا۔ ان کو حکم دوں گا ابھی بڑا وقت ہے۔ نہ کوئی جنت ہے نہ دوزخ۔ **ولا مرنهم**: میں ان کو حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان چیریں اور ان پر سواری کو حرام قرار دیں اور ان کا نام بحیرہ، سائبہ رکھوں گا۔ **فلیغیرن خلق اللّٰه**: اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی تبدیلی خضاب وشم سے (۲) اللہ تعالیٰ کے فطری دین کو تبدیل کراؤں گا۔ **ومن یتخذ الشیطان ولیًا**: شیطان کو اس طرح دوست بنائیں گے کہ اس کی اطاعت کریں گے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کریں گے۔ **خسر خسرانا مبینا**: اس نے مکمل طور پر رأس المال کو ضائع کر دیا اور جنت کو دینا کے بدلے بیچ ڈالا۔ **یعدهم و یمنیهم**: شیطان ان سے وعدے تو کرتا ہے۔ مگر پورے نہیں کرتا اور ایسی تمنائیں دلاتا ہے جو وہ نہ پاسکیں۔ **الا غرورًا**: دھوکا یہ ہے کہ نفع کا وہم دلاتا ہے مگر نقصان پہنچاتا ہے۔ **محیصًا**: ٹھکانہ اور لوٹنے کی جگہ۔

۱۶۴۴ : وَعَنْ اَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ : "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ "الْوَاصِلَةَ ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ"۔

قَوْلُهَا "فَتَمَرَّقَ" هُوَ بِالرَّآءِ وَمَعْنَاهُ :انْتَثَرَ وَسَقَطَ – وَالْوَاصِلَةُ الَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا اَوْ شَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ اٰخَرَ – "وَالْمَوْصُوْلَةُ" :الَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا – "وَالْمُسْتَوْصِلَةُ" الَّتِيْ تَسْاَلُ مَنْ يَّفْعَلُ لَهَا ذٰلِكَ۔ وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَحْوَهُ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۴: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میری بیٹی کے بال جھڑ گئے ہیں بوجہ حصبہ (جلد کی) بیماری کے۔ میں نے اس کی شادی کرنی ہے کیا میں اس موقعہ پر اس کے بال جڑوا سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بال ملانے والی اور جڑانے والی پر لعنت فرمائی۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں اَلْوَاصِلَةُ اور اَلْمُسْتَوْصِلَةُ کے الفاظ ہیں مگر مطلب ایک ہے۔

فَتَمَرَّقَ: گر گئے، بکھر گئے۔

اَلْوَاصِلَةُ : بال جوڑنے والی اپنے بالوں کو یا دوسری عورت کے بالوں کو اور کے ساتھ۔

اَلْمَوْصُوْلَة : جس کے بال جوڑے جائیں۔

اَلْمُسْتَوْصِلَة : جو بال جوڑنے کا سوال اور مطالبہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : اسماء : یہ صدیق اکبر رضی اللہ بیٹی ہیں۔ فقالت یا رسول اللہ۔ عطف تفسیری ہے۔ الحصبة : بال چہرہ۔ وانی زوجتها : وہ خاوند کیلئے بالوں کی تحسین کر سکے۔ تو کیا اس کیلئے جائز ہے اور آپ اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ گرے ہوئے بالوں کی جگہ بال ملالوں۔ آپ نے فرمایا۔ لعن اللّٰہ الواصله والموصولة : جو یہ کام کرنے والی اور بال لگوانے والی پر اللہ تعالیٰ پھٹکار ہو۔ ابن ماجہ نے اس کے ساتھ المستوصله ذکر کیا۔ جو بالوں کو ملانے کی طالبہ ہو۔ خواہ محرم سے یا دوسرے سے۔ یہ عموم کے اعتبار سے عام ہے۔ جس طرح کہ موصول فیہا سے طلب سے لگوائے یا بلا طلب لگائے گئے۔ بخاری نے ابواب الادب میں اس طرح الفاظ نقل کیے۔ ''ان جارية من الانصار تزوجت وانها مرصنت فتمعط شعرها فارادوا ان يوصلوها فسألوا النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال لعن اللّٰه الواصله والمستوصلة'' (مسلم)

تخریج: أخرجه البخاری (۵۹۳۵) ومسلم (۲۱۲۲) والنسائی (۵۱۰۹) وابن ماجه (۱۹۸۸) أخرجه أحمد (۲٤۸۵۷) والبخاری (۵۲۰۵) ومسلم (۲۱۲۳) وابن حبان (۵۵۱٤) والبخاری (۵۲۰۵) ومسلم (۲۱۲۳) وابن حبان (۵۵۱٤) وابن أبی شیبة (۸/٤۸۹) والنسائی (۵۱۱۲) والطیالسی (۱۵٦٤) والبیهقی (۲/٤۲٦)

الفرائد : (۱) عورتوں کو بالوں کو لمبا کرنے کیلئے بال ملانا حرام ہے بلکہ یہ کاروبار کرنے والی عورت پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ حکم

معزورہ اور دلہن وغیرہ سب کو شامل ہے۔

۱۶۴۵ : وَعَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَآؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ - وَيَقُوْلُ : "اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۶۴۵: حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حج والے سال منبر پر یہ بات سنی اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا جو انہوں نے اپنے پہرے دار کے ہاتھ سے لیا تھا۔ پس فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سنی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان (بے حیائی کے) کاموں کو پکڑ لیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : حمید بن عبدالرحمان بن عوف زہری المزنی اللہ ہیں۔ یہ کبار تابعین سے تھے۔ ان کی وفات ۱۰۵ میں ہوئی۔ بعض نے کہا کہ ان کی روایت عمرو بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تمام نے تخریج کی ہے۔ **عام حج** : اس سے مراد ۵۱ھ ہے (فتح الباری)۔ **قُصه** : بالوں کا گچھا۔ (النہایہ)

نووی کا قول : اصمعی کہتے ہیں۔ پیشانی پر لٹکنے والے سر کے اگلے حصہ کے بال بعض سے ناصیۃ کے بال کہے ہیں۔ **النحو** : یہ جملہ معاویہ سے حال ہے۔ **حَرَسِي** : امیر کے غلام کو کہا جاتا ہے۔ **یا اهل المدینه این علماؤکم** : یہ سوال ان کے اعمال پر انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو اس سے غفلت اختیار نہ کرنی چاہیے تھی۔ بلکہ اس کو بدل دینا چاہیے تھا۔ یہ حدیث بتلا رہی ہے کہ خلفاء و حکام کو منکر کے انکار اور اس کے دور کرنے اور اس کے بدلنے میں سستی پر کس قدر ڈانٹ ڈپٹ کرنی چاہیے۔

انما هلکت بنو اسرائیل : بنی اسرائیل میں عام ہلاکت کا سبب ان کے احبار کا منکر کے سلسلہ میں سستی برتنا تھا۔ اس میں خوب انداز سے خبردار کیا گیا۔ خوش نصیب وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

قاضی عیاض کا قول : ممکن ہے یہ ان پر حرام ہو۔ اس کے استعمال سے ان کو ہلاکت کی سزا دی گئی۔ بعض نے کہا ان کی ہلاکت کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا۔ جب منکر سر عام ہونے لگا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ اس منکر سر عام ہونے کا خطرناک نتیجہ بتلایا گیا۔

تخریج : أخرجه مالك (١٧٦٥) وأحمد (٦/١٦٨٩١) والبخاری (٣٤٦٨) ومسلم (٢١٢٧) وأبو داود (٤١٦٧) والترمذی (١٧٩٠) والنسائی (٥٢٦٠) والحمیدی (٦٠٠) وابن حبان (٥٥١٢) والطبرانی (١٩/٧٤٠) والبیهقی (٢/٤٢٦)

الفرائد : (۱)حکام کو منکرات ختم کرنے کی تگ ودو کرنی چاہیے۔(۲)دوسروں کے بالوں سے بال ملانا درست نہیں۔

۱۶۴۶ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۴۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی اور گوندنے والی اور گندوانے والی پر لعنت فرمائی۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **الواصله** :بال ملانے کا پیشہ کرنے والی۔**والمستوصله** :جو عورت بال لگوائے خود یا دوسروں گے۔**والواشمه** : گوندنی کروانے والی۔تیل وغیرہ سے۔یہ کبائر سے ہے۔اس کو دور کرنا ضروری ہے۔اگر کسی خطرہ میں مبتلا کا خدشہ نہ ہو۔مرد وعورت کیلئے ازالے کا یکساں حکم ہے۔**المستوشمه** :کسی اور سے کہہ کر گوندنی کروانے والی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۲۷۲٤) والبخاری (۵۹۳۷) ومسلم (۲۱۲٤) وأبو داود (٤۱٦۸) والترمذی (۲۷۲۹) والنسائی (۵۱۱۱) وابن ماجه (۱۹۸۷) وابن حبان (۵۵۱۳) وابن أبی شیبة (۸/٤۸۷)

الفرائد : گوندنی اور وصل شعر بہر صورت ممنوع ہیں کیونکہ ان پر لعنت کی گئی ہے۔

۱۶۴۷ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ! فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَةٌ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ : وَمَالِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ”وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا“ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

”اَلْمُتَفَلِّجَةُ“ هِيَ : الَّتِيْ تَبْرُدُ مِنْ اَسْنَانِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا عَنْ بَعْضٍ قَلِيْلًا وَّتُحَسِّنُهَا وَهُوَ الْوَشْرُ – وَالنَّامِصَةُ :الَّتِيْ تَاْخُذُ مِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا وَتُرَقِّقُهٗ لِيَصِيْرَ حَسَنًا وَّالْمُتَنَمِّصَةُ الَّتِيْ تَاْمُرُ مَنْ يَّفْعَلُ بِهَا ذٰلِكَ۔

۱۶۴۷: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گوندنی کرنے والی اور گوندوانے والی اور پلکوں کے بال کھلوانے والی اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں فاصلہ کروانے والی اور اللہ تعالیٰ کی بنائی صورت کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔پس ایک عورت نے اس سلسلے میں آپ سے بحث کی تو آپ نے فرمایا میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسولؐ نے لعنت کی اور وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔اللہ نے فرمایا:”اور جو تمہیں رسول دیں اس کو اختیار کرو اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔(بخاری ومسلم)

مُتَفَلِّجَۃُ: اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے دانتوں پر اس لئے ریتی لگواتی ہے تا کہ ان کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور ان میں حسن پیدا ہو جائے اور اسی کو "وشر" کہا جاتا ہے۔ نَامِصَۃٌ اس عورت کو کہتے ہیں جو اَبرو کے بالوں کو لیتی ہے اوران کو باریک کرتی ہے تا کہ وہ ابرو حسین ہو جائے۔ مُتَنَمِّصَۃُ وہ عورت جو کسی کو یہ کام کرنے کے لئے کہے۔

تشریح ۞ **الواشمات**: اس میں اور مابعد میں اَل یہ جنس کیلئے ہے۔ پس جمع کا معنی باطل ہے۔ مطلب یہ ہے ہر واشمہ ملعونہ ہے۔ یہ نہیں کہ مجموعہ کا فعل لعنت کا باعث ہے۔ **والمستوشمات والمتنمصات**: یہ تَنَمُّص سے لیا گیا ہے۔ جو آبرو کے بال لے تا کہ وہ باریک ہو جائیں اور خوبصورت معلوم ہوں۔ یہ حرام ہے۔ البتہ عورت کو داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو ان کا اکھاڑنا حرام نہیں بلکہ مستحب ہے (عندالشوافع) ممانعت کا تعلق آبرو سے ہے۔ **متنمصہ**: جو آبرو لینے کا حکم دے۔ **والمتفلجات**: یہ **متفلجہ** کی جمع ہے۔ ثنایا اور رباعیات کو ریتی سے رگڑوائے۔ بڑھیا کرائے تا کہ خوبصورت منظر والی بن جائے اور جوان معلوم ہو۔ **المغیرات خلق اللّٰہ**: یہ تمام صفات دلالت کرتی ہیں یہ چیزیں لعنت کا باعث ہیں۔ **فقالت لہ امرأۃ**: بقول کرمانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ام یعقوب ہیں۔ **فی ذلک**: ان عورتوں کو لعنت کرنے میں ملامت کی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ **ومالی لا ألعن من لعنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**۔ خبر میں ضمیر مستتر سے **لا العن** کا جملہ حال کی جگہ ہے۔ **مالی**: یہ جملہ مبتداء اور خبر ہے۔ **ھو فی کتاب اللّٰہ**: یعنی قرآن مجید: ﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢/٤١٢٩) والبخاری (٤٨٨٦) ومسلم (٢١٢٥) وأبو داود (٤١٦٩) والترمذی (٢٧٩١) والنسائی (٥١١٤) وابن ماجه (١٩٨٩) والدارمی (٢٦٤٧) والحمیدی (٩٧) وابن حبان (٥٥٠٤) والبیقھی (٧/٢٠٨)

الفرائِد: (۱) ان تمام چیزوں میں شدید وعید کی وجہ دھوکا بازی ہے۔ (۲) یہ تغییر خلقت کے مشابہہ ہے جو کہ حرام ہے۔ اسی لئے وشم، نمص، فلج کرانے والی عورتوں اور مردوں کو ملعون قرار دیا گیا اور کرنے والی عورت حرام میں معاونت کی وجہ سے ملعونہ ہے۔

۲۹۷ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْاَمْرَدِ شَعْرَ لِحْيَتِهٖ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِهٖ

بَابٌ: مرد کا ڈاڑھی اور سر کے بالوں کا اکھاڑنا' بے ریش کا ڈاڑھی کے بالوں کو اُکھاڑنا ممنوع ہے

تشریح ۞ **نتف الامرد شعر لحیته عدوانا** :بے بال ہونے کو پسند کرتے ہو جونہی ظاہر ہوں ان کا نوچ ڈالنا (نووی) علماء نے ڈاڑھی سے متعلق دس باتوں کو مکروہ قرار دیا ہے' کراہت کے بھی درجات ہیں۔(۱) سیاہ خضاب لگانا جو جہاد کی غرض سے نہ ہو۔(۲) صالحین کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے زرد خضاب لگانا جس میں اتباع سنت مقصود نہ ہو (۳) گندھک وغیرہ سے سفید کرنا تا کہ جلد بڑھاپا معلوم ہو اور لوگ اس کی تعظیم وتکریم زیادہ کریں۔مشائخ میں شمار کرا کر عظمت کا وہم دلایا جائے۔(۴) جونہی ڈاڑھی ابھرے اسے اکھاڑنا تا کہ خوبصورتی اور چہرہ بے بال قائم رہے۔(۵) سفید بالوں کو اکھاڑنا۔(۶) تصنع سے تہہ لگانا تا کہ عورتیں اس کو حسین خیال کریں۔(۷) لوگوں کی خاطر تصنع کے طور پر کنگھی کرنا۔(۸) زہد ظاہر کرنے کیلئے اس کو پراگندہ چھوڑ دینا۔اور بذات خود اس کی کم پرواہ کرنا۔(۹) خود پسندی اور جوانوں پر بڑھاپے کے ذریعہ فخر کرنے کیلئے ہر دم اس کی سفیدی اور سیاہی کو دیکھتے رہنا۔(۱۰) گرہیں اور حلقے اور اسکی مینڈھیاں بنانا۔ البتہ اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے اس کو مونڈھ دینا مستحب ہے۔(نووی) کراہت سے معلوم ہوتا ہے کہ نووی کے ہاں تحریم مراد ہے۔

۱۶۴۸ :عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ' فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" حَدِيْثٌ حَسَنٌ ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ' وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدَ حَسَنَةٍ – قَالَ التِّرْمِذِيُّ :هُوَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ ۔

۱۶۴۸: حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بڑھاپے کے) سفید بالوں کو مت اکھیڑو کیونکہ قیامت کے دن یہ مسلمان کے لئے نور ہوں گے"۔حدیث حسن ہے۔(ابوداؤد' ترمذی' نسائی) عمدہ سند کے ساتھ۔ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **جد** : سے مراد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔**لا تنتعفوا الشیب** : کیونکہ یہ عذاب سے چھوٹ جانے کا سبب بنے گی۔جیسا حدیث قدسی میں وارد ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں:"**لا تنتفوا الشیب ما من مسلم**

يشيب شيبة فى الاسلام الا كانت له نوراً يوم القيامة'' (نووی) ابن ماجہ فی الادب اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں ''ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم نهٰى عن نتف الشيب'' اور ابن شیبہ میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''نور المؤمن''۔ (اطراف مزی) اور احمد کی روایت میں فی الاسلام کے بعد یہ الفاظ ہیں ''الا كتب اللّٰه له بها حسنه ورفعه بها درجة، وحط عنه بها خطيئة'' احمد ابن ماجہ اور ابن حبان کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦٦٨٤/٢) وأبو داود (٤٢٠٢) والترمذى (٢٨٣٠) والنسائى (٥٠٨٣) وابن ماجه (٣٧٢١) والبيهقى (٣١١/٧) ابن حبان (٢٩٨٥)

الفرائد: (۱) سفید بال بڑھاپے کے آثار سے ہیں۔ ان کو جو علامت بڑھاپہ زائل کرنے کی نیت سے چنتا ہے۔ اس کا یہ فعل ممنوع ہے۔

۱۶۴۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۴۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے (کوئی) ایسا کام کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہ ہو وہ (امر) مردود ہے''۔ (مسلم)

تشریح ✿ ليس عليه امرنا: اس طور پر کہ وہ من گھڑت اور نو ایجاد ہے۔ شریعت کا کوئی اصول اس کو گواہی نہیں دیتا۔ فهو رد: وہ مردود ہے۔ اس سے بدعت واجبہ (یہ لغوی بدعت ہے شرعی بدعت میں داخل ہی نہیں جس کا حدیث تذکرہ ہے) مثلاً علم کی کتابیں، تعمیر مدارس، حیثیت کے مطابق کھانے میں وسعت کیونکہ ان تمام کی اصل قرون ثلاثہ میں موجود ہے۔ اصول دین کے عین مطابق ہیں۔

تخریج: كتاب المأمورات میں گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

۲۹۸ : بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرْجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ!

بَابٌ: دائیں ہاتھ سے استنجاء اور شرمگاہ کا بلا عذر چھونا مکروہ ہے

تشریح ✿ جس آدمی کا بایاں ہاتھ نہ ہو۔ یا کوئی تکلیف مانع ہو تو وہ دائیں سے کر سکتا ہے۔ یہ کراہت تنزیہی ہوئی۔

۱۶۵۰ : عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَاْخُذَنَّ

ذَكَرَهُ بِيَمِينِهٖ ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهٖ ، وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَفِي الْبَابِ اَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ صَحِيحَةٌ۔

۱۶۵۰: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے آلہ تناسل کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے''۔ (بخاری ومسلم)

اس باب میں بہت ساری صحیح احادیث ہیں۔

تشریح ۞ فلا یأخذن ذکرہ بیمینہ : کیونکہ وہ گند ہے اس کیلئے بایاں ہاتھ مقرر کیا گیا ہے۔ ولا یستجنی بیمینہ: یہ نفی نہی کے معنی میں ہے۔ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ کھانے کے وقت اس کو نجاست چھونے والا یاد آئے گا تو کھانے کا لطف کرکرا ہو جائے گا۔ ولا یتنفس فی الاناء: پانی پینے کے دوران پانی کے برتن میں سانس نہ لے۔ سانس کے ساتھ بعض اوقات رینٹھ اور منہ کی مہک خارج ہو کر مشروب کا مزا خراب کر دے گی۔ پس برتن کو سانس کے وقت منہ سے جدا کر کے سانس لے۔ خلاصہ میں نوویؒ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ آپ ﷺ کا دایاں دست مبارک وضوء، کھانے وغیرہ کیلئے اور بایاں ہاتھ خلاء اور ایذاء والی چیزوں کیلئے تھا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے دایاں ہاتھ کھانے اور پینے اور پہننے کیلئے آپ استعمال فرماتے تھے۔

(ابو داؤد فی النھی عن الاستنجاء بالیمین)

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۷۱۰) والبخاری (۱۵۳) ومسلم (۲۶۷) وأبو داود (۳۱) والترمذی (۱۵) والنسائی (۲٤) وابن ماجه (۳۱۰)

الفرائد : (۱) اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ دائیں ہاتھ ان کاموں کیلئے استعمال کرنا جو گندے سمجھے جاتے ہیں۔ مکروہ تنزیہی ہے۔ پیشاب کے وقت اعضاء مستورہ کو دائیں ہاتھ سے تھامنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۲۹۹ :بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ خُفٍّ وَّاحِدٍ لِغَيْرِ عُذْرٍ وَّكَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِغَيْرِ عُذْرٍ

بَابٌ: ایک جوتا اور ایک موزہ پہن کر بلا عذر چلنا مکروہ ہے اور جوتا اور موزہ بلا عذر کھڑے ہو کر پہننا مکروہ ہے

تشریح ۞ ایک موزہ یا جوتا خلاف وقار ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہ ہے اور اگر کوئی عذر ہو جیسے ایک پاؤں جوتا پہنا ہی

نہیں جا سکتا تو اس وقت کراہت نہ ہوگی۔ کراھة لبس النعل :یہاں جنس کے بدلنے کی وجہ سے کراہت کا لفظ دوبارہ لائے۔ اگرچہ ضرورت نہ تھی۔ حذف اولیٰ ہے۔ عطف کفایت کر رہا ہے۔لغیر عذر کی قید بھی ماقبل کی طرح اس کے ساتھ بڑھا دی۔

۱۶۵۱ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا یَمْشِ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ لِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْ لِیَخْلَعْهُمَا جَمِیْعًا وَفِیْ رِوَایَةٍ : "اَوْ لِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۵۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تم میں سے کوئی شخص ایک پاؤں میں جوتا پہن کر مت چلے یا دونوں جوتے پہن لے یا دونوں اتار دے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں یا دونوں پاؤں کو ننگا کر دے''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ❁ **احدکم فی نعل واحدة** : کیونکہ یہ خلاف وقار ہے۔ یہ گرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ گویا نہی شفقت کیلئے ہے۔ **لینعلهما جمیعًا** :جمیعًا یہ حال ہے۔ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ اس کو مالک اور شیخین اور ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ تمام نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں لیخلعهما کا لفظ وارد ہے۔ اگرچہ اس کا معنی بھی اتارنا ہے۔ دونوں لفظ درست ہیں۔ فقط لفظ کا اختلاف ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (۱۷۰۱) والبخاری (۵۸۵۵) ومسلم (۲۰۹۷) وأبو داود (٤١٣٦) والترمذی (۱۷۸۱) وابن حبان (٥٤٦٠) والبيهقی (٤٣٢/٢)

الفرائد : (۱) ایک موزے یا جوتے کو پہن کر چلنا خلافِ ادب ہے۔ (۲) جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اَدبنی ربی فاحسن تادیبی''۔

۱۶۵۲ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَمْشِ فِی الْاُخْرٰی حَتّٰی یُصْلِحَهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۵۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:''تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو فقط دوسرے جوتے کے ساتھ نہ چلے۔ جب تک کہ اس کو درست نہ کروائے''۔(مسلم)

تشریح ❁ **شسع نعل احدکم** :جوتے کے درمیان والا تسمہ۔ زمام وہ لمبی رسّی جس سے تسمے کو گرہ دی جاتی ہے۔ شسع کی جمع شُسُوع۔

فلا یمشی :دونوں پاؤں میں جوتا پہن کر چلے۔ درستگی سے پہلے دوسرے کو بھی اتار لے تاکہ ایک جوتے میں چلنا لازم

نہ آئے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٩٤٨٨) ومسلم (٢٠٩٨) والنسائي (٥٣٨٤) وابن ماجه (٣٦١٧) وابن حبان (٥٤٥٩) وابن أبي شيبة (٨/٤١٥) وعبدالرزاق (٢٠٢١٦)

الفرائد : (۱) یہ چیز وقار کے خلاف اور مثلہ کے مشابہہ ہے۔ (۲) شیاطین کی مشابہت ہے نیز اس طرح چلنے اعتدال قائم نہ رہے گا۔

۱۶۵۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۶۵۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد) حسن سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ یہ روایت اس بات پر محمول ہے جبکہ جوتا پہننے میں ہاتھ کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہو۔ پاؤں میں تسمے ڈالنا وغیرہ۔ تا کہ بدصورتی نہ ہو۔ جب ہاتھ کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔ تو کھڑے پہننے میں حرج نہیں۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٤١٣٥)

الفرائد : (۱) یہ امر ارشاد کیلئے ہے۔ کیونکہ بیٹھ کر پہننے میں آسانی ہے (مناوی) (۲) طیبی کہتے ہیں کہ تسمے والے جوتے اور موزے کے ساتھ بیٹھ کر پہننے کا حکم خاص ہے۔

۳۰۰ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَنَحْوِهٖ سَوَآءٌ كَانَتْ فِيْ سِرَاجٍ اَوْ غَيْرِهٖ

بَابٌ : آگ کو سونے کے وقت جلتا ہوا چھوڑنے کی ممانعت خواہ وہ دِیا ہو یا دوسری کوئی چیز

تشریح ۞ یہ کراہت تنزیہی ہے کہ سونے کے وقت آگ کو جلتا چھوڑ دیا جائے اس کے بھڑک کر حادثے کا خطرہ (آج کل گیس کے ہیٹر کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح کوئلے کی انگیٹھی کا بھی یہی حکم ہے۔ اس کے واقعات اخبارات میں آتے رہتے ہیں) سواء کانت فی سراج او غیرہ : قندیل معلق یا محفوظ لائٹ میں جلتے چھوڑنے کا حرج نہیں۔

۱۶۵۴ :عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۴:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سوتے وقت اپنے گھروں میں (آگ کو) جلتا ہوا مت چھوڑو''۔(مسلم، بخاری)

تشریح ۞ لا تتركوا النار :یہ اس لئے تا کہ گھر جل نہ جائے۔جب ضرر کا خطرہ یقینی ہو تو نہی تحریمی ورنہ تنزیہی ہو گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٤٥١٥) والبخارى (٦٢٩٣) ومسلم (٢٠١٥) وأبو داود (٥٢٤٦) والترمذى (١٨١٠) وابن ماجه (٣٧٦٩)

الفرائد : یہ نہی شفقت کیلئے ہے تا کہ کہیں آگ سلگ کر جلانے کا باعث نہ بن جائے۔(۲) آجکل سوئی گیس وغیرہ کے چولہے اور کوئلے کی انگیٹھیوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

۱۶۵۵ :وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَهْلِهٖ مِنَ اللَّيْلِ ، فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاْنِهِمْ قَالَ :"اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۵:حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مکان مدینہ منورہ میں گھر والوں سمیت جل گیا۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی حالت بیان کی گئی تو فرمایا:''بے شک یہ آگ تمہارے لئے تمہاری دشمن ہے پس جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دو''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ من الليل :رات کے کسی حصے میں۔حدث یہ ماضی مجہول ہے۔بشأنهم :آپ ﷺ نے ان کے معاملے میں ارشاد فرمایا۔عدو لكم :ابن العربی کہتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے۔یعنی یہ تمہارے اموال وابدان کے خلاف ہے جیسا دشمن مخالف ہوتا ہے۔اگر چہ آگ میں ہمارے لئے ایک گونہ منفعت بھی ہے۔پس اس میں عداوت کا پہلو تلف وہلاکت موجود ہے۔فاذا نمتم :جب تم سونے کا ارادہ کرو۔فاطفئوها :قرطبی کہتے ہیں۔یہ امر ارشادی ہے۔بعض اوقات استحباب کیلئے ہو سکتا ہے۔نووی نے اس کو ارشاد کیلئے قرار دیا ہے۔کیونکہ اس میں مصلحت دنیویہ ہے۔بعض اوقات مصلحت دینیہ بھی پائی جاتی ہے۔اور وہ محترم جان کے قتل کا باعث بنتی ہے۔اور اسی طرح محترم مال جو جل کر فضول ضائع ہو جاتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٧/١٩٥٨٨) والبخارى (٦٢٩٤) ومسلم (٢٠١٦) وابن ماجه (٣٧٧٠) وابن حبان (٥٥٢٠)

الفرائد : (۱) آگ کے شر وضرر سے بچانے کا ہادی امت کو کس قدر اہتمام ہے۔(۲) جہنم کی آگ سے بچانے کے بے شمار طرق بیان کر دیئے۔

۱۶۵۶ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "غَطُّوا الْإِنَاءَ ، أَوْكُوا السِّقَاءَ ، وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِؤُا السِّرَاجَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحِلُّ سِقَآءً ، وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ اِنَآءً – فَإِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَّعْرِضَ عَلٰى اِنَائِهٖ عُوْدًا ، وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْفُوَيْسِقَةُ" اَلْفَارَةُ – "وَتُضْرِمُ" :تُحْرِقُ۔

۱۶۵۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''برتنوں کو ڈھانپ دو' مشک کا منہ باندھ دیا کرو' دروازوں کو بند کر دیا کرو اور دیا بجھا دیا کرو۔ اس لئے کہ شیطان مشکیزے کے بند کو نہیں کھولتا اور نہ ہی بند دروازے کو کھولتا ہے اور نہ برتن کا ڈھکن اٹھاتا ہے۔ اگر کوئی چیز نہ پاؤ تو پھر برتن کے اوپر لکڑی رکھ دیا کرو اور اللہ کا نام لو اس لئے کہ چوہیا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیتا ہے''۔ (مسلم)

فُوَيْسِقَةُ : چوہیا۔ تُضْرِمُ : وہ جلاتا ہے۔

تشریح ۞ یہ حکم بھی بطور ارشاد ہے۔ **غطو الاناء** : تاکہ کیڑوں مکوڑوں اور دیگر موذیات سے حفاظت رہے۔ **واو کئوا السقاء** : اس کے دھاگے اور تسمے کو کس دو۔ سقاء : مشک کو کہتے ہیں۔ **فان الشیطان** : ان تمام کی علت بتلائی کہ جب برتن ڈھانپتے وقت یا دروازہ بند کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو شیطان ان کو نہیں کھولتا۔

ابن دقیق العید رحمہ اللہ کا قول: اس میں احتمال ہے کہ شیطان اس دروازے کو نہ کھولے جس کو ابتداء میں بند کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ اس کو کوئی اور امر خارجی مانع ہو۔ حدیث کی دلالت یہ ہے کہ باہر والا شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ جو داخل ہو چکا اس کے باہر نکلنے پر اس روایت میں دلالت نہیں۔ اس صورت میں اس کا بگاڑ کم تو ہو جائے گا۔ رفع نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ بند کرتے وقت بسم اللہ شیاطین کو گھر سے بھی دھکیل دیتی ہو۔ اس کیلئے پس مناسب ہے کہ بند کرنے کی ابتداء سے انتہاء تک بسم اللہ پڑھی جائے۔ (دوسری روایت میں وارد ہے کہ جس گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جائے شیطان کہتا یہاں آج نہ قیام ہے نہ طعام)۔

فان لم یجد : اگر برتن ڈھانپنے کی کوئی چیز نہ ہو۔ **علی انائه عودًا**: تو چوڑائی میں اس پر لکڑی رکھ دے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے۔ **او یذکر** کی او ۔ یا تو ﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ﴾ [الصافات : ١٤٧] کی طرح ہے۔ واؤ کے معنی میں ہے یا تنویع کیلئے ہے۔ اور موجودہ نسخہ میں واؤ ہے۔ **فلیفعل** : جس کی قدرت ہو وہ کر دے یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ **فان الفویسقة** : دیا گل کرنے کی علت ذکر فرمائی کہ چوہا دیا کی بتی کھینچ کر آگ کا باعث نہ بن جائے۔ احمدؒ کی روایت میں ''**اجیفوا ابوابکم واکفئوا آنیتکم واوکئوا اسقیتکم، واطفئوا سرجکم فانهم لم یؤذن لهم بالتسور علیکم**'' چوہے کو **مؤذیات فویسقه** کہا گیا یہ ان کی تذلیل اور خباثت کی کثرت کیلئے کہا گیا۔ ان مؤذیات کو حل وحرم، اسی

طرح نماز میں بھی قتل کا حکم ہے۔ضرم :جلانا،شعلہ زن کرنا۔

تخریج : أخرجه البخاري (۳۲۸۰) ومسلم (۲۰۱۲) وأبو داود (۳۷۲۱)

الفرائد : (۱) یہ روایت آخرت اور دنیا کے مصالح پر مشتمل ہے۔اللہ تعالیٰ نے شیطان سے حفاظت کے یہ اسباب بنائے ہیں۔اس سے وہ ایذاء نہ پہنچا سکے گا۔(۱) گھر میں داخلہ کے وقت بسم اللہ پڑھے۔برتنوں کو ڈھانپ دے اگر ڈھکنا نہ ہو تنکا رکھ دے اس طرح شیطان نہ دروازہ کھول کر داخل ہو سکے گا نہ بچوں کو ایذاء پہنچا سکے گا۔

۳۰۱ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَّقَوْلٌ مَالَا مَصْلِحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

بَابٌ :تکلف کی ممانعت' قول جو مشقت سے کیا جائے مگر اس میں مصلحت نہ ہو

تشریح ۞ فيه :اس میں ضمیر کو لفظ کے لحاظ سے مفرد لائے۔بمشقة: یہ ظرف متقر حال یا صفت فعل ہے۔اگر کسی مصلحت شرعیہ میں اس کا ضرر نہ ہو تو وہ قابل تعریف ہے۔

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ [ص:۸٦]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں ہوں''۔(ص)

عَلَيْهِ :یعنی تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا بلکہ اپنا اجر میں اللہ تعالیٰ سے لوں گا۔وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ :اپنی ذات سے تکلف کی نفی ہے اس سے اشارہ کیا کہ تکلف کا چھوڑنا پسندیدہ اور کرنا قابل مذمت ہے۔

۱۶۵۷ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۵۷:حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا۔(بخاری)

تشریح ۞ یہ روایت لفظاً موقوف مگر حکماً مرفوع ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (۷۲۹۳)

الفرائد : (۱) آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی امور کو اختیار نہ کرے۔(۲) تکلف منع ہے۔

۱۶۵۸ : وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : يٰاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُ اَعْلَمُ ، فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ يَّقُوْلَ الرَّجُلُ لِمَا لَا يَعْلَمُ : اَللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ : "قُلْ مَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۵۸: حضرت مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اے لوگوں کوئی چیز مانگنا ہے تو اسے کہہ دینی چاہئے اور جو چیز وہ نہیں جانتا تو اس کے بارے میں یوں کہے اللہ اعلم یہ بھی علم میں سے ہے کہ کوئی آدمی جس چیز کے بارے میں نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا: فرما دیجئے میں تم سے کوئی اس پر اجر نہیں مانگتا اور نہ ہی میں متکلفین میں سے ہو۔ (بخاری)

نوٹ: یہ روایت متن میں تو موجود ہے۔ مگر شرح میں رہ گئی' دانستہ یا نادانستہ۔ (مترجم)

تشریح ۞ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء میں مسائل بیان کرنے کا طریقہ بیان فرما رہے ہیں۔ دو قسم کے آدمی ہیں (۱) جن کو بات کا علم ہوتا ہے تو اسے وہ بات کہنی اور بتلانی چاہیے۔ تا کہ وہ دوسرے تک پہنچ جائے۔ (۲) جن کو بات کا علم نہ ہو اور کوئی پوچھ لے تو کہہ دے واللہ اعلم۔ جو علمی باتیں نہ جانتا ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے رائے زنی سے باز رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو فرمایا کہ آپ اس طرح فرما دیں: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ [ص : ٨٦] کہ میں تکلف سے کوئی بات کرنے والا نہیں جو حکم ہے اسی کی تعمیل کرتا ہوں)۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/١٦١٣) والبخارى (١٠٠٧) ومسلم (٢٧٩٨) والترمذى (٣٢٦٥) والنسائى (٦/١١٤٨١) وابن حبان (٤٧٦٤) والبيهقى (٣/٣٥٢)

الفرائد : (۱) امور غیبیہ میں بے کار بحث نہ کرے۔ (۲) جو چیز معلوم نہ ہو اس کے جواب میں تکلف نہ کرے۔ (۳) جن چیزوں کی کیفیت نہیں بتلائی گئی ان کے پیچھے نہ پڑے۔

۳۰۲ :بَابُ تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَلَطْمِ الْخَدِّ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهِ وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ

بَابٌ: میّت پرنوحہ کرنا' رخسار پیٹنا' گریبان پھاڑنا' بال نوچنا اور منڈوانا' ہلاکت وتباہی کا واویلا کرنا حرام ہے

تشریح ۞ النیاحه :اَلنَّوْحُ :ماقبل کرہ آنے کی وجہ سے نواحہ میں واؤیا سے بدل گئی ہے۔علی المیت اسی سے متعلق ہے۔ولطم الخد :اس کی جمع خدود ہے۔رخسار کو کہا جاتا ہے۔دونوں جانب ڈاڑھی کے مابین حصہ۔لطم :تھپڑ کو کہتے ہیں۔وشق الجیب :گریبان۔نتف الشعر وحلقه :کاٹنا،نوچنا،جلانا۔

۱۶۵۹ :عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :"اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ :"مَا نِيحَ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۵۹:حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میّت کو اس کی قبر میں اس پرنوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے (اگر زندگی میں اس کا اپنا عمل ایسا ہو)۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ المیت :الف لام جنس کا ہے۔یعذب فی قبره :قبر میں اس کونوحہ کے سبب عذاب دیا جاتا ہے۔ما نیح علیه:جب تک نوحہ کیا جاتا ہے۔

نووی کا قول:ان روایات کے متعلق جمہور کہتے ہیں جس نے موت کے بعد نوحہ خوانی اور رونے کی تلقین کی اور اس کی وصیت نافذ کی گئی تو اس کو گھر والوں کے اس پر رونے سے عذاب ہوتا ہے کیونکہ وہ خود اس کا سبب ہے۔اور گھر والے بلا وصیت نوحہ کریں حدودِ شریعت سے باہر روئیں تو اس پر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [الأنعام : ١٦٤]

ایک گروہ کہتا ہے جس نے رونے اور نوحہ کی وصیت کی ہو۔ان کے چھوڑنے کی طرف تعرض نہ کیا یا چھوڑنے کی وصیت کی اس کو ہرگز عذاب نہ ہوگا۔کیونکہ اس میں اس کے اپنے کسی فعل کا دخل نہیں اور نہ کوتاہی ہے۔اس قول کا حاصل یہ ہے کہ اس پر وصیت ترک واجب ہے۔اور اہمال کرنے والا معذب ہوگا۔بعض نے کہا اگر شرعی حرام نوحہ کریں مثلاً :اے بچوں کو یتیم کرنے والے!اے عورتوں کو بیوہ کرنے والے!جس کو کہنا شاعت فخر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شرعاً حرام ہے۔

بعض نے کہا: میت کو اس کے گھر والوں کا رونا سنایا جاتا ہے تو وہ رقت وشفقت کے طور پر تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔یہ ابن جریر کا قول ہے۔قاضی عیاض نے اسی کو ترجیح دی اور اس کی دلیل کیلئے یہ روایت بھی پیش کی کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو

رونے پر زجر فرمائی اور فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی روتا ہے۔ تو اس کے چھوٹے ساتھ کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اپنے بھائیوں کو عذاب نہ دو۔''

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول: اس ارشاد سے مراد کافر وغیرہ اور اصحاب ذنوب کا معذب ہونا ہے کہ اس پر گھر والے رو رہے ہوتے ہیں اور اسے اپنے گناہوں کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے۔ ان کے رونے کی وجہ سے نہیں۔ جمہور کا قول سب سے زیادہ درست ہے اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رونے سے مراد آواز سے رونا اور نوحہ خوانی کرنا ہے۔ مطلق آنکھ سے آنسو بہانا مراد نہیں ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱/۱۸۰) ومسلم (۹۲۷) والنسائی (۱۸۵۷) وابن ماجه (۱۵۹۳) والطیالسی (ص/۱۰) وابن حبان (۳۱۳۲) والترمذی (۱۰۰۲) وابن أبی شیبة (۲/۳۹۱) وعبد الرزاق (۶۶۸۰) والبیهقی (۴/۷۲)

الفرائد: (۱) نوحہ کی ممانعت کی گئی ہے۔ (۲) اگر وہ زندگی میں نوحہ کرتا تھا تو اس کی موت کے بعد نوحہ سے اس کو عذاب بھی ہوگا۔

۱۶۶۰: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُیُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۶۶۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کا بول بولا کیا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: لیس منا: ہمارے طریقے اور راہ پر نہیں۔ دعا بدعوی الجاهلیه: اے میرے سب سے زیادہ خوبصورت! اے میرے کفایت کرنے والے۔

تنبیہ: آپ کے طریقہ سے نکلنے کیلئے امور ثلاثہ کا جمع ہونا ضروری نہیں ایک بات بھی راہ سے خارج کرنے والی ہے۔ واو بمعنی او بھی ممکن ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۳۶۵۸) والبخاری (۱۲۹۴) ومسلم (۱۰۳) والترمذی (۱۰۰۱) والنسائی (۱۸۵۹) وابن ماجه (۱۵۸۴) وابن حبان (۳۱۴۹) وابن الجارود (۵۱۶) والبیهقی (۴/۶۳)

الفرائد: (۱) جس نے گریبان کو پھاڑا، نوحہ کیا۔ مصیبت کے وقت چہرے کو نوچا اور تھپڑ مارے اس سے حدود اللہ کی مخالفت کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔ (۲) نوحہ جاہلیت کی رسومات سے ہے۔

۱۶۶۱: وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ: وَجِعَ اَبُوْمُوْسٰی فَغُشِیَ عَلَیْهِ وَرَاْسُهٗ فِیْ حِجْرِ امْرَاَةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ فَاَقْبَلَتْ تَصِیْحُ بِرَنَّةٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَّرُدَّ عَلَیْهَا شَیْئًا۔ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: اَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّنْ

بَرِیْ ءَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَرِیْ ءٌ مِّنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

"اَلصَّالِقَةُ" الَّتِیْ تَرْفَعُ صَوْتَهَا بِالنِّيَاحَةِ وَالنَّدْبِ "وَالْحَالِقَةُ" الَّتِیْ تَحْلِقُ رَاْسَهَا عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ "وَالشَّاقَّةُ" الَّتِیْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا۔

۱۶۶۱: حضرت ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ بیمار ہوئے اوران پر غشی طاری ہوگئی اس حالت میں کہ ان کا سر گھر والوں میں سے ایک عورت کی گود میں تھا۔ وہ عورت آواز سے رونے لگی مگر آپ اسے غشی کے باعث نہ روک سکے۔ پس جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جس سے اللہ کے رسول نے بیزاری کا اظہار کیا۔ بے شک رسول اللہؐ نے نوحہ کرنے والی، بال مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورت سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔
اَلصَّالِقَةُ: وہ عورت، جو نوحے اور بین کے لئے اپنی آواز بلند کرے۔ اَلْحَالِقَةُ : وہ عورت جو اپنے سر کے بال مصیبت کے وقت مونڈے یا مونڈوائے۔ الشَّاقَّةُ :وہ عورت جو اپنے کپڑوں کو پھاڑے۔

تشریح ۞ ان کا نام بعض نے عامر بعض حارث بتلایا ہے۔ حافظ کہتے ہیں ثقہ ہیں یہ ثقہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ان کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ اور بھی اقوال ہیں۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ تھی۔ ان سے تمام اصحاب کتب نے روایت لی ہے۔ **فغشی علیه** :ابوموسیٰ اشعری اپنی کنیت سے معروف ہیں۔ یہ مجھول کا صیغہ ہے۔ اَلنَّجْوٰ۔ **ورأسه** :یہ ضمیر مجرور سے جملہ حالیہ ہے۔ **امراة** :یہ ان کی زوجہ ام عبداللہ صفیہ بنت ابی دوم ہیں۔ (التوشیح سیوطی) **رنّة** :زور سے رونا۔ **فلم یستطع** :بے ہوشی کی وجہ سے زبان سے اسے کچھ نہ کہہ سکے۔ جب بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں اس سے بری الذمہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہوئے۔ **ان رسول الله صلى الله عليه وسلم برى من الصالقة** :یہ جملہ بیانیہ مستانفہ ہے۔ **الصالقه** :وہ عورت جو نوحہ اور ندبہ (اوصاف میت بیان کرنا) آواز کو بلند کرے۔ یہ صلق سے ہے۔ سخت آواز کو کہتے ہیں (المصباح) **الحالقه** :جو مصیبت کے اظہار کیلئے اپنا سر مونڈ ڈالے۔ **الشاقه** :جو مصیبت کے وقت کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ان کو حرام اس لئے کیا گیا کہ یہ تقدیر سے اکتاہٹ و بیزاری کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہی چیز ثواب ضائع ہونے اور سزا کے اُترنے کا سبب ہے۔

تخریج : أخرجه البخارى(١٢٩٦) ومسلم (١٠٤) والنسائى (١٨٦٢) وابن ماجه (١٥٨٦) وابن حبان (٣١٥٢) وأبو عوانة (٥٦/١) والبيهقى (٦٤/٤) أخرجه أحمد (١٩٦٤٥/٧)

الفوائد :(۱) حلق، صلق اور شق کرنے والے مرد وعورت سے اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ جس سے اللہ کا رسول بری ہو۔ آخرت میں اس کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

۱۶۶۲: وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۶۲: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جس پر نوحہ کیا گیا قیامت کے دن اس کو نوحہ کے سبب عذاب ہوگا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **من نیح علیہ** :اَلنَّحْو: یہ فعل مجہول ہے۔ **بما نیح علیہ یوم القیامۃ** :یہ سابقہ روایت کے خلاف نہیں اس میں فقط عذاب کا تذکرہ ہے۔ یہاں قیامت کی قید مذکور ہے۔ تو دونوں روایات دنیا و آخرت دونوں منازل کا الگ الگ عذاب مذکور ہے۔ وعید کا مقصد اور اس میں جمہور کے مسلک کی وضاحت کی جا چکی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۸۲۶۵/۶) والبخاری (۱۲۹۱) ومسلم (۹۳۳) والترمذی (۱۰۰۲)

الفرائد : (۱) میت پر نوحہ حرام ہے۔ جو نوحہ کرواتا تھا قیامت کے دن اس کو عذاب دیا جائے۔ جزاء جنس عمل سے ہے۔

۱۶۶۳ : وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ نُسَيْبَةَ "بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِهَا" رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عِنْدَ الْبَيْعَةِ اَنْ لَّا نَنُوْحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۶۳: حضرت اُم عطیہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **عند البیعۃ** :مؤمنہ عورتوں سے یہ بیعت لیتے۔ **ان لا ننوح** :یہ کبیرہ گناہ ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۳۰۶) ومسلم (۹۳۶) وأبو داود (۳۱۲۷) والنسائی (۴۱۹۱)

الفرائد : (۱) نوحہ کو اس لئے قبیح اور حرام قرار دیا اور اس کے انکار کا اہتمام کیا گیا کہ یہ غم کو ابھارنے والا اور صبر کو زائل کرنے والا ہے۔ (۲) قضاء قدر اور حکم الٰہی پر یقین کے خلاف ہے۔

۱۶۶۴ : وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَتْ اُخْتُهُ تَبْكِيْ وَتَقُوْلُ :وَاجَبَلَاهُ ' وَاكَذَا' وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ ' فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ :مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۶۶۴: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی ان کی بہن روتے ہوئے کہنے لگی۔ ہائے میرے پہاڑ اور ہائے ایسے اور ایسے ان کی صفات بیان کرنے لگی۔ ان کو جب افاقہ ہوا تو انہوں نے کہا جو تُو نے کہا تو اس کے بارے میں مجھ سے کہا جائے گا۔ کیا تو ایسا ہی ہے؟ (بخاری)

تشریح ۞ ان کا نام عمرۃ بنت رواحہ ہے۔ **تبکی واجبلاہ** :اَلنَّحْو : **تبکی** کا منصوب ہے یا قال محذوف کا منصوب ہے۔

تعدو علیہ :یہ جملہ مستانفہ ہے جو قول مذکور کی غرض بتلا رہا ہے۔ ''**ای تعدد شمائلہ علی طریق الجاھلیۃ**''۔ **حین افاق** :جب بے ہوشی سے افاقہ ہو تو کہنے لگے۔ **ما قلت شیئًا الا قیل لی** :جب میں نے ان میں سے کوئی لفظ کہا تو مجھے ہر

دفعہ ڈانٹ کر کہا گیا کیا تو ایسا ہے؟

تخریج : أخرجه البخاری (٤٢٦٨)

الفرائد : (۱) جس پر سکراتِ موت کے وقت نوحہ کیا گیا فرشتے اُس کو اِس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں۔

۱۶۶۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ : اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ شَكْوٰى فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، وَسَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهُ فِیْ غَشْيَةٍ فَقَالَ : "اَقَضٰى؟" قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِیِّ ﷺ بَكَوْا قَالَ : "اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُّعَذِّبُ بِهٰذَا" وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۶۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لئے عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سمیت تشریف لائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں داخل ہوئے تو ان کو بے ہوشی میں پایا تو آپؐ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہوگئی ہے؟ اس پر انہوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری ہوگئے۔ جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو لوگ بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بے شک اللہ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے اور دل کے غم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتے بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں یا رحم کرتے ہیں اور زبان کی طرف اشارہ فرمایا یعنی بین کرنے سے۔

تشریح ۞ شکوی : وہ بیماری جو ان کو لاحق تھی۔ یعودہ : یہ کمال مکارم اخلاق ہے۔ کہ اپنے ساتھیوں کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے حالانکہ آپ کا مقام بہت اونچا تھا۔ مع عبدالرحمان : ان کے ساتھ مل کر۔ غشیة : ایک مرتبہ غشی کا طاری ہونا۔ اقَضَی : کیا ان کی وفات ہوگئی۔ فبکی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : ان کی شدت بے ہوشی، مرض کو دیکھ کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ فلما رأی القوم : جب لوگوں نے آپ کا رونا دیکھا تو وہ بھی رونے لگے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ جائز ہے اس میں گناہ نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اسے اختیار فرمایا ہے۔ واشار الی لسانہ : اَلنَّحْوُ : یہ معطوف علیہ یعذب اور معطوف یرحم کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اس کو بھذا کے مشار الیہ کی وضاحت کیلئے لائے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا رونا اور قلبی غم جبکہ تقدیر سے اکتاہٹ و ناامیدی کو ظاہر نہ کرتا ہو۔ درست ہے۔ اس میں نہ گناہ ہے نہ ثواب۔ یہ گناہ و ثواب زبان سے متعلق ہے اگر حرام اعمال مثلاً نوحہ، ندبہ کیا تو عذاب کا حقدار اور اگر استرجاع اور قدرت کی بارگاہ میں تفویض کے کلمات ادا کیے تو رحمت کا حقدار بن گیا۔

تخریج : أخرجه البخاری (١٣٠٤) ومسلم (٩٢٤) وابن حبان (٣١٥٩) والبيهقی (٦٩/٤)

الفرائد : مریض کی عیادت مستحب ہے۔(۲) فاضل مفضول کی عیادت کرسکتا ہے۔(۳) آنکھ سے رونا منع نہیں۔ بلکہ یہ رحمت کے آنسو ہیں۔البتہ ندبہ یا نوحہ حرام ہے۔

۱۶۶۶ : وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَعَلَیْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۶۶: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر نوحہ کرنے والی عورت موت سے قبل توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کی ذِرہ ہوگی۔(مسلم)

تشریح ۞ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔**النائحة** :یہ نوح سے اسم فاعل ہے۔**اذا لم تتب** :جبکہ وہ اپنے نوحہ سے توبہ نہ کرے کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔**قبل موتها** :غرغرہ موت میں ابتلاء اور عدم قبولیت توبہ کی علامات کے ظہور سے پہلے پہلے کیونکہ طلوعِ آفتاب من المغرب کے وقت توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔**سربال من قطران** : سربال:قمیص یا اوڑھنے والی چادر،قطران۔ یہ ابہل درخت سے نچڑنے والا پانی ہے' جو خارش کے علاج کے طور پر اونٹوں کو ملا جاتا تھا۔ یہ تیزاب کی طرح خارش کو جلاتا ہے۔اس سے اونٹ بلبلا اٹھا ہے۔اس کو آگ بھی جلد لگتی ہے۔سیاہ بدبودار ہوتا ہے۔**درع من جرب** :خارش کی ذرہ جسم پر پہنادی جائے گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (٨/٢٢٩٦٦) ومسلم (٩٣٤) وابن ماجه (١٥٨١) والحاكم (١/١٤١٣) وابن حبان (٣١٤٣) والطبرانی (٣٤٢٥) وعبد الرزاق (٦٦٨٦) وابن أبی شيبة (٣/٣٩٠) والبیهقی (٤/٦٣)

الفرائد : (۱) نوحہ بالاتفاق حرام ہے۔(۲) موت کے غرغرہ سے پہلے توبہ مقبول ہے۔(۳) نائحہ جس طرح دنیا میں بین کرتی ہے قیامت میں بھی اسی طرح کرے گی۔اگر بغیر توبہ مرگئی۔

۱۶۶۷ : وَعَنْ اُسَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ التَّابِعِیِّ عَنِ امْرَاَةٍ مِّنَ الْمُبَایِعَاتِ قَالَتْ : كَانَ فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ لَّا نَعْصِیَهٗ فِیْهِ ، اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهًا وَّلَا نَدْعُوَ وَیْلًا ، وَّلَا نَشُقَّ جَیْبًا وَّاَنْ لَّا نَنْشُرَ شَعْرًا ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

۱۶۶۷: حضرت اُسید بن ابی اسید رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی عورتوں میں سے ایک عورت سے بیان کرتے ہیں۔ہم سے جو معاہدہ لیا گیا اس میں یہ بات بھی تھی کہ ہم آپؐ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور چہرے کو نہ نوچیں گی اور ہلاکت کی بددعا نہ کریں گی اور نہ گریبان کو پھاڑیں گی اور نہ ہی بالوں کو بکھیریں گی۔(ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ اُسَید رحمہ اللہ: یہ درمیانے درجہ کے صغار تابعین سے ہیں۔ جنہوں نے اپنی تمام روایات کبار تابعین سے لی ہیں۔ ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ سچے ہیں۔ والد کا نام یزید تھا۔ منصور عباسی کی خلافت کے زمانہ میں وفات ہوئی اور یہ اسید بن اسید حجاج کے شیوخ سے ہیں یہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عامل تھے۔ مزی کا قول اس سے مختلف ہے۔ عن امرآۃ من المبایعات: یعنی نبی اکرم ﷺ کی بیعت کرنے والیوں سے تھیں۔ ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ مزیؒ نے ابہام سے کام لیا ہے۔ فیما اخذ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اس کی صفت ''الذی اخذ علینا'' سے کی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ ہم سے عہد لیا کہ کسی طور پر بھی آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ الا نخمش وجھا: خشمت المراۃ وجھھا ناخن سے چھیلنا جس سے ظاہر چہرہ زخمی ہو جائے۔ پھر بعد میں خراش کے اثرات کو خمش سے تعبیر کی جانے لگا۔ اس کی جمع خموش جیسے فلیس وفلوس۔ ولا ندعو ویلا: یعنی یا ویلاہ کے کلمات نہ کہیں۔ ولا نشق جیبًا: کپڑے کو گریبان کے علاوہ دوسری جانب سے پھاڑنا۔ اس سے قید کا مقصود عمومی طرز جاہلیت تھا۔ کہ وہ مصائب میں سامنے سے کپڑا پھاڑتے۔ ولا ننشر شعرًا۔

تخریج: أخرجه أبو داود (۳۱۳۱)

الفرائد: (۱) مصیبت کے وقت چہرے کو نوچنا حرام ہے۔ (۲) ہلاکت کی دعا، گریبان پھاڑنا، بال بکھیرنا، سر پیٹنا سب حرام ہے۔

۱۶۶۸: وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ بَاکِیْھِمْ فَیَقُوْلُ: وَاجَبَلَاہُ، وَاسَیِّدَاہُ، اَوْ نَحْوَ ذٰلِکَ اِلَّا وُکِّلَ بِہٖ مَلَکَانِ یَلْھَزَانِہٖ اَھٰکَذَا کُنْتَ'' رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

''اَللَّھْزُ'': اَلدَّفْعُ بِجَمْعِ الْیَدِ فِی الصَّدْرِ۔

۱۶۶۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس پر رونے والے کھڑے ہوئے کہتے ہیں ہائے میرے پہاڑ ہائے میرے سردار یا اس طرح کے بڑے الفاظ تو اس پر دو فرشتے مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اس کے سینے پر مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو اسی طرح تھا۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

اَللَّھْزُ: سینے پر ہاتھوں سے مکہ مارنا

تشریح ۞ ما من: نفی میں استغراق کیلئے من لایا گیا ہے۔ واجبلاہ واسیداہ: یہ اہل جاہلیت کے نوحہ کے انداز تھے۔ یلھزانہ: اس کو دھکے دیں گے اور اس کو مار رہے ہوں گے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو فرشتوں کے اس پر مسلط ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ اھکذا کنت: توبیخ وڈانٹ کیلئے وہ کہتے ہیں کیا تو اسی طرح تھا۔

تخریج: أخرجه الترمذی (۱۰۰۵) وابن ماجه (۱۵۹۴)

الفرائد : سینہ کوبی بھی حرام ہے۔فرشتے بھی اس کے سینہ پر مارتے ہیں۔

۱۶۶۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ : الطَّعْنُ فِی النَّسَبِ ، وَالنِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۶۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو باتیں لوگوں میں ایسی ہیں جو لوگوں میں کفر کا سبب ہیں: (۱) نسب میں طعن۔(۲) میت پر نوحہ۔(مسلم)

تشریح ۞ **اثنتان فی الناس** :یعنی دو خصائل ہیں۔**هما بهم کفر** :جن دو خصلتوں میں کفر پایا جاتا ہے۔حلال وثواب سمجھ کر کرنا کفر ہے۔ورنہ کفرانِ نعمت ہے۔**الطعن فی النسب** :جو نسب شرعاً ثابت ہو۔**والنیاحة علی المیت**: اور نوحہ خوانی۔

تخریج : کتاب الأمور المنهی... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۰۳ :بَابُ النَّهْیِ عَنْ اِتْیَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِیْنَ وَالْعُرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمْلِ وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰی وَبِالشَّعِیْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

بَاب: کاہنوں، نجومیوں، قیافہ شناسوں، رملیوں اور کنکریاں اور جو پھینک کر منتر کرنے والوں، پرندہ اُڑا کر بدشگونی لینے اور اسی طرح کے دیگر لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت

تشریح ۞ **الکهان** :یہ کاہن کی جمع ہے۔غیب کی خبریں بتلانے کا دعویدار ہو (۱) کیونکہ اس کا دوست جن سماء وفضاء میں پھیلی ہوئیں خبریں اسے آ کر بتلاتا ہے۔(۲) ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو اطراف ارضی میں پیش آتا ہے۔جو کہ اس سے قریب وبعید مخفی ہوتی ہیں ان کی اطلاع دیتا ہے۔

نووی کہتے ہیں: پہلی قسم کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے باطل کر دیا گیا۔اور دوسری کچھ بعید نہیں۔**المنجمین** : قاضی عیاض نے ان کو کاہنوں کی ایک قسم قرار دیا ہے۔اس قسم میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو کچھ قوت دے دیتے ہیں۔لیکن اس میں بھی کذب وجھوٹ کا غلبہ ہے۔**والعراف** : قاضی عیاض تو اس کو نجومیوں کی قسم قرار دیتے ہیں۔اس کی مؤنث **عرافه**

ہے۔ وہ شخص ہے جو معاملات پر اسباب ومقدمات سے استدلال کرے اور دعویدار ہو کہ وہ ان کو جانتا ہے۔ اس فن کے لوگ بعض اوقات ایک دوسرے کی اور بعض اوقات پرندا ڑا کر، کنکری پھینک کر' نجوم کے ذریعہ اور دوسرے اسباب معتادہ سے مدد لیتے ہیں۔ ان سب کو کہانت کہا جاتا ہے۔ شرع نے ان تمام کی تکذیب کر کے ان کے پاس جانے سے منع کیا۔

۱٦٧٠ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ – فَقَالَ : "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَنَا اَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَقَالُوْا حَقًّا– فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِيْ اُذُنِ وَلِيِّهٖ ' فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "اَنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ" وَهُوَ السَّحَابُ "فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَآءِ فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ فَيَسْمَعُهٗ فَيُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ"

قَوْلُهٗ "فَيَقُرُّهَا" هُوَ بِفَتْحِ الْيَاءِ وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّآءِ :اَيْ يُلْقِيْهَا "وَالْعَنَانُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ۔

۱٦٧٠ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں سوال کیا آپؐ نے فرمایا ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وہ ہمیں ایسی چیزیں بتاتے ہیں جو سچی نکلتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سچی بات ہے جسے جن فرشتوں سے اُچک لیتا ہے اور اپنے دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

بخاری کی روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے بادلوں میں اُترتے ہیں اور آسمان میں فیصل شدہ بات کا تذکرہ کرتے ہیں شیطان چوری چھپے سن لیتا ہے اور سن کر کاہن کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ پس وہ اپنی طرف سے دس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔

فَيَقُرُّهَا : ی یہ لفظ یاء کی زبر قاف اور راء کے پیش کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ اس کا القاء کرتا ہے' اس کو ڈالتا ہے۔

الْعَنَانُ : بادل۔

تشریح ۞ اناس : کچھ لوگوں نے کہان کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ لیس بشیء :ان کا عمل بے حقیقت ہے۔ ان کے حق وصدق کی کوئی دلیل نہیں۔ احیانا بشیء فیکون بشیء :بعض اوقات بات ان کے کہنے کے مطابق نکل جاتی ہے۔ یہ سچی بات ہوتی ہے۔ جو فرشتے کی طرف سے القاء کی جاتی ہے۔ اس کو جن جلدی سے اچک کر

فیقرها فی اذن ولیه: اس کو اپنے دوست کے کان میں پھونک دیتا ہے۔ یہ **قدیر الدجاجه۔ القر قرة** ۔مخاطب کے کان میں اس انداز سے بات ڈالنا یہاں تک کہ وہ سمجھ جائے۔بعض نے **قررته واقره قرارًا** سے لیا ہے۔ **دهرانا**: پختہ کرنا۔ **فیخلطون معها:** وہ اس کے ساتھ سوجھوٹ ملالیتا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔ **فی العنان** کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں۔بعض عنان، سفید بادل کو کہا (سیوطی فی التوشیح) اس کا واحد عنانة ہے۔(النہایة)۔ **قضی فی اسماء**: یہ جملہ فعلیہ امر کی صفت ہے۔یعنی فرشتے بادلوں میں آسمان کے فیصلہ شدہ معاملے کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو خبر دیتے ہیں۔

فیسترق الشیطان: اس میں الف لام جنس یا عہد کا ہو تو ابلیس مراد ہے۔ پہلا زیادہ بہتر ہے۔ **السمع فیسمعه فیوحیه**: وہ فرشتوں سے چھپ کر سن لیتا ہے اور کہاں تک پہنچا دیتا ہے۔عیاضؒ کہتے ہیں یہ بعثت نبوت سے باطل کر دیا گیا۔ (روایت البخاری)

تخریج: أخرجه أحمد (٢٤٦٢٤/٩) والبخاری (٣٢١٠) ومسلم (٢٢٢٨) وعبد الرزاق (٢٠٣٤٧) وابن حبان (٦١٣٦) والبیهقی (١٣٨/٨)

الفرائد: (۱) شیاطین کا استراق سمع اب بھی باقی ہے اگرچہ پہلے سے کم ہو گیا۔(۲) کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت کی گئی۔ حکام کو چاہیے کہ منجمین پر سختی کریں تا کہ لوگ ان کے پھانسے میں آخرت برباد نہ کریں۔

۱۶۷۱: وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِیْ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَضِيَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَهٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَهٗ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۷۱: حضرت صفیہ بنت ابی عبید ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ مطہرہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی عراف (غیبی خبروں کا چینل) اور اس سے کسی چیز کے بارے پوچھ کر اس کی تصدیق کی تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہوگی۔(مسلم)

تشریح ❁ ابوعبید یہ ابن مسعود ثقفی ہیں اور یہ صفیہ رضی اللہ عنہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ محترمہ ہیں۔بعض نے ان کا زمانہ نبوت کو پانا لکھا ہے۔مگر دارقطنی نے اس کا انکار کیا ہے۔ **العجلی** کہتے ہیں کبار تابعین سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ بخاری نے الادب میں اور مسلم ابوداؤ، نسائی ابن ماجہ نے روایات لی ہیں (تقریب)۔ **بعض ازواج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم**: نووی نے ان کا نام ذکر نہیں کیا۔(مسلم کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہ کا نام موجود ہے)۔ **من اتی عرافا**: نوویؒ کہتے ہیں۔ یہ کاہنوں کی ایک قسم ہے۔ خطابیؒ کہتے ہیں جو چوری کے مکان، گم شدہ اشیاء وغیرہ کی اطلاع دے۔ **لم یقبل له صلاة اربعین یومًا**: یعنی اس کو ثواب نہ ملے گا۔اگرچہ ظاہر فرض اس سے ساقط شمار کیا جائے گا۔اور اعادے کی ضرورت نہ ہوگی۔اس کی مثال مغصوبہ زمین میں یا مغصوبہ کپڑے میں نماز۔ جمہور شوافع کا قول یہ ہے۔اس روایت کو مسلم

نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اس سے مبہم کی تفسیر ہو گئی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱٦٦٣٨) ومسلم (۲۲۳۰) والبيهقى (۱۳۲/۸) أبو داود (۳۹۰۷) وأحمد (۳/۹۳۰۱) والحاكم (۱/۱۵) وابن ماجه (٦٣٩)

الفرائد : (۱) کاہنوں کے ہاں جانا غضب الٰہی کا باعث ہے۔ کاہن کی مٹھائی رشوت ہے۔ (۲) نجومی، عرّاف، رمّال، صاحب القرعہ، ضاربۃ الحصاء یہ تمام کاہنوں میں شامل ہیں۔

۱٦٧۲ : وَعَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "الْعَافِيَةُ ، وَالطِّيَرَةُ ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ". رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ، وَقَالَ الطَّرْقُ : هُوَ الزَّجْرُ : اَىْ زَجْرُ الطَّيْرِ وَهُوَ اَنْ يَّتَيَمَّنَ اَوْ يَتَشَاءَ مَ بِطَيَرَانِهِ فَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ تَيَمَّنَ وَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَسَارِ تَشَائَمَ – قَالَ اَبُوْدَاوُدَ وَالْعِيَافَةُ : الْخَطُّ قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِى الصِّحَاحِ : الْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ۔

۱٦٧۲: قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''پرندوں کو اڑانا اور بدفالی پکڑنا اور رمل کرنا شیطانی کام ہیں''۔ (ابوداؤد) عمدہ سند کے ساتھ۔ طَرْقُ پرندے کو اڑانا ہے وہ دائیں جانب اڑیں تو اس سے نیک فال لی جائے اور اگر بائیں جانب اڑیں تو اس سے بدفالی پکڑی جائے۔ نیز ابوداؤد نے بیان کیا کہ عَیَافَۃ کا معنی لکیر کھینچنا ہے۔ جوہری نے صحاح میں بیان کیا ہے کہ اَلْجِبْتُ ایسا کلمہ ہے جس کا اطلاق 'بت' 'کاہن' اور جادوگر وغیرہ پر ہوتا ہے۔ کاہن اور جادوگر ہے۔

تشریح ۞ قُبَیصہ بن المخارق کا سلسلہ نسب یہ ہے بن عبداللہ بن شداد بن ابی ربیعہ بن نہیک بن ہلال بن عامر بن صعصعہ العامری الہلالی البصری الرصحابی رضی اللہ عنہ۔ باب العلم من الوعظ میں ان کے حالات گزرے۔ (نووی)

الطرق : پرندہ اڑا کر شگون خیر وشر لیا جاتا ہے۔ **العیافہ** : خط کھینچنے کو کہتے ہیں۔ **من الجبت** : یہ کلمہ بت پر بولا جاتا ہے۔ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ [النساء: ۵۱] کاہن وساحر کا بھی یہی حکم ہے۔

الجوھری : یہ نحو ولغت وصرف کے امام گزرے ہیں آخری عمر میں اختلاط ذہنی کا شکار ہو گئے۔ اس کو ابومنصور سبکی نے باب الضاد تک لکھا پھر ان کی وفات پر ابواسحاق صالح وراق نے تنقیح کی مگر اغلاط بہت کیں پھر صغانی نے چار جلدوں میں مکمل کیا۔ (فیروز آبادی)

تخریج : أخرجه أحمد (۱۸/۱۵۹۱۵) وأبو داود (۳۹۰۷) وابن حبان (٦١٣١) والطبرانى (۱۸/۹٤۱) وعبد الرزاق (۱۹۵۰۲) وابن سعد ۳۵/۷)

الفرائد : (۱) شگون، پرند کو ڈانٹ کر شگون لینا بلی، کتے سے شگون لینے والا سحر کے دروازے میں داخل ہونے والا ہے۔

۱۶۷۳ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ وَمَا زَادَ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تھوڑا سا علم نجوم حاصل کیا اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا اور اس میں جتنی زیادتی کی اتنا ہی اس نے جادو کو بڑھایا''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ **اقتبس علمًا** : استفادہ علم کیا۔ **من النجوم** : حوادث کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ **شعبه من السحر** : یہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور کبھی کفر تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ **زاد ما زاد** : جتنا علم نجوم کا اضافہ کیا وہ سحر کا اضافہ کیا۔

خطابی کا قول: علم نجوم ممنوع ہے۔ وہی علم ہے جس کے متعلق اہل نجوم دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو حوادث و وقائع کا علم ہے جو ابھی واقع نہیں ہو بلکہ مستقبل قریب میں واقع ہوں گے۔ مثلاً ہواؤں کے چلنے، بارش کے آنے، ریٹ کے تبدیل ہونے اور (حرب و صلح) کے معاملات وغیرہ جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ ستاروں کے چلنے اور جمع ہونے اور جدا ہونے سے معلوم کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ان کو سفلیات کا علم ہے اور وہ انہی کے مطابق چلتے ہیں۔ اور یہ حالات انہی میں سے ہیں۔ وہ غیب پر حکم لگاتے اور علم کے دعویدار بنتے ہیں حالانکہ علویات و سفلیات سب کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے اس کے سواء کسی کو غیب کا علم نہیں۔

البتہ وہ علم نجوم جو مشاہدہ اور اطلاعات سے معلوم ہو۔ مثلاً زوال، جہت قبلہ کا علم وغیرہ وہ اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ اس کا مدار سایہ کے مشاہدے پر ہے اور ستارے دوسری قسم میں ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۲۰۰۰) وأبو داود (۳۹۰۵) وابن ماجه (۳۷۲٦) وابن أبي شيبة (۸/۶۰۲) والطبراني (۱۱۲۷۸) والبيهقي (۸/۱۳۸) شعب اليمان (۵۱۹۷)

الفرائد : (۱) علم نجوم جس سے سحر مقصود ہو وہ حرام ہے۔

۱۶۷۴ : وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ وَقَدْ جَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْاِسْلَامِ ، وَاِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ : "فَلَا تَأْتِهِمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ : "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ" قُلْتُ : وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ : كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ

فَذَاكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۷۴: حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جاہلیت کا زمانہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام نصیب کیا ہم میں بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ان کے پاس مت جاؤ"۔ میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ آدمی بدشگونی، فعال کیلئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ چیز ہے جس کو وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں۔ پس یہ چیز ان کو کاموں سے نہ روکے"۔ میں نے عرض کیا ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک پیغمبر خط کھینچتے تھے۔ جس کا خط ان کے موافق ہو تو وہ وہی خط ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **انی حدیث عهد بجاهلية**: یہ اضعافت صفت للموصوف کی قسم سے ہے "ای ذو عهد قریب"۔ **جاهلیت**: اسلام سے پہلے کا زمانہ۔ اس کا نام کثرت جہالات کی وجہ سے جاہلیت پڑا۔ **وقد جاء الله تعالیٰ بالاسلام**: یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہے یا حالیہ ہے۔ **یأتون الكهان**: ان سے امورِ غیبیہ معلوم کراتے ہیں۔ **فلاتأتهم**: یہ نہی تحریم کیلئے ہے۔ ان کے پاس اس مقصد کیلئے جانا حرام ہے۔ **یتطیرون**: یہ الطیرۃ سے ہے۔ جیسا کسی انسان کو یہ سن کر پیش آتا ہے مثلاً **هالك یاتالف** اور یہ الفاظ غائب انسان کے متعلق دھراتا ہے۔ مثلاً پرندے کا بائیں جانب اڑنا جس سے سفر پر جانے والا برا شگون لیتا ہے۔ **قال ذلك شئ یجدونه فی صدورهم**: یہ شگون جس کے متعلق بالفعل دلالت کی گئی ہے۔ یہ ایک خلقی معاملہ ہے۔ جو طبیعت کے مطابق ان میں پایا جاتا ہے اس کو دور کرنے کی ان کو تکلیف نہ دی جائے گی۔ البتہ ان کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس کے معاملے پر عمل نہ کریں۔ جیسا کہ فرمایا۔ **فلا یصدهم**: جس مقصد کیلئے وہ نکل کر گئے ہیں ان کو مت روکو۔ کیونکہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور کسی کا کسی چیز میں ذرا بھی اثر نہیں ہے۔ **نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك**: بعض نے کہا یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں۔ یہ وہی خط ہے جس کو حاذی کھینچتا ہے لیکن اس علم کو لوگوں نے ترک کر دیا ضرورت مند حاذی کے پاس جاتا اور اس کو نذرانہ پیش کر کے کہتا (میرا فلاں کام ہے حاذی کہتا) تم بیٹھ جاؤ میں تمہارے لئے خط کھینچتا ہوں۔ حاذی کے سامنے ایک لڑکا ہوتا جس کے ہاتھ میں ایک سلائی ہوتی۔ وہ حاذی تیزی سے نرم زمین کی طرف بڑھتا اور اس پر جلدی سے کئی خطوط لگاتا کہ گنتی معلوم نہ ہو سکے۔ پھر لوٹتا اور ان کو دو دو خطوط کا فاصلہ دے کر مٹاتا جاتا۔ وہ لڑکے کو کہتا "ابنی عیان اسرعا البیان" میرے بیٹے دیکھ اور دو کو جلد بیان کر۔ اگر آخر میں دو خط رہ جاتے تو وہ کامیابی کی علامت ہوتی اور اگر ایک خط رہ جاتا تو یہ ناکامی کی علامت ہوتی۔

حربی کا قول: خط یہ ہے کہ آدمی تین خط کھینچے پھر ان پر جو یا گٹھلی رکھے اور کہے اس طرح ہوگا اس طرح ہوگا۔ یہ کہانت کی ایک قسم ہے۔ اس کو خط کہتے ہیں۔ ابن اثیر کہتے ہیں جس خط کی طرف اشارہ کیا گیا یہ معروف علم ہے۔ کئی لوگوں نے اس میں کتابیں لکھی ہیں۔ وہ اب تک مروج ہے۔ انہوں نے اس میں طرح طرح کی چیزیں بنا رکھی ہیں بلکہ اصطلاحات اور پیمانے

اور بہت سی عملیات ہیں۔ جن کے ذریعے اس ضمیر کو معلوم کرتے اور اکثر ان کا قیافہ درست نکل آتا ہے۔ (النہایة)

تخریج : کتاب الأداب باب الوعظ میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۶۷۵ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَمَھْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْکَاھِنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۶۷۵ : حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت' بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔ (بخاری مسلم)

تشریح ۞ ابومسعود البدری: ان کا نام عقبہ بن عمرو ہے بعض نے کہا وہاں رہائش کی وجہ سے ان کو بدری کہا جاتا ہے۔ ورنہ یہ واقعہ بدر میں حاضر نہ تھے۔ لیکن بخاری کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدر میں موجود تھے۔ اور اس میں عروہ کے متعلق ہے کہ وہ بدر میں موجود تھے۔ باب المجاہدہ میں ان کے حالات گزرے۔

ثمن الکلب: کتا نجس ہے پس اس کی خرید وفروخت درست نہیں۔ و مھر البغی :وہ رقم جو زانیہ کو زنا پر دی جاتی ہے۔ اس کو مہر کہا گیا کیونکہ اس کی شکل بنتی نظر آتی ہے۔

نووی کہتے ہیں: یہ باجماع مسلمین حرام ہے۔ ثمن کلب کی نہی اس کی بیع وشراء کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جب بیع حلال نہیں تو اس کی قیمت کھانا کس طرح حلال ہوسکتا ہے۔ اس کو مارنے والے پر قیمت کا ضمان بھی نہیں ہے۔ خواہ وہ کلب معلما (شکاری کتا) یا غیر معلم ہو۔ جن کا رکھنا درست ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

حلون الکاھن :وہ قرم جو کہانت کرانے پر دی جاتی ہے۔ صاحب نہایہ کہتے ہیں۔ الحلوان مصدر ہے۔ جیسا غفران اس کا نون زائدہ ہے۔ اس کی اصل حلی بحلو حلاوۃ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٠٦٩) والبخاري (٢٢٣٧) ومسلم (١٥٦٧) وأبو داود (٣٤٢٨) والترمذي (١١٣٦) والنسائي (٤٣٠٣) وابن ماجه (٢١٥٩) وابن حبان (٥١٥٧) والدارمي (٢٥٦٨) وابن الجارود (٥٨١) وابن أبي شيبة (٢٤٣/٦) والحميدي (٤٥٠) والطبراني (١٧/٢٧٢٧) والبيهقي (٦/٥)

الفرائد : کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی، نجومی کی مٹھائی، عرّاف کا ہدیہ تمام حرام ہیں۔

۳۰۴ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ فِيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ

بَابٌ :شگون لینے کی ممانعت

گزشتہ باب میں بیان کی گئی احادیث کو بھی ملحوظ رکھا جائے

تشریح ۞ التطیر :پرندوالا عمل کرنا۔گزشتہ باب کی احادیث بھی اس کے مطابق ہیں۔مزید یہ روایات ہیں۔

۱۶۷۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَالُ" قَالُوْا :وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ :"كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ – مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۷۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کوئی بیماری متعدی نہیں اور نہ بدشگونی کوئی چیز ہے۔فعال البتہ مجھے پسند ہے''۔صحابہ نے فرمایا :فعال کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:''اچھی بات''۔(بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اس میں عدوٰی کی سرے سے نفی کی ہے۔اس بات کو واضح کیا کہ کسی چیز کا کسی چیز میں کوئی اثر نہیں۔ بیماریوں والوں سے دور رہنے کا حکم اس کے خلاف نہیں۔جیسے یہ روایت ہے:''**لا یَردَنَّ مریض علی مصح**'' کیونکہ یہ ممانعت سد ذرائع کی قسم سے ہے کہ صحت مند بیمار کے ساتھ گذمڈ نہ ہو۔اور اسے وہ مرض لگ جائے پھر کم سمجھ یہ وہم کرنے لگے کہ یہ تعدیہ مرض کی وجہ سے ہے۔جس ے وہ گمراہی کا شکار ہو جاتے۔

ولا طیرة :یہ تطیر سے اسم ہے۔یہ نہی کے معنی میں ہے۔**لا تطیروا من شیٔ** ۔کسی چیز سے شگون نہ لو۔نہ سانح یعنی بائیں جانب سے آنے والے سے اور نہ بارح یعنی دائیں جانب سے آنے والے سے۔**ویعجبنی الفال قالوا وما الفال** :کیا ہے فال کی حقیقت اور وہ کونسا فال ہے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔تا کہ اسے ہم بھی اختیار کریں۔**قال کلمه طیبة** :مسلم کی ایک روایت''**الکلمة الصالحة یسمعها ادرکم**''مطلب یہ ہے کہ اچھی بات سنو تو اس سے اچھا ذہن میں لاؤ اور اگر قبیح خیال لاؤ تو وہ **الطیرہ** بدشگونی بن جائے گی۔

ابوزید نے فأل کو دونوں کلاموں کے سننے میں قرار دیا اور اس کیلئے روایت کے یہ الفاظ ہیں:''**الفال الحسن**''ابن خزیمہ نے اس سے''**لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر**''اور بخاری کی روایت **هامة** کے بعد یہ الفاظ ہیں''**قیل یا رسول اللّٰه البعیر یکون به الحرب**''احمد و ابن ماجہ نے ابن عمر سے **ولا هامة** کے بعد یہ الفاظ ہیں ''**الم تروا الی الابل' تکون فی الصحراء**''اس کو طبرانی نے بھی نقل کیا۔جامع کبیر میں **الفال** کے بعد **الحسن** کا لفظ بھی ہے۔طیالسی،احمد،ابوداؤد،ترمذی ابن ماجہ نے **الکلمة الطیبه** نقل کیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۴/۱۲۳۲۵).والبخاری (۵۷۵٦) ومسلم (۲۲۲۴) وابن ماجه (۳۵۳۸)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات کو نافع وضار سمجھ کر اس پر یقین کرنا چاہیے۔(۲) بدفالی اور شگون ممنوع ہیں۔(۳) اچھی چیز کو دیکھ کر اچھا خیال ممنوع نہیں ہے۔

۱۶۷۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ – وَإِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ ' وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۷۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی مرض متعدی نہیں نہ بدشگونی ہے اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو وہ گھر'عورت اور گھوڑے میں ہوتی''۔(بخاری ومسلم)

تشریح : لا عدوی ولا طیرة :اس مجموعہ میں ''لا حول ولا قوة'' والی پانچوں وجوہ جاری ہوسکتی ہیں۔فی شئ ففی الدار والمرأہ والفوس ان کا تذکرہ خاص طور پر کیا کیونکہ ان سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے۔اور اکثر لوگ انہی سے شگون لیتے ہیں۔پس جس کے دل میں ان میں سے کسی کے متعلق بات پیدا ہو وہ اس کے چھوڑ دے اور تبدیل کرے۔ بعض نے کہا عورت کی نحوست یہ ہے کہ جب وہ بچے نہ جننے والی ہو اور گھوڑے کی نحوست جب وہ غزوہ کے قابل نہ ہو اور اس پر جہاد نہ کرے اور گھر کی نحوست یہ ہے کہ اس کا ہمسایہ بُرا ہو۔اس کی تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے۔''شؤم الدار ضيق ساحتها وخبث جيرانها'' (صحن کا تنگ ہونا اور پڑوسیوں کا خراب ہونا ہے) شؤم المرأة عقر رحمها وسوء خلقها:(بچے جننے کے قابل نہ ہونا اور بداخلاق ہونا ہے)۔اور حاکم کی روایت میں اس طرح ہے۔''ثلاث من الشقاء ، المراة تراها تسوء ك او تحمل لسانها عليك، والدابة تكون قطوفا فان ضربتها اتعبتك وان تركتها لم تلحق اصحابك ، والدار تكون ضيقة قليلة المرافق''تین چیزیں سختی سے ہیں(۱) عورت کو جب تو دیکھے تو بری معلوم ہو یا تم پر اپنی زبان چلائے (۲) اور جانور جو سست رفتار ہو۔اگر تم اسے مارو تو تمہیں تھکا دے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو تو تمہیں ساتھیوں کے ساتھ نہ ملائے۔(۳) اور گھر جبکہ تنگ اور نایاب سہولیات والا ہو۔

ابن العربی کا قول: اس ارشاد میں حقیقی طور پر ان کی طرف نحوست کی نسبت نہیں کی گئی بلکہ زبانوں پر جاری ایک تعبیر ہے۔ جس سے مقصود اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو ناپسند کرے تو اس سے علیحدگی اختیار کرے تاکہ باطل اعتقاد دماغ میں نہ چمٹ جائے اور دیگر علماء نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے کو اس عذاب سے چھڑانے کیلئے علیحدگی اختیار کرلے۔سیوطی نے ابن ماجہ،دارقطنی نے ام سلمہ کی روایت میں ''السیف'' کا لفظ بھی نقل کیا ہے۔(التوشیح للسیوطی)

تخریج : أخرجه البخاری (۲۰۹۹) ومسلم (۲۲۲۵) وأبو داود (۳۹۲۱) والترمذی (۲۸۳۳) والنسائی (۳۵۷۱) ومالك ۱۸۱۷)

الفرائد : (۱) مہلب کہتے ہیں کہ یہ توبیخی کلام ہے۔جو شگون کو ترک نہ کرتا ہو اس کو فرمایا کہ اگر نحوست ہی ہے تو پھر ان

چیزوں کو بھی ترک کر دو جو کہ ہر وقت تمہیں لازم ہیں۔ یہ حدیث سند کی طرح ہے۔ تین چیزیں سعادت ہیں: (۱) نیک عورت' اچھا گھر (۳) اچھی سواری۔ تین چیزیں بد نصیبی ہیں: (۱) بری عورت (۲) خراب گھر (۳) بری سواری۔ (مسند احمد ۱/۱۴۴۵)

۱۶۷۸ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ " رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۸: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے وایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ کان لا یتطیر: کسی بھی چیز میں شگون نہ لیتے تھے۔ جیسا کہ یہاں معمول کا حذف ظاہر کر رہا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۳۰۰۷) وأبو داود (۳۹۲۰) وابن حبان (۵۸۲۷) والبيهقي (۱٤۰/۸)

الفرائد : (۱) بدفالی کی ممانعت ہے اچھے گمان کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۶۷۹ : وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : "اَحْسَنُهَا الْفَالُ – وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاَى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۷۹: عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں سب سے بہتر تو فال یعنی اچھا خیال کرنا ہے اور بد فال کسی مسلمان کو کام سے نہ روکے۔ جب تم میں کوئی ناپسند چیز دیکھے تو اس طرح کہے اے اللہ! آپ ہی بھلائیاں لانے والے ہیں اور آپ ہی برائیاں دفع کرنے والے ہیں اور برائیوں سے پھرنا اور بھلائی کی قوت آپ ہی کی مدد سے ہو سکتی ہے''۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ عروة بن عامر: ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ شگون سے متعلق ان کی روایات ملتی ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اصحاب سنن نے ان سے روایت لی ہے۔ حاشیہ اسد الغابہ میں ان کو تابعی لکھا ہے اور اسد الغابہ میں ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ابو احمد عسکری کہتے ہیں کہ عروہ بن عامر الجہنی انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً روایت کی ہے۔ ہم ان کا تذکرہ عروہ کے نام سے کیا ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے جامع التحصیل فی احکام المراسیل میں اس طرح سند ذکر کی ہے۔ ''سمعت ابی یقول روی الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عروہ بن

عامر قال سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الطیرہ فقال اصدقھا الفال''۔

بغوی کا قول: میرے والد کہتے تھے کہ یہ تابعی ہیں۔مگر مجھے تحقیق نہیں ہوئی کہ یہ تابعی ہیں یا صحابی؟ انہوں نے ابن عباس ﷺ اور عبید بن رفاعہ سے روایات نقل کی ہیں۔ان کو بہت سے علماء نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔نووی کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے،فتدبر۔**احسنھا الفال** : کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن ہے۔

اصمعیؒ کہتے ہیں: میں نے ابن عوف سے دریافت کیا کہ فاَل کیا ہے۔تو انہوں نے فرمایا مثلاً بیمار ہواور وہ سنے یا سالم۔اے صحت یاب یا کسی چیز کا متلاشی ہواور سنے یا واحد۔اے مقصد پانے والے۔

ابن اثیر کا قول: اس کے گمان میں مرض سے متعلق یہ بات آئے کہ وہ صحت یاب ہو جائے گا۔اور بدگمان آئے کہ وہ گمشدہ کو پالے گا۔آپ ﷺ نے فال حسن کو پسند فرمایا۔کیونکہ لوگ جب فائدے کی اللہ تعالیٰ سے امید لگاتے ہیں۔اور یہ کمزور، مضبوط سبب کے وقت اس کی عادت کے امیدوار ہوں تو وہ لوگ خیر پر ہیں۔خواہ امید کی جانب غلط ہوان کے لئے امید میں خیر ہے۔جب وہ اپنی امید اس سے منقطع کرلیں گے تو یہ ان کی شر والی حالت ہے۔

البتہ شگون اس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی ہے اور مصیبت کی توقع کرنا ہے۔**الطیرۃ** :یہ جنس ہے۔اور **الفال** یہ نوع کے معنی میں ہے۔

ولا ترد مسلما :یہ نفی نہی کے معنی میں ہے۔مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس سے واپس نہ لوٹے جس کا وہ ارادہ کرچکا۔اس شگون کی وجہ سے۔کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کسی چیز میں غیر اللہ کا ذرہ بھر اثر نہیں ہے۔

رای احد کم ما یکرہ :اگر کوئی ناپسند حالت سامنے آئے جس سے لوگ شگون حاصل کرتے ہیں۔تو یہ دعا پڑھے۔

''اللھم لا یأتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ إلا بك''

السیئات سے ناپسند چیزیں مراد ہیں۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۳۹۱۹)

الفرائد : (۱) اچھے گمان کی تاکید کی گئی ہے اور یہ بتلایا کہ بدفالی مسلمان کے عزم کو بدل نہیں سکتی۔ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔(۲) بدفالی کے ضرر کو دور کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔

۳۰۵ :بَابُ تَحْرِيْمِ تَصْوِيْرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ اَوْ حَجَرٍ اَوْ ثَوْبٍ اَوْ دِرْهَمٍ اَوْ دِيْنَارٍ اَوْ مَخَدَّةٍ اَوْ وِسَادَةٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ وَتَحْرِيْمِ اتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَآئِطٍ وَّسَقْفٍ وَّسِتْرٍ وَعِمَامَةٍ وَّثَوْبٍ وَّنَحْوِهَا وَالْاَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوْرَةِ

باب: حیوان کی تصویر قالین' پتھر' کپڑے' درھم' بچھونا' دینار یا تکیے وغیرہ پر حرام ہے اور دیوار' چھت' پردے' پگڑی' کپڑے وغیرہ پر تصاویر بنانا حرام ہے ان تمام تصاویر کو مٹانے کا حکم ہے

تشریح ۞ **الحیوان** :اس میں الف لام جنس کا ہے۔ **مخدة** :جو رخسار کے نیچے رکھا جائے۔ **وسادة** :جمع **وسادات و وسائد** ۔ ماقبل پر عطف ردیف کے قبیل سے ہے۔تکیہ یا جو رخسار کے نیچے رکھا جاتا ہے۔ **فی حائط و سقف** :عمارت، دیوار یا چھت پر تصویر بنانا۔سقف کی جمع سقوف ہے۔جیسے **فلس وفلوس وسقف** بروزن **نُعُل** یہ قلیل الاستعمال ہے۔قراء کہتے ہیں یہ سقیف کی جمع جیسا برید وبُرُد ۔ **عمامة** :اس کی جمع **عمائم** یعنی پگڑی۔ **وثوب ونحوها** :جو چیز بھی ہو اس میں اٹھائی ہوئی چیز کی تعظیم ہو۔ **باتلاف الصورة**:توڑ دیا جائے جبکہ پتھر،لکڑی سے ہو اور پھاڑ دیا جائے اگر کپڑا وغیرہ (پلاسٹک وغیرہ کو چیر دیا جائے)

۱۶۸۰ :عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ :اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو لوگ یہ تصویر بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان کو کہا جائے گا جو تم نے بنایا ان کو زندہ کرو''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **الصور** :صور سے ذی روح کی تصاویر مراد ہیں جیسا دوسرے ارشاد میں موجود ہے۔ کہ تصاویر بنانے والوں کو اس طرح عذاب دیا جائے گا۔''**یقال لهم احیوا ما خلقتم**'' دوسرا جملہ عذاب کی تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تذلیل وتوبیخ کیلئے ان تصاویر میں جان ڈالنے کو کہا جائے گا اور اس کی ان میں نہ قدرت ہے نہ ہو گی۔ **النحو** :یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دوسری خبر ہو (۲) ماقبل مرفوع فعل سے حال ہو۔

تخریج : أخرجه البخاری (۵۹۵۲۱) ومسلم (۲۱۰۸) والنسائی (۵۳۷۶)

الفرائد : (۱) ذی روح کی تصاویر بنانا حرام ہے۔(۲) مجبوری کی وجہ سے مجبور کرنے والے مجرم ہونگے مثلاً کرنسی، شناختی کارڈ وغیرہ۔

۱۶۸۱ : **وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَّقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِيْ بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَلَوَّنَ وَجْهُهُ! وَقَالَ: "يَا عَآئِشَةُ ' اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ! قَالَتْ :فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً اَوْ وِسَادَتَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

"الْقِرَامُ" بِكَسْرِ الْقَافِ هُوَ : السِتْرُ "وَالسَّهْوَةُ" بِفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَهِيَ : الصُّفَّةُ تَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْبَيْتِ وَقِيْلَ هِيَ :الطَّاقُ النَّافِذُ فِي الْحَآئِطِ۔

۱۶۸۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لائے میں نے ایک طاقچے (دیوڑھی) کو پردہ کے ساتھ' جس پر تصاویر تھیں' ڈھانپا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپؐ کے چہرے مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: ''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق میں مشابہت کرنے والے ہیں''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ہم نے اس کو کاٹ کر ایک یا دو تکیے بنا لئے۔ (متفق علیہ)

الْقِرَام: قاف کے کسرہ کے ساتھ پردے کو کہتے ہیں۔ سَهْوَة :سین مہملہ کے فتحہ کے ساتھ' وہ الماری جو گھر کے سامنے ہوتی ہے اور بعض نے کہا وہ روشن دان جو دیوار میں ہوتا ہے۔

تشریح ۞ **قد سترت سهوة لی** النَّحْو : یہ جملہ حالیہ ہے۔ **تماثیل** :ذی روح کی تصاویر مراد ہیں۔ **رأه**: دیکھا۔ **اشد الناس عذابا عند الله یوم القیامة** :مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے یا کفار میں سب سے زیادہ عذاب والے ہوں گے۔ کیونکہ اس نے کفر اور شدید گناہ تصویر کو جمع کیا۔ **یضاهون بخلق الله** :تخلیق میں اللہ تعالیٰ سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں کہ ان کی تصویر سے تخلیق ہوگی۔ **فجعلنا منه وساده او وسادتین** :اس سے حرام تصویر تو زائل ہوگئی۔ اگر اس کا مطلقاً بقاء دخول ملائکہ رحمت کیلئے مانع ہے کیونکہ اس کو بھی رسول اللہ ﷺ پسند نہ فرماتے تھے۔ اگرچہ مقام تذلیل میں صورت والے کپڑے کا استعمال حرام نہیں۔ البتہ ملائکہ رحمت کے داخلہ کیلئے مانع ہوگا اور حرام طریق سے تصویر بنائی ہو اور اس سے دور کر دیا جائے جس میں تصویر بنی تھی یا چھت وغیرہ میں۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس کی روایت کو حرام تصویر کے ازالہ سے مقید کیا جائے کیونکہ وہ تذلیل کیلئے بنائی گئی ہے۔ اور اس طرح بنانا درست ہے۔ **السهوة** :چبوترہ جو گھر کے پچھلی جانب سے بند ہو تو طاقچہ ہے۔

تخریج : باب الغضب اذا انکھت میں گزر چکی۔

الفرائد : (ا) گھروں میں تصاویر آویزاں کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اگر تصویر والے کو کاٹ کر روندا جانے والا گدا بنا لیا تو درست ہے۔

۱۶۸۲ :وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ فَيُعَذِّبُهٗ فِيْ جَهَنَّمَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَالَا رُوْحَ فِيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:" تمام مصور آگ میں جائیں گے اور اس کی ہر تصویر جو اس نے بنائی اس کے بدلے میں ایک جان دی جائے گی جو اس کو جہنم میں سزا دے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تم نے تصویر ضرور بنانی ہو تو درخت اور غیر ذی روح کی بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ فی النار : جبکہ اسے تحریم کا علم تھا اور اس سے حلال سمجھ کر کیا۔ اس پر اجماع ہے۔ ضرورۃً یہ چیز دین میں جانی پہچانی ہے۔ یا اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کی سزا یہی ہے۔ یہ دیگر کبیرہ گناہوں کی طرح ہے۔ مشیت الٰہی کے خطرے کے تحت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے بخش دیں گے۔ بکل مصورة : ہر تصویر کے سبب یا اس کے بدلے۔ فیعذبه فی جهنم : اللہ تعالیٰ اس کو تمام طبقات کو دوزخ میں عذاب دیں گے۔ نچلے طبقہ میں بھی ہو سکتا ہے اور اوپر والے طبقات میں بھی۔ نفس کی طرف عذاب کا اسناد مجاز عقلی کہلاتا ہے۔ قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما : یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ ہے۔ آپ نے اس آدمی کو فرمایا جس نے کہا میں تو تصویر کے علاوہ ایک حرف بھی نہیں جانتا۔ کہ اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو غیر ذی روح درخت، پہاڑ، زمین، مکانات وغیرہ کی تصاویر بناؤ۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۱۱۰) وأحمد (۱/۲۱۶۲)

الفرائد : (ا) مصور جتنی تصاویر بنائے گا اسی قدر سزا پائے گا۔ شوقیہ تصاویر بنانے اور بنوانے والے سب عذاب کی وعید میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔

۱۶۸۳ :وَعَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهِ الرُّوْحَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۸۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:" جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی تو اس کو قیامت کے دن اس میں روح ڈالنے کی تکلیف دی جائے گی اور وہ ڈال نہیں سکے

گا''۔(بخاری ومسلم)

تشریح صورۃ فی الدنیا :ذی روح کی تصویر۔ کلف :تا کہ اس کا عجز علی رؤس الاشھاد ظاہر ہو جائے۔ ان ینفخ فیھا الروح یوم القیامۃ :شاید کسی کے وہم میں اس کا امکان ہو تو اس کی مؤکد نفی میں لا کر لیس بنا فخ ،ظاہر کیا کہ یہ اس کی تبکیت وتذلیل کیلئے کیا جائے گا۔

تخریج : باب تحریم الکذب میں گزر چکی۔

الفرائد : (۱) روح پھونکنا انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ یہ صرف توبیخ وڈانٹ کیلئے کہا جائے گا۔ اس پر ذلت کی مار پڑے گی۔

۱۶۸۴ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ:''اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُصَوِّرُوْنَ''۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۶۸۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:''لوگوں میں سب سے سخت عذاب قیامت کے دن مصوروں کو ہوگا''۔(بخاری ومسلم)

تشریح اشد الناس عذابا :یہ مضمون کی تاکید سننے والے کو تاکید کرنے کیلئے ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ میں اس کو چھوڑ دیا گویا وہ پہلے مرحلے کی بات ہے۔ جب تاکید کا موقعہ آیا کہ جن اسباب سے یہ عذاب ہوتا ہے۔ ان میں کوئی پیش آیا۔ تو اس کی حالت منکر کی سی قرار دے کر تاکید ذکر کی۔ واللہ اعلم۔ یوم القیامہ :یہ عذاب کا ظرف ہے۔ عن اللہ :یہاں مرتبہ کے لحاظ سے پاس ہونا مراد ہے۔ مکان کے لحاظ سے مراد نہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ عذاب بہت بڑا ہوگا۔ المصورون :ذی روح کی تصاویر بنانے والے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٤٠٥٠) والبخاری (٥٩٥٠) ومسلم (٢١٠٩) والنسائی (٥٣٧٩) والطبرانی (١٠/١٩٤)

الفرائد : (۱) وہ تصاویر کا سبب ہیں۔ اگر وہ یہ کام ترک کر دیں تو لوگ بھی باز آجائیں۔ ذریعہ گناہ ہونے کی وجہ سے زیادہ عذاب کے حقدار بنے۔

۱۶۸۵ :وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :''قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَھَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ! فَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّۃً اَوْ لِیَخْلُقُوْا حَبَّۃً ' اَوْ لِیَخْلُقُوْا شَعِیْرَۃً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۶۸۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:''اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اس سے بڑا ظالم کون ہے کہ جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے لگا ہے پس ان کو چاہیے کہ ایک ذرّہ بنا کر دکھائیں یا ایک دانہ بنا کر دکھائیں یا ایک جَو (کا دانہ ہی) بنا کر دکھائیں"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **من اظلم ممن ذهب**: وہ آدمی سب سے بڑا ظالم ہے جو تصویر و تقدیر کے اعتبار سے میری مخلوق کی طرح بناتا ہے۔ ورنہ خلق بمعنی ایجاد تو مخلوق سے اصلاً ممکن ہی نہیں۔ **فليخلقوا ذَرّة**: ذرہ کا معنی چیونٹی ہے۔ بعض روات نے اس کو ضمہ سے کر دیا وہ درست نہیں۔ **حبة**: گندم کا دانہ۔ **شعيرة**: جو بھی غلہ جات کی ایک قسم ہے۔ او یہ تنویع کیلئے ہے۔ فا کے بعد لام کو ساکن یا کرہ دونوں درست ہیں۔ ان مقامات میں لام تعجیز و تبکیت کیلئے ہے۔ بعض اوقات کسی جماد کو بنانے کا حکم ہوگا یہ پہلے سے آسان تر ہے۔ مگر اس پر بھی ان کو قدرت نہ ہوگی۔

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٧٥٢٥) والبخاری (٥٩٥٣) ومسلم (٢١١١) وابن حبان (٥٨٥٩) وابن أبی شيبة (٨/٤٨٤) والبيهقی (٧/٢٦٨)

الفرائد: مصوروں کو سزا کا ایک سبب خلق باری میں شراکت کا مدعی بننے کی طرح ہے۔

١٦٨٦ : **وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "لَا تَدْخُلُ الْمَلَآئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔**

١٦٨٦: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ملائکہ سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ اس لئے کہ کراماً کاتبین اس وجہ سے جدا نہیں ہوتا۔ **بیتا**: گھر اور اس کے علاوہ دیگر مقامات۔ **فيه كلب**: شیخ ولی الدین عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ جب اس کے بنانے سے منع کیا گیا اور اس نے باز نہ رہتے ہوئے بنائی تو اس کو فرشتوں کی علیحدگی سے سزا دی گئی صحبت سے محروم کر دیا گیا اور یہ مخالف شرع پر ناراضگی کی وجہ سے ہوا۔ پس یہ آدمی برکت، استغفار اور طاعات پر اعانت سے خالی رہ گیا۔ اس کے مطابق فرشتوں کا داخلہ اس گھر میں ممنوع نہ ہوگا جہاں کتا ہے۔ اس کو بنیاد بنانے کی صورت میں یہ جائز ہوگا کہ ایک نص سے تخصیص والا معنی استنباط کیا جائے۔ بعض نے کہا۔ فرشتوں کے نہ آنے کی وجہ کتے کی نجاست ہے اور فرشتے مطہر و مقدس ہیں۔ بعض نے کہا وہ شیاطین سے ہیں جیسا بعض روایات میں آیا ہے اور ملائکہ ہر حال میں شیاطین کے دشمن ہیں۔ بعض نے کہا۔ فرشتے بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور ان سے شدید بدبو آتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں جن کتوں کا رکھنا حرام ہے وہ مراد ہیں اس طور پر کہ ان کے داخل نہ ہونے کی علّت یہ ہے کہ ممانعت کے بعد نافرمانی کی جو کہ نہی کے بعد بنانے کے خلاف ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (١٨٠١١) وأحمد (٤/١١٨٥٨) والبخاری (٣٢٢٥) ومسلم (١٢٠٦) وأبو داود (٤١٥٥) والترمذی (٢٨١٣) والنسائی (٤٢٩٣) وابن ماجه (٤٦٤٩) وابن حبان (٥٨٤٩) والطيالسی

(۱۲۲۸) والحمیدی (۴۳۱) وابن أبی شیبة (۸/۴۷۸) والبیقی (۷/۲۷۱)

الفرائد : (۱) رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ بقیہ تمام اقسام کے فرشتے تو اپنے اپنے کاموں کیلئے آتے جاتے ہیں کراماً کاتبین تو جدا ہی نہیں ہوتے۔

۱۶۸۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخَرَجَ فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ ' فَقَالَ : اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔
"رَاثَ" اَبْطَاَ ' وَهُوَ بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ۔

۱۶۸۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جبرائیل نے آنے کا وعدہ کیا پس انہوں نے دیر کر دی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات گراں گزری۔ پس آپ باہر نکلے تو جبرائیل آپ کو ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شکوہ کیا تو جبرائیل نے فرمایا: ''ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو''۔ (بخاری)

"رَاثَ": اس نے تاخیر کی۔ یہ لفظ تائے مثلثہ کے ساتھ ہے۔

تشریح ۞ ان یاتیہ اَلنَّحْوُ :مفعول کو فاعل پر اہتمام کیلئے مقدم کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ایک معین وقت پر آنے کا وعدہ کیا۔ **فراث علیہ** : آنے میں دیر ہوئی۔ **اشتد علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** :جبرئیل علیہ السلام کا دیر کرنا یا وہ غم آپ ﷺ پر گراں گزرا جو تاخیر کی وجہ سے لاحق ہوا تھا۔ **فخرج فلقیہ جبرئیل**: باہر نکلنے کے بعد جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ **فشکا الیہ** : نبی اکرم ﷺ نے اس کی شکایت کی' جو پریشانی آنے کے وقت میں تاخیر سے لاحق ہوئی تھی۔ **انا لا ندخل** : سابقہ پردے والی روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حکم ان ذی روح حرام تصاویر سے خاص ہے جو ممانعت کے بعد بنائی جائیں۔ اگر ایسا کرے گا تو ان کی برکت سے محروم ہو جائے گا۔

تخریج : أخرجه البخاری (۳۲۲۷)

الفرائد : (۱) ذی روح کی تصویر کی نحوست سے جبرئیل علیہ السلام اندر تشریف نہ لائے جبکہ آپ ﷺ کو علم ہی نہ تھا' جب علم ہوا تب آپ ﷺ نے فوراً پردے اتروا دیئے۔

۱۶۸۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَاعَةٍ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَجَآءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَاْتِهِ قَالَتْ :وَكَانَ بِيَدِهٖ عَصًا فَطَرَحَهَا مِنْ يَدِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ :"مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ" ثُمَّ الْتَفَتَ فَاِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ –

فَقَالَ : "مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ؟ فَقُلْتُ : وَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ بِهٖ ' فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ فَجَآءَهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَعَدْتَّنِيْ فَجَلَسْتُ لَكَ وَلَمْ تَأْتِنِيْ" فَقَالَ: مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ اَنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتاً فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ- رَوَاهُ مُسْلِمٌ-

١٦٨٨: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ٹائم میں آنے کا وعدہ کیا کہ وہ اس وقت میں آئیں گے لیکن وہ نہ آئے اور وقت آ گیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اس کو آپ نے اپنے ہاتھ سے یہ فرماتے ہوئے پھینک دیا کہ نہ اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس کے رسول۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی کہ کتے کا بچہ آپؐ کی چارپائی کے نیچے تھا اس پر آپؐ نے فرمایا: "یہ کتا کب داخل ہوا؟" میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں۔ آپؐ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا پس اس کو نکال دیا۔ تو اسی وقت جبرائیلؑ آ گئے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آپ نے مجھ سے وعدہ کیا اور میں آپ کے لئے بیٹھا رہا لیکن آپ نہیں آئے"۔ انہوں نے جواب دیا مجھے اس کتے نے روکے رکھا جو آپ کے گھر میں تھا۔ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (مسلم)

تشریح ۞ **واعد** ﷺ: مفعول کو اہتمام کیلئے مقدم کیا۔ **و کان بیدہ عصا** : یہ واعد پر جملہ معطوفہ ہے۔ (۲) رسول اللہ سے حال ہے۔ **فطرحھا** : وہ لاٹھی ڈال دی۔ **وھو یقول** ﷺ : یہ مضاف الیہ کی ضمیر سے جملہ حالیہ ہے۔ **ما یخلف اللّٰہ وعدہ** : اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیا ہوئے کسی وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ وعدہ کا لفظ خیر کیلئے آتا ہے اور شر کیلئے وعید کا لفظ ہے۔ **ولا رسلہ** : جمع رسول۔ اس میں ملائکہ بھی شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿جاعل الملائکۃ رسلاً﴾ [فاطر:١] **جرو** ﷺ : یہ قِنْوٌ کے وزن پر ہے۔ کتے کا بچہ درندے کے بچے کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس میں جیم کا فتحہ وضمہ بھی مستعمل ہے ہر چیز کے بچے کو جرو کہتے ہیں۔ (ابن سکیت)۔ **واللّٰہ ما دریت بہ** : ظاہر ہے کہ یہ کتے کا بچہ آپ کے گھر میں تھا۔ **فامر بہ فاخرج** : پہلے فعل میں مفعول بہ کو حذف کیا اور دوسرے میں فاعل کو حذف کیا۔ کیونکہ اس کے واقعہ کی طرف توجہ کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پہلا فعل معروف اور دوسرا مجہول ہے۔ **وعدتنی** : یعنی معینہ وقت میں تم نے آنے کا وعدہ کیا۔ **فجلست لک** : میں تیرے انتظار میں بیٹھا یا تیری خاطر بیٹھا۔ ﷺ : پہلی صورت ظرف مستقر حال ہے اور دوسری صورت میں جلس کا صلہ ہے۔ **منعنی الکلب الذی** : اس سے علامہ عراقی کے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ کہ مطلقاً فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا ہو۔ اگرچہ گھر والوں نے وہ نہ پالا ہو۔ کیونکہ کتے کا وجود گھر میں فرشتوں کے داخلہ کو روک لیتا ہے۔ خواہ وہ نادانستہ طور پر داخل ہوا ہو۔ تو جہاں کتے کا وجود معلوم ہو وہاں داخل نہ ہونا بدرجہ اولیٰ ہے۔ اگرچہ ثواب کی کمی والی روایت اس بات سے مقید ہے کہ وہ اس آدمی نے پالا ہو جس کی ضرورت نہیں (شوقیہ پالنا) کیونکہ وہ زیادہ قوی روایت ہے۔ اس لئے قصداً مخالفت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ **ولا صورۃ** : کتے کی تصویر یا وہ تصاویر جن کا بنانا حرام ہے یعنی ذی روح کی تصاویر وہ مراد ہیں۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢١٠٤)

الفرائد : لاعلمی میں کتے کا ایک بچہ اندر گھس آیا جو جبرئیل علیہ السلام کے اندر آنے سے رکاوٹ بنا رہا۔ آج کل تو کونسا گھر ہے جو تصاویر کی اس لعنت سے بچا ہے۔ بلکہ لوگوں نے عبادت خانوں میں تصاویر کے فریم آویزاں کر رکھے ہیں۔

١٦٨٩ : وَعَنْ اَبِی التَّیَّاحِ حَیَّانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ :قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ : اَلَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ لَّا تَدَعَ صُوْرَۃً اِلَّا طَمَسْتَھَا ' وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

١٦٨٩: حضرت ابی التیاح حیان بن حصین کہتے ہیں کہ مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اسی کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ تو جس تصویر کو دیکھے اس کو مت چھوڑ۔ یہاں تک کہ اس کو مٹا دے اور کسی بلند قبر کو پائے تو اسے برابر کر دے۔ (مسلم)

تشریح ۞ ان کی کنیت ابو الہیاج بھی ہے۔ قبیلہ بنو اسد سے ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ثقہ اوساط تابعین میں سے ہیں۔ الا تدع صورۃ : کسی حرام تصویر کو مت چھوڑو۔ اس کو ہاتھ سے مٹا ڈالو۔ ولا قبرًا مشرفا : اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا احرام تصاویر منکرات قبیحہ سے ہے جس کا ازالہ حکام کی ذمہ داری ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٧٤١) ومسلم (٩٦٩) وأبو داود (٣٢١٨) والترمذی (١٠٥١) والنسائی (٢٠٢٠) وعبد الرزاق (٦٤٨٧) والطیالسی - ١٥٥) وأبو یعلی (٦١٤)

الفرائد : (١) نہ تصویر سازی درست ہے اور نہ بلند قبریں بنانا درست ہے۔

٣٠٦ : بَابُ تَحْرِیْمِ اتِّخَاذِ الْکَلْبِ اِلَّا لِصَیْدٍ اَوْ مَاشِیَۃٍ اَوْ زَرْعٍ

باب : کتا رکھنے کی حرمت مگر شکار‘ چوپائے اور کھیتی کی حفاظت کے لئے

تشریح ۞ یعنی ان کی حفاظت ونگہبانی کیلئے گھر کی حراست بھی اسی میں داخل ہے مسلمہ کی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

١٦٩٠ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ :"مَنِ اقْتَنٰی کَلْبًا اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ اَوْ مَاشِیَۃٍ فَاِنَّہٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِہٖ کُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ : "قِیْرَاطٌ"۔

١٦٩٠: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جس

نے کتا پالا سوائے شکار کے لئے یا چوپائیوں کی حفاظت کے لئے تو اس کے اجر میں سے ہر روز دو قیراط کم ہو جاتے ہیں"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **من اقتنیٰ** : پالنا۔ جو تجارت کیلئے نہ ہو۔ **کلباً الا کلب صید** : شکار وغیرہ کے علاوہ کتا پالنا (شوق وغیرہ) درست نہیں۔ **الماشیه** : اونٹ بکریاں بعض نے گائے کو صرف **ماشیه** کہا۔ (المصباح)

من اجره : اعمال کے اجر سے دو قیراط کم ہوتے ہیں۔

تخریج : أخرجه مالك (١٨٠٨) وأحمد (٢/٤٤٧٩) والبخارى (٥٤٨٠) ومسلم (١٥٧٤) والترمذى (١٤٩٢) والنسائى (٤٢٩٥) وابن حبان (٥٦٥٣) وابن أبى شيبة (٥/٤٠٨) والبيهقى (٦/٩)

الفرائد : (۱) شوقیہ کتا پالنے والے اپنے نامہ عمل میں بہت بڑے اجر سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کتوں سے بوس وکنار جن کا شعار ہو ان کا کیا حال ہوگا۔

۱۶۹۱ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ یَوْمٍ قِیْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِیَةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ – وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ :"مَنِ اقْتَنٰی كَلْبًا لَیْسَ بِكَلْبِ صَیْدٍ ، وَّلَا مَاشِیَةٍ ، وَّلَا اَرْضٍ ، فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِیْرَاطَانِ كُلَّ یَوْمٍ۔

۱۶۹۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی کتے کو باندھا اس کے عمل میں سے ایک قیراط کم ہو جاتا ہے۔ مگر شکاری یا مویشیوں کی حفاظت والا کتا"۔ (بخاری ومسلم)
اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں جس نے ایسا کتا پالا جو نہ شکار کے لئے ہو اور نہ چوپائیوں اور زمین کی حفاظت کے لئے تو اس سے اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوتے ہیں۔

تشریح ۞ **کلبا** : جس نے کتا پالا اس کے اعمال کے اجر میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن التین نے کہا۔ جو گزرے ان میں سے کم ہونا تو درست نہیں بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ اس کا عمل اس جیسا کامل نہیں جیسا کتا نہ رکھنے والے کا ہوتا ہے۔ مگر ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابن تین کی یہ بات درست نہیں۔ صاحب بحر نے اجر کے متعلق اختلاف نقل کیا ہے کہ کیا ماضی کے عمل سے کمی کی جاتی ہے یا مستقبل کے عمل سے؟ اور **قیراطان**۔ یہ دن کے اعمال سے کم ہوتے ہیں یا رات کے اعمال سے؟ یا ہر ایک میں سے ایک ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ایک قیراط خاوند کے عمل سے اور ایک بیوی کے عمل سے کم ہوتا ہے۔

مسلم کی روایت میں ایک قیراط کا تذکرہ ہے۔ اور **اقتنی** کی بجائے **امسك** کا لفظ لائے ہیں۔ اور ایک روایت مسلم میں **ماشیة** کے بعد **والارض** کے الفاظ زائد ہیں۔ یعنی گھر، کھیتی وغیرہ کی حفاظت کیلئے۔

ابن عبدالبر کا قول: کمی کی وجہ یہ ہے کہ کتے کے بارے میں اور بھی دینی مسائل ہیں کہ جس برتن میں یہ منہ ڈال دے اسے سات مرتبہ دھویا جانا مکلّف کیلئے اس کو قائم رکھنا مشکل ہے اور اس سے بچنا اور زیادہ مشکل ہے۔ بسا اوقات اس کو رکھنے کی وجہ سے ایسی چیزیں پیش آئیں گی جو اس کے اجر کو کم کر دیں گی۔

حکایت: منصور عباس نے عمر بن عبید سے پوچھا کہ ثواب میں کتے کی وجہ سے کمی کیوں آتی ہے؟ مگر وہ نہ بتلا سکا تو منصور خود کہنے لگا ''کیونکہ یہ کمزور کو بھونکتا اور سائل کو ڈراتا ہے''۔

ابن حجر کا ارشاد: مذکورہ نقص (قیراط اور قیراطین) میں: (۱) احتمال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کتا رکھنے والے کو رسوائی کی سزا دے اور عمل کی توفیق چھن جائے۔ جو ایک قیراط کی مقدار ہو ان اعمال میں سے جو وہ اچھے عمل کرتا تھا اگر وہ کتا نہ پالتا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کتا پالنے کو مکروہ قرار دیا جائے۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے۔ اس کے پالنے سے جو گناہ ملا وہ ایک قیراط یا دو قیراط کے برابر ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کے عمل صالح کا اجر اتنا کم ہو جائے جتنا کتا پالنے کی وجہ سے گناہ ہوا۔ اور وہ ایک قیراط یا دو قیراط ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کو حرام قرار دیں۔ دو روایتیں مختلف ہیں۔ (۱) بعض نے کہا زائد پر حکم لگے گا۔ کیونکہ اس راوی نے وہ بھی یاد رکھا جو پہلے اس نے نہ رکھا۔ معاملہ اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ایک قیراط کمی کی اطلاع دی اس کو راوی اول نے سنا پھر دوسری مرتبہ دو قیراط کمی کی خبر دی جو تاکید و نفرت دلانے میں پہلے سے بڑھ کر تھی۔ جس کو دوسرے راوی نے سنا۔ (۲) بعض نے کہا اس کو تو مختلف حالتوں پر محمول کریں گے۔ اس کو پالنے کی وجہ سے گندگی کی کثرت ہوگی تو دو قیراط کم ہوگا۔ ایک قیراط گندگی کی کمی کے لحاظ سے ہے۔ (۳) بعض نے کہا کہ دو قیراط خاص مدینہ منورہ کے لحاظ سے ہے اور دوسری جگہوں میں ایک قیراط (۴) دو قیراط شہروں کیلئے اور ایک قیراط دیہاتوں کیلئے۔ اور پھر دیہات کی آبادی کی قلت و کثرت کے لحاظ سے فرق ہوگا۔

نماز جنازہ اور اس کے ساتھ جانے میں دو قیراط کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے کہا جی ہاں۔ اور بعض نے کہا جنازہ میں جو کچھ ملتا ہے وہ محض فضل ہے اور جو یہاں ملتا ہے وہ سزا کے طور پر ہے۔ اور فضل کے باب میں دوسروں کی نسبت زیادہ وسعت ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷٦۲۵) والبخاری (۲۳۲۲) ومسلم (۱۵۷۵) وأبو داود (۲۸٤٤) والترمذی (۱٤۹٤) والنسائی (٤۳۰۰) وابن ماجه (۳۲۰٤) وابن حبان (٥٦٥۲) وابن أبی شيبة (٥/٤۰۹) والبیهقی (۱/۲٥۱)

الفوائد: (۱) بلاضرورت پالنے سے اجر میں کمی کا حکم فرمایا گیا۔ ضرورت قانون نہیں بنتی ضرورت ہی رہتی ہے۔

۳۰۷ :بَابُ كَرَاهِيَةِ تَعْلِيقِ الْجَرَسِ فِي الْبَعِيرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الدَّوَآبِّ وَكَرَاهِيَةِ اسْتِصْحَابِ الْكَلْبِ وَالْجَرَسِ فِي السَّفَرِ

بَابٌ: سفر میں اونٹ وغیرہ جانوروں پر گھنٹی باندھنا مکروہ ہے اور سفر میں کتے اور گھنٹی کو ساتھ لے جانا بھی مکروہ ہے

تشریح ۞ **الجرس** :ابوالبحر کہتے ہیں یہ آواز کا نام ہے۔ جرس ہلکی آواز کو کہتے ہیں اس کی جمع اجراس جیسے سبب و اسباب۔ معروف لفظ جلا جل ہے۔ **فی البعیر** :بعیر کا لفظ نر و مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ **الدواب** :جمع دابۃ یہاں اس سے مراد کھر والے جانور مراد ہیں۔ سیوطی کہتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے اس لئے ہے کہ یہ آواز کے ذریعہ گھنٹی والوں کے متعلق خبر دیتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ دشمن کو بالکل اطلاع نہ ملے تاکہ وہ اچانک حملہ آور نہ ہو۔ (النہایہ)
كراهة استصحاب الكلب والجرس فى السفر :کراھہ معطوف ومعطوف علیہ سے یہ ظرف محل حال میں ہے۔ ''ای کائنین فیه '' یہ کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ بلا قید لانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ **السفر** :کو سفر کہنے کہ وجہ یہ ہے کہ یہ آدمی کے اخلاق کو روشنی کرتا ہے۔

۞ ۞ ۞

۱۶۹۲ :عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **لا تصحب الملائكة** :اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں۔ علامہ عراقی کہتے ہیں: (۱) احتمال یہ ہے کہ مطلقاً ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ (۲) حفاظت کے لیے ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔ یعنی حفاظت واستغفار ''اللّٰهم انت الصاحب فى السفر''۔ **رفقة**: سفر کے ساتھ۔ جب جدا ہو جائیں تو رفقہ بولا نہیں جا سکتا۔ بنوقیس **رفقة** جمع **رِفَق** : جیسے سدرۃ وسدر۔
فيها كلب :جس کے رکھنے کی اجازت نہیں۔
نووی کہتے ہیں: جو اس کو دیکھے اور روکنے سے عاجز ہو تو کہ ''**اللهم انى ابرأ اليك مما فعله هؤلاء فلا تحرمنى ثمرة صحبة ملائكتك وبركتهم**''
تخريج : أخرجه أحمد (۳/۸۳۴۵) ومسلم (۲۱۱۳) وأبو داود (۲۵۵۵) والترمذى (۱۷۰۹) والدارمى

(۲۶۷٦) وابن حبان (۴۷۰۳) والبیهقی (۵/۲۵۳)

الفرائد : (۱) سفر میں کتے کو ساتھ لینے اور گھنٹی باندھنے کو برکات سے محرومی کا باعث قرار دیا کیونکہ فرشتوں کی وجہ سے برکت ہوگی۔

۱٦۹۳ : وَعَنْ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "الْجَرَسُ مِنْ مَّزَامِیْرِ الشَّیْطَانِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ۔

۱٦۹۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "گھنٹی شیطان کا باجا ہے"۔ (ابوداؤد) شرط مسلم پر صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ الجرس :سیوطی کہتے ہیں۔ جرس سے جلجل مراد ہے جو جانوروں کی گردن میں ہوتی ہے۔ ابن رسلان کہتے ہیں کراھۃ کا سبب مزمار شیطان ہونا ہے۔ اسی وجہ سے سننے والے کو کان پر انگلی رکھنی چاہیے تا کہ وہ اسے نہ سن پائے' جو حرام آلات کے قریب رہتا ہو اور ان کے ازالہ سے عاجز ہو۔ تو ان کا غور سے سننا حرام ہے۔ البتہ ویسے کان میں پڑ جانے سے اس پر گناہ نہ ہوگا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۸٦۰) ومسلم (۲۱۱۴) وأبو داود (۲۵۵٦) وابن حبان (۴۷۰۴) والبیهقی (۵/۲۵۳)

الفرائد : گھنٹی شیطان کا باجہ ہے اور شیطان کو محبوب اب تو یورپ کی خباثت نے موبائل ہر ایک کے ہاتھ میں دے کر شیطان کا باجہ ساتھ کر دیا۔ اصل علت ممانعت یہی ہے۔

۳۰۸ :بَابُ کَرَاھَۃِ رُکُوْبِ الْجَلَّالَۃِ وَھِیَ الْبَعِیْرُ اَوِ النَّاقَۃُ الَّتِیْ تَاْکُلُ الْعُذْرَۃَ ، فَاِنْ اَکَلَتْ عَلَفًا طَاھِرًا فَطَابَ لَحْمُھَا زَالَتِ الْکَرَاھَۃُ

باب : گندگی کھانے والے اونٹ یا اونٹنی پر سواری مکروہ ہے پس اگر وہ پاک چارا کھانے لگے تو اس کا گوشت ستھرا اور کراہت سے پاک ہے

تشریح ۞ الجلالہ : گندگی کھانے والے اونٹ اور اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ کراہت اس وقت ہے جب اس کی عام

عادت ہو اور گندگی کی بدبو اس پر ظاہر ہو۔ ان اکلت علفا : اگر نجاست کے بعد اس نے پاک چارہ کھالیا تو اس کا گوشت درست ہے جبکہ نجاست کی بدبو نہ ہو اور زوال سبب سے کراہت بھی جاتی رہے گی۔

۱۶۹۴ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُّرْكَبَ عَلَيْهَا – رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۶۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے اونٹوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ان یرکب علیها : یہ جلالہ سے عطف بیان ہے۔ (نفرت دلانے کیلئے اس پر سواری کی ممانعت فرمائی) تا کہ نفاست طبائع میں خوب جاگزین ہو جائے۔ مستدرک میں اس روایت کے آخر میں ''وانه شرب من البانها'' کے الفاظ بھی ہیں۔ کہ ایسی اونٹنی کے دودھ پینے سے بھی منع فرمایا۔

تخریج :أخرجه أبو داود (٢٥٥٨) والحاكم (٢/٢٢٤٨)

الفرائد : (۱) گندگی کھانے والے جانوروں پر سواری ان کا گوشت کھانے اور دودھ استعمال کرنے سے روکا گیا۔ یہ فطری نفاست کے خلاف ہے۔

۳۰۹ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْاَمْرِ بِاِزَالَتِهٖ مِنْهُ اِذَا وُجِدَ فِيْهِ، وَالْاَمْرُ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْاَقْذَارِ

باب : مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور اس کو دُور کرنے کا حکم جب وہ مسجد میں پایا جائے، گندگیوں سے مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم

تشریح البصاق : اس میں تین لغات ہیں۔ ایک لغت سین سے بھی ہے۔ والامر : یہاں امر استحباب کیلئے ہے۔ وجد فیه : جب خود اس کی طرف سے یا دوسرے کی طرف سے پائی جائے۔ والامر بتنزیه المسجد : گندگی سے مسجد کو پاک رکھنا واجب ہے۔ مثلاً نجاست، غسل کا پانی، کھانا کھانا جس سے جگہ ملوث ہو جائے۔ اس سے بھی صفائی ضروری ہے اور ایسا نہ ہو تو مستحب ہے۔

۱۶۹۵ : عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''الْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ

وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا اَوْ رَمْلًا وَّنَحْوَهُ فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهٖ– قَالَ اَبُو الْمُحَاسِنِ الرُّوْيَانِيُّ فِيْ كِتَابِهِ الْبَحْرِ :وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا اَوْ مُجَصَّصًا فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ كَمَا يَفْعَلُهٗ كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْجُهَّالِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِلْقَذْرِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَمْسَحَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِيَدِهٖ اَوْ غَيْرِهٖ اَوْ يَغْسِلَهٗ۔

۱۶۹۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا منع ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

اور مقصد یہ ہے کہ جب مسجد میں مٹی یا ریت وغیرہ ہے تو مٹی کے نیچے تھوک کو چھپا دیا جائے چنانچہ ابوالحاسن رویانی نے اپنی کتاب البحر میں ایسے ہی ذکر فرمایا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تھوک کے دفن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مسجد سے نکال دیا جائے لیکن جب مسجد پختہ چونا گچ ہو تو تھوک کے جھاڑو کے ساتھ وہیں مل دیا جائے جیسا کہ بہت سے ناواقف لوگ اسی طرح کرتے ہیں تو یہ دفن کرنا نہیں ہے بلکہ گناہ میں زیادتی ہے اور مسجد کو مزید گندہ کرنا ہے اور جو شخص یہ کام کرے اس کو چاہئے کہ وہ اس کے بعد اپنے کپڑے (رومال وغیرہ) یا اپنے ہاتھ وغیرہ سے اس کو صاف کر ڈالے یا دھو ڈالے۔

تشریح ۞ کفارتھا: ہمیشہ کے گناہ سے بچنے کی راہ اس کا دفن کرنا ہے اصل فعل کا کفارہ تو توبہ ہے یا اللہ تعالیٰ کا فضل یا نیک عمل اس لئے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے۔ **دفن** سے مراد یہ ہے جبکہ مسجد میں مٹی ریت ہو تو اس میں چھپا دے علامہ ابو المحاسن رویانی کہتے ہیں کہ دفن کا مطلب مسجد سے ان کا نکال پھینکنا ہے اور یہ کلمہ نزاھہ مسجد کے زیادہ بلیغ ہے۔ اور اگر **مبلطًا**: بلاط ہر وہ چیز خواہ پتھر ہو یا کچھ اور جس سے فرش لگایا جائے۔ **مجصصا**: چونا۔ (سیمنٹ) لگا ہوا۔ تو پھر رگڑنے سے تو فرش مزید ملوث ہوگا اور گندگی پھیل جائے گی۔ کپڑے سے صاف کر یا پانی سے دھو ڈالنے تاکہ معصیت وتعدی کا ازالہ ہو جائے۔

علامہ رویانی: طبرستان کے قریب رویان شہر کے رہنے والے تھے نام عبدالوحد ابن اسماعیل رویانی تھا۔ ۵۳۰ء میں محرم میں ان کو شہید کر دیا گیا۔

تخریج: أخرجه البخاری (٤١٥) ومسلم (٥٥٢) وأبو داود (٤٧٤) والترمذی (٥٧٢) والنسائی (٧٢٢)

الفوائد: مساجد کی نظامت کا حکم ہے۔ (۲) آج کل مساجد کے پختہ صحن ہیں تھوک سے ملوث ہو کر نمازیوں کی تکلیف کا باعث بنے گا۔ مسجد سے باہر تھوک ڈالے۔

۱۶۹۶ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْ بُزَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهٗ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۶۹۶: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی دیوار میں رینٹھ یا تھوک یا بلغم دیکھی تو اس کو کھرچ دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ القبلة مخاطا او بزاقا او نخامة :تھم و نھامه سینہ یا ناک سے رینٹھ کا ازالہ کرنا۔

مطرزی نے کہا: تا کہ ناک سے نکلنے والے مواد کو نحاعه اور نخامه کہتے ہیں۔

ابن النحوی: واوَ۔ یہ شک راوی کیلئے ہے۔ فحکّه :مسجد سے گندگی کا ازالہ کرنا اوا سکی تطہیر میں جلدی کرنا۔

تخریج : أخرجه مالك (٤٥٧) والبخاری (٤٠٧) ومسلم (٥٤٩)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعظیم کیلئے آپ نے اپنے دست مبارک سے اس رینٹھ کو کھرچ دیا تا کہ امت افعال حسنہ میں پیروی کرے۔ (۲) تھوک اقذار سے ہے۔ اس لیں مسجد کو بچانا چاہیے۔

۱۶۹۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ اِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، وَقِرَآءَةِ الْقُرْآنِ" اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ مسجدیں اس پیشاب یا گندگی کے لائق نہیں۔ بے شک وہ اللہ کی یاد کے لئے ہیں اور قرآن کی قراءت کے لئے ہیں یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (مسلم)

تشریح ۞ هذه المساجد :الف لام جنس کا ہے۔ هذا البول :جیسا کہ اس بدو نے کر دیا۔ ولا للقذر: یہ تمام گندگی کی چیزوں کو شامل ہے۔ جس سے مسجد کی تلویث ہو خواہ وہ ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ هي لذكر الله: یہ اللہ تعالیٰ کی یاد قراءت قرآن کے مناسب ہیں اور اسی کیلئے بنائی گئی ہیں۔ او کما :یہ شک راوی کیلئے لائے کہ آپ ﷺ نے وہی لفظ فرمائے یا اس سے مختلف۔

فَائِدَہ : مسجد کو تھوک، رینٹھ اور بدن کی میل کچیل، بال ناخن سے پاک رکھنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس سے تلویث لازم آتی ہو اس سے صاف رکھنا واجب ہے۔ مثلاً مستعمل پانی وغیرہ۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٨٥)

الفرائد : (۱) مسجد عبادت کا مقام ہے۔ مقام عبادت کو اقذار سے صاف رکھنا ضروری ہے۔

۳۱۰ :بَابُ كَرَاهَةِ الْخُصُوْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيْهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ وَالْإِجَارَةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْمُعَامَلَاتِ

باب : مسجد میں جھگڑا اور آواز کا بلند کرنا مکروہ ہے

اسی طرح گم شدہ چیز کے لئے اعلان کرنا' خرید وفروخت' اجارہ (مزدوری) وغیرہ کے معاملات بھی مکروہ ہیں

تشریح ۞ الخصومة رفع الصوت فيه : جھگڑا اور بلند آواز اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو۔ مکروہ ہے بشرطیکہ اس سے سونے والے، نمازی وغیرہ کو تکلیف معمولی ہو اور اگر زیادہ تکلیف ہو تو حرام ہے۔ ونشد الصالة : گم شدہ چیز کے متعلق سوال کرنا۔ نشد (ن) انشد مصدر ہے۔ اور انشدۃ اسم ہے۔ اور النشدان بھی آتا ہے۔ والبیع واشراء: کیونکہ یہ دنیوی چیزیں ہیں اور مساجد دینی کاموں اور عبادات کیلئے بنی ہیں۔ اس سے نکاح وغیرہ معاملات خارج ہیں کیونکہ ان کا دین سے بھی تعلق ہے۔ نکاح کا مسجد میں کرنا مستحب ہے۔ ترمذی میں روایت وارد ہے: ''أعلنوا النكاح واجعلوه فی المساجد''۔

۱۶۹۸ : عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :''مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ :لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۶۹۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو آدمی کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنیں تو اس کو کہہ دینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز اللہ تجھے نہ لوٹائے یہ مسجد اس لئے نہیں بنی''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ينشد ضالة : حیوان گم شدہ کیلئے تو الضائع کا لفظ آتا ہے خواہ مؤنث ہو یا مذکر اس کی جمع ضوال ہے جیسے دابة ودواب ، حیوانات کے علاوہ کیلئے ضائع قلیل الاستعمال ہے۔ ینشد تلاش کرنا۔ یہاں ضالہ میں حیوان وانسان واشیاء سب ہی مراد ہیں۔ لا ردها الله عليك : یہ بددعا اس سبب کو واضح کرتی ہے کہ مسجد کو تم غلط استعمال کر رہے ہو وہ اس لئے نہیں بنائی گئیں۔ کسی چیز کا غیر محل میں استعمال غلط ہے۔ البتہ بعض نے کہا کہ فقط علیک کا لفظ کہہ دے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹٤٤۸) ومسلم (٥٦۸) وأبو داود (٤٧٣) وابن ماجه (٧٦٧) وابن حبان (١٦٥١) وابن خزيمة (١٣٠٢) وأبو عوانة (١/٤٠٦) والبيهقى (٢/٤٤٧)

الفرائد : (۱) مسجد عبادت کیلئے بنائی گئی ہے۔اس میں گم شدہ کا اعلان یا آواز کا بلند کرنا غلط استعمال کی قسم سے ہے اس لئے ممنوع ہے۔

١٦٩٩ : وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِى الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا : لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ : وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فَقُوْلُوْا لَا رَدَّهَا عَلَيْكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۶۹۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی کوئی چیز مسجد میں بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے تو یوں کہو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ جب تم کسی کو دیکھو وہ گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو اللہ تیری گمشدہ چیز کو واپس نہ کرے۔ (ترمذی)

تشریح ۞ رایتم : یہ روایت بصری کیلئے بھی آتا ہے۔اور جاننے' لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔اندھے کے جاننے کیلئے اور جو اندھیرے میں ہو یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

یبیع او یبتاع فی المسجد :او بیان نوع کیلئے ہے۔ **المسجد** کا الف لام جنس کا ہے دوسرے فعل نے اس میں عمل کیا ہے۔ **لا اربح الله تجارتك**: یہ کہنا مستحب ہے۔کہ تیری تجارت میں نفع نہ ہو تو آخرت کی تجارت گاہ میں اس کو لے آیا اس کا مقام تو بازار اور مسجد کے باہر جگہ تھی۔ **من ینشد ضالة** : جامع الکبیر میں **ینشد** کے بعد **فیه** کا اضافہ نقل کیا ہے۔دلالت سیاق وسباق اسی پر موجود ہے۔ **لا ردها الله** کہنا مستحب ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذى (١٣٢٥) والنسائى (١٧٦) والدارمى (١٤٠١) والحاكم (٢/٢٣٣٩) وابن حبان (١٦٥٠) وابن خزيمة (١٣٠٥) وابن الجارود (٥٦٢) وابن السنى (١٥٣) والبيهيق (٢/٤٤٧)

الفرائد : (۱) مسجد میں بیع شراء ممنوع ہے۔گمشدہ کو تلاش کرنا یا اس کا اعلان بھی ممنوع ہے۔آپ نے ایسی حرکت کرنے والے بد عادی ہے۔

١٧٠٠ : وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ : مَنْ دَعَا اِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا وَجَدْتَ ، اِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۰: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا اور کہا کہ کون ہے جو

مجھے سرخ اونٹ کے بارے میں بتادے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کو نہ پائے بے شک مسجدیں تو اسی کام کے لئے بنائی گئیں جس کے لئے بنائی گئیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **رجلاً** :اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ **من دعا الی** :بقول حافظ اس کا معنی تعارف و پہچان کرانا ہے۔ **الجمل الاحمر** یہ دعا کا مفعول ہے۔ **لا وجدت** پہلی حدیث اور اس کو سامنے رکھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اصل مقصود مسجد میں گمشدہ کو تلاش کرنے والے کو بددعا دے کہ اللہ کرے وہ تمہیں نہ ملے اور وارد الفاظ میں سے ایک پر بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔ **لما بنیت له** :مسجد تو نماز، ذکر اور علم دین پھیلانے کیلئے بنائی گئی ہے۔

تخریج: أخرجه مسلم (٥٦٩) وعبد الرزاق (١٧٢١) وابن أبی شیبة (٢/٤١٩) والسنائی (١٧٤) والطیالسی (٨٠٤) وأبو عوانة (١/٤٠٧) والبیهقی (٢/٤٤٧)

الفرائد : (۱) مسجد میں خرید وفروخت کرنے والے کو بددعا دی کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے گھر کی توقیر میں کوتاہی کی تھی۔ (۲) ''وضع الشی غیر محله ظلم''۔

۱۷۰۱ :وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّرَآءِ وَالْبَيْعِ فِی الْمَسْجِدِ وَاَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ اَوْ يُنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۰۱: حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے یا اس کے اندر (غیر شرعی) شعر پڑھے جائیں۔ (ابوداؤد و ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ (عمرو اپنے دادا سے جو کہ والد شعیب ہیں) شعیب کے والد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ **عن الشروا بیع** اَلنَّحْوُ :یہ کاتنین سے متعلق ہو کر خبر ہے۔ **فی المسجد**: کیونکہ مساجد اس مقصد کیلئے نہیں بنائی گئیں۔ **ان تنشد فیه ضالة** :اس بات پر بھی منع فرمایا کہ اس میں گمشدہ چیز کو ڈھونڈا جائے اور تلاش کرنے والے **لا راد اللّٰہ ضالتك** کہا جائے۔ **ان ینشد فیه شعر** :جو کہ توحید، مدح رسول وغیرہ دینی مضامین پر مشتمل نہ ہوں۔

تخریج : أخرجه أبو داود (١٠٧٩) والترمذی (٣٢٢) والنسائی (٧١٣) وابن ماجه (٧٤٩)

الفرائد : (۱) شور وشغب کرنا اور مفاخرت ومباہات اور غزلیات کے اشعار مسجد میں نا جائز ہیں۔

۱۷۰۲ : وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ الصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ :''اِذْهَبْ فَاْتِنِیْ بِهٰذَيْنِ ' فَجِئْتُهٗ بِهِمَا

فَقَالَ :مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا؟ فَقَالَا :مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ فَقَالَ :لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۷۰۲: حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا مجھے کسی شخص نے کنکری ماری۔ میں نے جب نگاہ اٹھائی تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ جا کر ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان کو آپ کے پاس لے گیا تو آپ نے فرمایا تم کون ہو اور کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں اور اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے ہوتے تو تم دونوں کو ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے ہو۔ (بخاری)

تشریح ۞ **سائب بن یزید** :بن عثامہ کندی، یہ نمر کے بھانجے مشہور ہیں۔ یہ کم عمر صحابی ہیں۔ ان کی احادیث تعداد میں کم ہیں۔ تمام نے ان سے روایت لی ہے۔

نووی کا قول: ان کو ابن عثامہ کندی، بعض نے اسدی جبکہ دوسروں نے ھُذَلِی کہا ہے ان کے والد صحابی ہیں۔ یہ قریش اور عبد شمس کے حلیف ہیں۔ سائب کی ولادت ہجرت کے تیسرے سال ہوئی۔ ان کی وفات ۹۴ھ مدینہ میں ہوئی۔ ان سے ۵ روایات مروی ہیں۔ ایک متفق علیہ اور چار کو صرف بخاری نے نقل کیا ہے۔ **فی المسجد** اس سے مسجد نبوی مراد ہے۔ **مخصبنی رجل**: مجھے ایک آدمی نے کنکری ماری میں نے اچانک نگاہ ڈالی تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ اس میں مسجد کا کمال احترام ظاہر ہوتا ہے کہ بالکل گفتگو کر ترک کر کے بلانے کیلئے کنکری سے بلایا۔ کلام میں حذف ہے کہ مجھے بلایا اور میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ **فجئتهٗ بهما** :میں ان دو آدمیوں کے پاس گیا۔ اور دونوں کو بلا لایا۔ **فقالا من اهل الطائف** :یہ معروف مقام ہے جو مکہ مکرمہ تین مرحلے پر واقع ہے۔ اس کا نام طائف رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے اس کو شام سے الگ کیا تو جبرئیل نے اس کو لے کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ دعا یہ تھی: ﴿**وارزقهم من الثمرات**﴾ [ابراهيم: ۳۷] **من اهل البلد** :یہاں مدینہ منورہ مراد ہے۔ **لا وجعتكما** :میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے آوازیں بلند کر رہے ہو۔ اَلنَّحْوُ :**ترفعان اصحاتكما** :یہ جملہ متانفہ ہے جو ماقبل کی تعلیل ہے۔ باقی مساجد کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ تعظیم کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اگرچہ شان کے لحاظ سے تین مساجد کا مرتبہ بلند ہے۔ اداب میں سب کا حکم ایک ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (٤٧٠)

الفرائد : (۱) مسجد میں بلند آواز سے بولنا درست نہیں۔

۳۱۱ :بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ غَيْرَهٗ مِمَّا لَهٗ رَآئِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَآئِحَتِهٖ اِلَّا لِضُرُوْرَةٍ

بَابٌ: لہسن پیاز، گندنا (لہسن نما ترکاری) وغیرہ جس کی بدبو ہو، اس کو کھانے کے بعد بدبو زائل کرنے سے قبل مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے مگر کسی خاص ضرورت کی بناء پر

تشریح ۞ او :متعاطفات کو ذکر کر کے ضمیر مفرد لائی گئی ہے۔ مماله رائحة :ان کے علاوہ دیگر چیزوں کو ذکر کیا۔ جن میں بدبو پائی جاتی ہے۔ عن دخول المسجد :پہلا ظرف نهی سے متعلق ہے اور دوسرا دخول سے۔ اور ضرورت میں یہ باتیں داخل ہیں۔ فیصلہ کرنے کیلئے بلانا جبکہ قاضی مسجد میں ہو۔ یا مسجد میں اس کا روک لیا جانا وغیرہ۔

۱۷۰۳ :عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ– فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ مَسَاجِدَنَا"۔

۱۷۰۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ درخت یعنی لہسن کھائے تو وہ ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں جمع کا لفظ مَسَاجِدَنَا ہے۔

تشریح ۞ یعنی الثوم :یہ الفاظ مشار الیہ کا بیان ہے جو کہ حدیث میں مدرج ہے۔ اس سے مراد کچا استعمال ہے۔ جب پکا لیا جائے تو نہی میں شامل نہیں۔ اس قاعدے کی وجہ سے جو نص سے مستنبط ہوتا ہے۔ تخصیص اسی کی طرف لوٹے گی۔ فلا یقربن مسجدنا: اگرچہ کسی کو ایذاء نہ بھی پہنچے تب بھی کچا کھا کر مسجد میں آنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ورنہ کراہت تحریمیہ ہے۔ مسجدنا کی اضافت استغراق کیلئے ہے۔ اس سے تمام مسلمانوں کی مساجد مراد ہیں۔ مسلم کی روایت میں مساجدنا :مضاف کا مفرد و جمع ہونا عموم کیلئے برابر ہے۔ اگرچہ افراد کے لحاظ سے فرق ہوگا۔ بعض نے کہا افراد مراد ہیں اور ایک روایت میں مسجدنا وارد ہے اس میں مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہونے کا ابہام ہے۔ اور مسلم کی مذکورہ روایت اس ابہام سے خالی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٤٦١۹) والبخاری (۸۵۳) ومسلم (۵٦۱) وأبو داود (۳۸۲۵) وابن ماجه (۱۰۱٦) وابن حبان (۲۰۸۸) وابن أبی شیبة (۲/۵۱۰) والبیهقی (۳/۷۵)

الفرائد: (۱) ایسی چیز کچی استعمال کر کے اس کی بدبو سے لوگوں کو ایذاء پہنچے مسجد میں آنا ممنوع قرار دیا گیا۔
(۲) مسلمانوں کے حقوق اور مساجد کے آداب کا کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے۔

۱۷۰۴: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ فَلَا یَقْرَبْنَا، وَلَا یُصَلِّیَنَّ مَعَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

۱۷۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ؐ نے فرمایا: "جس نے اس درخت (لہسن) سے کھایا ہو وہ ہمارے ساتھ ہرگز نماز نہ پڑھے اور نہ وہ ہمارے قریب آئے"۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: أخرجه أحمد (٤/١٢٩٣٦) والبخاری (٨٥٦) ومسلم (٥٦٢)

۱۷۰۵: وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا، اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّمُسْلِمٍ: "مَنْ اَکَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ، وَالْکُرَّاثَ فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ تَتَاَذّٰی مِمَّا یَتَاَذّٰی مِنْہُ بَنُوْا اٰدَمَ"۔

۱۷۰۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لہسن پیاز کھایا ہو وہ ہم سے الگ ہو جائے یا ہماری مسجد سے الگ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو پیاز، لہسن اور گندنا کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اس لئے کہ فرشتوں کو اس چیز سے ایذاء پہنچتی ہے جس سے اولاد آدم کو ایذاء پہنچتی ہے۔

تشریح ❁ او: تنویع کے لئے ہے۔ ہر بدبودار چیز پیاز، مولی کا بھی یہی حکم ہے۔ **فلیعتزلنا او**: یہ شک راوی ہے۔ **فلیعتزل مسجدنا**: اگرچہ مسجد کے اوقات کے علاوہ ہو۔ کیونکہ ملائکہ کو ان چیزوں سے ایذاء پہنچتی ہے۔ جس سے انسانوں کو ایذاء ملتی ہے۔ جامع صغیر میں "**فلیعتزلنا ولیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ**" کے الفاظ ہیں۔ اس میں واؤ آئی ہے جس سے مطلقاً لوگوں اور مساجد سے الگ رہنے کا حکم خاص طور پر ثابت ہوتا ہے۔ **ولیقعد** کے ساتھ پہلے جملے کے مفہوم کو مؤکد کر دیا۔ مسلم کی روایت میں "**من اکل البصل والثوم والکراث**" ان کو جمع کیا۔ یہ جمع کرنا نہی کی قید نہیں کہ حکم ان تینوں میں بند ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ کراث تو پیاز کو کہتے ہیں کراثہ اس سے زیادہ شدید بدبودار ہوتا ہے۔ **فلا یقربن مسجدنا**: یہاں قرب سے بھی منع کیا گیا۔ جو ان میں سے کسی چیز کو استعمال کرنے والا ہو اس کو مسجد سے دور رکھنے کیلئے مبالغہ کیا گیا ہے۔ **فان الملائکہ تتأذی**: یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جو روزہ دار کے منہ کی بو کے سلسلہ میں وارد ہے کہ لوگوں کو تو اس سے ایذاء پہنچتی ہے۔ تو جواب یہ ہے

کہ غالب کے اعتبار سے کہا۔(۲)اللہ تعالیٰ ان کیلئے اس بو کو مشک سے زیادہ پاکیزہ بنا دیتے ہیں۔ وہ اس طرح نہیں رہتی جیسے انسانوں کیلئے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٥٠٥٣) والبخاری (٨٥٤) ومسلم (٥٦٤) وأبو داود (٣٨٢٢) والترمذی (١٨٠٦) والنسائی (٧٠٦) وابن ماجه (٣٣٦٥) وابن حبان (١٦٤٤) وابن خزيمة (١٦٦٤) وعبد الرزاق (١٧٣٦) وابن أبی شيبة (٥١٠/٢) وأبو عوانة (٤١١/١) والبيهقی (٧٦/٣).

الفرائد : (۱)ملائکہ کو بدبو سے نفرت ہے۔لہسن وغیرہ کچا استعمال کر کے مجامع میں شرکت سے منع کیا گیا تا کہ دوسروں کی ایذاء کا باعث نہ بنے۔(۲)ان کو پکا کر استعمال کیا جائے تو وہ بو ختم ہو جاتی ہے۔اس کے استعمال کے بعد مسجد میں جانے کی کوئی ممانعت نہیں۔

۱۷۰۶ :وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهِ : ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ تَاْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ :الْبَصَلَ ، وَالثُّوْمَ ، لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِي الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهِ فَاُخْرِجَ اِلَى الْبَقِيْعِ ، فَمَنْ اَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۶: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ دیا تو اپنے خطبہ میں یہ بات ارشاد فرمائی بے شک اے لوگو! تم دو ایسے درخت کھاتے ہو جن کو میں برا خیال کرتا ہوں ان میں سے ایک پیاز اور دوسرا لہسن۔ تحقیق! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب ان کی بدبو مسجد میں کسی آدمی سے آپؐ محسوس فرماتے تو آپؐ حکم دیتے کہ اس کو بقیع کی طرف نکلوا دیا جائے۔ پس جو ان دونوں کو کھائے تو پکا کر ان کی بدبو کو زائل کرے۔(مسلم)

تشریح ۞ شجرتین :جس پودے کی مضبوط پوری ہو جس پر وہ قائم ہو اس کو شجرہ کہتے ہیں۔لا اراهما الا خبيثين: ارا یہ اعلم کے معنی میں ہے۔ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہو تو ظن کے معنی میں ہے۔ خبیث کا اطلاق حرام جیسے زنا وغیرہ پر بھی ہوتا ہے اور ردی، ناپسند ذائقے یا بو والی چیز پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے لہسن، پیاز اور اسی طرح نقصان چیزوں کو بھی عرب خبیث کہتے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ۔ البصل و الثوم :نصب ہو تو شجرتین سے بدل ہے۔(۲) مرفوع ہو تو خبر محذوف ہے۔رایت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :یہ آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہے۔اَمَرَ :یہ صیغہ معروف ہے۔ اس کو حکم فرماتے۔اس کو مسجد سے نکال دیتے تا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔فاخرج الی البقیع:وہ جنت بقیع قبرستان مدینہ کی طرف نکال دیا جاتا۔تا کہ مسجد سے دور ہو جائے اور اس کی ردی ہواؤں سے لوگ بچے رہیں۔فمن اکلهما :جو ان کو کھانے کا ارادہ کرے وہ پکا کر اس کی بدبو کو ختم کر لے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱/۸۹) ومسلم (۵٦۷) والنسائی (۷۰۷) وابن ماجه (۱۰۱٤) وابن حبان (۲۰۹۱) والحمیدی (۱۰) والبزار(۳۱۵) وأبو یعلی (۲۵٦) وأبو عوانة (۱/٤۰۸) والبیهقی (٦/۲۲٤)

الفرائد: (۱) جناب فاروق رضی اللہ عنہ کی کوشش یہی تھی کہ یہ دین ہر اعتبار سے اسی طرح قائم رہے جس شکل میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ وہ لوگ جو آپ کو بدعت ایجاد کرنے والا قرار دیتے وہ اپنے دین پر غور کر لیں۔

۳۱۲ : بَابُ كَرَاهَةِ الْاِحْتِبَائِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ لِاَنَّهُ يَجْلِبُ النَّوْمَ فَيَفُوْتُ اسْتِمَاعُ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ انْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ!

بَاب : جمعہ کے دن دوران خطبہ پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے کی کراہت کیونکہ اس سے نیند آئے گی اور خطبہ سننے سے محروم رہ جائے گا اور وضو ٹوٹ جانے کا بھی خدشہ ہوگا

تشریح ۞ **والامام یخطب** : یہ حال ہے۔ جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو۔ اور خطبے کا قرب نفلوں کراہت اسی طرح ہے اقامت قریب ہو یا ہو رہی ہو۔ **لانه یجلب النوم** : یہ کراہت کی علّت ہے۔ ان سے پہلے ابن اثیر وخطابی نے ذکر کی ہے۔ یعنی یہ احتباء کی خاصیت نیند وغیرہ کا لانا ہے۔ جس سے خطبہ جو اصل مقصود ہے وہ رہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ **فاستمعوا له** (سورہ جمعہ) میں حکم دیا ہے۔ **ویخاف انتقاض الوضوء** : ممکن ہے کہ اس کے بیدار ہونے سے پہلے اس کے سرین زمین سے زائل ہو جائیں اور وضو جاتا رہے۔ اگر وہ بیدار ہو گیا اور بیداری میں سرین زائل بھی ہوئے تب بھی وضو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ شک کی صورت میں بھی وضو رہے گا۔

۱۷۰۷ : عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ ' وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۰۷: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو گھٹنوں کو سینے کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ ان کے حالات شروع کتاب میں گزرے۔ **الحبوة** : اسم مصدر ہے۔ نہایہ میں ہے کہ انسان اپنے گھٹنوں کو پیٹ سے ملا لے اور پشت سمیت ایک کپڑے سے ان کو جمع کر کے باندھ لے۔ یہ ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور ممنوع کپڑے

والا احتباء ہے جو باعث نیند بنتا ہے۔ (المصباح، نہایہ)

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱۵۶۳۰) وأبو داود (۱۱۱۰) والترمذی (۵۱۴) والبیهقی (۳/۲۳۵)

الفرائد : (۱) خطبہ امام کے وقت احتباء کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ نیند کا سبب بنتا ہے اور وہ وقت غفلت کا نہیں بلکہ توجہ سے جاگنے کا ہے۔

۳۱۳ : بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحَجَّةِ وَاَرَادَ اَنْ يُّضَحِّيَ عَنْ اَخْذِ شَيْءٍ مِّنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ حَتّٰى يُضَحِّيَ

باب : جو آدمی قربانی کرنا چاہتا ہو اور عشرہ ذی الحجہ آ جائے تو اسے اپنے بال و ناخن نہ کٹوانے چاہئیں

تشریح ۞ عشر ذی الحجه : یہ ایام حج و قربانی ہیں۔ واراد ان یضحی : وہ نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے۔ (احناف کے ہاں یہ واجب ہے) تمتع یا غیر جنایت کی قربانی چاہتا ہو ابن سراقہ نے ھدی تصریح کی ہے کہ یہ قربانی سے اولیٰ ہے۔ عن اخذ شیء : وہ بال، ناخن نہ لے تا کہ یہ قربانی قبول ہو کر اس کے آگ سے دوری کا سبب بنے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے ذبح کر رہا ہے۔

۱۷۰۸ : عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ فَاِذَا اَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۰۸ : حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے ذبیحہ ہو تو وہ اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کوئی چیز ہرگز نہ کاٹے۔ یہاں تک کہ وہ قربانی کرے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ ذبح : یہ مذبوح کے معنی میں ہے قربانی کا جانور۔ فاذا اھل : یہ ماضی مجہول ہے۔ ھلال مہینہ کے پہلے تین دن کا چاند پھر قمر کہلاتا ہے۔ اور اس کے نام کی وجہ چاند کو دیکھ کر آواز بلند کرنا تھا۔ اھلال : آواز بلند کرنا۔ فلا یاخذن من شعرہ : یہ استحبابی حکم ہے خوہ بال قلیل ہوں یا کثیر جیسا کہ سیاق نہی میں نکرہ کا عموم ادھر اشارہ کر رہا ہے۔ حتی یضحی : ابن حجر کہتے ہیں وجوب سے پھیرنے کی وجہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: "کنت افتل قلائد ھدی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''پھر آپ ہدی کا قلادہ اپنے دست سے باندھتے پھر اس کو روانہ کر دیتے تو آپ پر ان میں سے کوئی چیز حرام نہ ہوتی۔ جو محرمات حرام ہیں۔ یہاں تک کہ ھدی کو ذبح کیا جاتا۔ نہی کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت تمام اجزاء کو شامل ہے۔ حتی یضحی کا مقتضی یہ ہے کہ اگر آپ اسے ایام تشریق کے اواخر تک مؤخر کرتے تو کراہت دراز ہو جاتی جبکہ آپ اسی حالت میں رہتے۔ اور اگر گنتی سے قربانی کا ارادہ کرتے تو اول ذبح سے ہی کراہت زائل ہو جاتی اس لیے کہ مقصد تو حاصل ہو گیا کیونکہ مغفرت اس کے تمام اجزاء کو شامل ہے۔ اور آخر تک ممانعت کے باقی رہنے کا بھی احتمال ہے۔ علامہ اسنوی نے وہ حکم معلق جو کلی معنی رکھتا ہو اس کی ادائیگی میں ادنی مرتبہ بھی کافی ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ یہ جزئی اسی کے تحت ہیاور کراہت اس وقت ہے جب حاجت نہ ہو۔ جب حاجت پائی جائے تو کراہت نہیں جیسے جو دانت درد کرے اس کے نکلوانے میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ چھوٹے کا ختنہ تو مسنون ہے البتہ بالغ کا ختنہ اور جانی کا ہاتھ کاٹنا یا چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ ظاہر کلام سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حضور جمعہ واجب نہیں، پس ان دنوں میں اس کیلئے بال دور کر سکتا ہے اور اگر میل کچیل کا ازالہ بالوں کے ازالہ سے ہو تو پھر کراہت بالکل نہ ہو گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲۶۶۳۳) ومسلم (۱۹۷۷) وأبو داود (۲۷۹۱) والترمذی (۱۵۲۸) والنسائی (٤۳۷٤) وابن ماجه (۳۱٤۹) وابن حبان (۵۸۹۷) والحاكم (٤/۷۵۱۸) والحميدی (۲۹۳) واطبرانی (۵۵۷/۲۳) والبیهقی (۲٦٦/۹)

الفرائد : (۱) جو قربانی کرنا چاہتا ہو اور عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے تو وہ اپنے بال و ناخن نہ تراشے اس سے ایک گونہ حجاج سے مشابہت پیدا ہو جائے گی۔

۳۱۴ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوْقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالسَّمَآءِ وَالْاٰبَآءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّاْسِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْاَمَانَةِ وَهِيَ مِنْ اَشَدِّهَا نَهْيًا

باب : مخلوقات کی قسم جیسے پیغمبر' کعبہ' ملائکہ' آسمان' باپ' دادا' زندگی' روح' سر' بادشاہ' کی نعمت اور فلاں فلاں مٹی یا قبر' امانت وغیرہ ممنوع ہے۔ امانت و قبر کی تو ممانعت سب سے بڑھ کر ہے

تشریح ۞ کالنبی والکعبة والملائکة : اسی طرح بادشاہ وغیرہ کی۔ وحیاة السلطان : یہ ممانعت میں پہلے

سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر اس نے ان چیزوں کی فی الجملہ تعظیم کا ارادہ کیا تو حرام ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرح تعظیم مراد لی تو کافر ہو گیا اور اگر قسم اس کی زبان پر کلام کو مدغم کرنے کیلئے کی تو مکروہ ہے اور اگر بلاقصد اس کی زبان پر جاری ہوئی تو کراہت نہیں بلکہ یہ یمین لغو ہے۔ عنقریب تفصیل آئے گی۔

۱۷۰۹ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَوْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِكُمْ ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحِ : فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ ، اَوْ لِيَسْكُتْ"۔

۱۷۰۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ تم اپنے باپوں کی قسم اٹھاؤ۔ جس کو بھی قسم اٹھانی ہو تو وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جو شخص قسم اٹھانا چاہتا ہو وہ نہ قسم اٹھائے مگر اللہ ہی کی یا خاموش رہے۔

تشریح ۞ ان تحلفوا بابائکم :اَن سے پہلے عن جارہ محذوف ہے۔ وہ نہی کا صل ہے۔ باپ وغیرہ کی قسم اٹھانے کی نہی تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔ دو قول ہیں۔ (۱) مالکیہ اور شافعیہ کے ہاں کراہت ہے۔ بشرط محلوف بہ کی اس طرح تعظیم کا اعتقاد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جاتا ہے۔ ورنہ وہ اعتقاد کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔ (۲) حنابلہ وظاہریہ کے ہاں یہ قسم حرام ہے۔ فمن کان حالفا : جو حلف اٹھانا چاہتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائے فقہاء کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام اور صفات سے قسم اٹھا سکتے ہیں جلالہ سے بھی ذات باری تعالیٰ مراد ہوگی۔ اولیصمت : غیر اللہ کے حلف سے بالقصد باز رہے۔ ارادہ قسم کرنے والے کو اختیار ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے حلف اٹھائے اور غیر اللہ سے حلف چھوڑ دے۔ دونوں افعال میں لام، لام امر مکسور مراد ہے۔ تخفیف کیلئے اسے ساکن کیا ہے۔

مسلم کی روایت کے الفاظ مختلف ہیں اگر چہ مفہوم یہی ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٠٣٧) وأحمد (٢/٤٦٦٧) والبخارى (٢٦٧٩) ومسلم (١٦٤٦) وأبو داود (٣٢٤٩) والترمذى (١٥٤٠) والنسائى (٣٧٧٦) وابن ماجه (٢٠٩٤) والدارمى (٢٣٤١) والطيالسى (ص/٥) وعبد الرزاق (١٥٩٣٣) والحميدى (٦٢٤) وابن الجارود (٩٢٢) والبيهقى (١٠/٢٨)

الفرائد : (۱) غیر اللہ کی قسم ممنوع ہے۔ جس کو ضرورت پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے نام وصفت کی اٹھائے۔ (۲) بلکہ اس سے بھی اگر اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کی وجہ سے رکے گا تو بڑے اجر کا حقدار ہوگا۔

۱۷۱۰ : وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ ، وَلَا بِاٰبَآئِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"الطَّوَاغِيْ" جَمْعُ طَاغِيَةٍ ، وَهِيَ الْاَصْنَامُ- وَمِنْهُ الْحَدِيْثُ : "هٰذِهٖ طَاغِيَةُ دَوْسٍ : "اَیْ صَنَمُهُمْ وَمَعْبُوْدُهُمْ - وَرُوِیَ فِیْ غَیْرِ مُسْلِمٍ- "بِالطَّوَاغِیْتِ" جَمْعُ طَاغُوْتٍ ، وَهُوَ الشَّیْطَانُ وَالصَّنَمُ-

١٧١٠: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بتوں کی قسمیں مت اٹھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی''۔ (مسلم)

الطَّوَاغِیْ جمع طَاغِیَةٍ بُت اور اسی کے بارے میں حدیث ہے۔ھٰذِهٖ طَاغِیَةُ دَوْسٍ کہ یہ دوس کا بت اور معبود ہے۔ مسلم کے علاوہ روایت میں طواغیت کا لفظ ہے جس کا واحد طاغوت ہے اس کا معنی شیطان اور بت ہے۔

تشریح ۞ باب النہی عن السوال میں ان کے حالات گزرے۔

لا تحلفوا بالطواغی: طواغیت کا حلف حرام ہے۔اور ماں باپ کا حلف اس سے کم درجہ ہے۔اس میں نہی کا لفظ گویا حقیقی و مجازی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (شوافع کے ہاں یہ درست ہے)۔ (٢) جن کے ہاں حقیقی اور مجازی معنی جمع نہیں ہوسکتا۔تو ان کے ہاں یہاں عام مجازی معنی میں لفظ کو استعمال کیا گیا۔ یہاں مقصود دونوں کی قسم کو ترک کروانا ہے۔طواغی: یہ طاغوت کی جمع ہے کفار کے معبود باطلہ ۔ (٢) رؤساوعظماء کفار اور شیطان لعین یا جو غیر اللہ کی عبادت کو ان کیلئے مزین کرے۔ طاغوت جمع اور واحد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔یہ روایت مختلف کتب میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٢٠٦٤٨/٧) ومسلم (١٦٤٨) ومسلم (١٦٤٨) والنسائی (٣٧٨٣) وابن ماجه (٢٠٩٥)

الفرائد: (١) غیر اللہ کی قسم حرام ہے۔اسی طرح بتوں اور آباء کی قسم بھی ناجائز ہے۔(٢) جان کی قسم، سر کی قسم بھی اسی میں داخل ہے۔

١٧١١: وَعَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَیْسَ مِنَّا" حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ-

١٧١١: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں''۔ (ابوداؤد)
صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ **فلیس منا**: وہ ہمارے راستے پر نہیں۔ سیوطی نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم وہی منعقد ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات کی اٹھائی جائے۔اور امانت ان میں سے نہیں یہ دین کے احکام میں سے ایک حکم

وفرض ہے۔اس سے اس لئے روک دیا گیا تا کہ اسماء وصفات سے مساوات کا وہم نہ ہو۔

ابن رسلان کا قول: امانت سے یہاں فرائض مراد ہیں۔یعنی روزے حج وغیرہ کی قسم نہ کھاؤ۔الفاظ کے معمولی فرق سے روایت دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٣٢٠٤١) وأبو داود (٣٢٥٣) والحاكم (٤/٧٨١٦) وابن حبان (٤٣٦٣)

الفوائد : (ا)امانت کی قسم شریعت کے خلاف ہے کیونکہ یہ صفات واسماء الٰہی سے نہیں ہے۔

۱۷۱۲ :وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ :" اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ ' فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ ' وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۷۱۲: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اسلام سے بیزار ہوں پس اگر وہ جھوٹا ہے تو اس طرح ہو گیا جس طرح اس نے کہا۔اگر وہ سچا ہے تو پھر اسلام کی طرف ہرگز صحیح سالم نہیں لوٹے گا''۔(ابوداؤد)

تشریح ۞ **بریٔ من الاسلام** :اس سے مراد تہدید وتشدید ہے۔بعض ائمہ نے اس کو قسم قرار دیا ہے۔ان کے ہاں کفارہ ہے۔عن الشافعی و مالک یہ قسم نہیں، نہ اس میں کفارہ ہے۔البتہ کہنے والا گنہگار ہے۔علماء شوافع فرماتے ہیں اگر اس نے کفر کا عزم کیا تو فی الحال کافر ہو جائے گا۔اور اگر اس چیز سے ہمیشہ کیلئے باز رہنا مقصود ہے اور کوئی مقصد نہیں تو کفر نہیں۔لیکن یہ انتہائی قبیح وشنیع لفظ ہے۔اس سے استغفار ضروری ہے۔استحبا بالشہادتین کو زبان پر لائے۔

تخریج : أخرجه أبو داود (٢٣٥٨) والنسائي (٣٧٨١) وابن ماجه (٢١٠٠) والحاكم (٤/٨٧١٨)

الفوائد : (ا)یہ برے الفاظ ہیں عام معاشرے میں لوگ دنیا کے کاموں کیلئے اس قسم کی بدزبانی کرتے ہیں جس سے استغفار ضروری ہے۔ایمان مخدوش ہو جاتا ہے۔

۱۷۱۳ :وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ :لَا وَالْكَعْبَةِ ' فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ ' فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ قَوْلَهٗ "كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ" عَلَى التَّغْلِيْظِ ' كَمَا رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ ا قَالَ :"اَلرِّيَآءُ شِرْكٌ"۔

۱۷۱۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کعبہ کی قسم! آپ نے اسے فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم مت اُٹھاؤ۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی

اس نے کفر کیا یا شرک کیا''۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔بعض علماء نے کفر یا شرک کو تغلیظ (سخت تنبیہ) قرار دیا جیسا کہ دوسری روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاء کو شرک فرمایا۔

تشریح ۞ او :یہ شک راوی ہے۔کہ کفر کا لفظ ہے یا اشرک کا۔جامع کبیر نے صرف ''اشرك'' کا لفظ ذکر کیا ہے۔

نووی کا قول:بعض علماء نے فرمایا۔کہ کفر اور اشرک کے ظاہری الفاظ مراد نہیں۔اور نہ ان کا حقیقی معنی یہاں مراد ہے۔ کیونکہ معصیت کبیرہ بھی کفر نہیں۔یہ آدمی ایمان سے خارج نہ ہوگا۔یہ تغلیظ پر محمول ہے۔یہ اسی طرح ہے جیسا ریاء کو شرک فرمایا گیا ہے۔اس کے متعلق تو سب مانتے ہیں کہ وہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ ایسی قسموں سے نفرت دلانا مقصود ہے۔اگر محلوف بہ کے متعلق اللہ تعالیٰ جیسی عظمت کا اعتقاد کیا تو پھر کفر ہے۔(فتح الباری)

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٤٩٠٤) والترمذی (١٥٤٠) وأبو داود (٣٢٥١) والحاكم (٤/٧٨١٣) والطيالسی (١٨٩٦٩٦) وابن حبان (٤٣٥٨) وعبد الرزاق (١٥٩٢٦) والبيهقی (٢٩/١٠)

الفرائد : (ا)غیر اللہ کے نام کا حلف ناجائز ہے۔جس نے غیر اللہ کی قسم اس کی عظمت کا عقیدہ رکھتے ہوئے کھائی وہ کافر ہوگیا۔کیونکہ اہل کفر وشرک والا فعل کیا۔بعض نے اس کو تغلیظ پر محمول کیا ہے۔

۳۱۵ :بَابُ تَغْلِيْظِ الْيَمِيْنِ الْكَاذِبَةِ عَمْدًا

بَابٌ: جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھانے کی شدید ممانعت

تشریح ۞ یمین کی طرف کذب کی نسبت مجازی ہے۔حقیقت میں تو اس کا تعلق متکلم سے ہے۔اور وہ اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔عمدًا : جھوٹ معلوم ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قسم اٹھائی۔

۱۷۱۴ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" قَالَ :ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ :"اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ' وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا" اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۱۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جس آدمی نے کسی کے مال پر ناحق قسم اٹھائی وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوں گے''۔عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر آپؐ نے اس کی تصدیق میں کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھی:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا......﴾''بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں پر تھوڑا مول خریدتے ہیں......''(آل عمران)۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ یعنی جھوٹی قسم سے اس کا حق دبانا چاہتا ہے۔وھو علیہ غضبان ۔النحو: یہ جملہ حالیہ ہے۔ یہاں غضب سے غایت مراد ہے خواہ انتقام یا ارادہ انتقام۔قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت تلاوت فرمائی جو کہ اسکا مصداق ہے: ﴿ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمناً قلیلاً......﴾ یشترون سے یستبدلون مراد ہے۔اور ثمن قلیل سے وہ چیز جو بدلے میں لیتے ہیں۔النحو: ان الذین......: یہ مصداق کا عطف بیان یا بدل ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٣٥٧٦) والبخاری (٣٥٦) ومسلم (١٣٨) وأبو داود (٣٢٤٣) والترمذی (١٢٧٣) وابن ماجه (٢٣٢٣) والحمیدی (٩٥) وابن حبان (٥٠٨٤) وأبو یعلی (٥١٩٧) والطیالسی (٢٦٢) وابن أبی شیبة (٣/٧) والبیهقی (١٠/١٧٨)

الفرائد : جھوٹی قسم کھانے والا غضب الٰہی کو خریدنے والا ہے۔کل قیامت میں یہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔جھوٹی قسم سے بچنا چاہئے۔

۱۷۱۵ : وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ : وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ : "وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِّنْ اَرَاکٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۱۵: حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کا حق قسم کے ساتھ مارا پس اللہ نے اس کے لئے آگ کو واجب کر دیا اور جنت کو حرام کر دیا"۔ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علی وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ معمولی چیز بھی ہو؟۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خواہ پیلو کے درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو"۔(مسلم)

تشریح ۞ ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ یہ حارث بن خزرج کی اولاد سے ہیں۔ان کے حالات پہلے گزرے۔باب تحریم الظلم میں ملاحظہ فرمائیں۔اقتطع حق امرئ :حق کے لفظ سے تعبیر کی تا کہ مال کو عام ہو۔اور اختصاص کو بھی شامل ہو۔ذمی کا حکم بھی مسلمان کی طرح ہے۔بیمینہ :جس آدمی نے جھوٹی قسم کھا کر حلال قرار دیتے ہوئے قسم کھائی۔وہ اس کی حرمت اور اس پر اجماع کو جانتا ہے۔فقال لہ رج وان کان شیئا یسیرًا:خواہ قسم سے حاصل کی جانے والی چیز بالکل معمولی ہو۔اس پر داخل ہونے والی واوٗ حالیہ ہے۔بعض نے عاطفہ کہی ہے۔ ماقبل کی دلالت سے اس کا جواب محذوف ہے۔ قضیبا۔النحو: یہ فعل شرط مقدر کا مفعول ہے۔"ای ان اقتطع قضیباً من اراکٍ"۔قضیب کٹی ہوئی ٹہنی یہ فعیل بمعنی مفعول ہے۔اس کی جمع قضبان۔ اراك :پیلو اور بن کا درخت جس کی جڑ سے مسواک بنتے ہیں۔اونٹ کی خوراک

ہے۔ (المصباح)

تخریج : باب تحریم الظلم... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۷۱۶ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"الْكَبَآئِرُ :الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ :اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْكَبَآئِرُ؟ قَالَ: "الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ" قَالَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ:"اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ :وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟ قَالَ : "اَلَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِىءٍ مُّسْلِمٍ"؟ يَعْنِيْ بِيَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ۔

۱۷۱۶: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں: "اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی' کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا"۔ (بخاری)

اوران ہی کی ایک روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا"۔ اس نے پوچھا پھر کیا؟ آپؐ نے جواب دیا: "جھوٹی قسم"۔ اس نے سوال کیا: جھوٹی قسم کیا ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "وہ قسم کہ جو کسی مسلمان کا مال لینے کے لئے اٹھائے"۔ (مسلم) یعنی ایسی قسم جس میں وہ جھوٹا ہو۔

تشریح ۞ الکبائر : یہ حصر اضافی ہے۔ ان مذکورہ پر سکوت ان کی شدت وغلظت کی وجہ سے ہے۔ ان کی تعریف یہ ہے کہ جس پر کتاب وسنت میں عذاب وغضب کی دھمکی دی جائے۔

الاشراک : کفر اختیار کرنا خواہ شرک سے ہو یا کسی اور طریقہ سے شرک کا تذکرہ اس زمانہ میں غالب کے لحاظ سے ہے۔ اس لئے کہ کفار عرب بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اوران کو الوہیت باری تعالیٰ میں شریک کرتے تھے۔ **وعقوق الوالدین**: ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے ایسا سلوک کرے جس سے ان کو عرف میں اذیت پہنچتی ہو۔ وہ ایذاء کو معمولی نہ ہو۔ **وقتل النفس** : دشمنی کی بنیاد پر کسی کو قتل کردے۔ **والیمین الغموس** ۔**الغموس** یہ اسم فاعل ہے۔ کیونکہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں گھسا دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے جھوٹا جاننے کے باوجود جھوٹی قسم کھائی۔ دوسری روایت بخاری میں سوال کے جواب میں دو کا تذکرہ ہے اور یمین کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ مسئول عنہ متعدد ہیں اور جواب مفرد ہے۔ تا کہ اس کی شدت، شناعت وسخت نافرمانی کی طرف اشارہ ہو جائے۔ گویا عذاب میں اس کا مقابلہ متعدد گناہوں سے کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ اس سے قوی تر ہے۔ کیونکہ جو آدمی شرک سے کم درجہ گناہوں میں مبتلا بلاتوبہ مرگیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ چاہے بخشے چاہے عذاب دے۔ جب سائل اس پر متنبہ نہ ہوا۔ جواب کو سوال کے مخالف پایا کہ سوال جمع اور جواب مفرد ہے۔ تو

اس نے سمجھا کہ مذکورہ کی شدید ترین قسم باقی ہے۔تو سوال کیا۔ثم ماذا: تو جواب ملا عقوق الوالدین ۔قال تم ماذا :ما کے ساتھ ذا لگا ہوا ہے۔ یہ ذا ملغہ ہے یعنی پھر کیا چیز ہے۔اور ما موصولہ بھی ہوسکتا ہے۔ دلالت مقام کی وجہ سے صلہ محذوف ہے۔''ای ثم ما الذی منها'' پھر ان میں سے کونسا ہے؟ قال الیمین الغموس :غموس کی طرف اسناد الی السبب ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں میں نے سوال کیا یمین غموس کی تشریح کیا ہے تو فرمایا۔ ایسی قسم جس سے کسی مسلمان کا مال ہضم کرنا مقصود ہو۔یعنی وہ جھوٹ بول رہا ہو۔هو فیها کاذب :یعنی ایسی قسم ہو جس سے وہ اس چیز کے متعلق اپنے ہاں عاریت رکھنے کا انکار کر رہا ہو۔حالانکہ وہ اس کے ہاں رکھی گئی ہو۔اس کی قسم سے اس عاریت کا فیصلہ اس کے حق میں ہو جائے گا۔

تخریج : باب تحریم العقوق ....میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۱۶ :بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اَنْ یَّفْعَلَ ذٰلِكَ الْمَحْلُوْفَ عَلَیْهِ ثُمَّ یُكَفِّرَ عَنْ یَّمِیْنِهٖ!

بَابٌ: جو آدمی کسی بات پر قسم اُٹھائے پھر دوسری صورت میں اس سے بہتر پائے تو وہ اختیار کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے یہی مستحب ہے

تشریح ۞ الحلف :باب النہی میں ہم ذکر کر آئے حلف اور یمین ایک چیز ہے۔ یہاں تاکید کی غرض سے جمع کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ عرض کرتے ہیں۔فرای غیرها:اس کو علم ہوا کہ دوسری بات بہتر ہے ۔تو قسم کا کفارہ دے۔

النَّحْوُ :ان یفعل یہ مصدر مرفوع نائب فائل بن رہا ہے۔

۱۷۱۷ :عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ :قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَاْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِكَ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۱۷: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی قسم اٹھاؤ اور پھر دوسری چیز کو اس سے زیادہ بہتر پاؤ تو اس کو کر لو جو کہ بہت بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ واذا حلفت :واؤ اس لئے لائی گئی ہے تاکہ خبردار کر دیا جائے کہ یہ روایت کا ٹکڑا ہے۔وکفر عن یمینك: قسم توڑنے کے بعد کفارہ واجب ہے۔اور جس پر قسم اٹھائی اس کو ترک کر کے بہتر اختیار کرنا مستحب ہے۔ جب اس نے اس طرح کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ لازم ہو گیا۔

تخریج : باب کتاب المأمورات ... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۷۱۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلْيَفْعَلِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۱۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی بات پر قسم اٹھائی پھر دوسری بات کو اس سے زیادہ بہتر پایا تو اسے چاہئے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ کام کرے جو کہ زیادہ بہتر ہو''۔ (مسلم)

تشریح ۞ من حلف علی یمین :ابن ملک کہتے ہیں یہ مقسم بہ اور معسم علیہ کا مجموعہ ہے لیکن یہاں مراد مقسم علیہ ہے۔کُل بول کر بعض مراد لیا ہے۔ علامہ کازرونی نے کہا یہ تاکید ہے۔اور علٰی کو با کے معنی میں لیا ہے گویا کہا ''من حلف بیمین وعلیه'' پس حدیث میں محلوف علیہ کو حذف کیا گیا ہے۔اس پر سیاق دلالت کرتا ہے۔گویا اس سے مندوب غرض کے ترک یا مکروہ کے کرنے پر قسم اٹھائی۔ غیرھا: وہ خصلت جس پر قسم اٹھائی اس کے علاوہ۔فلیکفر عن یمینه: جب قسم توڑے تو کفارہ واجب ہے۔ یا یہ کفارہ شوافع کے ہاں پہلے بھی دیا جا سکتا ہے۔(دیگر علماء کے ہاں قسم توڑنے کے بعد کفارہ ہے) روزے کے کفارہ میں اتفاق ہے۔ کہ وہ قسم توڑنے کے بعد رکھے جائیں۔ولیفعل :اگر ترک واجب کی قسم اٹھائی تو فعل کا کرنا واجب اور اگر مستحب تھا تو کفارہ مستحب ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٠٣٤) وأحمد (٣/٨٧٤٢) ومسلم (١٦٥٠) والترمذی (١٥٣٥) والنسائی (٣/٤٧٢٢) وابن حبان (٤٣٤٩) والبیهقی (٢٣٢/٩)

الفرائد : (۱) قسم اٹھانے والا اگر دوسری چیز میں بھلائی دیکھے تو قسم توڑ کر کفارہ ادا کر دے اور بھلائی والے کام کو اختیار کرے یہ زیادہ بہتر ہے۔

۱۷۱۹ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ اَرٰی خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ وَاَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۱۹: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں ایسی چیز پر قسم نہ اٹھاؤں گا کہ پھر میں اس سے بہتر پالوں تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہے''۔ (بخاری مسلم)

تشریح ۞ انی واللّٰہ ان شاء اللّٰہ :جملہ قسمیہ معترضہ ہے جوتا کید کیلئے لائے ہیں۔ اِنّ کا اسم تو یا ضمیر اور خبر لا احلف ہے۔ خیرًا منھا :انہوں نے قسم اٹھائی تھی کہ میں اشعریینؓ کو اونٹ پر سوانہ کروں گا۔ پھر قسم کو توڑ دیا۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقدیم کفارہ کو مطلقاً منع کیا ہے۔ واؤ ترتیب کیلئے نہیں۔ (مگر دیگر دلائل کفارہ کے بعد میں دینے کے موجود ہیں)۔

تخریج : أخرجه أحمد (٧/١٩٦٠٨) والبخاری (٣١٣٣) ومسلم (١٦٤٩) وأبو داود (٣٢٧٦) والنسائی (٣٧٨٩) وابن ماجه (٢١٠٧) وابن حبان (٤٣٥١) والبیهقی (١٠/٥١)

الفرائد : آپ ﷺ اگر کسی بات پر قسم اٹھالیتے اور پھر دوسرے کام میں زیادہ بہتری پاتے تو آپ ﷺ قسم کا کفارہ ادا فرماتے اور دوسرے کام کو اختیار فرماتے۔ ہمارے لئے بھی طریقہ نبوی میں بہتری ہے۔

۱۷۲۰ :وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "لَاَنْ یَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِیْ یَمِیْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ اَنْ یُعْطِیَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔
قَوْلُهٗ "یَلَجَّ" بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِیْدِ الْجِیْمِ :اَیْ یَتَمَادٰی فِیْهَا وَلَا یُكَفِّرَ – وَقَوْلُهٗ :"اٰثَمُ" هُوَ بِالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ :اَیْ اَكْثَرُ اِثْمًا۔

۱۷۲۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے بارے میں قسم پر اڑا رہے تو وہ اللہ کے ہاں اس سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردے جو اللہ نے اس پر فرض کیا''۔ (بخاری و مسلم)
یَلَجَّ :لام کے فتح اور جیم کی شد کے ساتھ یعنی وہ اس میں اصرار کرے اور اس کا کفارہ نہ دے۔
اٰثَمُ : گناہ میں زیادہ۔ یہ لفظ ثاء مثلثہ کے ساتھ ہے۔

تشریح ۞ احدکم فی یمینہ فی اھلہ :عاقولی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز پر قسم اٹھائے اور اس سے بہتر کام سامنے آئے مگر قسم پر قائم رہے اور نہ توڑے۔ نہ کفارہ دے۔ اثم لہ عند اللّٰہ :جب کہ وہ قسم توڑ دے بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے۔ جو ایسی قسم اٹھائے جس میں وہ اپنے کو سچا خیال کرتا ہے۔ تو اس وقت وہ قسم نہ توڑے۔ یلج کا معنی پختگی اختیار کرے۔ اثم :یہ اسم تفضیل ہے یعنی وہ گناہ میں زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ عاقولی کہتے ہیں اصل تو یہ گناہ والی قسم پر لپٹنے والے کیلئے ہے دوسرے مصر کو بطور وسعت شامل کیا گیا ہے۔ (تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو نشانہ نہ بنائے اور عظمت کا احساس کرے)۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٢١٥) والبخاری (٦٦٢٥) ومسلم (١٦٥٥)

الفرائد: (۱) جس نے کوئی قسم اٹھائی پھر دوسری چیز کو اس سے بہتر پایا مگر وہ قسم پر قائم رہا تو وہ گناہ گار ہوگا۔

۳۱۷ :بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِينِ وَاَنَّهٗ لَا كَفَّارَةَ فِيهِ وَهُوَ مَا يَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهٖ عَلَى الْعَادَةِ لَا وَاللّٰهِ ' وَبَلٰى وَاللّٰهِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

بَابٌ: لغو قسمیں معاف ہیں اور اس پر کوئی کفارہ نہیں لغو قسم وہ ہے جو بلا قصد زبان پر جاری ہو مثلاً لَا وَاللّٰهِ، بَلٰى وَاللّٰهِ وغیرہ

تشریح ۞ لغو اليمين :امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہے جو بلا صدزبان پر چلتی رہے۔اسی طرح جس کا معنی معلوم نہ ہو اور جہالت سے وہ کہہ دے۔(بیضاوی) احناف رحمہم اللہ نے کہا کہ قسم کا دارومدار اس کے گمان پر ہے۔لا واللہ وبلی واللہ :وہ الفاظ جس سے عادۃً قسم کھائی جاتی ہے۔جب بلا قصد اس کی زبان پر آتے ہوں۔تو اس پر مؤاخذہ نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ ......﴾

الآيات

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ' ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ﴾ [المائدة:۸۹]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا لیکن ان قسموں کے بارے میں وہ مواخذہ فرمائیں گے جو تم مضبوطی سے باندھ لو پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا درمیانے درجے کا جو تم کھاتے ہو یا ان کے کپڑے یا گردن کا آزاد کرنا' پس جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں اٹھالو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو''۔(المائدہ)

اس پر مؤاخذہ نہیں جب کہ اس کو بلا قصد کھائے۔بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ : جو قسم قصد و نیت سے اٹھائی جائے اس کو توڑنے پر مؤاخذہ ہے یا عقد کو توڑ دیا۔فَكَفَّارَتُهٗ :تو توڑنے کا کفارہ یعنی جس سے گناہ بھی ختم ہو جائے اور ستر پوشی بھی ہو جائے۔اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ :اسی نوع اور مقدار سے اور وہ ایک مدفی مسکین دیا جائے گا۔اَلنَّحْوُ : محذوف مفعول کی صفت

مانیں تو نصب ہے ''ان تطعموا عشرة مساكين طعامًا من اوسط ما تطعمون''۔(۲) اطعام سے بدل ہو تو مرفوع ہے۔

اهل کی جمع اهالی جیسے لیل کی جمع لیالی۔

او کسوتهم: یہ اطعام پر معطوف ہے۔(۲) من اوسط پر جبکہ بدل مانیں اور ضمہ سے پڑھیں۔ یہ عروہ کی طرح ہے۔ (۳) او کے معنی میں ہو۔ جیسے تم اپنے اہل وسعت وفضول خرچی یا تنگدستی سے کھلاتے ہو۔ برابری ہونی چاہیے۔ اگر تم درمیانہ درجے کا کھانا نہ کھلاؤ۔ کاف یہ محل رفع میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ''اطعامهم كا سوتهم ''۔او تحریر رقبه: ایک گردن کو آزاد کرنا۔ او کا مطلب تین میں سے کسی ایک کا لازم ہونا ہے۔ اور تعیین میں اس کو اختیار ہے۔ لم یجد: ان میں سے کسی ایک کو نہ پائے۔ فصیام یعنی اس کا کفارہ روزوں سے ہے۔ اذا خلفتم: کا مطلب جب قسم توڑ ڈالو۔ واحفظوا ایمانكم: قسم کی حفاظت کرو اور ہر عمل کے بدلے اسے توڑ نہ ڈالو۔(۲) تم اس قسم کو اپنی ہمت سے پورا کرو۔ یا جبکہ کوئی قسم ہمت کے مطابق ہو اور اس سے کفارہ دے لو جب قسم توڑ دو۔

۱۷۲۱: وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ'' فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَا وَاللّٰهِ 'وَ بَلٰى وَاللّٰهِ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۷۲۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آیت: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ لغو قسموں کے بارے میں تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا'' ایک آدمی کے بارے میں اتری۔ جو بات بات پر لا واللہ بلی واللہ بھی کہتا تھا۔(بخاری)

تشریح ۞ فی قول الرجل: یہ لا یؤاخذکم اللّٰه: کیلئے بطور عطف بیان لائے۔ الرجل سے انسان مراد ہے۔ اشرف واعلیٰ ہونے کی وجہ سے معرفہ لائے۔ لا واللّٰه: اس کا مقصد اسی قسم کا کلام جو بلاقصد لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے۔ قسم مقصود نہیں ہوتی۔ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے:''هو كلام الرجل في يمينه كلا واللّٰه وبلى اللّٰه'' اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دوسری روایت میں اس طرح ہے۔''هذا الشي يحلف عليه احدكم لا يريد منه الا الصدق فيكون على غير ما حلف عليه''۔

تخریج : أخرجه البخاری (٤٦١٣)

الفرائد : (۱) یمین لغو پر مؤاخذہ نہیں۔ وہ قسم کا دل سے قصد کیا جائے اس کو توڑنے پر کفارہ ہے۔ ناجائز چیز کی قسم کو توڑنا واجب ہے۔

۳۱۸ :بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا

بَابٌ: خرید وفروخت میں قسمیں اُٹھانا مکروہ ہے خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو

تشریح ۞ اگراس نے جھوٹ بولا اور جان بوجھ کر ایسا کیا تو یہ یمین کا ذبہ ہوگی۔ اور اٹھانے والا گناہگار ہوگا۔ (یہی یمین غموس ہے)

۱۷۲۲ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اَلْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۲۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''قسم سودے کے لئے تو (اگرچہ) فائدہ مند ہے لیکن کمائی کی برکت کو مٹانے والی ہے''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ منفعة للسلعة: سامان کو فروخت کا ذریعہ ہے۔

ممحقة للكسب :نشو ونما اور برکت کو مٹانے والی ہے۔

محق :برکت مٹنا۔نشو ونما ختم ہونا۔ (المصباح)

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۲۱۱) والبخاری (۲۰۸۷) ومسلم (۱۶۰۶) أبو داود (۳۳۳۵) والنسائی (٤٤٧٣) وابن حبان (٤٩٠٦) والبيهقی (٥/٢٦٥)

الفرائد : (۱) سودا بیچنے کیلئے جھوٹی قسم حرام ہے۔ (۲) سچی قسم کھا کر سودا بیچنا بھی ناپسندیدہ حرکت ہے۔اس سے برکت چلی جاتی ہے۔

۱۷۲۳ :وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِی الْبَيْعِ ، فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۲۳: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ پس سودہ تو زیادہ بکتا ہے لیکن اس سے برکت مٹ جاتی ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ایاکم وکثرة الحلف، : تاکہ لوگ رغبت کریں اور سامان فروخت ہو۔افنه ینفق: سودے کے بکنے کا باعث بنے گا۔ اور قسم کی وجہ سے اضافے سے فروخت ہو جائے گا۔ثم یمحق: (پھر برکت مٹادی جائے گی)۔

فائدہ: تجارت میں قسم ترک کر دینی چاہیے۔جس نے سچی بھی قسم اٹھائی اس سے سودا فروخت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کو نشانہ بنایا۔اور اگر جھوٹی قسم کھائی۔تو اس سے برکت یقیناً مٹ جائے گی۔ورزائل ہو جائے گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۶۰۷) ومسلم (۱۶۰۷) والنسائی (۴۴۷۲) وابن ماجه (۲۲۰۹)

الفرائد : (۱) سامان کی فروخت کیلئے سچی جھوٹی ہر قسم کی قسم سے بچنا چاہیے، دونوں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔(۲) سچی قسم میں تو اس نے معمولی دنیا کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی ناقدری کی ہے۔اس لئے برکت ختم ہوئی۔

۳۱۹ :بَابُ كَرَاهَةِ اَنْ يَّسْاَلَ الْاِنْسَانَ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

باب: اس بات کی کراہت کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر آدمی جنت کے علاوہ اور چیز مانگے اور اس بات کی کراہت کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مانگنے والے کو مسترد کر دیا جائے

تشریح ۞ اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت والی ہے۔اس کا واسطہ دے کر جنت ہی مانگنی چاہیے جو احباب کا گھر ہے اور اس کی رضامندی اور دیدار کریم مانگنا چاہیے۔یہ سب سے اعلیٰ مانگنے کی چیزیں ہیں۔

کراهة منع :یعنی دنیاوی امور اگر اس سے ارتکاب کیا تو ذات باری کے واسطہ سے یہ سوال ناپسند ہے۔تشفع به :جو آدمی اللہ تعالیٰ کے نام کو سوال کیلئے واسطہ بنائے اس کی سفارش کو پورا کردو۔

۱۷۲۴ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ۔

۱۷۲۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا اور کوئی چیز نہ طلب کی جائے"۔(ابوداؤد)

تشریح ۞ لا يسأل بوجه الله الا الجنة :یہ نہی تنزیہی ہے اور خبر ہو تو وہ نہی کے معنی میں ہے۔

ابن رسلان کا قول: حلیمی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال مختلف فیہ ہے (۱) اگر سائل جانتا ہو کہ مسئول سے جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کے مانگیں گے تو اس کے دینے پر محظوظ ہوگا اور غنیمت جانے گا۔تو اسے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوال درست ہے۔مگر میں عرض کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں بھی اولیٰ یہ ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے کیونکہ اس میں

اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیوی غرض کیلئے استعمال کرنا لازم آتا ہے۔
(۲) اگر سائل نے جس سے سوال کیا اکتاہٹ اور منہ پھیرنے والا ہے۔ اور ممکن ہے کہ رد کردے تو اس پر سوال حرام ہے۔ البتہ مسئول کیلئے مناسب ہے۔ کہ جب اس سے اللہ تعالیٰ کی خاطر مانگا جائے تو وہ نہ روکے۔ اور سائل کو خالی واپس نہ کرے۔ اسے خوشدلی اور شرح صدر سے دے اور رضائے الٰہی مقصود ہو۔

تخریج : أخرجه أبو داود (١٦٧١)

الفرائد : (۱) جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کے واسطے سے اس سے مانگے وہ جنت اور رضائے الٰہی کو مانگے۔ یہ تکریم ذات کا تقاضا ہے۔

۱۷۲۵ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَا تُكَافِئُوْهُ بِهٖ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوْهُ" حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَآئِيُّ بِاَسَانِيْدِ الصَّحِيْحَيْنِ۔

۱۷۲۵ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو اللہ کے واسطے سے پناہ طلب کرے اس کو پناہ دے دو۔ جو اللہ کا نام لے کر سوال کرے اس کو دو اور جو تمہیں دعوت دے اسے قبول کرو۔ جو تمہارے ساتھ احسان کرے تم اس کا بدلہ دو اگر تم میں اس کا بدلہ دینے کی طاقت نہ ہو اس کے لئے دعا کرو۔ یہاں تک کہ یقین کرلو اس کا بدلہ تم نے ادا کرلیا'' ۔ (ابوداؤد اور نسائی)

تشریح ۞ **استعاذ باللّٰہ** : یعنی جو تم سے پناہ طلب کرے اور مہربانی کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے رہا ہو۔ یعنی کسی چیز سے پناہ مانگ رہا ہو تو اسے دے دو۔ اللہ تعالیٰ کے نام کا احترام کرتے ہوئے۔

ومن سال باللّٰہ : معمول کا حذف عموم کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چھوٹی بڑی، حقیر، دینی، دنیوی، علمی کوئی چیز بھی ہو۔ وہ اسے دے دو اگر تمہیں قدرت حاصل ہے۔ **ومن دعاکم فاجیبوہٗ** : اگر ولیمہ نکاح تو لازماً قبول کرو۔ بشرطیکہ وجوب کو ساقط کرنے والے امور میں سے کوئی چیز نہ پائی جاتی ہو۔ ورنہ سنت ہے۔ ظاہریہ وغیرہ نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔

ومن صنع الیکم معروفا : معروف یہ ہر اچھے کام پر بولا جاتا ہے۔ **مکافئوہ** : اس کے احسان پر مثل سے بدلہ دو یا اس سے بہتر سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿واذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردّوها ......﴾ ''اس آیت کی تفسیر بعض مفسرین سے مکافاہ ہے۔ **فاذا لم تجدوا ما تکا فئونہٗ** : (۱) بعض نسخوں میں نون محذوف ہے۔ وہ ایک لغت ہے۔ بہ ضمیر محذوف ہے۔ (۲) ما موصول حرفی ہے۔ ای **فان لم تجدوا مكافأة** ۔ مصدر بمعنی مفعول۔ **فادعوا له حتی تروا** : تو خوب دعا کرو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ تم نے بدلہ پورا کر دیا۔ **ساوی شیئاً** اس وقت بولتے ہیں جب کہ اس

کی مثل ہو جائے۔ پس یہ بدلہ چکانے والا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۵۳۶۵) والبخاری (۲۱۶) وأبو داود (۱۶۷۲) والنسائی (۲۵۶٦) وابن حبان (۳٤۰۸) والحاکم (۱۵۰۲) والطیالسی (۱۸۹۵) والقضاعی (٤۲۱) وأبو نعیم (۵٦/۹) وابن أبی شیبة (۲۲۸/۳) والبیهقی (۱۹۹/٤)

الفرائد : (۱) جو اللہ تعالیٰ کے نام سے کوئی چیز مانگے اس کو محروم مت کرو۔ (۲) احسان کا بدلہ دنیا اعلیٰ اخلاق سے ہے کم از کم جزاکم اللہ کہو اور بعد میں بھی دعا کرتے رہو۔

۳۲۰ : بَابُ تَحْرِيمِ قَوْلِ شَاهَنْشَاهُ لِلسُّلْطَانِ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ وَلَا يُوْصَفُ بِذٰلِكَ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

بَابٌ : کسی سلطان کو شہنشاہ کہنا حرام ہے کیونکہ اس کا معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور غیر اللہ میں یہ وصف نہیں پایا جاتا

تشریح ۞ للسلطان : بادشاہ، امراء وغیرہ کو۔ کیونکہ اس کا معنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور وہ غیر اللہ پر بولا نہیں جا سکتا۔ اس بولنے والے نے غیر خالق پر خالق کی صفات کا اطلاق کیا۔ اور خالق کی صفات مخلوق میں نہ ہیں اور نہ آسکتی ہیں۔ بندے کو عاجزی لائق ہے۔

۱۷۲۶ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : ''اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تُسَمّٰى مَلِكُ الْاَمْلَاكِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ مَلِكُ الْاَمْلَاكِ مِثْلُ شَاهَنْشَاهِ۔

۱۷۲۶ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ ذلیل ترین نام اللہ کے ہاں اس شخص کا ہے جس کا نام بادشاہوں کا بادشاہ (یعنی شہنشاہ) رکھا جائے''۔ (بخاری و مسلم) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ مَلِكُ الْاَمْلَاكِ شہنشاہ کی طرح ہے۔

تشریح ۞ ان اخنع : خنوع ذلت کو کہتے ہیں۔ یعنی سب سے زیادہ ذلیل۔ رجل : سے مراد اسم رجل ہے۔ ملك الاملاك : جس نے اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ رکھاہ۔ بقول سیوطی اس کا عجمی زبان میں معنی شہنشاہ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۳۳۳) والبخاری (٦۲۰٦) وأبو داود (٤۹٦۱) والترمذی (۲۸۳۷) وابن حبان

(۵۸۳۵) والبیھقی (۳۰۷/۹)

الفرائد : (۱) کسی کوشہنشاہ کہنا حرام ہے۔ اسی طرح خالق الخلق، احکم الحاکمین سلطان السلاطین بھی درست نہیں۔
(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ الرحمان، القدوس، الجبار کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۲۱ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَنَحْوِهِمَا بِسَيِّدٍ وَّنَحْوِهٖ

بَابٌ: کسی فاسق و بدعتی کو سیّد وغیرہ کے معزز القاب سے مخاطب کرنا ممنوع ہے

تشریح اس آدمی کو جو صغیرہ پر اصرار کرے یا کبیرہ کا ارتکاب کرے خطاب کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح المبتدع: جو بدعتی ہو صحیح اعتقاد سے نکلنے کی وجہ سے جس کی تفصیل کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہے۔ اس نکلنے کا سبب تزین شیطان ہے۔ **بسید و نحوہٖ:** اس طرح ظالموں اور ان کے معاونین کو سید وغیرہ کے القابات سے پکارنا جو کہ عظمت کو ظاہر کرنے والے الفاظ ہیں درست نہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توہین کی ہے یہ تکریم کے لائق نہیں اور قیاس کی وجہ سے اشتراک علت ہے۔

۱۷۲۷ :عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهٗ إِنْ يَّكُنْ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُّمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۲۷: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منافق کو سید مت کہو اگر وہ شخص سردار ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح **للمنافق سید :** اسی طرح تکریم کے دیگر الفاظ کا حکم ہے۔ اور اگر اس کے ترک سے اپنی جان و مال یا اہل وعیال پر ضرر کا خطرہ ہو تو پھر کراہت نہ ہوگی۔ اور **فانه ان یك سیدًا :** یہ ما قبل علت ہے۔ اگر یہ منافق دوسروں سے بلند قدر و منزلت والا ہے۔ **فقد اسخطتم ربکم:** تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی جو اس کی عبودیت کی رسّی توڑنے والا ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والا اور باطن میں اس کے علاوہ کی عبادت کرنے والا ہے۔ عاصی اور مبتدع کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ وہ رحمان کی جماعت سے نکلنے میں تمام شریک ہیں اور اخوان الشیاطین سے ان کا گٹھ جوڑ ہے۔ ان کے ساتھ منافق والا حکم جاری ہوگا کہ ان کی تعظیم کو ترک کر کے توہین و تذلیل کی جائے۔ تا کہ وہ منافقت سے باز

آجائے۔ اور ابتداءً ہی اطاعت کی طرف لوٹ آئے۔ پہلے میں ضروری ہے اور دوسرے میں سنت ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٣٠٠٠) والبخاری (٧٦٠) وأبو داود (٤٩٧٧) والحاكم (٤/٧٨٦٥)

الفرائد: (۱) منافق کو یا سید کہنے والے نے غضب الٰہی کو دعوت دی کیونکہ وہ منافق تو توہین کے لائق ہے نہ کہ تکریم کے۔

٣٢٢ : بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰی!

بَابٌ: بخار کو گالی دینے کی کراہت

تشریح ❁ مطلب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی سے تنگ آکر اکتاہٹ کا اظہار کیا جائے۔ حالانکہ اس میں اس کیلئے گناہوں کی معافی اور حسنات کی تحصیل ہے۔

١٧٢٨ : عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّآئِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ : "مَالَكِ يَا اُمَّ السَّآئِبِ – اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ؟" قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا ! فَقَالَ : "لَا تَسُبِّى الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِىْ اٰدَمَ كَمَا تُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"تُزَفْزِفِيْنَ" اَىْ تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً ، وَمَعْنَاهُ : تَرْتَعِدُ وَهُوَ بِضَمِّ التَّآءِ وَبِالزَّآىِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْفَآءِ الْمُكَرَّرَةِ ، وَرُوِىَ اَيْضًا بِالرَّآءِ وَالْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

١٧٢٨: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام مسیّب کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: "اے ام سائب تمہیں کیا ہوا یا اے ام مسیّب تمہیں کیا ہوا تم کانپ رہی ہو؟" انہوں نے عرض کیا بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تو بخار کو گالی مت دے اس لئے کہ یہ اولاد آدم کی غلطیاں اس طرح دور کرتا ہے جس طرح کہ بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے"۔ (مسلم)

تُزَفْزِفِيْنَ : تو تیزی کے ساتھ کانپ رہی ہے۔ یہ لفظ تاء کے پیش زائے مکرر اور فائے مکرر کے ساتھ ہے اور رائے مکرر اور دو قاف کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے۔

تشریح ❁ او ام المسیب : آو یہ شک راوی کیلئے ہے۔ کیونکہ ان کے نام کے سلسلہ میں دونوں قول ہیں۔ (اسد الغابہ)

مالك؟ **النحو** : ما اسم استفہام مبتداء اور ظرف خبر ہے۔ **لا تسبی الحمی**: یہ بددعا کے کلمات تنقیص وتحقیر کو لازم کرتے ہیں جس کو برا بھلا کہا جائے۔ **فانها تذهب خطايا بنی آدم** : یہ نہی کی علت ہے۔ کہ اس سے حقوق اللہ میں سے صغائر معاف ہوتے ہیں۔ **الكير** : لوہار کی بھٹی۔

ابوعبیدہ کا قول: مٹی کا بنا ہوا حصہ۔ الکور کہلاتا ہے اور امکیر: اس پر لگائے جانے والی وہ مشک جس سے ہوا دیتے ہیں۔ خبث الحدید: لوہے کی میل کچیل جو اس میں پھنسی ہوتی ہے۔ تز فزفین اور تُرفوَفین اور ترقرقین۔ تینوں روایات ہیں (کذا قال النووی) اس کا معنیٰ سردی سے کپکپی طاری ہونا۔

تخریج: أخرجه مسلم (۲۵۷۵) وابن حبان (۲۹۳۸) وأبو یعلی (۲۱۷۳)

الفرائد: (۱) بخار کو گالیاں نہ دینی چاہئیں اس سے مسلمان کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ کئی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (۲) تکلیف آئے تو صبر کیا جائے شکوہ کا کلمہ نہ کہا جائے۔

۳۲۳: بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيْحِ وَبَيَانِ مَا يُقَالُ عِنْدَ هُبُوْبِهَا

بَابٌ: ہوا کو گالی دینے کی ممانعت اور اس کے چلنے کے وقت کیا کہنا چاہیے؟

تشریح ۞ یہ نہی تنزیہی ہے۔

۱۷۲۹: عَنْ اَبِی الْمُنْذِرِ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسُبُّوا الرِّيْحَ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ مَّا تَكْرَهُوْنَ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَخَيْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۷۲۹: حضرت ابومنذر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہوا کو گالیاں مت دو جب تم وہ چیز دیکھو جس کو تم ناپسند کرتے ہو (یعنی آندھی وغیرہ) تو اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ...... ''اے اللہ ہم آپ سے اس ہوا کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں جو اس میں ہے اور اس بھلائی کا جس کے لئے اس کو حکم دیا گیا ہے اور اس ہوا کے شر سے ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اور جو کچھ اس میں شر ہے۔ اس سے پناہ مانگتے ہیں جس کے لئے اس کا حکم ہوا اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ ابو المنذر: یہ ابی بن کعب کی کنیت ہے۔ لا تسبوا الریح: کیونکہ یہ تو جس کام کیلئے بنائی گئی اسی کو کرنے والی ہے۔ ما تکرھون: یعنی ہوا کا تیز و تند چلنا۔ خیر ما فیھا: جو اس کے نتیجہ میں بادل پیدا ہو کر بادل بننے اور عمدہ گھاس پیدا ہونے والی ہے یا وہ بھلائی جس میں سہولت ہو۔ مثلاً اس سے کشتیاں چلتی ہیں۔ ما امرت به: یہ فعل مجہول نائب مستتر ہے۔ من شر ھذہ الریح: اس طور پر کہ یہ آندھی ہو ہلاک کرنے والی ہوا ہو۔ شر ما امرت به: کہ جس کے متعلق اس کے ذریعہ ہلاکت کا فیصلہ ہو جیسے کہ ریح عاد جس چیز پر گزرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۸/۲۱۱۹۶) والبخاری (۷۱۹) والترمذی (۲۲۵۹) والنسائی (۹۴۲) وابن سنی

(۲۹۸) والحاکم (۲/۳۰۷۵)

الفوائد : ۱)ہوا کو گالیاں ممنوع ہیں وہ تو خودنہیں چلی، چلائی گئی ہے۔اگر اس کے ناپسند اثرات دیکھے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

۱۷۳۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :الرِّیْحُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ، تَاْتِیْ بِالرَّحْمَةِ وَتَاْتِیْ بِالْعَذَابِ، فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا ، وَاسْئَلُوا اللّٰهَ خَیْرَهَا وَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

قَوْلُهٗ ﷺ :"مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" هُوَ بِفَتْحِ الرَّآءِ :اَیْ رَحْمَتِهٖ بِعِبَادِهٖ۔

۱۷۳۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "ہوا اللہ کی رحمت ہے یہ رحمت لاتی اور عذاب کو دُور کرتی ہے۔ جب تم اس کو دیکھو تو اس کو گالی مت دو اور اللہ سے اس کی خیر مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو"۔(ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ" راء کے فتح کے ساتھ ہے یعنی اللہ کی رحمت جو اس کے بندوں پر ہے۔

تشریح ۞ **الریح من روح اللہ** :یعنی اپنے بندوں پر رحمت ولطف سے ان کو بھیجتا ہے۔**تاتی بالرحمة** :جس پر اللہ تعالیٰ رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں۔**وتأتی بالعذاب** :جس کو اللہ تعالیٰ اس سے عذاب دینا چاہتے ہیں۔**فلا تسبوھا**: کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم رحمت یا عذاب والا ہوتا ہے۔اسی کو پورا کرتی ہے۔**خیرھا**:وہ خیر جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے۔ **من شرھا**:وہ شر جس کی تکمیل کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷٤۱۷) والبخاری (۷۲۰) وأبو داود (۵۰۹۷) وابن ماجه (۳۷۲۷) والنسائی (۹۲۹) وابن حبان (۵۷۳۲) والحاکم (٤/۷۷٦۹) وعبد الرزاق (۲۰۰٤) والبیهقی (۳/۳٦۱)

الفوائد : (۱)وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔خیر وشر لاتی ہے۔اس کو گالی دینا ممنوع ہے۔اس کے خیر کی طلب اور شر سے پناہ مانگنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان کرے۔

۱۷۳۱ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِیُّ اِذَا عَصَفَتِ الرِّیْحُ قَالَ :اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۳۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ جب ہوا چلتی تو فرماتے: "اے اللہ! میں اسکی بھلائی کا

طالب ہوں اور اس چیز کی بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس چیز کی بھلائی جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اور اسکے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کے شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **عصفت** : تیز چلنا۔ **خیرھا و خیر ما فیھا**: جو اس میں ذاتی بھلائی یا جن بھلائیوں کا ذریعہ ہے مثلاً بادل کا جمع کرنا۔ نقصان ختم کر کے، فوائد لانا، کشتیاں کا چلانا۔

ما ارسلت به : جیسے مزروعات کا غول اور اجسام کی درستی۔ **من سرھا**: جبکہ سخت آندھی کی صورت میں ہو۔ **شر ما فیھا**: مثلاً وہ ڈبونے والی، بارش کے بادل کو دور ہانک کر لے جانے والی۔ کڑک پر مشتمل ہو وغیرہ۔ **شر ما ارسلت به** : جیسے عاد پر بھیجی گئی جس سے ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اور کھیتی کو تباہ کرنے والی۔ دودھ کو سکھانے والی۔

ما ارسلت به : خیر و شر دونوں مقام پر یہ مجہول ہے۔ (۲) معروف ہے۔ (۳) خیر میں خطاب کا صیغہ ہو۔ (۴) شر میں واحد مؤنث مجہول کا صیغہ ہو۔ تاکہ **انعمت علیھم** کے قبیل سے بن جائے۔

البتہ وہ روایت ''**والخیر کله فی یدیك والشر لیس الیك**'' اس کے متعلق اتنی بات سمجھ لی جائے۔ آیت و حدیث ان دونوں میں دو قسموں میں فرق کیا گیا اب ضروری تھا کہ فرق کی وجہ بتلائی جائے۔ جانب نعمت میں خطاب کی لذت کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا اور جانب غضب میں فرار میں تیزی تقاضائے ادب ہے۔ کیونکہ اس کی طرف خیر ہی کی نسبت کی جاتی ہے نا کہ شر کی۔

فائدہ : ہوائیں چار ہیں: (۱) کعبہ کی جانب سے چلنے والی صبا اور (۲) اس کے بالمقابل چلنے والی دبور اور (۳) اس کے دائیں جانب سے چلنے والی جنوب (۴) بائیں جانب سے چلنے والی شمال۔ پھر ہر ہوا کی خصوصیت ہے: (۱) صباء یہ گرم خشک ہوئی ہے (۲) دبور ٹھنڈی مرطوب ہوتی ہے۔ (۳) جنوبی ہوا گرم مرطوب (۴) شمالی ہوا ٹھنڈی خشک ہوتی۔ یہ جنت کی ہوا ہے۔ جو اہل جنت پر چلے گی۔

تخریج : أخرجه مسلم (۸۹۹/ ۱۰) والترمذی (۳٤٦۰) وابن ماجه (۳۸۹۱) والنسائی (۹٤۷)

الفرائد : (۱) جب کوئی حالت بدلتی تو آپ ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ ہر چیز اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ (۲) ہوا چلے تو یہ دعا مانگے۔

۳۲۴: بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ

بَابٌ: مرغے کو گالی دینے کی کراہت

تشریح ۞ **الدیك**: اس کی جمع دِیَكة بروزن عِنَبه آتی ہے۔

۱۷۳۲: عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَإِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۳۲: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مرغے کو گالی مت دو اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے''۔(ابوداؤد) سند صحیح کے ساتھ۔

تشریح ۞ لا تسبوا الديك :یہ نہی تنزیہی ہے۔ یہاں مراد وہ ہے جس میں لعنت نہ ہو۔ ورنہ لعنت تو حرام ہے جیسا پہلے گزرا۔ فانه يو قظ للصلاة: یعنی مرغا اگر اپنی بانگ دے اور تم میں سے کوئی جاگ جائے تو وہ مرغ کو گالی نہ دینے لگے کہ اس کی لذیذ نیند میں اس سے خلل ڈال دیا۔ کیونکہ وہ نماز فجر کیلئے بیدار کرتا ہے۔ یہ نماز کیلئے جگانا تمہاری لذت نوم سے بہتر ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢١٧٣٧/٨) وأبوب داود (٥١٠١) والنسائی (٩٤٥) والحميدى (٨١٤) وابن حبان (٥٧٣١) والطيالسی (٩٥٧) والطبرانی (٥٢٠٨) وعبد الرزاق (٢٠٤٩٨)

الفرائد : (۱) مرغ کو گالی نہ دی جائے۔ یہ نماز فجر کیلئے جگاتا ہے۔(۲) جس چیز سے بھی فائدہ حاصل کیا جائے اسے گالی نہ دینی چاہیے بلکہ اس کا اکرام کیا جائے۔

۳۲۵ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْإِنْسَانِ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا

بَاب: یہ کہنا ممنوع ہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی

تشریح ۞ قول :یہاں بظاہر میں تو جملہ کی طرف مضاف ہے۔ مگر جملے سے کلمہ ہی نہیں علم مراد ہے۔ نوء کی جمع انواء ہے۔

۱۷۳۳ :عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ اَثَرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ – فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ:"هَلْ تَدْرُوْنَ مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ – قَالَ :قَالَ :اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ ، فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ ، وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
وَالسَّمَآءُ هُنَا :الْمَطَرُ۔

۱۷۳۳: حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں بارش کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ اس رات بارش ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ نے چہرہ پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا

تم جانتے ہوتمہارے رب نے کیا فرمایا؟'' انہوں نے کہا اللہ اوراس کے رسول ﷺ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے میرے ساتھ ایمان کی حالت میں اور کچھ نے کفر کی حالت میں صبح کی ہے جس نے یہ کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی پس وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر ستاروں کی فلاں قسم سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے''۔

اَلسَّمَآءُ : بارش۔

تشریح ۞ **صلاۃ الصبح** :فرض کی نماز سفر میں جماعت کرائی جاسکتی ہے۔ مشقت کی وجہ سے اگر چہ حضر میں اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ **بالحُدَیْبِیَۃ**: تخفیف کے ساتھ اہل عرب کے ہاں مستعمل اس پر اہل لغت کا اتفاق تثقیل والا قول ضعیف ہے۔ (المصباح) یہ جدہ کی راہ میں مکہ سے مغرب کی جانب ایک مقام ہے۔ اس کے مکہ کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے۔ **سماء**: یہ سیماب کے معنی میں ہے۔ یعنی رات کو بارش ہوئی۔ **فلما انصرف اقبل علی الناس**: نماز کو مکمل کر کے لوگوں کی طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ **قال ربکم**: یعنی خود فرمایا ہے۔ **قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم** :یہ جواب ادب کی وجہ سے دیا اور اپنے علم کی حدود پر رک کر اس سے تجاوز نہ کیا۔ **اصبح من عبادی مؤمن بی و کافر** : بی کا صلہ ایمان کے ساتھ ذکر کیا اور کافر کے ساتھ نہیں لائے یہ ادب سکھانے کیلئے کہ اس کی نسبت اس کی طرف مناسب نہیں تاکہ تخاطب میں مبالغہ ادب کا لحاظ ہو۔ پھر وہ لوگ جو اس طرح کہیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے بارش دی ہے۔ النحو :اگر مراد اس سے فضیلت ہو تو عطف تفسیری ہے اور اگر ارادہ مراد ہو تو عطف مغایرت ہے۔

فذلك مؤمن بی :اس لئے کہ تمام امور کی نسبت خالق وموجد کی طرف کرنے والا ہے۔ **کافر بالکوکب** :اس طور پر کہ وہ ستارے کے متعلق اس بات کا انکاری ہے کہ اس کا اس بارش میں کچھ اثر ہے۔ کیونکہ غیر اللہ کا قطعاً کسی چیز میں دخل نہیں۔ کوکب کو مفرد میں لانے سے مراد اس سے جنس ہے۔ اس پر الف لام دلالت کرتا ہے۔ **مطرنا بنوء کذا و کذا**: یہ ستاروں کی طرف جو نسبت کی جاتی ہے اس سے کنایہ ہے۔ **کافر بی** :اگر اس سے ستارے کو بارش کا حقیقی سبب سمجھا تو کافر ہ اور اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو نعمت کا ناشکرا مراد ہوگا۔

ابن صلاح کا کلام: نوء: اصل میں مصدر ہے **ناء النجم ینوء ای سقط وغاب**: یہ خود ستارہ نہیں بعض نے کہا ناء النجم کا معنی طلوع ہونا اور ابھرنا ہے۔ کل ۲۴ ستارے ہیں جو کہ معروف ہیں یہ تمام سال طلوع ہوتے ہیں۔ یہ چاند کی ۲۸ منازل سے معروف ہیں۔ تیرہ راتوں میں ایک ستارہ مغرب میں طلوع فجر کے ساتھ ہی گرتا یعنی غروب ہوتا ہے اور اس کے بالکل دوسرا ستارہ مشرق میں اسی وقت طلوع ہوتا ہے۔ پس اہل جاہلیت اس وقت بارش ہو جاتی تو اس غروب ہونے والے ستارے کی طرف نسبت کرتے (یہ ابن النحوی کا کلام ہے)۔

اصمعی کا قول: یہ طالع کے متعلق ہے۔ کہ ابوعبیدہ کہتے تھے کہ نوء کا معنی سقوط۔ سوائے اس مقام کے سنا نہیں گیا۔ پھر کبھی تو ستارے کو نوء کا نام دیتے ہیں۔ یہ گویا مصدر بمعنی فاعل ہے۔
زجاج کا قول: مغرب میں غروب ہونے والے کے متعلق فرماتے ہیں یہی انواء طالعہ ہیں۔ المحکم میں یہی بات ظاہر ہے۔ بعض نوء کو سقوط قرار دیا گویا کہ یہ لفظ اضداد سے ہے۔ صاحب مصباح کہتے ہیں کہ سماء پر بارش کا اطلاق حقیقی ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (٤٥١) وأحمد (٦/١٧٠٦٠) والبخارى (٨٤٦) ومسلم (٧١) وأبو داود (٣٩٠٦) والنسائى (١٥٢٣) وابن حبان (١٨٨) والحميدى (٨١٣) وعبد الرزاق (٢١٠٠٣) وابن منده (٥٠٣) وأبو عوانة (١/٢٦) والطبرانى (٥٢١٣)

الفرائد: (۱) جس نے کہا فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی ہے۔ تو یہ کفر ہے۔ کیونکہ ستارہ مخلوق ہے اس کے قبضہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۲۶: بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهٖ لِمُسْلِمٍ يَا كَافِرُ

بَابٌ: کسی مسلمان کو اے کافر کہنا حرام ہے

تشریح ۞ یہاں مکلّف مراد ہے۔

۱۷۳۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۳۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو اس کلمے کو ان دونوں میں سے ایک لے کر لوٹتا ہے اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا تو وہ کافر ہے وگرنہ کفر کا کلمہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے''۔ (بخاری اور مسلم)

تشریح ۞ الرجل: اس سے مکلّف مراد ہے۔ یہاں مسلمان مقصود ہے۔ لاخیه: یہاں اسلامی بھائی مراد ہے۔ یا کافر۔ منادی مفرد مبنی علی الضم ہے۔ فقد باء بها: وہ کلمہ اس کی طرف لوٹے گا۔ فان کان کما قال: جس کے متعلق کہا گیا۔ وہ کفر کا مرتکب ہے۔ تو وہ انہی میں سے ہو جائے گا۔ والا: اور اگر وہ اسلام پر ہو اور خلاف اسلام اس نے کوئی کام نہ کیا ہو۔ رجعت علیه: تو قائل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اگر اس نے ایمان پر کفر کا اطلاق کیا ہو اور یہ ارادہ کیا ہو کہ وہ اس سے متصف ہے تو یہ کافر ہو جائے گا۔

تخریج: أخرجه مالك (١٨٤٤) وأحمد (٢/٤٧٤٥) والبخارى (٦١٠٤) ومسلم (٦٠) وأبو داود (٤٦٨٧) والترمذى (٢٦٤٦) وابن منده (٥٢١) وان حبان (٢٤٩) وأبو عوانة (١/٢٢) والبيهقى (١٠/٢٠٨)

الفرائد : (۱) مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ایسا لقب جس سے کفر کا مفہوم نکلے نہ پکارنا چاہیے۔ اگر وہ اس کا مستحق نہیں تو اس کا عقاب اسی کہنے والے پر پڑے گا۔

۱۷۳۵ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

"حَارَ" : رَجَعَ۔

۱۷۳۵: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''جس نے کسی مسلمان کو کافر کہہ کر پکارا یا عدو اللہ کہا اور وہ اس طرح نہیں تھا تو وہ کلمہ اس پر لوٹ آئے گا''۔ (بخاری اور مسلم)

حَارَ: معنی لوٹا۔

تشریح ۞ دعا رجلا بالکفر :یعنی اس کو نداء سے یا بلا نداء کافر کہا۔ او قال عدو اللّٰه: اس کو تخاطب یا بلا تخاطب وصف عدو اللّٰه سے موصوف کیا۔ ولیس کذلك: وہ جس کے متعلق کہا گیا وہ ایسا نہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی عداوت سے تعبیر کریں۔ الا حار علیه: اس کا وہ وصف ہے جو مؤمن کو دیا۔ اگر اس کا اعتقاد یہ تھا کہ ایمان کفر ہے اور مؤمن کافر اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ یہ وہ اسی کی طرف لوٹے گا اور یہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ ارادہ نہیں کیا بلکہ کفرانِ نعمت کا ارادہ کیا یا اس کے اعمال کے کافروں جیسے قرار دیا تو پھر یہ کافر نہ ہوگا۔ حار: یہ رجع کے معنی میں ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۱۵۲۱) والبخاری (۲۵۰۸) ومسلم (۶۱) وسیأتی (۱۵۶۹)

الفرائد : (۱) کسی کو کافر و فاسق نام دینا بڑا گناہ ہے۔ یا اے دشمن خدا کہا اگر وہ اس کلمے کا حقدار نہیں تو کہنے والے پر اس کا وبال ہوگا۔

۳۲۷ :بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْفُحْشِ بَذَاءِ اللِّسَانِ!

بَابٌ: فحش و بدکلامی کی ممانعت

تشریح ۞ الفحش :بری بات۔ بذاء اللسان: حماقت اور بری بات اگرچہ وہ اس بات میں سچا ہو۔

۱۷۳۶ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیِّ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ :حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن نہ طعنہ

دینے والا' نہ لعنت کرنے والا' نہ بدگوئی کرنے والا اور نہ فحش گوئی کرنے والا ہوتا ہے۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **لیس المؤمن بالطعان**: کامل ایمان والے کی یہ شان نہیں کہ وہ انساب میں کثرت سے طعن کرنے والا یا عیب لگانے والا ہو۔ **اللعان**: بہت لعنت کرنے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے۔ اور یہ توقیفی ہے۔ اسی سے معلوم ہوسکتی ہے۔ (اور وہ یہاں موجود نہیں)۔ **و لا البذی** : یہ عطف عام علی الخاص کی قسم سے ہے۔

تخریج : باب تحریم شهادت الزور میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۷۳۷ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَآءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۷: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فحش گوئی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو عیب دار کرتی اور حیا جس چیز میں ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے"۔ (ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **کان** : یہ وجد کے معنی میں ہے اور فحش ہر وہ چیز جو شرعاً و عرفاً معروف ہو اس میں حد سے گزرنا۔ **زانه**: اس کی وجہ یہ ہے کہ حیاء والا وہ اس چیز کو ترک کر دیتا ہے جو قابل ملامت ہو۔ وہ معایت کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور فحش کا روہ ان باتوں کو نہیں دیکھتا وہ برے کاموں میں مصروف و مشغول رہتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۲٦۸۹) والبخاری (٤٦٦) والترمذی (۱۹۸۱) وابن ماجه (٤۱٥۸) وعبد الرزاق (۲۰۱٤٥) والبزار (۱۹٦۳)

الفرائد : (۱) فحش سے دور رہے کیونکہ یہ بندے کا نقص دینی اور دیناوی ہے۔ (۲) حیاء کا خاص اہتمام کیا جائے کیونکہ وہ خیر کا ذخیرہ ہے۔

لطیفہ: گناہ ذلت میں ہیں' مروت کی وجہ سے ان کو چھوڑا تو وہ دیانت بن گئے۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے مطابق تم پر تخفیف کی ہے تمہیں اس کے قرب کے مطابق اس سے حیاء چاہیے۔

۳۲۸ :بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيْرِ فِي الْكَلَامِ وَالتَّشَدُّقِ فِيْهِ وَتَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ وَدَقَائِقِ الْإِعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَّامِ وَنَحْوِهِمْ

بَابٌ: گفتگو میں بناوٹ کرنا اور باچھیں کھولنا' قدرتِ کلام ظاہر کرنے کے لئے تکلف کرنا اور غیر مانوس الفاظ اور اعراب کی باریکیاں وغیرہ سے عوام کو مخاطب کرنے کی کراہت

تشریح ۞ التقعیر :تقعر، تعرق، تشدق اور تکلم باقصی حلق۔ یہ سب ایک چیز ہے۔ تشدق :اس سے اپنی باچھ کو موڑا جھکایا تاکہ فصاحت میں تکلف کرے۔ بغیر ملکہ کے اس کا قصد کرے۔ وحشی اللغه: وہ الفاظ جن کا معنی موضوع لہ لغت میں غیر معروف ہو صرف علماء جانتے ہوں، عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں۔ دقائق الاعراب: ایسی ترکیب پیش کرے جس کا نکالنا عربیت کے دقیق قواعد پر موقوف ہو۔ اور اس میں اپنی سوچ کو لگا۔ فی مخاطبة العوام ونحوهم۔ اَلنَّحْوُ : یہ ظرف لغو ہے جو کہ استعمال سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ غیر مانوس لغت اور دقیق عربی اشارات عوام کے سامنے تو مکروہ ہیں۔ البتہ علماء کے سامنے کراہیت نہیں۔ جیسا کہ صاحب مشارق نے اپنی کتاب کے خطبہ میں اور صاحب قاموس نے اپنے خطبہ کتاب اور عینی سے شرح شواہد میں استعمال کیے ہیں۔ بقیہ جو لغت و اعراب میں مشغول نہ ہوں وہ عوام مراد ہیں۔ علماء اور لغت سے واقف لوگ اس حکم سے خارج ہیں۔

۱۷۳۸ :عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَا ثَلَاثًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ :اَلْمُبَالِغُوْنَ فِي الْاُمُوْرِ۔

۱۷۳۸ :حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا: ''معاملات میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوگئے'' یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (مسلم)

مُتَنَطِّعُوْنَ :معاملات میں مبالغہ کرنا۔

تشریح ۞ قالها ثلاثا :یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ نفرت تاکید کیلئے دہرایا۔

المتنطعون: کسی چیز میں تکلف سے بحث کرنے والے۔ اہل کلام کے مذاہب جو ایسی باتوں میں گھسنے والے ہیں جہاں ان

کی عقول کی رسائی نہیں وہ اس میں شامل ہیں۔صاحب نہایہ کہتے ہیں۔اس سے وہ لوگ مراد ہیں کلام میں غلو کرنے والے، منہ پھاڑ کر بات کرنے والے۔یہ نطع سے بنا ہے۔یہ منہ کی بلند ترین غار کو کہتے ہیں۔پھر ہر تعمق والے قول وفعل میں استعمال کیا جانے لگا۔

تخریج : باب العبادة... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۷۳۹ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۳۹: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ اس آدمی کو برا جانتے ہیں جو بلاغت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح متحرک کرتا ہے جس طرح گائیں اپنی زبان کو حرکت دیتی ہے" (یعنی تصنع اختیار کرتے ہیں)۔(ابوداؤد) ترمذی حدیث حسن۔

تشریح ۞ ان اللّٰه یبغض: یہاں سے اس کی غایت یعنی ذلت مراد ہے۔یا عالم ملکوت میں اس کو رذیل اوصاف سے ذکر کرنا۔مجاز مرسل مراد ہے۔البلیغ من الرجال: وہ آدمی جو باچھیں پھاڑ کر بات کرے۔اور زبان کو اس طرح کلام کیلئے لپیٹے جیسے گائے اپنی زبان کو گھاس کیلئے لپیٹتی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦٥٥٤/٢) وأبو داود (٥٠٠٥) والترمذي (٢٨٦٢)

الفرائد : (۱) فصاحت میں تکلف اور مبالغہ کی ممانعت کی فرمائی گئی ہے۔

۱۷۴۰ : وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ، وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ – وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

۱۷۴۰: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"بے شک قیامت کے دن تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب مجلس والے وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو باچھیں کھول کر باتیں کرنے والے تکلف سے باتیں کرنے والے اور منہ بھر کر باتیں کرنے والے ہیں۔(ترمذی) حدیث حسن ہے۔اس کی تشریح کے

باب حسن خلق میں گزر چکی ہے۔

تشریح ۞ مِن: یہ تبعیض کیلئے ہے۔ احبکم: محبوبیت میں بہت بڑھ کر۔ یوم القیامة: یہ اقرب کا ظرف ہے۔ (۲) ماقبل کا بھی بن سکتا ہے دوسروں سے دنیا میں ان کا محبوب ہونا بھی معلوم ہوا۔ اس لئے کہ کسی چیز پر سکوت اس کی نفی نہیں کرتا۔

ابغضکم: بغض میں بڑھ کر۔ الی: شاید خطاب صرف حاضرین ایمان والوں کو ہا۔ تو کافروں کے زیادہ مبغوض ہونے کے منافی نہیں۔ الثرثار: تکلف سے بہت کلام کرنے والا۔ المتشدق: اپنی کلام کی عظمت بڑھانے کیلئے منہ بھر کر بات کرنے والا۔ لوگوں پر اپنی کلام کو ٹھونسنے والا۔ المتفیهق: یہ الفهق سے ہے۔ اس کا معنی بھرنا ہے۔ جو آدمی کلام منہ بھر کر کرے اور فضیلت کو ظاہر کرنے کیلئے فصاحت و بلاغت اختیار کرے۔ باب حسن الخلق میں روایت گزری۔

تخریج : باب حسن الخلق ...... میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۲۹ :بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ خَبُثَتْ نَفْسِي

بَابٌ: میرا نفس خبیث ہوا کہنے کی کراہت

تشریح ۞ یہ الفاظ کہنا کراہت تنزیہی ہے۔

۱۷۴۱ :عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ :مَعْنٰى خَبُثَتْ غَثِيَتْ ، وَهُوَ مَعْنٰى "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ۔

۱۷۴۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ لفظ نہ کہے: میرا نفس خبیث ہوگیا ہے بلکہ یوں کہے میرا نفس غافل ہوگیا ہے۔ (بخاری ومسلم) علماء نے فرمایا کہ 'خبثت'' کا معنی یہ ہے کہ نفس کا سکون غارت ہوگیا ہے اور یہی معنی 'لقست'' کا ہے لیکن صرف خباثت کے لفظ کو ناپسندیدہ سمجھا ہے۔

تشریح ۞ خبثت نفسی: اس نہی کو تحریم سے لَقِسَتْ نفسی سے پھیر دیا۔ معنی دونوں الفاظ کا ایک ہے۔ صرف لفظی بذائت سے بچانے کیلئے دوسرے لفظ کا استعمال بتلایا۔ بقول خطابی درحقیقت زبان پر اچھے الفاظ استعمال کرنے کا حکم دیا اور قبیح الفاظ کے ترک کی تلقین فرمائی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۴۲۹۸) والبخاری (۶۱۷۹) ومسلم (۲۲۵۰) وأبو داود (۴۹۷۹) والنسائی

(۱۰۴۹) وابن حبان (۷۵۲٤) والطبرانی (۲٦۳۳)

الفرائد: (۱) برے الفاظ اور برے ناموں کو چھوڑ کر اچھے نام اختیار کرنے چاہئیں۔ (۲) انسان کو خیر اپنے ساتھ ملانی چاہیے خواہ اچھے خیال سے ہو اور برے الفاظ سے بھی گریز کرنا چاہیے۔

۲۳۰: بَابُ کَرَاهَةِ تَسْمِیَةِ الْعِنَبِ کَرْمًا

باب: انگور کو کرم کہنے کی کراہت

۱۷۴۲: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْکَرْمَ فَاِنَّ الْکَرْمَ الْمُسْلِمُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ - وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ - وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَاِنَّمَا الْکَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ" - وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ: "یَقُوْلُوْنَ الْکَرْمُ اِنَّمَا الْکَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

۱۷۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انگور کو کرم نہ کہو کرم تو مسلمان ہے"۔ (بخاری ومسلم)

یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور اس کی ایک روایت میں ہے کہ کرم مؤمن کا دل ہے۔

دونوں کی روایت میں ہے لوگ کہتے ہیں الکرم: بے شک وہ تو مؤمن کا دل ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انگور پر کرم کے لفظ کا اطلاق نہ کرو۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں: "**لا یقولن احدکم الکرم الرجل المسلم**" ایک روایت میں "**انما الکرم قلب المؤمن**"۔

ابن جوزی کہتے ہیں: اس سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں اس کو کرم کہتے کیونکہ اس کے استعمال سے وہ سمجھتے کہ دل میں کرم وسخاوت پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے روک دیا گیا۔ جس سے شراب کی تعریف نکلتی تھی۔ تاکہ اس سے شراب کی خوب مذمت اور حرمت کی تاکید ہو جائے۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کے دل میں نور ایمان ہے۔ پس وہ اس الکرم کا زیادہ حقدار ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹۹۸٤/۳) والبخاری (٦۱۸۲) ومسلم (۲۲٤۷) وأبو داود (٤۹۷٤) وعبد الرزاق (۲۰۹۳۷) وابن حبان (۵۸۳۲)

الفرائد: (۱) انگور کے پودے کو کرم کہنا مناسب قرار نہیں دیا گیا۔ یہ درحقیقت شراب کی نفرت کو دلوں میں خوب بٹھانے کیلئے ایسے ناموں سے بھی روک دیا گیا۔

۱۷۴۳ : وَعَنْ وَآئِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "لَا تَقُولُوا الْكَرْمُ وَلٰكِنْ قُولُوا : الْعِنَبُ ، وَالْحَبَلَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَآءِ وَالْبَآءِ وَيُقَالُ اَيْضًا بِاِسْكَانِ الْبَآءِ۔

۱۷۴۳: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کرم مت کہو بلکہ انگور کو العنب اور حبل کہہ کر پکارا کرو''۔ (مسلم)

اَلْحَبْلَه :انگور کی بیل۔

تشریح ۞ **ولا تقولوا الکرم**: اس کو کرم مت کہو تا کہ جاہلیت کی کسی یادگار کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ یہ لفظ وہ محفل شراب کی سخاوت کو یاد دلانے کے لئے انگور ہی کو کرم کہنے لگے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ **ولکن قولوا العنب والحبله**: یہ اس نہی سے مطلق نام کی ممانعت کا جو وہم تھا اس کا ازالہ کر دیا۔ نام رکھنے میں حرج نہیں مگر اصل نام لوتا کہ تم نام وکام دونوں ہو جائیں۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ: یہ ملوک حمیر سے تھے ان کے ہاں بادشاہ کو قَیل (جمع اقیال) کہتے تھے ان کے والد حمیر کے بادشاہوں سے تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ رہے تھے آپ ﷺ نے ان کی آمد کی اطلاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے پہنچنے سے کئی روز پہلے دی: ''**یأتیکم وائل بن حجر من أرض بعیدة من حضر موت طائعًا راغبًا فی اللّٰہ عزوجل وفی رسولہٖ وھو بقیة الأقیال**......'' جب یہ آتے تو آپ ﷺ نے ان کو مرحبا کہا اور قریب کیا اور اپنی چادر مبارک اس کیلئے پھیلا دی اور اس پر ان کو اپنے ساتھ بٹھایا اور یہ دعا فرمائی: ''**اللھم بارك فی وائل وولدہ**'' اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور ان کی تعریف فرمائی اور اس کے علاقوں پر ان کو نگران مقرر فرمایا اور زمین کی ایک جاگیر ان کو عنایت فرمائی اور ان کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو فرمایا وہ جاگیر اُن کو الگ کر کے دے دو۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۷۱ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں سے چھ کو مسلم نے نقل کیا اور بخاری نے ایک روایت بھی نقل نہیں کی۔ انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ ان کے پاس وفد کی صورت میں گئے انہوں نے ان کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ یہ صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اہل حضر موت کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ (تہذیب نووی)

تخریج : أخرجه مسلم (۲۲٤۸) والبخاری (۷۹۵) والدارمی (۲۱۱٤) وابن حبان (۵۸۳۱) والطبرانی (۱٤/۲۲)

الفرائد : شراب انگور سے تیار کی جاتی وہ ان کے ہاں سخاوت پر آمادہ کرنے والی تھی۔ اسلام نے شراب کو حرام کیا تو انگور کو کرم کہنے سے روک دیا۔ وہ زمین کہتے۔ ''**وللارض من کاس الکرام نصیب**''۔

۳۳۱ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْاَةِ لِرَجُلٍ اِلَّا اَنْ يُّحْتَاجَ اِلٰى ذٰلِكَ لِغَرْضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

بَابٌ: کسی آدمی کو کسی عورت کے اوصاف غرضِ شرعی کے علاوہ بیان کرنے کی ممانعت ہے غرضِ شرعی نکاح وغیرہ ہے

تشریح ۞ لغرض شرعی: ضرورت شرعی نکاح جو آدمی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اس سے اس کے محاسن بیان کرنا درست ہے۔ جب کہ اس کو دیکھنا ممکن نہ ہو وغیرہ۔

۱۷۴۴ : عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت دوسری عورت کے متعلق اپنے خاوند کو اس کے اوصاف اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ لا تباشرا لمرأة المرأة: یعنی ایک عورت دوسری کے چمڑے نہ چھوئے۔ وہ اس کے جسم کی نرمی اور خوبیوں کو معلوم کر کے اپنے خاوند کو بیان کرے گی۔ فتصفها لزوجها: پھر وہ اپنے خاوند کو بیان کرے گی۔ اَلنَّحْوُ: یہ نہی کا جواب جبکہ منصوب ہو۔ (۲) ورنہ منفی کا جواب ہے۔ کانه ینظر الیها۔ اَلنَّحْوُ: یہ مجرور سے جملہ حالیہ ہے۔

قاضی کا قول: یہ امام مالک کے ہاں سد ذرائع کی دلیل ہے۔ اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ اس کے محاسن بیان کرنے سے خاوند کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہو کر اس کو طلاق کی نوبت نہ آئے۔ یا کسی اور فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٣٦٠٩) والبخاری (٥٢٤٠) وأبو داود (٢١٥٠) والترمذی (٢٨٠١) والنسائی (٩٢٣١) وابن حبان (٤١٦٠) وابن أبی شيبة (٣٩٧/٤) والطيالسی (٣٦٨) والطبرانی (١٠٤١٩) وأبو يعلى (٥٠٨٣) والبيهقی (٢٣/٦)

الفرائد : (۱) یہ روایت سد ذرائع میں عظیم اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ تا کہ کہیں خاوند کو موصوفہ پسند آئے اور وہ اس واصفہ کو طلاقہ دے دے۔ (۲) ایک عورت کو بلا مائل دوسری عورت سے جسم ملانا بلا ضرورت جائز نہیں۔ مستورہ اعضاء کو چھونا بھی حرام ہے۔

۳۳۲ :بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْإِنْسَانِ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

بَاب: انسان کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے بلکہ کہے ضرور بخش دے

تشریح ۞ ان شئت: دعا میں اس قسم کے کلمات استعمال نہ کرے۔ جزم ویقین سے دعا کرے۔ ان شئت یہ شرط ہے اس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ ایسے لفظ لانے میں محتاجی کی جائے۔ بارگاہِ الٰہی سے استغناء معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۴۵ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ :اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ ' لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّهٗ لَا مُكْرِهَ لَهٗ" - وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ :وَلٰكِنْ لِّيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهٗ شَیْءٌ اَعْطَاهُ۔

۱۷۴۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص ہرگز اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ سوال پختہ یقین کے ساتھ کرے اس لئے کہ اللہ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ پختہ عزم کے ساتھ اور پوری رغبت کے ساتھ طلب کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کا دے دینا کچھ بڑی چیز نہیں ہے۔

تشریح ۞ اللھم ارحمنی ان شئت: داؤدی کہتے ہیں کراہت اس وقت ہے جب کہ بطور استثناء کہے۔ اگر بطور تبرک یہ کلمات کہے تو کراہت نہیں ہے۔ ابن حجر سے اس کی توثیق کی ہے۔ بل لیعزم المسالة: عزم مسألہ کا مطلب طلب میں کسی قسم کی کمزوری کے بغیر سوال کرے۔ اور اللہ تعالیٰ مشیت سے بھی معلق نہ کرے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے متعلق حسن ظن رکھے اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ طلب میں یقین مستحب ہے اور مشیت سے دعا کو معلق کرنا مکروہ ہے۔

علماء کا قول: کراہت کا سبب یہ ہے۔ مشیت کا استعمال تو اس کیلئے مناسب ہے جس کو مجبور کیا جا رہا ہو۔ پس اس پر تخفیف کی گئی اور اس کو بتلایا گیا کہ اس سے کسی بھی چیز کی طلب اس کی رضامندی کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ وہ اس سے پاک ہے۔ لا مکرہ لہ کا یہی مطلب ہے۔ پس تعلیق کا فائدہ نہ رہا۔

بعض نے کہا اس صورت میں اس کی قدرت سے بے نیازی کا شبہ پڑتا ہے۔ حافظ نے پہلی بات کو راجح کہا ہے۔

لیعزم: کا معنی طلب میں پختگی اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ سے جو چیز پختگی سے مانگیں وہ دیتے ہیں خواہ دنیوی ہو

یا اُخروی۔

تخريج : أخرجه مالك (٤٩٤) وأحمد (٣/٧٣١٨) والبخارى (٦٣٣٩) ومسلم (٢٦٧٩) والترمذى (٣٥٠٨) والنسائى (٥٨٢) وابن حبان (٨٩٦) وابن ماجه (٣٨٥٤) وابن أبى شيبة (١٠/١٩٩)

الفرائد : (۱) دعا قبولیت کی امید سے کی جائے۔ رحمت الٰہی سے کبھی مایوس نہ ہو۔ کیونکہ وہ کریم کو پکار رہا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی مشیت پر دعا کو معلق کرنا مکروہ ہے۔

۱۷۴۶ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ وَلَا يَقُوْلَنَّ : اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِيْ فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۴۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پختہ یقین سے سوال کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے دے دے کیونکہ اسے کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

تشریح ۞ **فلیعزم المسالة**: دعا میں ثابت قدمی اختیار کرے۔ **ان شئت**: دعا میں اس قسم کے تعلیق والے الفاظ مت استعمال کرے۔ **لا مستکرہ لہ**: اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ ابن البشرؒ کہتے ہیں۔ دعا میں **ان شئت** کے الفاظ نہ لاتے خواہ دعا امور دنیا سے متعلق ہو یا امور دین سے۔ کیونکہ یہ ناممکن کلام ہے جس کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اس کا ظاہر نہی کا تحریم پر محمول کرنا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ نووی نے نہی کو کراہت پر محمول کیا ہے۔ حافظ بھی اس کے حامی ہیں۔

ابن بطال کا قول: دعا کرنے والے کا دعا میں خوب کوشش کرنی چاہیے۔ اور قبولیت تو امید پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ وہ کریم کو پکارتا ہے۔ کسی کو ممنوع نہیں کہ اپنے نفس کے متعلق جو کوتاہی جانتا ہو اس کے متعلق دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرنے والے ہیں۔ مخلوق میں بدترین شیطان کی دعا رد نہیں فرمائی جب اس نے کہا: ﴿**انظرنی الی یوم یبعثون**﴾ [اعراف:١٤]

تخريج : أخرجه أحمد (٤/١١٩٨٠) والبخارى (٦٣٣٨) ومسلم (٢٦٧٨) والنسائى (٥٨٤) وابن أبى شيبة (١٠/١٩٨)

الفرائد : (۱) طلب میں یقین چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن رکھے۔ اور مشیت کا استثناء نہ کرے۔ کیونکہ وہ تو غنی کریم، قوی قادرِ مطلق ہے۔ اس کے خزائن میں ذرہ کی کمی نہیں ہے۔

۳۳۳: بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ!

بَابٌ: جو اللہ اور فلاں چاہے کہنے کی کراہت

تشریح ۞ ما شاء اللّٰہ: ماشاءاللہ کے ساتھ ما شاء فلان نہ کہنا چاہیے کہ اس سے اللہ تعالیٰ جس کی مشیت ازلی وابدی ہے۔اس کے ساتھ بندے کی مشیت جو کہ حادث وممکن ہے۔مشارکت لازم آتی ہے۔

۱۷۴۷: عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

۱۷۴۷: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "اس طرح مت کہو کہ جو اللہ اور فلاں چاہے بلکہ اس طرح کہو کہ جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے"۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

تشریح ۞ ما شاء اللّٰہ وشاء فلان: یہ اس وہم کو دور کرنے کیلئے لائے جو ظاہر سے مشارکت کا پیدا ہوتا ہے۔ یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مذکورہ وہم راسخ اعتقاد سے دفع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ اپنے تمام حالات کے ساتھ حادث ہے اور جو حادث ہو وہ قدیم کا مقارن نہیں بن سکتا۔ ثم شاء فلان: ثم متراخی اور ترتیب کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ اس سے وہ وہم نہ ہوگا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲۳۳۲۵) وأبو داود (٤٩٨٠) والنسائی (۹۸۵) والبیهقی (۲۱٦/۳)

الفوائد: کنایات میں اللہ تعالیٰ اور غیر کا نام جمع کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر میں برابری کو نمایاں کرتا ہے۔ ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہا ماشاء الله وشئت تو آپ نے اس کی بات رد فرماتے ہوئے فرمایا کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک کر دیا۔ اس طرح کہو۔ ما شاء الله یا ماشاء الله ثم شئت۔

۳۳۴: بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ

بَابٌ: عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کی ممانعت

تشریح ۞ بعد العشاء الآخرہ: اس سے مقید کیا تا کہ مغرب کا وہم نہ رہے۔ اس کو لغت کے لحاظ سے عشاء کہتے ہیں اور ممانعت تو شرعی حکم ہے۔ المراد هنا الحدیث: جس کا کرنا اور چھوڑنا فی حد ذاته برابر ہو۔ اور کراہت وقت کی بناء پر ہے۔

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحًا فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَآءٌ ' فَاَمَّا الْحَدِيْثُ الْمُحَرَّمُ اَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً - وَاَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ ' وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ ' وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ ' وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ ' وَنَحْوِ ذٰلِكَ ' فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ ' وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ لَا كَرَاهَةَ فِيْهِ وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَا ذَكَرْتُهٗ۔

مراد اس سے وہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں درست ہو اور اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہو۔ رہی ناجائز یا مکروہ بات تو وہ دوسرے وقت میں تو ناجائز ہے ہی اس وقت اس کی حرمت اور ناپسندیدگی مزید بڑھ جائے گی۔ رہی بھلائی کی باتیں جیسے علمی مذاکرات' نیک لوگوں کی حکایتیں' اہل اخلاق کی باتیں' مہمان کے ساتھ گفتگو' ضرورت مند کے ساتھ بات چیت وغیرہ تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے۔ اسی طرح عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں ہے یا عارضے کی وجہ سے کوئی بات' اس میں بھی کوئی کراہت نہیں اور بہت ساری احادیث میں یہ باتیں ثابت ہیں۔

فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْمًا وَكَرَاهَةً : اس لئے کہ اس کے اصلی وصف کے ساتھ کراہت وقتی مل جاتی ہے۔ لیکن دوسرے اوقات کے مقابلے میں ان کی حرمت اس وقت بڑھ جائے گی۔ جو کہ بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ حرام نہیں پس حرمت کو اس سے ملایا نہیں جا سکتا۔ باقی سخت کراہت تو بالکل ظاہر ہے۔ كَمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ: کیونکہ اس میں احیاء علم ہے۔ اس کی تدریس اولیٰ ہے۔ البتہ صالحین کی حکایات تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہیں ان کے واقعات سے دل کو تقویت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وكُلاً نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك﴾ [هود: ١٢٠] ''اور مکارم اخلاق بھی آدمی کو اعمال حسنہ سے مزین کرتے اور برائیوں سے دور کرتے ہیں۔ وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ: مہمان یا بیوی سے گفتگو جو مانوس کرنے اور اکرام کیلئے کی جائے۔ اور اسی برح صاحب حاجت سے بات چیت مثلاً اس کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے وغیرہ جو خیر پر مشتمل ہو۔ عشاء کو کسی دیر سے آنے والوں کے ساتھ لوٹانا (تا کہ اس کے نفل بن جائیں) تو یہ متوہم مفسدہ کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ فَلَا كَرَاهَةَ فِيْهِ: اس میں کراہت بالکل نہیں۔ اس لئے کہ امام احمد سے روایت وارد ہے: ''لا سمر بعد العشاء الا لمصل او لمسافر''۔ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ: کیونکہ اس میں مصلحت ہے۔ كَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَّعَارِضٍ: کبھی تو واجب ہوتی ہے۔ جیسا کہ غافل کو خطرناک جگہ سے خبردار کرنا اور کبھی مستحب ہے۔ روایات اس کی تائید کر رہی ہیں۔

۱۷۴۸ : عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعَشَآءِ

وَالْحَدِیْثَ بَعْدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۴۸: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کو ناپسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ برزہ: یہ ضربۃ کے وزن پر ہے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بعض نے نیار لکھا ہے۔ خود ان کا نام بعض نے نفلہ بن نیار لکھا ہے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ اور فرمایا نیار شیطان ہے۔ ابو برزہ شروع میں اسلام لائے اور یہ فتح مکہ میں موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے ۴۶ روایات نقل کی ہیں۔ جن میں دو متفق علیہ ہیں اور دو میں بخاری منفرد اور چار میں مسلم منفرد ہیں۔ بصرہ میں اقامت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ بعض نے کہا انہوں نے خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں خراسان میں وفات پائی۔ جبکہ دوسروں نے ۶۰ھ زمانہ یزید میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض نے ۶۴ تحریر کیا ہے۔ ان کی کنیت ابو برزہ تھی۔ اس کنیت والا اور کوئی صحابی نہیں ہے۔

النوم قبل العشاء: تاکہ نماز فوت نہ ہو جائے۔ **والحدیث بعدھا**: نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اور اس وقت میں باتیں کرنا۔ اگر جمع تقدیم ہو وقت کی اتنی مقدار کا بھی وہی حکم ہے۔ (شوافع کے ہاں جمع تقدیم درست ہے مگر احناف نماز کا انہی کے اوقات میں پڑھنے کا کہتے ہیں صرف جمع صوری جائز ہے **والدلائل فی مظانھا**) کیونکہ بعض اوقات اس سے رات کی نماز اور صبح کا اول وقت یا تمام وقت فوت ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے عمل کو افضل عمل سے مکمل کرنا چاہیے۔ اور پہلے بھی کراہت تو ہے۔ مگر اسنوی نے کہا اس سے پہلے تو کلام مباح ہے۔ اور وہ ایسے معاملے پر ختم کرے جس سے وہ مختار وقت میں داخل ہو جائے۔ البتہ اس کے بعد والے وقت میں کوئی ضابطہ نہیں۔ اس میں فوت ہونے کا امکان بہت زیادہ ہے (پس اسی کا اعتبار ہے)۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۸۱٤) والبخاری (٥٤١) ومسلم (٦٤٧) وأبو داود (۳۹۸) والترمذی (۱٦۸) والنسائی (٤۹٤)

الفوائد : (۱) نماز عشاء سے پہلے مت سوئیں۔ (۲) بعد میں جلد سو جائیں تاکہ تہجد کیلئے اٹھ سکیں۔

۱۷۴۹ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ اٰخِرِ حَیَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ : "اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ عَلٰی رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ الْیَوْمَ اَحَدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۴۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری ایام میں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا تمہارے خیال میں یہ کون سی رات ہے؟ فرمایا: "بے شک سو سال کے آخر میں ان میں سے کوئی بھی شخص نہیں رہے گا جو اس وقت زمین پر ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ آخر حیاته: زندگی کے آخری ایام میں بعض روایات معلوم ہوتی ہے یہ وفات سے ایک ماہ قبل پہلے کی بات ہے۔

ارایتکم: یعنی تم مجھے بتلاؤ۔ یہاں استفہام استخبار کی جگہ رکھا گیا ہے اور جاننے والا ہی اس کی خبر دے سکتا ہے۔ **علی رأس مائة سنة لا یبقی**: ان سو سال والوں میں سے جو کہ زمانہ گفتگو میں موجود تھے۔ ایک روایت ''احد'' کا لفظ بھی وارد ہے۔ یعنی موجودین میں سے کوئی بھی نہ رہے گا۔ بعض نے اس سے خضر والیاس علیہ السلام کی موت کو اخذ کیا جو ان کی عمر کے قائل ہیں۔ انہوں نے ان کے سطح زمین میں نہ ہونے کو ثابت کرتے ہوئے سمندر میں ہونا بتلایا ہے۔ اور پھر کہا کہ اس کا مطلب وہ ہیں جن کو وہ دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ بظاہر میں عامل ہے مگر مراد خاص ہے۔ بعض نے کہا الارضی کہہ کر ملائکہ سے احتراز مقصود ہے۔ اور انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اس سے خارج ہیں۔ وہ تو آسمان پر زندہ ہیں اسی ابلیس وہ تو ھواء اور پانی میں ہیں۔

ابن حجر کا قول: درست بات یہ ہے کہ الف لام عموم کیلئے ہے۔ اور تمام اولاد آدم کو شامل ہے۔ اسی طرح ہوا جیسا آپ نے خبر دی تھی۔ ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتفاق ہے۔ سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے متعلق سب سے آخری قول ۱۱۰ھ کا ہے۔ اور یہ آپ کے ارشاد مبارک سے لے کر ایک صدی کا آخری سال بنتا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے خیر کی بات عشاء کے بعد کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ صحیح روایات میں آپ ﷺ کا بنی اسرائیل کے بعض واقعات رات عشاء کے بعد بیان کرنا ثابت ہوتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٥٦٢١) والبخاري (١١٦) وأبو داود (٤٣٤٨) والترمذي (٢٢٥٨) والنسائي (٥٨٧١) وابن حبان (٢٩٨٩) وعبد الرزاق (٢٠٥٣٤) والطبراني (١٣١١٠)

الفرائد : نماز عشاء کے بعد علمی گفتگو درست ہے۔ جیسا ترمذی میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ابوبکر کے ساتھ رات کو مشورہ فرماتے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا۔

۞ ۞ ۞

۱۷۵۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُمُ انْتَظَرُوا النَّبِيَّ ﷺ فَجَآءَ قَرِيْبًا مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى بِهِمْ يَعْنِي الْعِشَآءَ قَالَ :ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ :"اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا ' وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

۱۷۵۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کا انتظار کیا۔ آپ رات کا آدھا حصہ گزرنے کے بعد تشریف لائے اور ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا: ''خبردار! بے شک کچھ لوگوں نے نماز پڑھی پھر وہ سو گئے اور تم اس وقت سے نماز ہی کے اندر ہو جب سے تم انتظار کر رہے ہو''۔ (بخاری)

تشریح ۞ انهم: اس سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ **شطر اللیل**: اس سے آدھی رات مراد ہے۔ **فصلی بهم**: یہ

جملہ مستانفہ منتظر یعنی نماز کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔ ثم خطبنا: یہ عنوان کا مقام ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے عشاء کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا اس میں عشاء کے بعد خیر کے کلام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ الا: یہ حروف استفتاح اور حروف تنبیہ سے ہے۔ فی صلاۃ ما انتظرتم: ما مصدریہ ظرفیہ ہے۔ جب سے تم نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ اور انکم کا جملہ ان الناس پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے۔ ان کو فی الجملہ اجر ملے گا اس لئے منتظر کھاتے اور پیتے اور گفتگو کرتے ہیں اور نماز میں مصروف کو یہ تمام چیزیں ممنوع ہیں۔ (فتح الباری)

تخریج: کتاب الفضائل باب فضل انتظار الصلوۃ میں گزر چکی۔

الفرائد: ایضاً۔

۲۳۵: بَابُ تَحْرِيْمِ امْتِنَاعِ الْمَرْاَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا اِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَّهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

بَابٌ: جب مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے تو عذر شرعی کے بغیر اسکے نہ جانے کی حرمت

تشریح اگر عذر شرعی ہو مثلاً مرض یا عبادت میں مشغولیت تو پھر اس کو اجازت ہے مثلاً اعمال حج اور روزہ اور عورت اس کے قریب سونے سے خطرہ محسوس کرتی ہے کہ شہوت ممکن ہے ابھار پیدا ہو کر روزہ وغیرہ فاسد ہو جائے۔

۱۷۵۱: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِیْ رِوَايَةٍ حَتّٰی تَرْجِعَ۔

۱۷۵۱: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کر دے پس خاوند اس پر ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو اس عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے ہیں"۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے خاوند کے بستر پر لوٹنے تک کے الفاظ ہیں۔

تشریح فابت: بلاسبب و عذر شرعی وہ باز رہی۔ حتی تصبح: دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حتی ترجع ہے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ فراش جماع سے کنایہ ہے۔ اور اس معنی کو اس ارشاد سے تقویت ہوتی ہے "الولد للفراش" اور کتاب و سنت میں قابل حیاء چیزوں کے متعلق کنایات کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اور حدیث کا ظاہر

اس بات کو رات سے خاص کرتا ہے جیسا حتی تصبح کا لفظ ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ رات کو اس کی تاکید کی۔ اس میں باعث بھی قوی ہے۔ البتہ اس سے یہ لازم نہیں کہ دن کو جائز نہیں۔ رات کی تخصیص کو اس کے عموماً رات میں پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں: مسلم، ابن خزیمہ اور ابن حبان کی روایات دن، رات کو شامل ہیں۔ البتہ اگر اس کے عذر کی وجہ سے خاوند اگر ناراض نہ ہو یا خاوند اپنے چھوڑنے پر ناراض نہ ہو تو پھر فرشتے لعنت نہیں کرتے۔

ابن ابی جمرہ کہتے ہیں: لعنت کرنے والے فرشتے حفظہ ہیں یا ان کے علاوہ ہر ایک کا احتمال ہے۔ حافظ نے کہا اس پر مؤکل فرشتے بھی ہو سکتے ہیں۔ مسلم کی روایت میں التی فی السماء کے لفظ اس کی تردید کرتے ہیں جبکہ اس سے آسمان کے رہائشی فرشتے لیے جائیں۔ ترجع والی روایت بہتر ہے اور پہلی غالب حالت پر محمول ہے۔ (فتح)

تخریج : کتاب المأمورات میں گزر چکی۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۳۶ :بَابُ تَحْرِيْمِ صَوْمِ الْمَرْاَةِ تَطَوُّعًا وَّزَوْجُهَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

بَابٌ :عورت کو خاوند کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا حرام ہے

تشریح ۞ حج کے نفلی اعمال کا حرام بھی خاوند کی موجودگی میں حرام ہے۔ البتہ اجازت سے درست ہے۔ کیونکہ خاوند کا حق واجب ہے اور نوافل سے مقدم ہے کیونکہ جب وہ ان اعمال کو شروع کر دے گی تو وہ حق فوت ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت ایسا بلا اجازت کرے تو وہ اس کو ختم کرا سکتا ہے۔ اگرچہ اکثر خاوند اس کا لحاظ کرتے ہیں۔

۱۷۵۲ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، وَلَا تَاْذَنَ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۵۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "کسی عورت کیلئے حلال نہیں کہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی روزہ رکھے) نہ ہی اس کے لئے اجازت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ شاهد: موجود و حاضر ہونا۔ الا باذنہ: اگر قضائے رمضان یا نذر واجب کے روزے ہو تو خاوند سے استیذان کی اجازت نہیں۔ شرع کی وجہ سے پہلے میں وقت کی تنگی ہے اور دوسرے میں نذر ہونے کی وجہ سے وقت کی وسعت

ہے۔ اگر اس وقت تنگ ہو تو پھر اس کا بھی وہی سابقہ حکم ہے۔ ورنہ عورت صوم نذر کی طرح اس میں اجازت لے لے جہاں کہ بالکل اجازت نہیں۔ یا مطلق اجازت ہے۔ **ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ**: خواہ اس کے والدین ہی ہوں ہاں صریحاً یا حکماً ان کی اجازت ہو تو وہ الگ بات ہے۔

تخریج: کتاب المامورات باب ۳۵/۱ حق الزوج علی امراتہ میں گذر چکی ہے

الفرائد: ایضاً

۳۳۸ :بَابُ تَحْرِيْمِ رَفْعِ الْمَأْمُوْمِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ اَوِ السُّجُوْدِ قَبْلَ الْإِمَامِ

بَابٌ: امام سے قبل مقتدی کو اپنا سر سجدہ یا رکوع سے اُٹھانے کی حرمت

تشریح ❁ اسی طرح رکوع، سجدے کا بھی حکم ہے۔ البتہ کسی رکن قولی میں جو تکبیر، اسلام کے علاوہ ہو تقدم حرام نہیں۔ بلکہ مکروہ ہے مگر سنت امام سے مؤخر کرنا ہے۔ (احناف کے ہاں تمام حرکات وسکنات امام کے بعد ہیں)

۱۷۵۳ :عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "اَمَا یَخْشٰی اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ ' اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۵۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے کیا وہ نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ❁ حروف استفتاح سے ہے۔ **یخشی احد کم**: کیا اللہ تعالیٰ کی عظمت سے وہ نہیں ڈرتا۔ **قبل الامام**: جان بوجھ کر جبکہ اسے علم ہو۔ **ان یجعل اللّٰہ**: کہ اللہ تعالیٰ کر دے۔ **راسہ راس حمار**: بعض نے اسے اس کے سر کو دن ہونے سے کنایہ قرار دیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ظاہر پر رکھا جائے۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے۔ عقل ونقل کے خلاف نہیں۔ ابن حجر ہیثمی نے اپنے معجمہ میں اس کا وقوع لکھا ہے۔ **العیاذ باللّٰہ**:

او یجعل صورتہ صورۃ حمار: حقیقت پر رکھا جائے گا۔ یا اس کی صفات میں حماریت آجائے گی۔ دونوں صورتوں میں معصیت کے اثرات کی نحوست ظاہر ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ظاہر روایت سے امام سے پہلے سر اٹھانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ مسخ کی وعید بتلائی گئی ہے اور یہ سخت سزا ہے نووی نے بھی یہی کہا ہے۔ البتہ گناہ کے باوجود نماز درست ہو جائے گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز کا

بطلان ثابت ہے اور امام احمد اور اہل ظواہر بھی قول فساد کو ثابت کرتا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲۰۷۵۳۷) والبخاری (۶۹۱) ومسلم (٤۲۷) وأبو داود (۶۲۳) والترمذی (۵۸۲) والنسائی (۸۲۷) وابن ماجه (۹۶۱) والدارمی (۱۳۱۶) وابن حبان (۲۲۸۲) وابن خزیمة (۱۶۰۰) والبیهقی (۹۳/۲) وأخرجه ابن حبان (۲۲۸۳)

الفرائد: (۱) امام سے افعال میں سبقت نہ کی جائے بسا اوقات وہ وعید کا شکار بن جاتا ہے۔ (۲) امام سے پہلے جب نماز سے فارغ نہیں ہوسکتا تو کسی فعل کے پہلے کرنے کا کیا فائدہ۔

۳۳۹: بَابُ کَرَاهَةِ وَضْعِ الْیَدِ عَلَی الْخَاصِرَةِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں کوکھ (پہلو) پر ہاتھ رکھنے کی حرمت

تشریح: اس ہاتھ نہ رکھنے میں حکمت یہ بتائی گئی کہ یہ یہود کا فعل تھا۔ بعض نے کہا کفار آگ میں کولہو ہاتھ رکھ کر آرام لیں گے۔ بعض نے کہا یہ شیطان کا فعل ہے۔ بعض نے کہا ابلیس جنت سے اسی طرح اتارا گیا بعض نے کہا یہ متکبرین کا فعل ہے۔

۱۷۵۴: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۷۵۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: **عن الخصر**: نماز میں آپ نے کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہی کا موقعہ عدم ضرورت کا موقعہ ہے۔ البتہ اگر اس کے پہلو میں درد ہوئی اور اس نے اس پر ہاتھ رکھ لیا تو نہی اس کو شامل نہ ہوگی۔ شرح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: "**نهی ان یصلی الرجل مختصرا**"۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۷۱۷۸) والبخاری (۱۲۱۹) ومسلم (٥٤٥) وأبو داود (۹٤۷) والترمذی (۳۸۳) والنسائی (۸۸۹) وابن حبان (۲۲۸۵) وابن خزیمة (۹۰۸) وابن الجارود (۲۲۰) والحاکم (۱/۹۷٤) والدارمی (۱٤۲۸) والطیالسی (۲۵۰۰) والبیهقی (۲۸۷/۲)

الفرائد: (۱) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا۔ یہ اہل نار کی استراحت کا طریقہ ہے۔ ابلیس اسی طرح آسمانوں سے زمین پر آیا۔ بروں سے مشابہت بھی بری۔

۳۴۰ :بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسُهٗ تَتُوْقُ اِلَيْهِ اَوْ مَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

باب: کھانے کی دِل میں خواہش ہوتو کھانا آ جانے اور پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز کی کراہت

تشریح ۞ **الطعام**:اس سے مراد جو چیزیں کھائی پی جاتی ہیں۔تتوق الیه:اس کے نفس کھانے کی طرف اشتیاق ہو۔ مثلاً اس کے قریب پڑا ہو۔اس کے موجود ہوتے ہوئے نماز مکروہ ہے۔الاخبثین: کی وضاحت خود بول و براز سے کر دی۔ **غائط**:اصل زمین قابل اطمنان جگہ کو کہا جاتا ہے۔جہاں وہ قضاء حاجت کرے۔گویا حال کا نام محل سے رکھ دیا۔ان میں علاقہ مجاورت ہے۔

۱۷۵۵ : عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ ، وَّلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۵۵:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:''کھانے کی موجودگی میں نماز درست نہیں اور نہ اس وقت جب کہ پیشاب و پاخانے کی شدید حاجت ہو''۔(مسلم)

تشریح ۞ **لا صلاة**:نماز کی افضلیت اور کمال کی نفی کی گئی۔اہل ظواہر سے صحت کی نفی کی۔**طعام تتوق نفسه الیه**: اس میں دل مشغول ہو کر خشوع سے محروم ہو جائے گا۔**یدافعه الاخبثان**: یہ جملہ حالیہ ہے۔اور واوٗ حال کیلئے ہے۔اس کی تشویش سے خضوع میں فرق پڑے گا۔یہ کراہت بھی اس وقت ہے جب کھانا کھانے کیلئے کھلا وقت باقی ہو اور وہ بذات خود فراغت رکھتا ہو اور اگر وقت تنگ ہو کہ اگر اس نے کھانا کھایا تو نماز کا وقت نکل جائے گا تو اسی حال میں نماز ادا کرے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٥٦٠) وأبو داود (٨٩) والحاكم (١/٥٩٩)

الفرائد : (۱) دل کھانے کی طرف مشغول رہے گا نماز میں نہ لگے گا۔کامل خشوع ختم ہو جائے گا۔پیشاب وغیرہ سے بھی توجہ ختم ہو جائے گی۔

۳۴۱ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ

باب : نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنے کی ممانعت

تشریح نووی نے اس کی کراہت پر اجماع نقل کیا ہے۔ البتہ نماز سے باہر تو حالت دعا میں مستحب ہے۔ کیونکہ دعا کا یہ قبلہ ہے۔ اسی طرح تفکر واعتبار کا بھی یہی حال ہے۔

۱۷۵۶ : عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلٰوتِهِمْ لِيْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ : لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ! رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

۱۷۵۶ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جو اپنی نماز میں اپنی آنکھیں (نگاہیں) آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کا لہجہ سخت کر لیا یہاں تک کہ فرمایا "وہ اس حرکت سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں اُچک لی جائیں گی"۔ (بخاری)

تشریح بال اقوام: بالٓ یہ حال کے معنی میں ہے۔ ینتھین: تاکید کے صیغے لا کر تحریر میں مبالغہ مقصود ہے اور نماز میں نظر اٹھانا مراد ہے۔ اولتخطفن: دو میں سے ایک بات تو ہوگی یا آنکھیں اُچک لی جائیں گی۔ مسلم ونسائی کی روایت کے الفاظ ہیں: "**ینتھن اقوام عن رفعھم أبصارھم عند الدعاء فی الصلٰوۃ الی السماء اولتخطفن ابصارھم**"۔ (جامع صغیر)

تخریج: أخرجه أحمد (٤/١٢٤٢٩) والبخارى (٧٥٠) وأبو داود (٩١٣) والنسائى (١١٩٢) وابن ماجه (١٠٤٤) وابن حبان (٢٢٨٤) وابن خزيمة (٤٧٥) والطيالسى (٢٠١٩) والدارمى (١٣٠٢) والبيهقى (٢٨٢/٢)

الفرائد : (ا) نماز کے دوران آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے۔ غیر متعلق بالصلاۃ کی طرف نگاہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم اس سے پھر جائے گی۔

۳۴۲: بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِى الصَّلٰوةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ!

باب: نماز میں بلا عذر متوجہ ہونے کی کراہت

تشریح ❁ صرف منہ کرنا جب سینے کا رخ قبلہ کی جانب رہے۔ لغیر عذر: یہ خشوع کے خلاف ہے اور اس وجہ سے بھی کہ یہ تو شیطان کی اچک ہے۔ جو وہ بندے کی نماز میں سے لیتا ہے۔ عذر کی صورت میں کراہت نہیں کیونکہ آپ ﷺ نے حنین میں جاسوس بھیجا جب صبح کی نماز پڑھی تو اس کی خاطر ادھر التفات فرمایا۔

۱۷۵۷: عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِى الصَّلٰوةِ فَقَالَ: "هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۷۵۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جھپٹ ہے جو شیطان بندے کی نماز میں سے اُچک کر لے لیتا ہے''۔ (بخاری)

تشریح ❁ فی الصلاة: کہ کراہت یا حرمت یا اباحت کی حکمت کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔ هو اختلاس: کہ غفلت کی حالت میں شیطان کا نماز میں سے اچک لیا جانے والا حصہ ہے اور حرام نہیں کیونکہ اس سے کسی رکن، شرط کا ترک نہیں آتا اور نہ اس میں کوئی باطل و حرام فعل ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۹/۲٤۸۰۰) والبخاری (۷۵۱) وأبو داود (۹۱۰) والترمذی (۵۹۰) والنسائی (۱۱۹۵) وابن حبان (۲۲۸۷) وابن خزیمة (٤۸٤) والبیهقی (۲/۲۸۱)

الفوائد: بلاضرورت نماز میں التفات شیطانی حرکت کے باعث ہے۔

۱۷۵۸: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِيَّاكَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِى الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِى الصَّلٰوةِ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِى الْفَرِيْضَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۷۵۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ کرنے سے بچاؤ۔ نماز میں اِدھر اُدھر توجہ ہلاکت ہے۔ اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو نفل میں اجازت ہے فرض میں نہیں''۔ (ترمذی) حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ❁ فان الالتفات: یہاں ضمیر کی بجائے ظاہر لفظ تفخیم اور تعظیم امر کیلئے لائے۔ مهلكة: ہلاکت کا ذریعہ قرار

دیا کیونکہ جوآدمی مکروہات کو ہلکا سمجھتا ہے۔ وہ محرمات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو عذاب پر پیش کر کے ہلاک کیا۔ فان کان لابد: اگرنمازی کی اس سے چارۂ کار نہ ہوتو فرض میں نہ کرے نفل میں ضرورت پوری کرے۔ کیونکہ فرائض میں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

تخریج : أخرجه الترمذی (۵۹۱)

الفرائد : نماز میں التفات اس کی تباہی کی باعث ہے۔ یہ شیطان کی چوک ہے۔ نوافل میں التفات کا فرائض کی بنسبت کم گناہ ہے۔

۳۴۳ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَى الْقُبُوْرِ

بَابٌ: قبور کی طرف نماز کی ممانعت

تشریح قبر کا رخ کر کے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ اپنی نماز سے اس کے استقبال کا قصد کرنے والا ہو اور بلا قصد اگر استقبال کرے تو مکروہ تنزیہ ہے۔

۱۷۵۹ :عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ كَنَّازِ بْنِ الْحُصَیْنِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"لَا تُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ ، وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَيْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۵۹: حضرت ابومرثد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔ (مسلم)

تشریح ابن الجوزی نے تلقیح میں کہا۔ کہ اس کا نام ایمن تھا مگر پہلا قول صحیح ہے۔ ان کے والد کا نام حصین بن یربوع غنوی ہے یہ بنی عبدالمطلب کے حلیف ہیں۔ ذہبی نے تجرید الصحابہ میں کہا یہ حضرت حمزہ کے حلیف تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ بدری صحابی ہیں۔ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ ۱۲ھ میں وفات پائی۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دو روایتیں مروی ہیں۔ ان میں سے ایک مسلم کی یہ روایت ہے۔ لا تصلوا الی القبور۔ شافعی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ تعظیم مخلوق مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنانا اس میں اس کیلئے اور بعد والے لوگوں کے لئے فتنہ ہے۔ ولا تجلسوا علیها: قبور پر بیٹھنے کی ممانعت ہے۔ باتوں کیلئے بیٹھنا مراد ہے۔ مالک، شافعی رحمہما اللہ کا یہی قول ہے۔

نووی کہتے ہیں: یہ تاویل درست نہیں بلکہ بیٹھنا مراد ہے۔ جیسا روایت مسلم میں موجود ہے: ''لا تجلسوا علی القبور'' اور روایت میں ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے یہ بہتر ہے کہ کوئلہ اس کے کپڑوں پر رکھ دیا جائے اور وہ اس کے کپڑوں کو جلا

دے اور جلنے کا اثر اس کے چمڑے تک سرایت کر جائے۔ قبور پر بیٹھنا، ٹیک لگانا، تکیہ بنانا حرام ہے۔

تخريج : أخرجه أحمد (٦/١٧٢١٥) ومسلم (٩٧٢) وأبو داود (٣٢٢٩) والترمذی (١٠٥٢) والنسائی (٧٥٩) وابن حبان (١٣٢٠) وابن خزيمة (٧٩٤) والحاكم (٣/٤٩٦٩) والبيهقی (٢/٤٣٥)

الفرائد : قبور کی طرف نماز پڑھنا اوران پر بیٹھنا حرام ہے۔

۳۴۴ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

بَابٌ : نمازی کے سامنے سے گزرنے کی حرمت

تشریح اول تو کسی چیز کی طرف نماز پڑھے۔ اگر نہ ہو تو نمازی کی طرف پڑھے۔ ورنہ خط کھینچ لے ان کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ ہو۔ اگر اس نے ان میں سے کوئی چیز سامنے نہ رکھی۔ تو گزرنے والے کیلئے گزرنا حرام نا ہوگا۔ حرمت کا موقعہ یہ ہے کہ نماز کی جگہ میں دوسرے کا استحقاق نہ ہو۔ ورنہ طواف میں تو سامنے سے گزرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ وہ جگہ طواف کیلئے ہے نہ کہ نماز کیلئے۔

١٧٦٠ : عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ" قَالَ الرَّاوِيْ : لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا ' اَوْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

١٧٦٠: حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا شخص یہ جان لے کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (دن) تک کھڑا ہونا زیادہ بہتر سمجھے اس بات سے کہ وہ نمازی کے سامنے سے گزرے۔ راوی کہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔ (بخاری و مسلم)

تشریح سیوطی نے الاشباہ والنظائر میں الصِّمَّہ کی تحقیق کی ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں ان کا عبداللہ ہے۔ یہ ابی بن کعب کے بھانجے ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ دونوں صحیحین میں ہیں۔ **بين يدى المصلى**: خواہ نماز نفل ہو یا فرض اور اس نے ان کی طرف رخ کر رکھا ہو جو سامنے ہیں۔ **ماذا عليه**: اس کی کیا سزا ہے؟ **النَّحْو** : یہ جملہ یعلم کیلئے محل نصب میں ہے۔ (۲) ما بمعنی ای شئ مبتداء ظرف خبر ہے۔ ما کو بیان کرنے والا حذف کیا تاکہ خوب نفرت ہو اور نفس مکروہات کی ہر جانب کو جائے۔ ابن ابی شیبہ میں، من الاثم ، کا اس پر اضافہ ہے۔ حافظ نے جامع

کبیر کی تخریج میں من الاثم کے الفاظ نقل کر کے متفق علیہ قرار دیا۔ شیخ زکریا اس حدیث میں ''اربعین خریفا'' کا اضافہ کیا۔ اور ''من الاثم'' کے الفاظ کو بخاری کی ایک روایت الا خریفاً بزاز کے حوالہ سے ثابت کیا۔ (شرح المنہج شیخ زکریؒ) لکان ان یقف۔ اَلنَّحْوُ : مصدر کان کا اسم یا ضمر سے بدل الاشتمال ہے۔ خیرًا له خبر ہے۔ من ان یمر یدیه: خیر اسی میں تھی کہ وہ نہ گزرتا کیونکہ عقل مندوہ کام نہیں جس میں بھلائی نہ ہو۔ قال الراوی: ان کا نام ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ ہے۔ بزاز کی روایت اس میں خریف بجائے سنة کے آیا ہے اور تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ یہ پھولوں اور پھلوں کی بہار کا زمانہ ہے۔

تخریج: أخرجه مالك (٣٦٥) وأحمد (٦/١٧٥٤٨) والبخاری (٥١٠) وأبو داود (٧٠١) والترمذی (٣٣٦) والنسائی (٧٥٥) وابن ماجه (٩٤٤) والدارمی (٤٦١٦) وعبد الرزاق (٢٣٢٢) وابن حبان (٢٣٦٦) وابن أبی شيبة (١/٢٨٢) وأبو عوانة (٢/٤٤) وابن خزيمة (٨١٣) والبيهقی (٢/٢٦٨)

الفرائد : (۱) جلد بازی کی تردید کیلئے اربعین کی تعیین نہیں فرمائی۔ (۲) اس کو چالیس سال کھڑے رہنا تو مناسب تھا کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرتا۔ (۳) بقول مالک زمین میں دھنسنا نمازی کے آگے گزرنے سے زیادہ آسان تھا۔

۳۴۵ :بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَامُوْمِ فِىْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِىْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ سَوَآءً كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِهَا

بَابٌ: جب مؤذن نماز کی اقامت کہنی شروع کرے تو مقتدی کے لئے ہر قسم کے نوافل پڑھنے مکروہ ہیں

تشریح ۞ یعنی مقتدی کو نفل نہ شروع کرنے چاہئیں۔ جبکہ اقامت شروع ہو جائے، مؤذن اور دوسرے کی اقامت کا فرق نہیں۔ خواہ اسی نماز کی سنتیں ہوں۔ اگرچہ صبح کی بھی ہوں۔ (احناف کے ہاں بھی مسجد سے باہر الگ مقام پر ان کی ادائیگی ہے)۔ او غیرھا: اس کے علاوہ سنن ہوں۔ اس لئے کہ اس سے اصل سے اعراض لازم آتا ہے۔ اور وہ فرض ہیں اور نفل تو تکمل صلاۃ ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ شافعیؒ اور جمہور کا مسلک یہی ہے، احناف و مالکیہ فجر کی رکعت اولیٰ کے فوت ہونے تک ان کے پڑھنے کا جواز بیان کرتے ہیں۔ (شرح نووی للمسلم)

۱۱۷۶ :عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :''اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۱۷۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز کھڑی ہو جائے

تو کوئی نماز سوائے فرض کے جائز نہیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اس سے فرض نماز مراد ہے۔ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ: کوئی نماز سوائے موجودہ فرض نماز کے درست نہیں۔ نوافل کی جماعت کے وقت نفل مکروہ ہیں۔ مثلاً عید، استسقاء اگر فرض نماز کھڑی ہو جائے اور یہ آدمی پہلے سے نوافل میں مشغول ہو۔ تو نماز نفل کو توڑ دینا مستحب ہے۔ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور نفلی نماز کا ممانعت جبکہ فرض نماز کھڑی ہو جائے۔ (۱) اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ پہلے فرض سے فارغ ہو جائے اور امام کے شروع کرنے کے ساتھ شروع کرے تاکہ بعض مکملات نماز اس سے فوت نہ ہو جائیں۔ نفل میں مشغول ہونے سے وہ فوت ہو جائیں گی حالانکہ فرائض کی تکمیل کا زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ (۲) اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ اختلافِ ائمہ سے نکل جائے گا اور اس کی نماز سب کے ہاں مکمل ہو گی۔ نووی نے پہلی حکمت کا ترجیح دی ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۸٦۳۱) ومسلم (۷۱۰) وأبو داود (۱۲٦٦) والترمذی (٤۲۱) والنسائی (۸٦٤) وابن ماجه (۱۱٥۱) والدارمی (۱٤٤۸) وابن حبان (۲۱۹۳) والطبرانی (۲۱) وابن خزیمة (۱۱٥۱) وعبد الرزاق (۳۹۸۷) وأبو عوانة (۳۲/۱) وابن أبی شیبة (۷۷/۲) والبیهقی (٤۸۲/۲)

الفرائد: جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت نوافل میں نہ لگے بلکہ فرائض میں شامل ہو جائے۔

۳٤٦ :بَابُ كَرَاهَةِ تَخْصِيْصِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ اَوْلَيْلَتِهٖ بِصَلٰوةٍ

باب: جمعہ کے دن کو روزے کے لئے اور اس کی رات کو قیام کے لئے خاص کرنے کی کراہت

تشریح ۞ جب تک کہ اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد نہ ملائے۔ جب ملالے گا تو پھر اس خاص دن کے روزے کی کراہت ختم ہو جائے گی۔ اولیتھا بصلاۃ: یعنی نبی اکرم ﷺ پر درود کیلئے خاص کر لے اور نماز میں سورہ بقرہ، آل عمران، دخان وغیرہ کی قراءت کو خاص کرنا، ان کی قرأت کا دن و رات کے جن اوقات میں وارد ہے۔ ان میں کوئی کراہت نہیں۔

۱۷٦۲ :عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَخُصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِیْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷٦۲: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''جمعہ کی رات کو راتوں میں سے قیام کے لئے خاص نہ کرو اور نہ ہی دنوں میں جمعہ کے دن کو روزوں کیلئے خاص کرو مگر یہ کہ جمعہ کا دن ان دنوں میں آ جائے جس میں تم میں

سے کوئی روزہ رکھتا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ❁ **بقیام**: شریعت میں نماز کے قیام کو قیام کہا جاتا ہے۔ **من بین اللیالی**: موقعہ اضمار پر اظہار وضاحت میں اضافہ کے پیش نظر ہے۔ **بصیام من بین الایام**: دونوں ظرف **لا تخصوا** سے ہے۔ ظرف زمان کی تقدیم تفنن تعبیر کیلئے ہے۔ **الا ان یکون**: ابن مالک نے شرح مشکوٰۃ میں تقدیر عبارت اس طرح قرار دی ہے: ''**الان یکون یوم الجمعة واقعًا فی صوم یوم یصومه احدکم**'' جس کسی نے اپنے دوست کی ملاقات کیلئے روزے کی نذر مانی اور وہ جمعہ کا دن آ گیا تو مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ پھر تو یوم جمعہ روزے کے دن کیلئے مظروف ہوا۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ یکون کی ضمیر **لا تخصوا** کے مصدر کی طرف لوٹنے والی ہے۔

طیبی کا قول: اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو عبادت کیلئے جب خاص کیا ہے تو مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن عبادات کیلئے خاص کیا ہے۔ ان کے علاوہ بندہ اس کو خاص کرے۔

نووی کا قول: اس کا سبب یہ ہے کہ جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے اور نماز کی طرف جلدی کرنے اور کثرت ذکر اور غسل کا دن ہے پس افطار اس میں مناسب ہے۔ تاکہ یہ تمام وظائف خوش اسلوبی سے ادا ہوسکیں۔ جیسا کہ عرفہ کے دن حجاج کیلئے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

سوال: اگر یہ بھی اسی کے مشابہہ ہوتا تو ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ رکھنے سے کراہت کیونکر دور ہوگئی ہوتی۔

جواب: جمعہ کے وظائف میں اگر روزے کی وجہ سے کمی پیدا ہو۔ تو ممکن ہے کہ ماقبل یا مابعد کے دن کا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کمی کا ازالہ ہوجاتا ہو۔

مظہری کا قول: جمعہ کی تخصیص سے ممانعت کی وجہ یہود و نصاریٰ کی موافقت سے خبردار کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ہفتے اور اتوار کو روزے کیلئے خاص کرنے والے ہیں اور ان کی راتوں کو قیام کیلئے خاص کرتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ایام ہفتہ میں زیادہ مکرم دن ہیں۔ پس مناسب یہ ہے کہ ہفتے میں معزز ترین دن یعنی جمعہ کی تعظیم کے سلسلہ میں ان کی راہ سے الگ رہیں۔

نووی کا قول: حدیث میں جمعہ کی رات کو عبادت کیلئے خاص کرنے کی ممانعت ہے۔ اور اسی کو علماء نے صلاۃ رغائب کی تردید کیلئے بطور ثبوت پیش کیا ہے۔ علماء نے اس نماز کے من گھڑت اور بے ثبوت ہونے کو دلائل سے واضح کیا ہے۔

تخریج : مسلم (۱۱۴۴/۱۴۸)

الفرائد : نوافل میں روزے کیلئے کسی دن کی تخصیص نہ کی جائے بلکہ کثرت سے عبادت کرے۔ فقط جمعہ کا روزہ ضروری قرار دے کر رکھنا ممنوع ہے۔

۱۷۶۳ : وَعَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ''لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۶۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا: ''ہرگز کوئی آدمی تم میں سے جمعہ کے دن (خاص کر کے) روزہ نہ رکھے مگر ایک دن پہلے یا ایک بعد کا اس کے ساتھ ملالے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **الا یومًا قبله او یومًا بعده:** مگر یہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھے۔ بخاری مسلم کی روایت اسی طرح ہے۔

اس روایت میں وضاحت ہے کہ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا ممنوع ہے اگر اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ ملا لیا تو ممانعت جاتی رہی۔ پہلے کلام نووی گزر چکا۔ بعض نے کہا پہلا روزہ ملانے سے روزے کی عادت پڑ جائے گی اور اسے جمعہ کے اعمال کی ادائیگی میں روزے کے ساتھ اکتاہٹ نہ ہوگی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۴۵۸) والبخاری (۲۱۵۸) ومسلم (۱۱٤٤) وأبو داود (۲٤۲۰) والترمذی (۷٤۳) وابن ماجه (۱۷۲۳) وابن حبان (۳٦۱٤) وابن خزیمة (۲۱۵۹) وابن أبی شیبة (۳/٤۳) وعبد الرزاق (۷۸۰۵) والبیهقی (٤/۳۰۲)

الفرائد : تخصیص کا احتمال ختم کرنے کیلئے ایک دن پہلے یا بعد کے روزے کا حکم دیا۔

۱۷۶۴ :وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ :سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ :نَعَمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۶۴: محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **عن صوم الجمعة؟ قال نعم:** یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن عباد بن جعفر بن رفاعہ بن امیہ بن عامر بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم المخزومی المکی۔ (تقریب حافظ)

انھٰی: یہ ممانعت تنزیہ کیلئے ہے۔ کیونکہ حرمت کا کوئی سبب پایا نہیں جاتا۔ جیسا کہ صوم عیدین وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض لازم آتا ہے اور شعبان کے آخری پندرہ دنوں کی طرح بھی نہیں کیونکہ اس سے فرض روزے میں ضعف کا خدشہ ہے یا اگر ہر ماہ کی عادت روزہ کے دنوں میں یہ دن بھی آ جائے تو ممانعت نہ ہوگی۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱۹۸٤) ومسلم (۱۱٤۳) والنسائی (۲۷٤۵) وابن ماجه (۱۷۲٤)

الفرائد : (۱) تاکید کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔ (۲) بڑی مخلوقات کی طرف اللہ کی ربوبیت کی نسبت اظہارِ عظمت کیلئے مناسب ہے۔ (۳) فقط نعم سے بھی جواب دے سکتے ہیں۔

۱۷۶۵ :وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ جُوَیْرِیَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَخَلَ عَلَیْهَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِیَ صَآئِمَةٌ قَالَ : "اَصُمْتِ اَمْسِ؟" قَالَتْ لَا قَالَ : "تُرِیْدِیْنَ اَنْ تَصُوْمِیْ غَدًا؟" قَالَتْ :لَا – قَالَ :"فَافْطِرِیْ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۷۶۵: حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی اکرم ﷺ ایک دن میرے پاس تشریف لائے جبکہ جمعہ کا دن تھا اور میں روزے سے تھی۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو نے کل روزہ رکھا؟ تو ام المؤمنین نے جواب دیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کل آئندہ تم روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟۔ ام المؤمنین نے کہا نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''روزہ افطار کرلو''۔ (بخاری)

تشریح ۞ **وهی صائمة:** ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بلاتفصیل دریافت فرمانے کی اجازت دے دی۔ **ان تصومی غدا:** یعنی ہفتے کے روز کا روزہ مراد ہے۔ یہ استفسار اس لئے ہے کہ صرف جمعہ کے دن میں روزہ کی کراہت اس طرح بھی ختم ہو جاتی ہے جبکہ اگلے دن کے روزہ کی نیت ہو۔ اگرچہ عذر وغیرہ کی وجہ سے نہ کر پائے۔ **فافطری:** اس میں نفلی روزے کے توڑ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی وارد ہے: ''**الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر**'' ان کے افطار کا حکم دینے سے استحباب ثابت ہوا کہ اگر مکروہ روزہ رکھ لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲٦۸۱۷) والبخاری (۱۹۸٦) وأبو داود (۲٤۲۲) والنسائی (۲۷۵۳/٤) وابن حبان (۳٦۱۱) وابن خزیمة (۲۱٦۲) وابن أبی شیبة (٤٤/۳) والبیهقی (۳۰۲/٤)

الفرائد : (۱) جمعہ کے دن کے روزے کو ضروری سمجھ کر اسی دن رکھنا ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے ایک دن پہلے یا بعد والے دن کو ملانے کا حکم ملا۔

۳۴۷ :بَابُ تَحْرِیْمِ الْوِصَالِ فِی الصَّوْمِ وَهُوَ اَنْ یَّصُوْمَ یَوْمَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ وَلَا یَاْکُلَ وَلَا یَشْرَبَ بَیْنَهُمَا

بَابٌ: روزے میں وصال کی حرمت' اور وصال یہ ہے کہ دو دن یا اس سے زیادہ دنوں کا روزہ رکھے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے' پیئے

تشریح ۞ ان دونوں دنوں کے درمیان قصداً عبادت سمجھ نہ کھائے پیئے تو یہ حرام ہے۔ البتہ بھول کر یا خواہش نہ ہونے کی صورت میں یا میسر نہ ہونے کی وجہ سے حرج نہیں۔ بعض نے کہا کہ حرام وصال یہ ہے کہ روزہ کے اوصاف کو دائمی برقرار رکھنا۔ پہلی صورت جس کو مصنف نے ذکر کیا اس سے جماع کرنے یا قئی کرنے سے خارج نہ ہوگا۔ اس دوسری صورت

سے خارج ہو جائے گا۔ مگر مختار اول ہے۔

۱۷۶۶ : عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ ' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (مسلسل) کے روزے سے ممانعت فرمائی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ نهی: پختہ انداز سے منع فرمایا۔ الوصال: یہ امت کیلئے حرام ہے۔ آپ کیلئے جائز ہیں۔ جیسا اگلی روایت میں موجود ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (٦٧١) وأحمد (٣/١٠٦٩٩) والبخارى (١٩٦٥) ومسلم (١١٠٣) وأبو داود (وعبد الرزاق (٧٧٥٤) وابن حبان (٣٥٧٥) وابن خزيمة (٢٠٧١) والدارمى (١٧٠٣) والحميدى (١٠٠٩) وابن أبى شيبة (٣/٨٢) والبيهقى (٤/٢٨٢)

الفرائد : (۱) صوم وصال تعمق اور مبالغہ کی طرف لے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف نہیں بنایا۔

۱۷۶۷ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْوِصَالِ ' قَالُوْا : اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ ' اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ۔

۱۷۶۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے سے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بھی تو مسلسل روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''بے شک میں تم جیسا نہیں۔ بے شک مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے''۔ بخاری ومسلم۔ بخاری کے لفظ ہیں۔

تشریح ۞ الوصال: یہ ممانعت حرمت کیلئے ہے۔ انك تواصل: ہم آپ کی کیلئے مامور ہیں۔ مثلکم: یعنی جواز وصال صوم میں تم سے الگ حکم رکھتا ہوں۔ اور اس کی وجہ تمہارے ساتھ عدم مماثلت اور عدم مساوات ہے۔ جیسا کہ یہ قول دلالت کر رہا ہے۔ ''انی اُطعم و اُسقٰی'' یہ مجہول کے صیغے ہیں۔ ان کے معانی میں اختلاف ہے۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ میں اللہ تعالیٰ کھانا کھانے اور پینے والے جیسی قوت پیدا فرما دیتے ہیں۔ یہ گویا کنایہ ہے اور اگر اسے ظاہر پر رکھا جائے تو پھر وصال ثابت نہیں ہوتا۔ مسلم کی ایک روایت میں: ''انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی'' اور ایک روایت میں ''اظل'' کا لفظ ہے۔ اسی سے نووی نے استدلال کیا اطعام واسقاء کنایہ ہے۔ کیونکہ اظل کا لفظ دن کیلئے آتا ہے اور روزہ دار کیلئے کھانا پینا دن کے اوقات میں جائز نہیں۔ (نووی)

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٦١٣٣) والبخاری (۱۹۲۲) ومسلم (۱۱۰۲) وأبو داود (۲۳٦۰)

الفرائد : (۱) آپ کا صوم وصال آپ کی خصوصیت ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتے ہیں تو وصال نہیں رہتا اور اگر طاقت عنایت کر دیتے ہیں تو معجزہ ہوا۔

۳۴۸ : بَابُ تَحْرِيْمِ الْجُلُوْسِ عَلٰى قَبْرٍ

بَابٌ: قبر پر بیٹھنے کی حرمت

تشریح وہ قبر خواہ کسی گناہ گار مسلمان کی ہو۔ شرح مسلم میں اس کو اصحاب شوافع کا قول قرار دیا۔ نووی اور رافعی کے ہاں یہ کراہت تنزیہ کیلئے ہے۔ بلکہ المجموع میں لکھا کہ امام شافعی اور جمہور اصحاب شوافع نے کراہت تنزیہ مراد لی ہے اور بہت سے علماء نے اس کی صراحت کی اور شرح مسلم والے قول کو ابن حجر ہیثمی وغیرہ نے غلط قرار دیا اور بعض نے اصح ومختار قول اسی کو قرار دیا۔ مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی اور ان کی روایت میں جو تفسیر وارد ہے۔ وہ دوسروں کی تفسیر سے مقدم ہے۔ انہوں نے بیٹھنے کی ممانعت کو حدیث میں بول و براز کیلئے بیٹھنے کی ممانعت قرار دیا۔ اس لئے کہ ابن وہب نے اپنی مسند میں ان لفظوں سے تعبیر کی: ''من جلس علی قبر یبول او یتغوط'' اور یہ بالا جماع حرام ہے اور گفتگو اس سے متعلق نہیں۔ (المجموع) باب النھی عن الصلاۃ الی القبور میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ کسی حاجت کیلئے بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ مثلاً قبر کھودنا' پڑھنا، زیارت قبر کیلئے خواہ اوپر سے گزرنا پڑے۔ ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا۔ کیونکہ ضرورت کے باوجود میت کی بے عزتی ہے۔ اس کے برخلاف جبکہ کوئی صورت بھی نہ ہو تو بدرجہ اولی ممانعت ہوگی۔ یہ قبر کے کہن پن سے پہلے کا حکم ہے۔ جب قبور کہنہ ہو جائیں تو اس پر بیٹھنے میں حرمت وکراہت مطلقاً نہیں۔ کیونکہ احترام کی وجہ ختم ہوگئی۔

۱۷٦۸ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَةٍ فَتَحْرِقَ ثِیَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷٦۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو جلا ڈالے اور اس کا اثر اس کے چمڑے تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے''۔ (مسلم)

تشریح ان یجلس علی قبر: کیونکہ قبر پر بیٹھنے کا نقصان تو اس کے دل کو لاشعوری طور پر پہنچ رہا ہے۔ اور دل کا

ضررجسم کے ضرر سے بہت زیادہ ہے۔اور یہ روایت تحریم میں ظاہر ہے۔ پہلے اس کی تشریح گزری ملاحظہ کرلی جائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨١١٤) ومسلم (٩٧١) وأبو داود (٣٢٢٨) والنسائي (٢٠٤٣) وابن ماجه (١٥٦٦) وابن حبان (٣١٦٦) والطيالسي (٢٥٤٤) وعبد الرزاق (٦٥١١) وابن أبي شيبة (٣٣٩/٣) والبيهقي (٧٩/٤)

الفرائد : قبر پر بیٹھنا، گندگی پھینکنا اوران پر چلنا ممنوع قرار دیا۔ یہ اکرام مسلم کے خلاف ہے۔

۳۴۹ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَجْصِيصِ الْقَبْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَيْهِ

بَابٌ: قبروں کو چونا گچ کرنے اوران پر تعمیر کرنے کی ممانعت

تشریح ۞ تجصيص: چونا کرنا۔ سیمنٹ کرنا دونوں مراد ہیں۔ یہ ممانعت تنزیہ کیلئے ہے۔ والبناء عليه: عمارت کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ مقبرہ وغیرہ بنانا حرام ہے۔

۱۷۶۹ :عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ، وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۶۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اوراس پر بیٹھنے اوراس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ فعل مجہول ہے۔ قبر نائب فاعل ہے۔ ان يقعد عليه: بیٹھنا، ٹیک لگانا اوراس پر قبہ وغیرہ بنانا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٥/١٥٢٨٦) ومسلم (٩٧٠) وأبو داود (٣٢٢٥) والترمذي (١٠٥٤) والنسائي (٢٠٢٦) وابن ماجه (١٥٦٣) وابن حبان (٣١٦٢) وعبد الرزاق (٦٤٨٨) وابن أبي شيبة (٣٣٩/٣) والحاكم (١/١٣٧٠) والبيهقي (٤/٤)

الفرائد : (۱) قبر کو چونا اور پختہ بنانا اوران پر قبے بنانا حرام ہے۔ (۲) قبر زیادہ بلند بھی نہ ہونی چاہیے۔

۳۵۰ :بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ اِبَاقِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ

بَابٌ: غلام کے اپنے آقا سے بھاگ جانے میں شدت حرمت

تشریح ۞ جب کہ وہ کسی ڈر یا مشقت کے بغیر بھاگے۔ الاباق: یہ اسم مصدر ہے۔ سیده: سے آقا مراد ہے خواہ مرد

ہو یا عورت۔

۱۷۷۰: عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۷۰: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو غلام بھاگ گیا اس سے اسلام کی ذمہ داری ختم ہوگئی''۔ (مسلم)

تشریح آبق: (ض، ن) دونوں بابوں سے آتا ہے۔ (المصباح) الذمہ: لغت میں (۱) معاہدے کو کہا جاتا ہے۔ اور (۲) امانت کو کہتے ہیں جیسا اس ارشاد میں: ''یَسْعٰی بذمتهم أدناهم'' ان کی امانتوں کیلئے دوڑ دھوپ اس کے سب سے قریبی رشتہ دار کریں۔ اور یہ ارشاد: ''ومن صلّی الصبح فهو فی ذمة اللّٰه عزوجل'' جس نے صبح کی نماز ادا کر لی وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوگیا اور یہ ارشاد: ''ولهم ذمة اللّٰه و رسوله'' وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی امان میں ہیں۔ (تہذیب نووی)

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۷٦) ومسلم (٦٩)

الفرائد : (۱) غلام کو آقا سے بھاگنا حرام ہے۔ بھاگنے سے وہ ذمہ داری سے نکل گیا۔

۱۷۷۱: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : "اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ : "فَقَدْ كَفَرَ"۔

۱۷۷۱: حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی'' ایک روایت میں ہے کہ ''اس نے گویا کفر کیا''۔

تشریح لم تقبل له صلاة: عدم قبول کو عدم صحت لازم نہیں۔ بلکہ یہ مغضوبہ زمین میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کا صحیح ہونا لکھا ہے۔ اگرچہ ثواب نہ ملے گا۔ اس لئے مازری کی قیودات بڑھانے کی حاجت نہیں کہ وہ بھاگنے کو حلال قرار دینے والا ہو۔ ابن صلاح ونووی نے اس قید کی تردید کی ہے۔ فقد کفر: اگر حلال قرار دیا تو کفر کیا یا کفران نعمت ہے کہ آقا کا حق مار لیا۔ یہ جاہلانہ عمل ہے۔ ایک روایت میں ''فقد حل دمه'' کے الفاظ ہیں۔ ایک روایت میں ''فقد أحلّ بنفسه''۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۲٦۲) ومسلم (٦٨) وأبو داود (٤٣٦٠) والنسائی (٤٠٦٠)

الفرائد : اباق کفرانِ نعمت ہے اور آقا کے حقوق کو تلف کرنا ہے۔

۳۵۱ :بَابُ تَحْرِيمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

باب : حدود میں سفارش کی حرمت

تشریح ✿ جبکہ اس کے اسباب ثابت ہو جائیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [النور:۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: زنا کرنے والا مرد اور زانیہ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں اللہ کی اس حد کے نافذ کرنے میں ان کے متعلق نرمی نہیں آنی چاہئے اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو''۔(النور)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ :

الزانية: مرفوع ابتداء کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: ''مما يتلى عليكم حكم الزانية والزانی ''مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام لائے۔ پس مرفوع ہو گیا۔

نکتہ: یہاں الزانیہ کو مقدم کیا اور دوسری آیت میں السارق کو مقدم کیا؟ کیونکہ زنا کا مدار شہوت ہے اور وہ عورت میں زیادہ ہے اور چوری عموماً مرد کرتے ہیں۔ تغلیب کی وجہ سے اس کو لائے یہ مردوں میں کثرت سے ہے۔ پس ہر موقعہ کے زیادہ مناسب کو مقدم کیا۔

وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ:

کہ سستی کر کے اس کے احکام معطل کرنے والے اور ان سے درگزر کرنے والے نہ بن جانا۔

اِنْ كُنْتُمْ :ایمان کا تقاضا دین میں پختگی اختیار کرنا ہے۔ اور اسکے احکام کو قائم کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

۱۷۷۲ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا :مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَقَالُوْا :وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ "ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ :"اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ ، وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ ، وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ :"فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ " فَقَالَ :"اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ!" فَقَالَ اُسَامَةُ اسْتَغْفِرْلِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ ثُمَّ اَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا۔

۱۷۶۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی بڑا اہم معلوم ہوا تو انہوں نے آپس میں کہا اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کون کلام کرے؟ دوسروں نے کہا کوئی بھی اس کی جرائت سوائے اسامہ بن زید کے نہیں کرے گا۔ جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں چنانچہ اسامہ نے بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اسامہ! کیا تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے؟'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب فرمایا: ''بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں جب کوئی بڑے رتبے والا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم ہے اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا''۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے حضورؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور پھر آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم اے اسامہ! اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟'' اسامہ نے کہا یا رسول اللہؐ میرے لئے استغفار فرمائیے۔ پھر اس عورت کے بارے میں حکم دیا چنانچہ اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

تشریح ۞ اس عورت کا نام فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسد تھا۔ **التی سرقت**: یہ فتح مکہ کے موقعہ پر پیش آیا۔ تو اہل مکہ کہنے لگے اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے کون بات کرے۔ **فقالوا**: جو لوگ اس کی طرف سے سفارش کرنے آئے تھے۔ **یتجاسر علیہ**: بطور ناز آپ ﷺ کے ہاں کون سفارش کرے۔ **حب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**: جناب رسول اللہ ﷺ کے محبوب۔ **فکلمہ**: اس کلام میں حذف ہے کہ وہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور ان سے اس سلسلہ میں مطالبہ کیا۔ انہوں نے موافقت کی۔ تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ سے بات کی۔ **أتشفع فی حدٍ من حدود اللّٰہ**: یہ استفہام انکاری ہے۔ کہ حدود اللہ کے سلسلہ میں سفارش مت کرو۔ **ثم قام فاختطب**: دوسری روایت میں خطب کے لفظ ہیں۔ جیسا بخاری کی روایت میں ہے۔ **ثم قال**: پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: **انما اھلک الذین من قبلکم**: حدود الٰہیہ میں ایک دوسرے کی رعایت اور بخاری کی روایت میں ''**انما ضل من قبلکم**'' ہے۔ **انھم** سے مراد بنی اسرائیل ہیں جیسا بخاری کی روایت میں ہے: **کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ**: اس کی صحبت اور مرتبے کی رعایت کی وجہ سے۔ ان کو مداہنت اور ترک اقامت حدود نے ہلاک کر دیا۔ **ایم اللّٰہ**: یہ الفاظ قسم ہیں مگر صرف خواص جانتے ہیں۔ عام نہیں جانتے اس لئے قسم کے معنی کیلئے نیت کا ہونا ضروری ہے۔ (عندالشوافع) **سرقت**: اللہ تعالیٰ ان کی اس سے حفاظت فرمانے والے تھے۔ یہ شدید تاکید کا انداز ہے۔ (فتدبر) اس روایت سے چور مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ثابت ہوا اور قسم نہ اٹھوائی جائے اور موقعہ تاکید کیلئے اٹھائی جا سکتی ہے۔ جب معاملے کی اہمیت ظاہر کرنا ہو تو اس وقت مستحب ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے۔ اور حدود میں شفاعت کا عدم جواز ثابت ہوا۔ جبکہ امام کو بات پہنچ جائے تو بالاتفاق یہی حکم ہے۔ اس سے پہلے اکثر علماء کے ہاں جائز ہے۔ جبکہ جس کے متعلق سفارش کی جا رہی ہو وہ شرارتی اور موذی نہ ہو۔ اگر وہ شرارتی ہو تو پھر سفارش نہ کی جائے۔ معاصی میں حد نہیں۔ ان میں سابقہ شرط سے شفاعت جائز ہے۔ اگرچہ امام کو پہنچ جائیں کیونکہ یہ کم درجہ ہیں۔ اسے بتلا دیا کہ احکام اللہ اور اس کی حدود کے سلسلہ میں شرفاء ورذائل برابر

ہیں۔اقارب واہل کی رعایت ہرگز نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دین کی مخالفت بن جائے گی۔ بخاری کی ایک روایت میں ''فتلون وجه رسول الله ﷺ ''غصہ سے آپ کا چہرہ بدل گیا۔آپؐ نے فرمایا کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو۔ فقال اسامة نے کہا جبکہ آپ کا غصہ اورانکار ملاحظہ کیا۔ استغفرلي یا رسول الله: تاکہ میری یہ غلطی معاف ہوجائے۔ بخاری کی ایک روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے: ''ثم تابت بعد وتزوجت''فكانت تأتي لعائشة فترفع حاجتها الى النبي ﷺ ''اس نے توبہ کی اور شادی کی۔ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئی اوراپنی ضرورت ذکرکرتی تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کی ضرورت پیش کردیتیں۔

تخریج : كتاب المأمورات با ۱/الغضب اذا النتهكت حرمات الشرع میں گزرچکی۔

الفرائد : ایضاً

۳۵۲ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَآءِ وَنَحْوِهَا

بَابٌ: لوگوں کے راستے اور سائے اور پانی وغیرہ کے مقامات پر پاخانہ کرنے کی ممانعت

تشریح ۞ جمہور اس نہی کو تنزیہی مانتے ہیں۔ شیخ زکریا کہتے ہیں تحریم کیلئے ہونا مناسب ہے۔ کیونکہ اس میں ایذاء مسلمین ہے۔ صاحب العدہ نے تحریمی قرار دی حدیث اس سلسلہ میں ظاہر ہے۔ بلکہ بعض ائمہ نے کرنے والے پر لعنت آنے کی وجہ سے اس کو کبائر سے قرار دیا ہے۔

نووی نے بزاز کا خصوصاً ذکر کیا کیونکہ اس کا ضرر پیشاب کی بنسبت زیادہ ہے اور پیشاب تو جلد خشک ہوجاتا ہے اس لئے اس کی ایذاء بھی قلیل ہے۔ جب کوئی سایہ لوگوں کے جمع ہونے کیلئے بنایا گیا ہو تو ایسے سایے میں پیشاب ممنوع ہے اور اگر کسی ناجائز کام کیلئے بنایا گیا مثلاً ٹیکس جمع کرنے، غیبت کرنے، مسلمانوں میں تفریق کیلئے ہو تو وہاں پیشاب جائز ہے اسی طرح وہ سایہ جہاں گرمیوں میں دھوپ پڑتی ہے سردیوں میں سایہ رہتا ہے۔ مصنف کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آیت میں وارد الفاظ کی اتباع کرنا چاہتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب:۸۵]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ لوگ جو کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو بغیر قصور کے ایذاء پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھایا''۔ (الاحزاب)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا: یہ آیت ان سب کو شامل ہے۔ البتہ حرام نہیں۔ کیونکہ اس میں راستے اور پانی کے گھاٹوں کی بنسبت کم ضرر ہے اور الگ تھلگ ہونے کی وجہ سے یہ خفیف ہے یا اس کو چھوڑ کر دوسرا سایہ لیا جا سکتا ہے۔

١٧٧٣ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ''اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ'' قَالُوْا: ''وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: ''الَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

١٧٧٣: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو چیزیں جو لعنت کا سبب ہیں ان سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا وہ چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ایک راستے میں پاخانہ کرنا' دوسرا سایہ میں پاخانہ کرنا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یعنی تکلیف کا شکار ہونے والوں کی طرف سے کی جانے والی لعنت سے بچو۔ ان کی طرف مبالغۃً نسبت کی گئی ہے۔ بعض نے کہا زیادہ مناسب اللعانان ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہاں مضاف مقدر ہے۔ ''اتقوا تخلي اللاعنين'' پوچھا گیا ان سے علیحدگی کیسے ہے؟ تو جواب یہ ہے جو کہ اس سے بالکل بچے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے: ''اتقوا الملاعن الثلاث' البراز في الموارد' وقارعة الطريق والظلّ''۔ نووی نے مسلم کی روایت کو دوسری کے مقابلے میں ترجیح دی اور اس کو ذکر کر دیا۔ حالانکہ ابن ماجہ کی روایت ترجمہ کے عین مطابق ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٨٦٢) ومسلم (٢٦٩) وأبو داود (٢٥) وابن حبان (١٤١٥) والحاكم (١/١٦٦٤) وأبو عوانة (١/١٩٤) وابن خزيمة (٦٧) وابن الجارود (٣٣) والبيهقي (١/٩٧)

الفرائد : (١) راستہ میں غلاظت یا سایہ کے نیچے پیشاب وغیرہ سے لوگوں کو ایذاء پہنچے گی وہ لعنت کریں گے۔

٣٥٣ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَآءِ الرَّاكِدِ

بَابٌ: کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کی ممانعت

تشریح ۞ ہر قوت رکے رہنے والے پانی میں پیشاب کی ممانعت تنزیہ ہے جب کہ پانی اس کی ملک یا اس کیلئے مباح الاستعمال ہو اور اگر کسی دوسرے کی ملک یا گرنے والا ہو تو اس میں پیشاب حرام ہے۔ کراہت تب ہے جبکہ پانی قلیل ہو ورنہ تو حرام ہے کیونکہ اس سے پانی کو نجاست سے ملوث کرنا ہے اور پیشاب کی بنسبت پاخانہ کی نجاست سخت ہے۔ رات کو اور

زیادہ منع ہے کیونکہ وہ جنات کے ٹھکانہ کی جگہ ہے۔

۱۷۷۴: عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: نَهٰى اَنْ يُّبَالَ فِى الْمَآءِ الرَّاكِدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۷۴: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

تشریح ان یبال: صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ فی الماء الراکد: اور اگر وہ زیادہ ہو تو جب تک بہت زیادہ نہ ہو جائے۔ علقمی کہتے ہیں۔ نجس ہونے کے سلسلہ میں قلیل کی نہی زیادہ سخت ہے اور یہ نہی تنزیہی ہے۔ اس قول میں جو کمزوری ہے تم جانتے ہو۔ طبرانی کی روایت میں ہے: ''نھی ان یبال فی الماء الجاری'' المجموع میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ تھوڑے میں مکروہ ہے۔ کثیر میں نہیں اور مناسب یہ ہے کہ قلیل میں مطلق حرام ہو کیونکہ یہ پانی کا ضیاع ہے۔ کثیر میں بھی گریز کرنا چاہیے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جب قلیل کی تطہیر زیادہ کر دینے سے ہو سکتی ہے بول سے اتلاف نہ ہو پس یہ نہی تحریمی نہیں۔

تخریج: أخرجه أحمد (۵/۱۴۷۸۳) ومسلم (۲۸۱) والنسائی (۳۵) وابن ماجه (۳۴۳) وابن حبان (۱۲۵۰) وأبو عوانة (۱/۲۱۶) وابن أبی شیبة (۱/۱۴۱) والبیهقی (۱/۹۷)

الفرائد: (۱) کھڑے پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔ اس سے اگر تھوڑا ہے تو نجس ہو جائے گا اگر جاری ہو نکلنے کی فوری صورت نہ بن پڑے تو درست ہے مگر بداخلاقی تو پھر بھی ہے۔

۳۵۴: بَابُ كَرَاهَةِ تَفْضِيْلِ الْوَالِدِ بَعْضَ اَوْلَادِهٖ عَلٰى بَعْضٍ فِى الْهِبَةِ

باب: والد کو اپنی اولاد کے سلسلہ میں ہبہ میں ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی کراہت

تشریح یہ بلا عذر کے ہے۔ اگر ضرورت مند یا طاعت والے یا نیک کو مالدار پر یا نافرمان یا عاق پر ترجیح دے تو کراہت نہیں۔ کراہت کسی عذر کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ کیونکہ اس میں فضیلت والے کو مسترد کرنا لازم آتا ہے۔

اور بسا اوقات یہ عقوبت کا باعث بن جاتا ہے۔

۱۷۷۵ :عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ ابْنِىْ هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِىْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟" فَقَالَ :لَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"فَارْجِعْهُ" وَفِىْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اَفَعَلْتَ هٰذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟ "قَالَ :لَا – قَالَ :"اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا فِىْ اَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ اَبِىْ فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ – وَفِىْ رِوَايَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"يَا بَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا؟" فَقَالَ: نَعَمْ ، قَالَ :"اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ :لَا ، قَالَ "فَلَا تُشْهِدْنِىْ اِذًا فَاِنِّىْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ وَفِىْ رِوَايَةٍ :لَا تُشْهِدْنِىْ عَلٰى جَوْرٍ " وَفِىْ رِوَايَةٍ :"اَشْهِدْ عَلٰى هٰذَا غَيْرِىْ!" ثُمَّ قَالَ :"اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِى الْبِرِّ سَوَآءً؟" قَالَ بَلٰى ، قَالَ :"فَلَا اِذًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۵: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام عطیہ دیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنے سارے بیٹوں کو اس جیسا عطیہ دیا؟'' تو انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے واپس لے لو'' اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے ایسا سارے لڑکوں کے ساتھ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو''۔ میرے والد لوٹ آئے اور وہ عطیہ واپس لے لیا۔ ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بشیر کیا تیرے اس کے سوا اور لڑکے بھی ہیں؟'' انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا سب کو تو نے اس جیسا غلام دیا؟'' انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر مجھے گواہ مت بناؤ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ میرے علاوہ اور کسی کو گواہ بناؤ''۔ پھر فرمایا: ''کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تیرے ساتھ احسان میں سب برابر ہوں؟'' انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا ''پھر ایسا مت کرو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما: یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی۔ نحلت اس کا معنی دیتا ہے۔ جو ھبہ کیا ان کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ اس روایت میں ''غلام'' کا لفظ ہے اور ابن حبان، ابی داؤد کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ ابن جریر اور طبرانی میں ''حدیقہ'' ہے۔ ابن حبان نے اس کو متعدد واقعات پر محمول کیا ایک واقعہ وہ ہے کہ نعمان کی پیدائش پر اس کی والدہ کو ایک باغیچہ دیا اور دوسری روایت وہ ہے جب نعمان بڑے ہوئے تو ان کو غلام دیا۔ یہ مناسب تطبیق ہے مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بعید بات ہے کہ بشیر مسئلہ بھول گئے اور یہ قول پہلے سن چکے کہ

"لا أشهد علی جور" اگرچہ نسیان کا امکان ہے جیسا ابن حبان کا خیال ہے۔ بشیر نے حکم کے منسوخ ہونے کا خیال کیا یا کراہت تنزیہ قرار دی۔ حافظ کا قول یہ ہے کہ نعمان کو باغیچہ دیا تھا جب حکم معلوم ہوا تو لوٹا لیا۔ اس وقت تک وہ والد کے قبضہ میں تھا پھر اس کو دوبارہ طلب کیا تو پھر ٹال مٹول کی پھر اس پر قبضہ کرا دیا۔ عمرہ راضی ہو گئیں کہ باغ کے بدلے ان کو غلام دے دیا جائے۔ عمرہ نے ہاں کر دی لیکن اس کے متعلق واپسی کا ڈر تھا۔ تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا مطالبہ کیا۔ أکل ولدك نحلت۔ النحو: یہ نحلت مقدر سے منصوب ہے اور موجودہ نحلت اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فارجعه: اس کو لوٹا لو۔ عطیہ کو لوٹانا مکروہ ہے مگر اس سے جب مفاسد پیدا ہوں تو پھر جلب منافع سے مفاسد کا دور کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں "أفعلت بولدك هكلم" (کیا عطیہ تم نے تمام بھائیوں کو دیا ہے) اعدلوا فی اولادکم (اپنی اولاد میں عطیہ، براور احسان میں برابری رکھو۔ فرجع ابی: والد نے دوبارہ واپس کر لیا۔ یہ آپ کے حکم سے ہو۔ مسلم کی ایک روایت میں لا اشهد علی جور میں ظلم و زیادتی پر گواہ نہیں بنتا۔ جور کا معنی اعتدال سے ہٹنا ہے۔ خواہ حرام ہو یا مکروہ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں۔ فلا یعنی عطیہ میں ان کے مابین تفریق نہ کرو۔ یہ مسلم کی روایات مختلف ہیں۔ بخاری میں اس طرح ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/١٨٤٠٦) ومسلم (١٦٢٣) وأبو داود (٣٥٣٨) والنسائی (٣٦٩٥) وابن ماجه (٢٣٥٨) وابن حبان (٥٠٩٧) وعبد الرزاق (١٦٤٩١) والحميدی (٩٢٢) والترمذی (١٣٦٧) وابن أبی شيبة (١١/٢٢٠) ومالك (١٤٧٣) والدارقطنی (٣/٤٢) والبيهقی (٦/١٧٧)

الفوائد: (۱) اولاد کو ھبہ اور عطیات میں برابری کرنی چاہیے۔ (۲) حاکم تفصیل طلب کر سکتا ہے تا کہ حکم بتا سکے۔ (۳) مفتی اور حاکم کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

۲۵۵: بَابُ تَحْرِيمِ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرَةَ اَيَّامٍ

باب: کسی میّت پر تین دن سے زیادہ عورت سوگ نہیں کر سکتی البتہ اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے

تشریح احداد: حد، یحد، حادٍ، احدت واحداداً فهی محدٍ جبکہ عورت خاوند کی موت پر زینت کو چھوڑ دے۔ (المصباح) اصمعی اس کا ثلاثی تسلیم نہیں کرتے۔ علی میت فوق ثلاثة ایام۔ النحو: ظرف اول لغو ہے اور دوسرا محل حال میں ہے۔ اربعة اشهر وعشرة۔ النحو: یہ منصوب علی الظرفیۃ ہے۔

۱۷۷۶ : عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْ غَيْرِهٖ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ : وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" قَالَتْ زَيْنَبُ : ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ : اَمَا وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ : "لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۶: حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتی ہیں کہ میں ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی جبکہ ان کے والد ابوسفیان بن حرب کی وفات ہوئی تو انہوں نے ایک خوشبو منگائی جس میں خلوق یا کسی اور خوشبو کی زردی تھی اور اس میں سے کچھ ایک لونڈی کو لگائی اور پھر اپنے رخساروں پر مل لی پھر کہا : "اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ عورت کے لئے حلال نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ افسوس کرے مگر خاوند پر چار مہینے اور دس دن"۔ پھر میں زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی جبکہ ان کے بھائی نے وفات پائی تو انہوں نے خوشبو منگوائی اور پھر اس میں سے کچھ لگائی پھر کہا: "خبردار! اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی سوائے اس بات کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ ایسی عورت کے لئے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ کسی میّت پر تین راتوں سے زیادہ افسوس کرے مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا جائز ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ ام حبیبہ ابوسفیان بن حرب بن امیہ کی بیٹی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ یہ ام المؤمنین ہیں۔ یہ ان کے والد کی وفات کا موقعہ تھا۔ ان کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ بعض نے اور سنہ بھی لکھا ہے۔ **فدعت بطيب: الخلوق** یہ زرد رنگ کا پانی ہے۔ جو خوشبو سے ملاتے ہیں۔ بعض نے صرف زرد رنگ کہا ہے۔ **فدهنت منه جارية**: اس میں سے لونڈی نے لگائی یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ عمل خوشبو ان کی رضامندی سے ہوا ہے۔

ثم مست بعارضيها: اس میں سے کچھ رخساروں پر لگائی۔ **والله مالي بالطيب من حاجة**: یعنی اس خوشبو سے مجھے نفس کی لذت مقصود نہیں۔ **لا مراة تومن بالله واليوم الاخر**: یہ جملہ فعلیہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ مؤمن کو احکام شرعیہ کا تابع ہونا چاہیے۔ (کیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ علماء شوافع قائل

ہیں)۔ **ان تحد**: یعنی اپنی زینت کو چھوڑے اس کی اسے عادت ہے۔ **علی میت**: علٰی لام اجلیہ کے معنی میں ہے۔ کسی میت کی خاطر۔ **اربعه اشهر وعشراً**: یہ عدت غالب کے اعتبار سے ہے۔ جب حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔

النحو: (۱) یہ مستثنیٰ متصل ہے۔ یہ اس قول کی طرح ہے: ''**ما اخترت الامنکم رفیقاً**'' یا **ضرب احد احداً الا زیدٌ عمرواً** کے قبیل سے ہے۔ (۲) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ جب تحد مضمر کا معمول ہو۔ یہ ''**لا تحد امراة علی میت فوق ثلاث لکن تحد علی زوج اربعه اشهر وعشراً**۔'' (عاقولی)۔

توفی اخوها: یہ عبداللہ بن جحش ہیں۔ تحفۃ القاری، ابن حبان میں یہی لکھا ہے۔ مگر ان کی شہادت احد میں ہوئی اور زینب کی اس وقت عمر بہت چھوٹی تھی۔ پس ان کا ان کے پاس داخل ہونا ناممکن ہوا۔ ممکن ہے کہ یہ نام عبد ہو جن کی کنیت ابواحمد بن جحش تھی ان کی وفات خلافت فاروقی میں ہوئی۔ مگر ان کے متعلق مروی ہے کہ زینب کی وفات پر یہ موجود تھے۔ ہوسکتا ہے کہ نام میں تغیر ہو اور مرنے والا زینب کا رضاعی یا ماں کی طرف سے بھائی ہو واللہ اعلم۔ (فتح الباری) **غیر انی**: غیر کا نصب جملہ کی طرف اضافت کی وجہ سے ہے۔ ممکن ہے کہ اس روایت کو سننے کے وقت سوگ کرنے والی تھیں۔ یا دونوں اوقات میں یہ معاملہ پیش آیا اور انہوں نے تاکید وتحذیر کیلئے اعادہ کیا۔

تخریج : أخرجه مالك (١٢٦٨) وأحمد (١٠/٢٦٨١٦) والبخاری (١٢٨٠) ومسلم (١٤٨٦) وأبو داود (٢٢٩٩) والترمذی (١١٩٥) وابن حبان (٤٣٠٤) والطبرانی (٢٣/٤٢٠) والبیهقی (٧/٤٣٧)

الفرائد : تین دن سے زیادہ سوگ میت پر حرام ہے۔ مگر بیوی کو خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا ہوگا۔ اس سوگ کا مطلب زینت کو اختیار نہ کرنا ہے۔

۳۵۶ : بَابُ تَحْرِيْمِ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِیْ وَتَلَقِّی الرُّكْبَانِ وَالْبَيْعِ عَلٰی بَيْعِ اَخِيْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰی خِطْبَتِهٖ اِلَّآ اَنْ يَّأْذَنَ اَوْ يَرُدَّ

بَابٌ: شہری کا دیہاتی کیلئے خریداری کرنا' قافلوں کو آگے جا کر ملنا اور مسلمان بھائی کی بیع پر بیع اور اسکی منگنی پر منگنی کرنے کی حرمت مگر یہ کہ وہ اجازت دے یا ردّ کرے

تشریح ❁ کوئی آدمی اپنا عمدہ سامان یومیہ قیمت پر فروخت کیلئے روانہ کرے شہری اس کو کہے اس کو میرے پاس چھوڑ دو تا کہ بالتدریج فروخت کروں۔ ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں اس کو نقصان پہنچانا ہے۔ البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ وہ ایسی چیز ہے جس کی عمومی ضرورت نہیں یا ضرورت تو ہوتی ہے لیکن شہری اس کا ذمہ دار بن گیا یا وکیل بن گیا اور اس نے

قبول کرلیا تو حرمت نہ رہے گی۔ وتلقی الرکبان: سوار شہر میں سامان لانے والے کو ملے اور شہری کے چالو بھاؤ جاننے سے پہلے اس سے خرید لیا۔ یا وہ خریداری کیلئے آیا انہوں نے مل کر پہلے فروخت کر دیا تو یہ درست نہیں۔ والبیع: یہ اس طرح ہے کہ وہ بیع منعقد ہونے کے بعد مشتری کو کہے جب کہ وہ مجلس ہی میں ہو۔ یا خیار کی شرط چل رہی ہو۔ کہ تو عقد فسخ کرا اور اسی کی مثل میں سودا کم قیمت میں دیتا ہوں یا اسی قیمت میں اس سے بہتر دیتا ہوں۔ یہ بیع علی البیع ہے جو ناجائز ہے۔ شراء علی الشراء کا بھی یہی حکم ہے۔ مثلاً بائع کو کہے عقد فسخ کر دو میں اس سے زیادہ میں تم سے لیتا ہوں اور اگر اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے جو بیع و شراء کے تمام معنی پر بولے جاتے ہیں تو یہ شوافع کے ہاں درست ہے) منگنی اور بیع وغیرہ ان تمام میں اس وقت حرمت ختم ہو جاتی ہے جب پہلا مسترد کر دے۔ حرمت جان بوجھ کر سودے وغیرہ پر سودا کرنے میں ہے۔

۱۷۷۷: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمائی کہ: ''کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے خواہ اس کا وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح لباد: اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے شہری سہولت سے روک دیا خواہ وہ آنے کے وقت بھاؤ پر خریدے۔ خواہ اس کا عزیز ہو۔ حاضر و بادی کا تذکرہ غالب کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ حکم اسی طرح ہے۔ پھر یہ نہی تحریمی ہے۔ مگر بیع منعقد ہو جائے گی۔ کیونکہ ممانعت نفس عقد سے نہیں۔ پس اس کے مقصد کی طرف نہ لوٹے گی۔

تخریج: أخرجه البخاري (۲۱۶۱) ومسلم (۱۵۲۳) وأبو داود (۳٤٤۰) والنسائي (٤٥۰٤)

الفرائد: شہری کو باہر نکل کر دیہات والوں سے شہر میں داخلہ سے پہلے سودا نہ کرنا چاہیے اس سے دھوکا دہی کا امکان ہے۔

۱۷۷۸: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى الْاَسْوَاقِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تجارتی قافلے کے سامان کو آگے جا کر مت ملو یہاں تک کہ اس کو اتار کر بازاروں میں لایا جائے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح سلع: سے وہ سامان مراد ہے جو فروخت کیلئے لایا جائے۔ حتی یهبط: یعنی آنے والے کو بھاؤ کا علم ہو۔ حرمت کی شرط ہی یہ ہے کہ تلقی کی ممانعت کا اس کو علم ہو۔ خواہ تلقی کا علم ہو یا نہ ہو۔ جیسا شکار کو نکلا اور آنے والے سے وہیں خرید لیا۔ اس کا یہی حکم ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٣٩٠) وأحمد (٢/٥٢٠٤) والبخاری (٢١٦٥) ومسلم (١٥١٧) وأبو داود (٣٤٣٦) والنسائی (٤٥١٠) وابن ماجه (٢١٧٩) وابن أبی شيبة (٦/٢٣٩/٢٤٠) والبيهقی (٥/٣٤٦).

الفرائد : بازار میں آنے سے قبل باہر سے چیز کو اچکنا درست نہیں یہی تلقی بالبیع ہے۔ یہ دھوکہ کے مترادف ہے۔

۱۷۷۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"لَا تَتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ' وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ" فَقَالَ لَهُ طَاوٗسٌ :مَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ :"لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۷۹: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم تجارتی قافلے کو آگے جا کر مت ملو اور کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے''۔ طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا ''سودا نہ کرنے کا مطلب کیا ہے؟'' انہوں نے فرمایا کہ ''وہ اس کا دلال نہ بنے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یعنی ان سے خرید و فروخت کیلئے نہ ملو اور شہری دیہاتی سے بیع کرے۔ جب ان کو قحط نہ علم نہ ہو۔ (اس وقت تو ان کو زیادہ علم ہوتا ہے آج کل یہ شرط نہ ہونے کی وجہ سے درست ہے)۔ اس میں نہی تحریمی ہے۔ کیونکہ لانے والے کو اس میں نقصان ہے جبکہ اس کا بتدریج فروخت کرنے والا دلال نہ ہو۔ کیونکہ لانے والے کا مقصد وقتی بھاؤ کا حصول تھا۔

تخریج : أخرجه البخاری (٢١٥٨) ومسلم (١٥٢١) وأبو داود (٤٣٤٩) والنسائی (٤٥١٢) وابن ماجه (٢١٧٧)

الفرائد : (۱) شہری کو دیہاتی سے باہر جا کر راستہ سے چیز خریدنا۔ (۲) قافلہ سے باہر ہی خریداری کرنا جبکہ ان کو شہر کا بھاؤ معلوم نہ ہو۔ جائز نہیں۔

۱۷۸۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ ' وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ ' وَلَا تَسْاَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِیْ اِنَائِهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّلَقِّیْ وَاَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِیِّ ' وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ ' وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۸۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ''کوئی دیہاتی کسی شہری کے لئے سودا کرے' دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے سے' اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنے سے' اور منگنی پر منگنی کا پیغام دینے سے' عورت کو اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا سوال کرنے سے تا کہ جو اس کے برتن میں ہے وہ اپنے

برتن میں پلٹ لے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے قافلے کو آگے جا کر ملنے' شہری کو دیہاتی کے لئے خریدنے' عورت کو اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی شرط لگانے' آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے' دھوکہ دینے کے لئے قیمت بڑھانے اور کئی دن کا دودھ جمع کر کے فروخت سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **ولا تناجشوا:** اس جملے کا عطف قول مقدر پر ہے۔ **نجش:** دھوکا دہی کیلئے سامان کی قیمت میں اضافہ کرنا خریداری مقصود نہ ہو۔ **علی بیع اخیہ:** اس تعبیر سے ترفق اور اسلامی رشتہ کا اجاگر کرنا مقصود ہے۔ یہ نہی کی علت کی طرح ہے ورنہ ذمی بھی اس سلسلہ میں برابر ہے۔ ایک روایت میں ''**لا بیع بعضکم علی بیع بعض**''۔ **علی خطبة اخیہ:** یہ اس وقت تک ممنوع ہے جب تک وہ چھوڑ نہ دے یا اجازت نہ دے دے۔ **لتکفأ ما فی انائها:** کسی اجنبی عورت سے بھی طلاق کا نہ کہے تا کہ یہ اسے نکاح کرے یا اس طرح کے الفاظ کہ وہ اس سے فلاں بھلائی کرے گا اچھا رہن سہن رکھے گا۔ اس کو خرچہ دے گا یہ مجازاً یہ اس کے برتن کو انڈیلنے والی بات ہے۔ یہاں اخت سے بنت آدم مراد ہے۔ مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: **ان تشترط المراة طلاق اختها:** جبکہ وہ اس سے شادی کرے کیونکہ اس میں پہلی بیوی کو نقصان پہنچانا مقصود ہے۔ **یستأمَر الرجل:** اس کی قیمت بڑھائے۔ جو کہ اس سے رضا سے طے کر لی ہے یا اس میں مشتری کی رضا نہیں ہے یا مشتری کو ایسے انداز سے پیش آئے کہ وہ اس کی قیمت سے کم قیمت میں اس کو دے دیں یا زیادہ میں دے دیں۔ یہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں اضرار ہے۔ البتہ اگر سودا کرنے والا راضی ہو تو پھر درست ہے۔ **التصریه:** جانور کا دودھ چھوڑ دینا تا کہ تھنوں میں دودھ جمع ہو کر زیادہ معلوم ہو اور گاہک رغبت سے خریدے یہ حرام ہے کیونکہ اس میں ملاوٹ اور دھوکہ ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (١٣٩١) وأحمد (٣/١٠٣١٠) والبخاری (٢١٤٠) ومسلم (١٥١٥) وأبو داود (٣٤٤٣) والترمذی (١٢٥٢) والنسائی (٤٥٠٨) وعبد الرزاق (١٤٨٥٩) وابن ماجه (٢٢٣٩) وابن حبان (٤٩٧٠) والبیهقی (٣١٨/٥)

الفرائد : نجش اور بیع پر بیع یا سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے۔ (۲) کسی کی منگنی پر منگنی کا پیغام ممنوع ہے۔

۱۷۸۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ ، وَّلَا يَخْطِبْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ۔

۱۷۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی تم میں سے دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے''۔ (بخاری و مسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

تشریح ۞ یہ نہی تحریمی ہے۔ ہاں اگر لازم عقد ہو تو نہیں اور خیار بھی نہ ہو۔ اس صورت میں حرام نہ رہے گی۔ کیونکہ

اضرار کی علت ختم ہو گئی۔ ولا یخطب: جب کہ صراحت سے اس کو جواب ہو جائے۔ اس سے خطبہ رجعیہ مراد نہیں اگر چہ وہ بھی ناجائز ہے۔ الا ان یأذن له: اس کو پہلی ہی قیمت پر اجازت دے دے یا پیغام نکاح دوم کیلئے اجازت دے اپنا حق چھوڑ دے۔ بخاری میں بعض الفاظ کا اختلاف ہے خطبة اخیه کے بعد ''ولا تسأل المرأة طلاق أختها لتكفأ ما في انائها''۔

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٤۷۲۲) ومسلم (۱٤۱۲)

الفرائد : (۱) بیع پر بیع دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہے۔

۱۷۸۲ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ''الْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَذَرَ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۲: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مؤمن مؤمن کا بھائی ہے کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ یہ حلال ہے کہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام دے مگر یہ کہ وہ چھوڑ دے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اخو المؤمن: کیونکہ دونوں ایمان والے رشتہ میں منسلک ہیں۔ ولا یخطب: نصب کی صورت یبتاع پر عطف ہے یہی بہتر ہے۔ جملہ مستانفہ ہو تو مرفوع ہے۔ علی خطبة اخیه: اس میں مؤمن کی قید سے احساس کو بیدار کرنا تا ہے۔ (مؤمن کا مراد ہونا ظاہر ہے کسی کافر کی مؤمنہ سے منگنی نہیں ہو سکتی ہے)۔ یہ قید اپنا وزن رکھتی ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱٤۱٤) وابن ماجه (٤۲٤٦)

الفرائد : (۱) منگنی پر منگنی یا بیع پر بیع کو منع فرمایا گیا اس سے بغض عداوت بھی پیدا ہوگی۔

۳۵۷ : بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ اَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

باب: شریعت نے جن مقامات پر مال خرچ کرنے کی اجازت دی ان کے علاوہ مقامات پر خرچ کر کے مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

تشریح ۞ وہ جس کی اجازت نہیں دی گئی اس میں حرام بھی شامل ہے۔ جن مقامات پر خرچ کرنا چاہیے ان میں

زکوٰۃ، کفارہ، صدقات نافلہ، کھانے پینے اور پہننے کے مباح مقامات جو اسراف سے خالی ہوں سب شامل ہیں۔ مال کو ضائع کرنے کی ممانعت اس میں تحریم و مکروہ کے درجہ میں ہوگی۔ اور کراہت تنزیہ کے درجے میں بھی ہوگی۔

۱۷۸۳ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا ، وَّیَکْرَهُ لَکُمْ ثَلَاثًا : فَیَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ، وَیَکْرَهُ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ ، وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ ، وَاِضَاعَةَ الْمَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ۔

۱۷۸۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق تین باتوں کو پسند اور تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جن تین باتوں کو وہ تمہارے متعلق پسند کرتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کے شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے مل کر تھامے رکھو اور (۳) اختلاف و تفرقہ نہ ڈالو اور وہ تین ناپسندیدہ باتیں یہ ہیں: (۱) بے سود بحث و تکرار (۲) کثرت سے سوال کرنا (۳) مال کو بے فائدہ ضائع کرنا۔ (مسلم) اس کی شرح پہلے گزری۔

تشریح ۞ **ان اللّٰہ یرضی لکم:** کیونکہ وہ تمہاری کامیابی و بلندی کا ذریعہ ہیں۔ **یکرہ لکم ثلاثا:** اس لئے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف ہیں۔ اس کے ارادہ کے بغیر کائنات میں کسی چیز کا وجود نہیں ہوسکتا۔ پسند وہ خیر کو فرماتے ہیں۔ **فیرضی لکم:** کسی بھی چیز کو اس کا شریک مت ٹھہراؤ۔ شرک کو بالکل چھوڑ دو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو۔ **حبلُ اللّٰہ:** سے مراد دین، اللہ تعالیٰ کے معاہدے، ایمان والوں کی جماعت یا قرآن مجید ہے۔ **ولا تفرقوا:** حق پر جمع ہو جاؤ۔ اور اسے علیحدگی اختیار کرو۔ جیسا اہل کتاب نے کیا۔ اس لئے وہ گمراہ ہوئے دوسروں کو گمراہ کیا۔ **ویکرہ لکم:** قیل قال کے متعلق باب تحریم الحقوق میں کہا جا چکا ملاحظہ کرلیں۔ **کثرۃ سوال** سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیز کو اصرار و ضد سے مانگ رہے ہو جس کی چنداں ضرورت نہیں۔ اور **اضاعہ مال:** اللہ تعالیٰ نے مال کو ذریعہ معاش بنایا ہے اور انسانی حاجت کا مرکز بنایا ہے۔ مال کو ضائع کرنا نفس کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اور اس کو ضروریات کیلئے کمایا جائے تو کمائی عبادت ہے تاکہ اس کی طرف مکمل توجہ ہو۔

تخریج : أخرجه مالك (١٨٦٣) وأحمد (٣/٨٣٤٢) ومسلم (١٧١٥) وابن حبان (٤٥٦٠) والبيهقي (١٦٣/٨)

الفرائد : (۱) بندوں کو شرک نہ کرنا چاہیے۔ (۲) تفریق بین المسلمین سے بچنا چاہیے۔ (۳) قیل وقال سے گریز کیا جائے۔ (۴) کثرتِ سوال اور مال کو فضول ضائع کرنے سے منع کیا گیا۔

۱۷۸۴ : وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ اِلٰى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ :اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنَّهٗ كَانَ يَنْهٰى عَنْ قِيْلَ وَقَالَ :وَاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ ، وَوَاْدِ الْبَنَاتِ ، وَمَنَعَ وَهَاتِ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَبَقَ شَرْحُهٗ۔

۱۷۸۴: حضرت وراد؛ جومغیرہ بن شعبہ کے کاتب تھے؛ روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط میں لکھوایا کہ نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے آخر میں فرمایا کرتے تھے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ...... ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہی اس کی ہے تمام تعریفیں اسی ہی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے اے اللہ جو آپ دیں اس کا روکنے والا کوئی نہیں اور جو آپ روک دیں اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی مرتبے والے کو اس کا مرتبہ تیرے مقابلے میں کام نہیں دے سکتا'' اور یہ بھی لکھا کہ ''رسول اللہ ﷺ قیل وقال' کثرتِ سوال' ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرماتے تھے''۔ (بخاری ومسلم) تشریح گزر چکی۔

تشریح ۞ ورّاد: ان کی کنیت ابوسعید یا ابوالورد کوفی ہے۔ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ یہ حضرت مغیرہ کے کاتب اور غلام ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایت لی ہے۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ الی معاویہ رضی اللّٰہ عنه۔ اَلنَّحْوُ : یہ ظرف لغو کتاب سے متعلق ہے۔ یا کتاب کی صفت ہے۔ وحده لاشريك له: وہ اکیلا ہے۔ لا شريك له۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ صفات حسنیٰ میں سے ہے۔ الملك: اس سے عزت وغلبہ مراد ہے۔ وله الحمد: اوصاف جمیلہ سے اس کی تعظیم اندازے کی جانے والی تعریف وهو علی كل شئ قدير۔ اَلنَّحْوُ : یہ پچھلے دونوں جملے معطوف ہیں۔ اور لاشريك اور له الملك: یہ دونوں وحدہ سے حال ہیں اور لفظ اللہ سے حال مترادفہ یا متداخلہ دونوں بن سکتے ہیں۔ ذاالجد: نصیب وغنی والامنك یہ عندك کے معنی میں ہے۔ كتب اليه یعنی حکم دینا۔ زیادہ بہتر یہی معنی ہے۔ انه: ۂ سے نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ ایک روایت میں قیل وقال کی بجائے فرمایا ''كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما يسمع''۔ وكثرة السؤال: واو مطلقاً جمع کیلئے ہے۔ ترتیب مقصود نہیں۔ عقوق الامهات: ماں سے ایسا سلوک کیا جائے جو ان کی سخت رذیت کا باعث ہو۔ ماں کا تذکرہ خصوصاً کر دیا کیونکہ مدد کے دبدبے سے ڈرتے ہیں مگر ماں ضعیف وکمزور ہے۔ ان کی نافرمانی بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف توجہ دلائی۔ وأو البنات: قتل وزندہ درگور کو کہتے ہیں۔ عرب جاہلیت میں اپنے سے عار کے دور کرنے کیلئے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض ان میں عیال کی کثرت اور

خرچ کی قلت سے کرتے تھے۔ پھر کچھ تو ولادت کے وقت مار دیتے کچھ پال پوس کر گہرے اندھے کنوئیں میں پھینک آتے اور کنوئیں کو پُر کر دیتے۔ وضع وھات: یعنی واجبات کی ادائیگی سے باز رہا اور جن چیزوں کا حق نہ تھا ان کا طلب گار ہوا یا سوال میں بے جا اصرار کیا۔ پہلے روایت گزری ملاحظہ کر لی جائے۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۱/ ٤١ تحریم العقوق میں روایت گزری۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۵۸ :بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِشَارَةِ اِلٰى مُسْلِمٍ بِسِلَاحٍ وَنَحْوِهٖ سَوَآءً كَانَ جَادًّا اَوْ مَازِحًا وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلًا

باب: کسی مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنے کی ممانعت خواہ مزاحاً ہو یا قصداً اور ننگی تلوار لہرانے کی ممانعت

تشریح ۞ سلاح: سے ہر ڈرانے دھمکانے والی چیز مراد ہے۔ جاداً: مذاح سے کرے یا وقار سے کرے۔ یہاں مازحًا کی بجائے هازلاً چاہیے تھا۔ لعاطی السیف: اس میں نقصان ہونے کے علاوہ اس کو مرعوب کرنا اور ڈرانا بھی پایا جاتا ہے۔

۱۷۸۵ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا يُشِرْ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعَ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ "وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ ، قَالَ :قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ :"مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَنْزِعَ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ" قَوْلُهٗ ﷺ :"يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِ الزَّايِ وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا وَمَعْنَاهُمَا مُتَقَارِبٌ وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِ يَرْمِيْ ، وَبِالْمُعْجَمَةِ اَيْضًا يَرْمِيْ وَيُفْسِدُ وَاَصْلُ النَّزْعِ :الطَّعْنُ وَالْفَسَادُ۔

۱۷۸۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص دوسرے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے۔ اس کو معلوم نہیں کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوا دے جس سے وہ آگ کے گڑھے میں جا گرے''۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کیا بے شک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ خواہ

اس کا وہ ماں باپ سے حقیقی بھائی ہو''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یَنْزِعُ اور کو عین مہملہ زاء مکسورہ نیز یَنْزَغُ غین معجمہ اس کے فتحہ کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے معنی دونوں کا قریب قریب ہے' عین مہملہ کی شکل میں معنی یہ ہے کہ وہ پھینکتا ہے اور غین معجمہ کی شکل میں پھینکنے اور فساد کرنے کا معنی ہے جب کہ ''نَزَغَ'' کا اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

تشریح ۞ **لا یُشِر**: خبر کی صورت میں زیادہ بہتر ہے۔ یہاں تو نہی کا صیغہ ہی ہے۔ **الی اخیه**: اس میں مسلمان کے علاوہ ذمی بھی شامل ہے۔ اس کو ڈرانا دھمکانا بھی ناجائز ہے۔ اس کے مراتب تحریم کی قوت وصنعت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ **بالسلاح**: اس سے ہر وہ ہتھیار مراد ہے جو لڑائی اور مداخلت میں کام آتا ہے۔ اس کی جمع اسلحہ ہے۔ مؤنث کی صورت میں سلاحات ہے۔ **ینزغ فی یدہ فیقع**: النزغ اصل میں طعن وفساد کو کہتے ہیں۔ یہ حقیقی ضرب پر آمادہ کرتا ہے۔ شاید شیطان کی شرارت سے وہ مشارالیہ۔ اس کی وجہ سے قتل میں مبتلا ہو کر آگ کا حقدار بن جائے۔ اگر حلال سمجھ کر کیا اور اگر حلال سمجھ کر نہ بھی کیا پھر قتل کی سزا تو پائے گا۔ مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ **من اشار**: اس سے تخویف، تعریض بطور ایذاء مراد ہے۔ **وان کان اخاہ لابیه وامه**: یہ نہی کا عموم ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ خواہ وہ متہم ہو یا نہ ہو۔ مذاق کے طور پر ہو یا وقار سے کیونکہ مسلمان کو ڈرانا حرام ہے اور کبھی واقعہ بھی پیش آجاتا ہے۔ لعنت کرنا اس کی حرمت کی دلیل ہے۔

تخریج : أخرجه احمد (۳/۷۴۸۱) و مسلم (۲۶۱۶) والترمذی (۲۱۶۹) وابن حبان (۵۹۴۴) والبیهقی (۸/۲۳)

الفرائد : (۱) ہتھیار سے مسلمان کی طرف اشارہ منع ہے کہیں اچانک وہ لگ نہ جائے اور اس کی ہلاکت کا باعث نہ بن جائے۔ (۲) محذورات کی طرف لے جانے والی چیزوں کو محذور میں مبتلا ہونے کے خدشہ سے اختیار نہ کرے۔

۱۷۸۶ :وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا ' رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

۱۷۸۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ تلوار سانتی ہوئی (ننگی) پکڑائی جائے۔ (ابوداؤد' ترمذی) حدیث حسن ہے۔

تشریح ۞ **یتعاطی**: یہ تعاطیت السیف سے لیا گیا ہے۔ جب کہ اس کو پکڑ لے اور لے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے ''**فتعاطی فعقر**''۔ اس سے اونٹنی کو تلوار سے آلیا اور اس کی کھونچیں کاٹ دیں۔ حدیث میں اس طرح لینے دینے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ بعض اوقات لینے دینے والا غلطی کھا جاتا ہے۔ اور اس سے اس کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی یا اس کے جسم سے کوئی چیز نکلتی ہے اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ تلوار کی طرح چاقو، چھری کا حکم ہے۔ لینے دینے کا ادب یہ ہے کہ چاقو وغیرہ کے پھل کو پکڑے اور دستے والی جانب اس کی طرف کرے۔ تاکہ وہ اسے حفاظت سے پالے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۵/۱۴۲۰۵) وأبو داود (۲۵۸۸) والترمذی (۲۱۷۰) وابن حبان (۵۹۴۶)

والحاکم (٤/٧٧٨٥) والطیالسی (١٧٥٩)

الفرائد : (۱) مسلمان کوڈرانے دھمکانے پر وعید ہے اور یہ کام ہر حال حرام ہے۔(۲) فرشتوں کی لعنت حرام ہونے پر دلالت ہے۔

۳۵۹ :بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا لِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

بَابٌ: مسجد سے اذان کے بعد بغیر فرضی نماز ادا کئے نکلنے کی کراہت مگر عذر کی وجہ سے جائز ہے

تشریح المسجد سے یہاں جماعت والی مسجد مراد ہے۔ اذان جس کیلئے قرینہ ہے۔ اذان سے وہ اذان مراد ہے۔ جو وقت کے داخلہ کے بعد دی جائے۔ فجر کی اذان اول کے بعد ٹھہرنے میں اس کو مشقت ہوگی۔ کیونکہ وقت طویل ہے۔ **الا لعذر**: بیماری کا عذر ہو یا حدث کی وجہ سے نکلنا پڑے۔ **حتی یصلی الکتوبة**: نکلنے میں انتہائی کراہت ہے۔ اس میں اس کے اکیلے نماز یا جماعت کو چھوڑ کر چلے جانے میں فرق نہیں ۔ جیسا کہ مصنف کے انداز سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۸۷ : عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ قَالَ : كُنَّا قُعُوْدًا مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ ، فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِيْ فَاَتْبَعَهٗ اَبُوْ هُرَيْرَةَ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ :اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۷: حضرت ابی شعثاء کہتے ہیں کہ ہم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مؤذن نے اذان دی۔ مسجد سے ایک آدمی اٹھ کر چلنے لگا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ نے اس کو دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

تشریح ابوالشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے۔ قعود یہ قاعد کی جمع ہے۔ **فقام رجل یمشی**: نماز پڑھنے سے پہلے۔ **فاتبعه**: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ توجہ سے اس کو دیکھا تا کہ اس کے چلنے کا مقصد ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ وہ مسجد سے نکل گیا۔

تخریج : أخرجه مسلم (٦٥٥) والترمذی (٢٠٤) والنسائی (٦٩٢) وابن ماجه (٧٣٣)

الفرائد : اذان کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔ جب تک کہ وہ نماز ادا نہ کرے۔ ہاں شدید عذر کی وجہ سے اجازت ہے۔

۳۶۰ :بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ!

بَابٌ: بلاعذر ریحان (خوشبو) کو مسترد کرنے کی کراہت

تشریح خوشبو کی تمام اقسام کا یہی حکم ہے۔ عذر سے مراد احرام وغیرہ یا مغصوبہ شئی ہو۔

۱۷۸۸ :عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهٗ، فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۷۸۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو ریحان پیش کی جائے پس وہ اس کو واپس نہ کرے وہ ہلکی پھلکی چیز ہے، عمدہ خوشبو والی ہے''۔ (مسلم)

تشریح من عرض علیه ریحان: ابوداؤد کی روایت میں ''من عرض علیه طیب'' کے الفاظ ہیں۔ فانه خفیف المحمل: یہ مصدر ہے۔ اسم ظرف بھی بن سکتا ہے۔ طیب الریح: قرطبی کہتے ہیں۔ یہ خوشبو کے عطیے کو قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ سستا ہے۔ لیکن اس کی بجائے کستوری تو بہت مہنگی ہے۔ اس حدیث میں استعمال خوشبو کی ترغیب ہے۔ اور استعمال کرنے والے خصوصاً نماز جماعت وجمعہ میں آنے والوں کیلئے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۲۷۱) ومسلم (۲۲۵۳) وأبو داود (٤١٧٢) والنسائی (٥٢٧٤) وابن حبان (٥١٠٩) والبیهقی (۳/۲٤٥)

الفرائد : (۱) ہدیہ قلیل کو رد نہ کیا جائے اس سے مہدی کو ایذاء پہنچے گی۔ (طیبی) (۲) طیب کا اٹھانا بھی آسان اور خوشبو بھی عمدہ۔

۱۷۸۹ : وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ ، رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۷۸۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو واپس نہ فرماتے تھے۔ (بخاری)

تشریح ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کیا۔ ''ثلاث لا ترد :الوسائد، والدهن، واللبن''

بعض نے ان کو نظم میں بیان کیا اور اضافہ بھی ذکر کیا۔

قد کان من سنة خیر الوری
صلی علیه الله طول الزمن أن لا یرد
الطیب والمتکا
والتمر ایضًا یا أخی واللبن:

اس میں تمر کا اضافہ ہے۔ سیوطی اور چار کا اضافہ کیا۔

عن المصطفٰی سبع یسن قبولها
اذا ما بها قد اتحف المرء خلان
فحلویٰ وألبان ودهن وسادة ورزق
لمحتاج وطیب وریحان

اس میں حلوی، دھن، رزق محتاج کا اضافہ ہے۔

شارع کے اشعار میں بھی یہی سات چیزیں اس طرح ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۵۸۲) والترمذی (۲۷۹۸)

الفرائد : (۱) ملائکہ سے آپ ﷺ کو ہر وقت واسطہ ہوتا وہ خوشبو پسند کرتے ہیں۔ (۲) خوشبو کا اٹھانا بھی آسان، سونگھنا راحت و آرام۔

۳۶۱ :بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مَفْسَدَةٌ مِنْ اِعْجَابٍ وَّنَحْوِهٖ، وَجَوَازِهٖ لِمَنْ اُمِنَ ذٰلِكَ فِيْ حَقِّهٖ!

باب: منہ پر تعریف کرنا اُس کے لئے مکروہ ہے جس کے خود پسندی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو، جس سے خود پسندی کا خطرہ نہ ہو اُس کے حق میں جائز ہے

تشریح ۞ تکبر یا خود پسندی کے خطرہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ جوازہ: اس آدمی کے سلسلہ میں مکروہ نہیں جو کامل تقویٰ اور مکمل عقل و معرفت رکھتا ہو۔ البتہ جواز میں یہ ضروری شرط ہے کہ اٹکل محض نہ ہو۔ جب اس پر کوئی شرعی مصلحت کی بنیاد ہو تو مسنون ہے اور شرعی ضرورت نہ ہو تب بھی مباح ہے۔ یہ خیر خواہی کے طور پر مضرت کو ختم کرنے کیلئے بطور ارشاد کے یہ بات

کہی گئی۔عبادت میں اضافے اور دوام اور اقتداء کیلئے کہی گئی ہے۔

۱۷۹۰: عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَّیُطْرِیْہِ فِی الْمِدْحَۃِ فَقَالَ: ''اَھْلَکْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَھْرَ الرَّجُلِ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔
''وَالْاِطْرَآءُ'' اَلْمُبَالَغَۃُ فِی الْمَدْحِ۔

۱۷۹۰: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ ایک آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں مبالغہ آمیزی سے کام لے رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''تم نے اس آدمی کو ہلاک کر دیا'' یا ''تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی''۔ (بخاری و مسلم)۔
اَلْاِطْرَآءُ: تعریف میں مبالغہ۔

تشریح ۞ **یطریه**: بہترین انداز سے تعریف کرنا یا اس میں مبالغہ کرنا۔ **قطعتم ظهر الرجل**: یہ ہلاکت سے کنایہ ہے دونوں لفظ ہم معنی ہیں مطلب یہ ہے کہ اس آدمی میں خود پسندی آئے گی یا تکبر پیدا ہوگا جو اس کو کاٹ دے گا۔ **الاطراء**: اطریت فلاناً میں نے بہترین انداز سے اس کی تعریف کی۔ بعض نے مبالغہ اور مدح میں حد سے تجاوز معنی کیا ہے۔ سرقسطی **اطراته مدحته و اطریته اثنیت علیه** کیا ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۱۲) والبخاری (۲۶۶۳) ومسلم (۳۰۰۱)

الفرائد: تعریف میں مبالغہ آمیزی نہ چاہیے۔ بسا اوقات اس سے خود پسندی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو مہلک ہے۔

۱۷۹۱: وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاَثْنٰی عَلَیْہِ رَجُلٌ خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ''وَیْحَکَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ'' یَقُوْلُہٗ مِرَارًا ''اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ: اَحْسِبُ کَذَا وَکَذَا اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ وَحَسِیْبُہُ اللّٰہُ، وَلَا یُزَکّٰی عَلَی اللّٰہِ اَحَدٌ''۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

۱۷۹۱: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا گیا پس ایک آدمی نے اس کی اچھی تعریف کی اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔ آپؐ نے اس کو کئی مرتبہ فرمایا اگر تم نے ہر صورت میں تعریف کرنی ہو تو یوں کہنا چاہئے کہ میرا گمان ہے کہ وہ ایسا ہے اگر وہ اس کو ایسا سمجھتا ہو۔ اس کا حساب اللہ کے سپرد ہے اور اللہ کے سامنے کوئی آدمی پاک بازی کا دعویٰ مت کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **خیراً**: نحو: یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ ثناء کے معنی میں ہے۔ (۲) قال مقدر کا مفعول بہ

ہے۔ویحك: نحو: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یہ کلمہ بطور ترحیم کہا جاتا ہے۔ایسے شخص کیلئے جو اس کام میں پھنس جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو۔قطعت عنق صاحبك: یہ معنوی ہلاکت کیلئے بولا جاتا ہے۔(۲)حقیقۃً گردن کے کٹنے سے مجاز ہے۔ یہ دین کے سلسلہ میں ہے اور کبھی دنیا سے متعلق ہوتا کیونکہ وہ اس کی تعریف کرتا ہے۔جس سے وہ خود پسندی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اس میں سبب کی طرف اسناد ہے۔یقوله مرارًا: اس آدمی کی زجر و توبیخ کیلئے یہ کلمہ کئی مرتبہ فرمایا۔ان کان احدکم مادحًا لا محالة: اگر ایسے شخص کی تعریف ضروری ہو جس کے متعلق خود پسندی کا خطرہ ہو تو کہے۔احبه کذا و کذا: اس کے متعلق میرا گمان یہ ہے۔(کذا و کذا کنایات کے الفاظ ہیں) جبکہ وہ اسے اسی طرح گمان بھی کرتا ہو۔ حسیبه اللّٰه: اللہ تعالیٰ اس سے محاسبہ کرنے والے ہیں۔جھوٹ نہ بولے۔کہ گمان اور ہوا اور کہے اور، ورنہ جھوٹ میں مبتلا شمار ہوگا۔ولا یزکی علی اللّٰه احد: اس طرح کہ اس کے متعلق ایسی تعریف ثابت کرے جو اس میں نہ ہو۔کیونکہ اس کو امور کے بواطن کا علم نہیں ہر چیز کی حقیقت و سرائر سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقٰی﴾ یعنی ایک دوسرے کا بے جا تذکیہ مت کرو۔اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۲۰٤۸٤) والبخاری (۲٦٦۲) ومسلم (۳۰۰۰) وأبو داود (٤۸۰٥) وابن ماجه (۳۷٤٤) وابن حبان (٥۷٦٦) والبخاری (۳۳۳) والبیهقی (۱۰/۲٤۲) الآداب (٥۱۱)

الفرائد : (۱) کسی کی طرف اپنے ظن و تخمین نہ کرو۔اس طرح نہ کہو مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا ہے بلکہ کہا جائے میرا گمان ہے کہ وہ اچھا ہے۔

۱۷۹۲ : وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَآءَ. فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ : مَا شَاْنُكَ؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ فِي النَّهْيِ ، وَجَآءَ فِي الْاِبَاحَةِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ – قَالَ الْعُلَمَاءُ : وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ اَنْ يُّقَالَ : اِنْ كَانَ الْمَمْدُوْحُ عِنْدَهٗ كَمَالُ اِيْمَانٍ وَّيَقِيْنٍ ، وَّرِيَاضَةُ نَفْسٍ ، وَّمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَا يَفْتَتِنُ وَلَا يَغْتَرُّ بِذٰلِكَ ، وَلَا تَلْعَبُ بِهٖ نَفْسُهٗ ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَّلَا مَكْرُوْهٍ ، وَّاِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ كُرِهَ مَدْحُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً ، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْاَحَادِيْثُ الْمُخْتَلِفَةُ فِيْ ذٰلِكَ – وَمِمَّا جَآءَ فِي الْاِبَاحَةِ قَوْلُهٗ ﷺ لِاَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : "اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ" : اَيْ مِنَ الَّذِيْنَ يُدْعَوْنَ مِنْ جَمِيْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا – وَفِي الْحَدِيْثِ الْاٰخَرِ : "لَسْتَ مِنْهُمْ" : اَيْ لَسْتَ مِنَ

الَّذِيْنَ يُسْبِلُوْنَ اُزُرَهُمْ خُيَلَآءَ وَقَالَ لِعُمَرَ : "مَا رَاٰكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا اِلاَّ سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ" وَالْاَحَادِيْثُ فِي الْاِبَاحَةِ كَثِيْرَةٌ وَقَدْ ذَكَرْتُ جُمْلَةً مِّنْ اَطْرَافِهَا فِيْ كِتَابِ الْاَذْكَارِ۔

۱۷۹۲: حضرت ہمام بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ' مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصداً گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تمہیں کیا ہو گیا حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم تعریف میں مبالغہ کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈالو۔

یہ احادیث تو ممانعت کی ہیں اور بہت ساری صحیح احادیث اس کے جواز کی بھی ہیں علماء نے ان احادیث کو اس طرح جمع کیا کہ اگر ممدوح شخص ایمان و یقین میں کامل ہو اور ریاضت نفس اور پوری معرفت بھی اس کو حاصل ہے وہ تعریف سے فتنے میں مبتلا نہ ہو اور وہ دھوکے میں پڑے اور نہ ہی اس کا نفس اس کے ساتھ کھیلے تو اس وقت تعریف منہ پر نہ حرام ہے نہ مکروہ اور اگر ان مذکورہ چیزوں میں کسی کا خطرہ ہو تو پھر سامنے تعریف کرنا منع ہے اور اس تفصیل پر احادیث مختلف جمع ہو جائیں گی۔ جواز کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ "مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو جنت کے سب دروازوں میں سے پکارا جائے گا"۔ اور دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا "تو ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے چادر ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: "جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر اور راستے اختیار کرتا ہے"۔

اس باب میں اباحت کے جواز کی بہت ساری روایات جن میں سے کچھ میں نے کتاب الاذکار میں ذکر کی ہیں۔

تشریح ۞ **همام بن الحارث**: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے حارث بن قیس بن عمرو النخعی الکوفی یہ ثقہ عبادت گزار بڑے تابعین سے ہیں۔ ان کی وفات ۶۵ ھ میں ہوئی۔ تمام اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہیں۔ (تقریب حافظ) ان کی وفات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے ہوئی۔ یہ عبادت گزار علماء سے تھے۔ (الکاشف لذھبی)۔ **مقداد**: یہ مشہور صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ **فعمد** : یہ قصد کے معنی میں ہے۔ **فجثا**: یہ الجثی سے ہے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ یہ باب (ن۔ض) سے آتا ہے۔ **الحصباء**: چھوٹی کنکریاں۔

فاحثوا فی افواههم التراب: اس روایت کو ظاہر پر محمول کیا۔ بعض اسی طرح کرتے ایسے لوگوں کے منہ پر کنکریاں مارتے۔ دوسروں نے کہا ان کے سلام کا جواب دو مگر ان کی تعریف پر مت کوئی چیز دو۔ بعض نے کہا جب تمہاری تعریف ہو تو

تم خیال کرو کہ تم مٹی سے ہو مگر یہ ضعیف ترین بات ہے۔

یہاں تک تو ممانعت کی روایات ہیں' اباحت کے متعلق بہت سی روایات وارد ہیں' علماء کہتے : ہیں کہ ان کے مابین اس طرح جمع کیا جائے گا۔ کہ اگر ممدوح مال ایمان ویقین رکھتا اور خوب ریاضت نفس اور مکمل معرفت رکھتا ہو کہ فتنہ میں مبتلا نہ ہوگا۔ کہ خود پسندی اختیار کرنے لگے اور نہ دھوکے میں مبتلا ہو کہ اس تعریف کی طرف جھک کر اپنے نفس سے خوش ہو کر دوسروں کو حقیر قرار دینے لگے۔ **ولا تلعب به نفسه:** اس کی پختگی کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کی وجہ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوگا تو حرام نہیں اور نہ مکروہ ہے۔ بلکہ کبھی مندوب ومباح ہے۔ **ان خیف علیه شی من هذه:** اگر ممدوح کے متعلق فتنہ، اغترار، تلعب نفس اور تحدیث نفس میں ابتلاء کا خطرہ ہو کہ وہ ان میں سے اپنے کو شمار کرنے لگا۔ تو اس کو بہادری کے کاموں اور اعمال صالحہ میں بلند درجات کو ترک کرنے والوں میں شمار کریں گے۔ **کره مدحه فی وجهه:** اس کی تعریف وغیبت سخت مکروہ ہیں بلکہ حرام ہیں جبکہ معلوم ہو کہ یہ اس کی عادت ہے اور ممدوح میں ان چیزوں کا وجود یقینی ہے۔ چنانچہ مختلف روایات کو اس پر محمول کریں گے۔

مباحات کی امثلہ: (۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''**ارجوا ان تکون منهم**'' **علماء کا قول:** شریعت میں رجاء کے الفاظ قطعی حصول ہونے والی چیز کیلئے بولے گئے ہیں نووی نے ضمیر کے مرجع کی فصاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ یعنی وہ لوگ جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ اس طرح کہ اس نے ایسے اعمال کیے ہوں گے جو اسے آٹھوں دروازوں کا حقدار بناتے ہیں۔ **لدخولها:** یہ یدعون سے متعلق ہے۔ دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: **لست منهم ای من الذین یسبلون ازارهم:** یعنی تم ان لوگوں سے نہیں ہو جو تکبر سے چادر لٹکاتے ہیں۔ پس اس وعید میں تم شامل نہیں۔ اگرچہ تمہاری چادر لٹک جاتی ہے مگر وہ وعید ان لوگوں کیلئے خاص ہے۔ جو تکبر کا سے لٹکاتے ہیں۔ اور تم اس طرح نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: ''**ما رآك الشیطان سالگا فجا**'' یعنی وسیع اور واضح راستہ۔ لغت میں فج کا یہ معنی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر راستہ مراد ہے جس میں یہ بھی شامل ہے۔ **الا سلك فجا غیر فجك:** اس میں ان کے وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہنے کی تعریف کی گئی ہے۔ کیونکہ جب وہ وادی سے دور ہوگا تو ان سے دور رہنا تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ وہ ان کے قریب سے بھی نہ گزرتا ہوگا۔

اس سلسلے میں مزید سلسلہ احادیث کتاب الاذکار میں ملاحظہ فرمائیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲۳۸۸٤) ومسلم (۳۰۰۲) والبخاری (۳۳۹) وأبو داود (٤۸۰٤) والترمذی (۲٤۰۱) وابن ماجه (۲۷٤۲) والطبرانی (۲۰/۵٦۵) والبیهقی (۱۰/۲٤۲)

الفرائد : (۱) سامنے تعریف کو ناپسند فرمایا۔ ان کو خاموش کرانے کیلئے ان کے منہ پر مٹی ڈالنے کا حکم فرمایا۔ یہ ان کے غلط فعل پر ناراضی ہے۔

۳۶۲: بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنْ بَلَدٍ وَّقَعَ فِيْهَا الْوَبَآءُ فِرَارًا مِّنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُوْمِ عَلَيْهِ!

بَابٌ: اس شہر سے فرار اختیار کرتے ہوئے نکلنے (کی کراہت) جہاں وباء واقع ہو جائے اور جہاں پہلے وباء ہو وہاں آنے کی کراہت

تشریح ۞ **الوباء:** یہ مد و قصر دونوں طرح مستعمل ہے۔ مد کی جمع اوبیۃ آتی ہے جیسے متاع وامتعہ اور قصر کی جمع اوباء جیسے سبب واسباب (المصباح) دمامینی نے کہا قصر مد سے زیادہ مشہور ہے۔

فرارًا: یہ ناپسند خروج کی علت ہے۔ اور کراہت کی علت اپنی سلامتی کا احتمال بجائے ان کے جو نہ نکلیں مثلاً کہنے لگے اگر میں نکلا تو اسی طرح بچ جاؤں گا جیسے فلاں بچ گیا تو یہ گناہ میں مبتلا ہو گیا۔ اسی طرح وباء کے مقام پر جانا یہ احتمال ہے کہ وہ اسے پہنچ جائے۔ چنانچہ وہ اس طرح کہنے لگے کہ اگر میں یہاں نہ آتا تو میں سلامت رہتا۔ اس طرح یہ گناہ میں مبتلا ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ جب وباء واقع ہوتی تو تمام اجسام کو بگاڑ پہنچ جاتا ہے۔ فرار مفید نہیں رہتا۔ اگر تمام لوگ نکل پڑیں اور نہ نکلنے والے بیماری یا عجز کی بوجوہ ضائع ہو جائیں کیونکہ ان کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور اس لئے بھی تاکہ کمزور لوگوں کے دل نہ ٹوٹ جائیں اسی لئے وارد ہے: ''الفار من الطاعون کالفار من الزحف'' اس لیے بھی کہ شبہ بعد میں بھی نہ بھاگنے والوں کا دل ٹوٹتا ہے۔ اور اس کی رسوائی کے سبب اس پر رعب طاری ہوتا ہے۔

ابن دقیق کا قول: ممانعت اس لئے ہے کہ اس میں تکلف اور تقدیر کا مقابلہ ہے۔ **وکراھۃ القدوم علیہ:** ابن دقیق کہتے ہیں کہ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نفس کو ابتلاء کے حوالے کرنا ہے اور شاید کہ وہ صبر نہ سکے اور اس حدیث کی مثال ہے: ''لا تتمنوا لقاء العدو' وإذا لقيتموهم فاصبروا''۔ اس میں لڑائی کی تمنا ترک کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو ابتلاء پر پیش کرنا ہے اور یہ خطرہ ہے کہ نفس صبر نہ کر سکے۔ پھر جب پیش آ جائے تو اللہ کا حکم سمجھ کر تسلیم اور صبر کا حکم دیا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ [النساء:۷۸] وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [البقرة:۱۹۵]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں بھی تم ہو گے موت تمہیں پا لے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعہ میں ہو''۔ (النساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو''۔ (البقرة)

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ:

بروج: قلعے۔ مشیدہ: محفوظ اور بلند۔ یہ گویا پہلے جملے کیلئے بطور دلیل کے ذکر کیا گیا اور وہ فرار کی ممانعت ہے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

التھلکۃ: مصدر ہے اور ہلاکت کے معنی میں ہے۔

۱۷۹۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهٗ اُمَرَآءُ الْاَجْنَادِ اَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهٗ – فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ – قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ لِيْ عُمَرُ: اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوْا – فَقَالَ بَعْضُهُمْ خَرَجْتَ لِاَمْرٍ وَّلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ– وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ – فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ – ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ – ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَّشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِّنْ مُّهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمْ رَجُلَانِ فَقَالُوْا: نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ، فَنَادٰى عُمَرُ فِي النَّاسِ: اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ابْنُ الْجَرَّاحِ: اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ! وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهٗ، نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهٗ عُدْوَتَانِ اِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ وَّالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهٖ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: "اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ" فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْصَرَفَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْعُدْوَةُ: جَانِبُ الْوَادِيْ۔

۱۷۹۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب جب شام کی طرف تشریف لے گئے جب آپ مقام سرغ میں پہنچے تو آپ کو لشکروں کے امراء ابوعبیدہ اور ان کے اصحاب ملے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ شام میں وباء پھوٹ پڑی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہاجرین اوّلین کو بلاؤ میں نے ان کو بلایا تو آپ نے ان سے مشورہ کیا کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے پس انہوں

نے اختلاف کیا۔ بعض نے کہا آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ آپ اس کام سے رجوع کریں۔ دوسروں نے کہا آپ کے پاس بقیہ لوگ اور اصحاب رسول ﷺ ہیں ہم نہیں خیال کرتے کہ آپ ان سے آگے بڑھ کر اس وباء میں جائیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر مجھے کہا کہ انصار کو بلاؤ پس میں نے ان کو بلایا اور آپ نے ان سے مشورہ طلب کیا وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور اس طرح اختلاف کیا جیسا کہ انہوں نے کیا۔ پھر آپ نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے پاس قریش کے بوڑھے لوگوں میں سے بلاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔ میں نے ان کو بلایا ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف کیا بلکہ سب نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ لوٹ جائیں اور اس وباء کی طرف آگے نہ بڑھیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ ہم صبح واپسی کے لئے سوار ہوں گے تم بھی تیاری کر لو۔ اس پر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کاش کہ یہ بات اے ابوعبیدہ تمہارے علاوہ کوئی اور کہتا (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اختلاف ناپسند کرتے تھے)۔ آپؓ نے فرمایا: ہاں! ہم اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں تم یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور وہ ایسی وادی میں اتریں کہ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز اور دوسرا قحط زدہ۔ کیا ایسا نہیں کہ اگر آپ اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے اور اگر آپ قحط زدہ حصہ میں جائیں تو اللہ کی تقدیر سے چرائیں گے۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے جو اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے غائب تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن عوف ایک ایسی شخصیت معلوم ہوتے ہیں (یعنی شاید انہیں علم ہو) انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب تم کسی زمین کے بارے میں وباء کا سن لو تو وہاں مت جاؤ اور اگر وباء ایسے علاقے میں پھوٹ پڑے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے راہِ فرار اختیار نہ کرو۔ پس عمر فاروقؓ نے اللہ کی تعریف کی کہ (ان کی رائے حضور ﷺ کی رائے کے مشابہ نکلی) اور آپ وہیں سے لوٹ آئے۔ (بخاری و مسلم)

اَلْعُدْوَۃُ : وادی کا کہا۔

تشریح ۞ بسرغ: یہ مدینہ منورہ سے تیرہ مرحلے شام کی جانب واقع ہے۔ قریباً دوسو آٹھ میل دمامینی نے کہا کہ سرغ تبوک کے نزدیک شام کی ایک بستی ہے۔ سیوطی نے التوشیح میں اس کو خلاف مشہور قرار دیا۔ لقیه امراء اللاجناد: اجناد سے یہاں مراد اہل شام کے پانچ شہر ہیں جن کے نام یہ ہیں نسلین، اردن، دمشق، حمص اور نسرین۔

الوبا: اس سے مراد طاعون ہے۔ المهاجرينَ الاولين: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ تحویل قبلہ کے بعد اسلام لانے والے اس میں شامل نہیں۔ خرجت لامر: اس امر سے مراد دشمن کے ساتھ قتال ہے۔ ولا نرٰی ان ترجع عنه: اس کا مطلب پہلے جملے پر ہے۔ نووی کہتے ہیں کہ ان حضرات نے شریعت کے اس اصول کو بنیاد بنا کر گفتگو کی کہ اصل تو توکل اور قضا و قدر میں اپنے آپ کو حوالے کرنا ہے۔ اصحاب رسول اللّٰہ: نحو: خبر کی

صورت میں اس کا عطف الناس پر ہے۔ اور رفع کی صورت میں اس کا عطف دوسروں پر ہے جو کہ عطف خاص علی العام کی قسم سے ہے۔ **ولا نری ان تقدمهم:** اس سے پہلے حرف صبر مقدر ہے''ای ان تقدم بهم ''یعنی آپ ان کے ہاں تشریف لے جائیں۔ **علی هذا الوباء:** نووی کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد شریعت کے اس اصول پر ہے کہ جس کو احتیاط کہا جاتا ہے اور ایسے اسباب سے جو ہلاکت کا باعث بن سکتے ہوں اپنے آپ کو الگ رکھنا۔ **ثم قال :** پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا انصار کو بلاؤ۔ **فسلکوا السبیل المهاجرین:** یعنی میں بھی اسی طرح اختلاف الرائے پایا گیا۔ **من مهاجرة الفتح:** مشیخة یہ شیخ کی جمع ہے۔ **لا مهاجرة الفتح** سے مراد وہ لوگ ہیں جو فتح سے پہلے اسلام لائے اور فتح سے قبل ان کو ہجرت کا موقعہ ملا۔ کیونکہ فتح مکہ کے بعد سے ہجرت نہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہو لوگ جو فتح مکہ کے دن یا بعد میں اسلام لائے اور اس کے بعد ہجرت ان کو مہاجر کا نام ولقب تو مل گیا مگر فضیلت نہ ملی۔

قاضی کا قول: یہ زیادہ ظاہر قول ہے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر **مشیخة قریش** کا لقب صادق آتا ہے۔ اسی وجہ سے تحفہ القاری میں اسی پر اکتفاء کی گیا ہے۔

فلم یختلف علیه منهم رجلان: یہ مقدر پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے لوٹنے میں بالکل اختلاف نہ کیا۔ اور کہنے لگے۔ **لا تقدمهم علی هذا الوباء:** عمر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کیا کیونکہ رجوع کی رائے دینے والوں کی کثرت تھی اور تقاضائے احتیاط اسی میں تھا۔ آپ نے بطور تقلید نہیں کیا۔ بعض نے کہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کی طرف اشارہ کیا تھا اور مسلم کی روایت میں اس کے متعلق موجود ہے: ''**قال ابن عمر :انما انصرف بالناس عن حدیث عبد الرحمٰن بن عوف**''۔ انہوں نے کہا وہ دوسری رائے کو ساتھ ملائے بغیر لوٹنے والے نہیں۔ جب تک وہ اول کے مطابق علم ومعرفت نہ پالیں۔ **انی مصبح علی ظهر فاصبحوا علیه:** دوسروں نے اس کی یہ تاویل کی کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں جدھر کا رخ کر کے آیا ہوں ادھر جانے والا ہوں نہ کہ مدینہ کی طرف۔

نووی کا قول: یہ غلط تاویل ہے۔ صحیح وہی ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے مدینہ کی طرف رجوع کا فیصلہ اجتہاد سے کیا تھا۔ جبکہ اکثر مشورہ دینے والے اور ان میں افضل لوگوں کی یہی رائے تھی۔ اور اسی میں احتیاط تھی۔ پھر ان کو روایت مل گئی تو انہوں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔ کہ ان کا اپنا اجتہاد اور اکابر صحابہ کا اجتہاد نص نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا۔ **فصبح:** یہ الاصباح سے اسم فاعل ہے۔ **ابو عبیده بن الجراح رضی الله عنه:** یعنی کیا تم تقدیر الٰہی سے فرار اختیار کرتے ہوئے لوٹ رہے ہو۔ **غیرك قالها یا اباعبیده:** غیرک اس کی فعل کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جو اس کے مابعد کی تفسیر ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی مجھے ان سے کچھ تعجب نہیں لیکن تمہاری فضیلت وعمل کی وجہ سے مجھے تعجب ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اجتہادی مسئلہ میں تم نے اعتراض کیا جس پر اکثریت نے اتفاق کرلیا۔ مجھے سن کر تکلیف ہوئی۔

وکان عمر یکره خلافه: یہ جملہ معترضہ **لو غیرك** کی وجہ بیان کرنے کیلئے لائے۔ **نعم نفرمن قدر الله الی قدر الله:** اضمار کی جگہ تفخیم شان کیلئے اظہار کیا۔ **ارأیت - عدوتان:** ارایت کا معنی مجھے بتلاؤ! عزوتان وادی' دوکنارے نصب سرسبز اور جدبہ قحط زدہ۔

نو وی کا قول: یہ واضح دلیل اور قیاس بھی ہے جس کے درست ہونا بے غبار ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ اس لئے نہیں بوئے کہ اس سے تقدیر ٹل جائے گی۔ بلکہ ان کو مطلب احتیاط کا جو حکم اسباب مہالک سے ہے اس کی تعمیل کرنا تھا۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے دشمن کے اسلحہ سے حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اگر چہ یہ سب کچھ تقدیر الٰہی سے پیش آئے گا اور تقدیر تو اس کے علم میں سبقت کر چکی۔ بلکہ علم کا نام ہی تقدیر ہے۔

فاروق رضی اللہ عنہ نے دو دو وادیوں پر قیاس کیا جو مشاہداتی چیز تھی۔ اس میں کسی کو کلام نہ تھا۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے میرا تابع بنایا مجھ پر احتیاط لازم ہے۔ اگر میں اس کو ترک کروں تو عجز کی طرف منسوب ہوں گا اور اللہ تعالیٰ کی سزا کا حقدار بن جاؤں گا۔ **فی بعض حاجته**: فی لام کے معنی میں ہے۔ **علمًا**: یہاں اس سے مراد ارشادِ نبوت ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی چنداں ضرورت نہیں۔ **اذا سمعتم به**: ۃ کی ضمیر کا مرجع طاعون ہے جس کا تذکرہ چل رہا تھا۔ یہاں روایت بالمعنی کا جواز بھی نکلتا ہے۔ **فرارًا منه**۔ **ای تفرون فرارًایا فارین یا لام تعلیله ای للفرار**: گویا فرار کرتے ہوئے نکلنا تو جائز نہیں اس کے علاوہ خروج کی ممانعت نہیں۔ **فحمد الله تعالٰی عمر رضی الله عنه**: اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ ان کا اجتہاد اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثرت کا اجتہاد نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نکل آیا۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٥٥) وأحمد (١/١٦٧٩) والبخاری (٥٧٢٩) ومسلم (٢٢١٩) وأبو داود (٣١٠٣) وابن حبان (٢٩٥٣) وعبد الرزاق (٢٠١٥٩) والطبرانی (٢٦٨) والبیهقی (٧/٢١٧)

الفرائد : (۱) امام کو رعایا کے خود بھی احوال کی تفتیش کرنی چاہیے۔ (۲) اس سے اہل بطالت اور حکام خبر دار رہیں گے اور ان کی کوتاہیاں لوگوں کی طرف سے معلوم ہو جائیں گی۔ (۳) سرداروں کو خود علاقے کے احوال سے مکمل طور پر آگاہی دینی چاہیے۔ (۴) اہل فضل اور صاحب الرائے کو مقدم کیا جائے گا۔ (۵) عالم کو پہلے اپنی معلومات بتلانی چاہئیں۔ (۶) اسباب ہلاکت سے بچنا اور بچانا چاہیے۔

۱۷۹۴ : وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَسَلَّمَ قَالَ : "اِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۷۹۴: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی زمین میں وبا پھیلنے کا سنو تو اس میں مت داخل ہو اور جب ایسی زمین میں واقع ہو جائے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے مت نکلو"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **اذا سمعتم الطاعون**: اس طاعون کی آمد کی خبر مراد ہے۔ جامع صغیر میں **بالطاعون** کے الفاظ ہیں۔ **فلا تدخلوها**: تا کہ وہ تمہیں نہ پہنچ جائے اور اس وقت اس طرح کہنے لگو اگر ہم نہ آتے تو بچ جاتے۔ اس طرح کہنے سے گناہ کی بات میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ **فلا تخرجوا منها**: اس سے فرار مت اختیار کرو۔

تخریج : أخرجه مالك (١٦٥٦) وأحمد (٨/٢١٨٢٢) والبخارى (٣٤٧٤) ومسلم (٢٢١٨) والترمذى (١٠٦٧) وابن حبان (٢٩٥٢) والطبرانى (١/١٦٦) والبيهقى (٣/٢٧٦)

الفرائد : (۱) وباء عامہ کے علاقہ میں داخل نہ ہونا چاہیے۔ (۲) جہاں وباء پھیل جائے وہاں سے موت کے ڈر سے بھاگنا نہ چاہیے۔

۲۶۳ :بَابُ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَحْرِيْمِ السِّحْرِ

بَابٌ : جادو کی حرمت میں شدت (سختی) کا بیان

تشریح السحر: عام عادت کے خلاف ایسا کام جس کا معارضہ ممکن ہو جو خاص اقوال واعمال کو مخصوص انداز سے اختیار کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ [البقرة:۱۰۲] **الاية**.

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ''سلیمان علیہ السلام نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''۔ (البقرۃ)

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ:

سحر کو یہاں تغلیظاً کفر سے تعبیر فرمایا گیا۔ **ولکن الشیاطین**: اس سے اس سحر کی طرف اشارہ ہے جو لکھ کر سلیمان کے تخت کے نیچے انہوں نے دفن کر دیا۔ جب سلیمان علیہ کی وفات ہوئی تو وہ کہنے لگے۔ کہ سلیمان کا تسلط سحر کی وجہ سے تھا۔ پھر اس نے دفن شدہ اوراق نکال کر اپنے اولیاء الشیاطین کو مطمئن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی۔ **وما انزل**: اس کا عطف السحر پر ہے۔ یعنی ان کو سحر سکھاتے اور وہ باتیں سکھاتے جو دو فرشتوں پر اتاری گئیں۔ **ببابل**: یہ کوفہ کے علاقہ میں ایک جگہ ہے۔ **هاروت وماروت**: یہ مسلکین کا عطف بنان ہے۔ بعض نے کہا کہ ما نافیہ ہے۔ اس صورت میں اس کا عطف ما کفر سلیمان پر ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ نہ تو سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا اور نہ ہی دو فرشتوں (جبرئیل ومیکائیل) پر کوئی چیز اتاری۔ کیونکہ یہود ساحرین کا خیال یہ تھا۔ کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کی زبان پر داؤد علیہ السلام پر سحر اترا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تردید فرمائی۔ اور ہاروت وماروت دو آدمیوں کے نام ہیں جو نیک تھے۔ ان کا اللہ تعالیٰ نے سحر امتحان لیا۔ وہ اس میں مبتلا ہو گئے۔ **وما یعلمان**: یہ شیاطین سے بدل ہے۔ یعنی وہ دونوں فرشتے پہلے قول کے مطابق یا دو آدمی۔ **من احد**: یعنی کوئی ایک۔ **فتنة**: ابتلاء وامتحان۔ **فلا تکفر**: اس کو حاصل کر کے مت کفر اختیار کر، کیونکہ عمل کیلئے

اس کا سیکھنا کفر تھا۔ اس لئے وہ خبردار کرتے اور کفر سے بچانے کیلئے نصیحت کرتے۔

نوٹ: اس قصہ سے متعلق واقعہ کی محدثین نے شدومد سے تردید کی (ابن کثیر، روح المعانی میں ملاحظہ کریں۔ بعض متأخرین نے قصہ کی تاویل کی۔ ملاحظہ ہو معارف کاندھلوی)

۱۷۹۵ : وَعَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ" قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ، وَاَكْلُ الرِّبَا ، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۹۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' کسی کی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے البتہ حق کے ساتھ جائز ہے' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **السبع الموبقات**: یہ اس قول کی طرح ہے ''لبس الناس ثوبهم'' یعنی ہر انسان نے اپنا اپنا کپڑا پہنا۔ مجموعہ کو مجموعہ کے مرتب ہونے والی قسم نہیں۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر دین میں مہلک ہے۔ **ماھن**: اصل ان کی حقیقت دریافت کی اور عدو سے تعبیر کیا۔ **الشرك بالله**: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا۔ شرک کا تذکرہ اس لئے کیا کہ اس کا ارتکاب کفر ہے۔ **والسحر**: شرک کے ساتھ ملا کر اس کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جبکہ آیت میں اس کو کفر سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یہ ذات کے اعتبار سے کفر نہیں۔ اس میں کچھ کفر کچھ گناہ کبیرہ وغیرہ۔ قتل سے مقدم کرنے میں اسی طرف اشارہ ہے۔ **قتل**: اس سے وہ معصوم نفس مراد ہے جو مسلمان ہونے یا ذمی بن جائے یا معاہدہ کر لینے یا امان دیئے جانے سے محفوظ رہے۔ اور بالحق سے قصاص یا حد وغیرہ مراد ہے۔ **واكل الربا**: یتیم وہ نابالغ جس کا باپ فوت ہو جائے۔ اس کے مال کو تلف کرنا یا اس میں ناجائز تصرف کرنا۔ **اكل**: کا لفظ غالب استعمال کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ **التولی**: صف کارزار سے بھاگنا یہ ضعف میں اضافہ ہی کرے گا۔ اگر لشکر و دستے کو ملنے یا پینترا بدلنے کیلئے ہٹا تو وہ اس میں شامل نہیں ہے۔ **المحصنات**: پاک دامن ایمان دار عورتیں البتہ کافرہ ذمی عورتوں پر تہمت اگرچہ حرام ہے۔ مگر وہ قذف مؤمنات کے درجہ میں نہیں اس کے گناہ کی شدت عظمت ایمان کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿انّ الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والآخرہ ولھم عذاب عظیم'' اور دوسری روایت میں وارد ہے کہ پاکدامن عورت پر تہمت سے ایک سال کے مقبول عمل مٹ جاتے ہیں باب تحریم اموال الیتیم میں اس کی شرح گزری ملاحظہ فرمالیں۔

تخریج : باب الامور المنهی عنها باب ۲۷/۱۰ تاکید تحریم مال الیتیم میں گزری ملاحظہ فرمالیں۔

الفرائد : ایضاً۔

۳۶۴ : بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافِرَةِ بَالْمُصْحَفِ إِلَى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ

بَاب: قرآن مجید کو کفار کے علاقوں کی طرف لے کر سفر کرنے کی ممانعت جبکہ قرآن مجید کا دشمنوں کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ ہو

تشریح ۞ یہ نہی تحریمی ہے۔ تاکہ وہ قرآن مجید کو پا کر اس کی توہین نہ کریں۔ اگر اس سے امن ہو تو کفرستان میں اس کا لے جانا بطور سد ذرائع مکروہ اور تقاضائے احتیاط ہوگا۔

۱۷۹۶ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۷۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمؐ نے منع فرمایا کہ قرآن ساتھ لے کر (اگر بے حرمتی کا خطرہ ہو تو) دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ اس میں دشمن کی سرزمین کی طرف قرآن مجید لے جانے کی ممانعت فرمائی۔ اگرچہ روایت میں مطلقاً ممانعت ہے۔ لیکن یہ نہی خوف وخطرہ سے مقید ہے۔ اَلنَّحْو :یسافر یہ فعل مجہول ہے اور کلام میں جار محذوف ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (٩٧٩) وأحمد (٢/٥٢٩٣) والبخاری (٢٩٩٠) ومسلم (١٨٦٩) وأبو داود (٢٦١٠) وابن ماجه (٢٨٧٩) وابن حبان (٤٧١٥) وعبد الرزاق (٩٤١٠) والحمیدی (٦٩٩) والطيالسی (١٨٥٥) والبيهقی (١٠٨/٩)

الفرائد : (ا) جب کفار کا غلبہ ہو تو کفر کی سرزمین کی طرف قرآن مجید لے کر سفر نہ کرے وہ اس کی توہین کے مرتکب ہوں گے۔

۳۶۵ : بَابُ تَحْرِيْمِ اسْتِعْمَالِ اِنَآءِ الذَّهَبِ وَاِنَآءِ الْفِضَّةِ فِی الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَآئِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

بَاب: کھانے پینے اور دیگر استعمالات میں سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال میں لانے کی حرمت

تشریح ۞ سونے چاندی کے ہوں یا ان سے مرکب ہوں۔ اور دوسرے برتن جب ان پر ان کا ملمع ہو اور آگ میں ڈالنے سے اس میں سے وہ اترے۔ حرمت تو اصل سونے چاندی میں ہے۔ دوسری دھات میں ملمع کرنے پر حرمت اس وقت ہوگی جب وہ آگ میں گرم کرنے سے اترے ورنہ نہیں۔ ہر قسم کا استعمال ناجائز ہے

۱۷۹۷ : عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "الَّذِیْ يَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ : "اِنَّ الَّذِیْ يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِیْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ"۔

۱۷۹۷: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ جو آدمی چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے۔

تشریح ۞ یشرب: پینے کا تذکرہ غالب استعمال کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ ان کے برتنوں کا ہر قسم کے استعمال میں لانا حرام ہے۔ سونے کی حرمت چاندی سے پہلے ہے۔ کیونکہ اس میں زینت و تکبر بڑھ کر ہے۔ یجر جر: نار یہ منصوب ہو تو مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے پیٹ میں آگ ڈالی جائے گی۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿انما یأکلون فی بطونهم نارًا و سیصلون سعیرا﴾ جر جر الماء فی حلقه: جبکہ وہ پے در پے گھونٹ بھرے جس کی آواز سنائی دے۔ جرجرہ اس آواز سے کنایہ ہے۔

بعض نے یجرجر کو فعل لازم قرار دیا اور نار کو فاعل بنایا ہے۔ یہ لفظ کی اصل بناوٹ کے مطابق ہے۔ (المصباح) شدید وعید ظاہر کرتی ہے کہ یہ کبائر سے ہے۔

تخریج : کتاب ادب الطعام باب ۱۷/۳ جواز الشرب من جمیع الاوانی میں روایت گزری ملاحظہ فرمالیں۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۷۹۸ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ ، وَالدِّيْبَاجِ

وَالشُّرْبِ فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَقَالَ : "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صَحَافِهَا"۔

۱۷۹۸: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موٹے ریشم اور باریک ریشم، سونے اور چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ (چیزیں) ان کفار کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے جنت میں ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم موٹے ریشم کو مت پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیو اور نہ اس کے پیالوں میں کھاؤ۔

تشریح ۞ **الحریر والدیباج**: دیباج وہ کپڑا جس کا تانا بانا ریشم ہو۔ اس کو معرب قرار دیا گیا ہے۔ بعض یا کو زائد کہا تو فیعال کا وزن بتلایا۔ یا دباج سے بنایا گیا۔ **ھن لھم**: یہ سونا و چاندی ان کیلئے ہے یعنی دنیا میں عمومی طور پر کافروں کے استعمال میں ہے اور یہی ان کی نعمت ہے۔ جو ان کے مقدر میں لکھی ہے۔ آخرت میں ان کو کچھ نہ کچھ ملے گا۔ **ھی**: یہاں تفنن کیلئے ضمیر بدل دی۔ **لم ایھا المؤمنون**: اے ایمان والو تمہیں جنت ملے گی۔

علماء محققین: سونے چاندی کے برتن مردوں اور عورتوں دونوں کو حرام ہیں۔ اس کی حرمت دونوں اصناف کے لئے مشترک ہے اور اس سے طنبورہ وغیرہ بنانا بھی جائز نہیں۔

اس روایت میں بتلایا کہ جو زرکل وفانی کے نہ ملنے پر صبر کرے گا۔ اس کو دائم و باقی نعمتیں ملیں گی اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بخاری و مسلم میں اسی طرح ہے۔ **لا تلبسوا**: یہ خطاب مذکر کو فرمایا کیونکہ اس کا پہننا مرد کی بہادری کے خلاف ہے۔

صحافھا: جمع صحفہ، یہ بڑے پیالے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ یہ کھانے پینے میں عام استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا تذکرہ فرمایا اور کھانے پینے کا تذکرہ بھی اسی لئے ان کے ساتھ فرمایا کہ عموماً یہ کھانے پینے کیلئے تیار کیے جاتے ہیں۔

تخریج: کتاب ادب الطعام باب ۱۷/۳ جواز الشرب میں گزری ملاحظہ فرمالیں۔

الفرائد: ایضاً۔

۱۷۹۹: وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ نَفَرٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ ، فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ فِضَّةٍ فَلَمْ يَاْكُلْهُ فَقِيْلَ لَهٗ حَوِّلْهُ ، فَحَوَّلَهٗ عَلٰى اِنَاءٍ مِّنْ خَلَنْجٍ وَّجِيْءَ بِهٖ فَاَكَلَهٗ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

"الْخَلَنْجُ" :الْجَفْنَةُ۔

۱۷۹۹: حضرت انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجوس کے ایک گروہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس دوران چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انسؓ نے اسے نہ کھایا۔ اُن سے کہا گیا کہ آپ اس کو بدل دیں۔ انہوں نے لکڑی کے پیالے میں تبدیل کیا اوران کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کھالیا۔ (بیہقی) صحیح سند کے ساتھ۔

اَلْخَلَنْجُ :پیالا۔

تشریح ۞ ابو عبد الله البصری: یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں۔ ثقہ اوساط تابعین سے ہیں۔ ۱۱۸ میں ان کی وفات ہوئی۔ بعض نے ۱۲۰ تحریر کی ہے۔ تمام نے ان سے روایت لی۔ سیرین غیر منصرف ہے (عجمہ علمیت) من فضة: یعنی چاندی کے برتن میں ان کیلئے فالودہ لایا گیا۔ تو انہوں نے استعمال سے انکار کردیا۔ کیونکہ چاندی وسونے کا برتن استعمال کرنا حرام ہے۔ خلنج: اس کی جمع خلانج یہ درخت ہے جس کے پیالے بنتے تھے۔ جیسے شاعر کا قول:

۔ لبن البخت من قصاع الخلنج

دوسرے نے کہا:

۔ حتی اذا ما قضت الحوئجا ☆ وملأت جلابها الخلانجا

یہاں خلانج محل استدلال ہے۔ (الصحاح)

فَائِدَہ: اس میں اشارہ کردیا کہ سونے چاندی کے برتن میں پڑی چیز کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے برتن میں ڈال کر استعمال کرلی جائے۔

تخريج : أخرجه البيهقي (۱/۲۸)

الفرائد : (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر مقام پر حدودِ شرع کا پاس کرنے والے تھے۔ (۲) دین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پختگی کہ مجوس کے درمیان بھی اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر قائم رہے۔ (۳) مسلمان کو ہر پیالے کے ساتھ پانی کی طرح ڈھل جانے والا نہ ہونا چاہیے بلکہ تلوار کی طرح سیدھا رہنا چاہیے۔

۳۶۶ :بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْبًا مُّزَعْفَرًا

بَابٌ: مرد کو زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننے کی حرمت

تشریح ۞ مزعفرا: اس کے ساتھ معصفہ کو بھی ذکر کرنا چاہیے تھا۔ اسی کے متعلق بیہقی کہتے ہیں اگر امام شافعی کو صحیح

روایت پہنچتی تو اس کی تحریم کا قول کرتے (الروضہ) خنثیٰ کا حکم مرد کی طرح ہے۔

۱۸۰۰ :عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :نَهَی النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۰۰: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے منع فرمایا کہ آدمی زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنیں۔ (بخاری اور مسلم)

تشریح ۞ یہ کپڑے کے بعض حصے اور تمام پر زعفران ملنے کو شامل ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٩٤١) والبخاري (٥٨٤٦) ومسلم (٢١٠١) وأبو داود (٤١٧٩) والترمذی (٢٨٢٤) والنسائي (٢٧٠٥) وابن حبان (٥٤٦٥) وأبو يعلى (٣٨٨٨) والطيالسي (٢٠٦٣) والبيهقي (٣٦/٥)

الفرائد : زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے مردانگی کے خلاف ہے۔

۱۸۰۱ :وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :رَاَی النَّبِیُّ ﷺ عَلَیَّ ثَوْبَیْنِ مُعَصْفَرَیْنِ فَقَالَ :"اُمُّكَ اَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟" قُلْتُ :اَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ :"بَلْ اَحْرِقْهُمَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فَقَالَ :"اِنَّ هٰذَا مِنْ ثِیَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۰۱: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصفر (زرد رنگ) سے رنگے ہوئے دو کپڑے مجھے پہنے ہوئے دیکھا۔ تو آپؐ نے فرمایا تیری والدہ نے ان کے پہننے کا حکم دیا؟ میں نے کہا' کیا میں ان کو دھوڈالوں؟ فرمایا بلکہ جلادو۔ ایک روایت میں ہے یہ کفار کے کپڑے ہیں۔ پس ان کو مت پہنو۔ (مسلم)

تشریح ۞ **معصفرین**:عصفر سے رنگے ہوئے۔ **امك و امرتك**:یعنی تیری بیوی اور والدہ پہن لیں۔ عورت کا لباس ہے اور انہی سے متعلق ہے۔ **بل احرقهما**: یہ عقوبت وتغلیظ اور زجر وتوبیخ کیلئے فرمایا۔ مسلم کی روایت میں ان کو اہل نار کا لباس بتلایا گیا۔ **من ثیاب اهل النار**: وہ عدم ایمان کی وجہ سے احکام شرع کی پیروی نہ کرنے والے تھے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٦٥٢٣) ومسلم (٢٠٧٧) والنسائي (٥٣٣١)

الفرائد : معصفر کپڑے عورتوں کا لباس ہے اور کفار کا لباس ہے اس لئے آپ نے منع فرمادیا۔ مسلم کی شخصیت دوسروں سے نکھری ہونی چاہیے۔

۳۶۷ :بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

بَاب: دن سے رات تک خاموش رہنے کی ممانعت

تشریح ۞ یہ نہی تنزیہ ہے۔

۱۸۰۲ :عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :حَفِظْتُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :"لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَّلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ :كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ فَنُهُوْا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ وَأُمِرُوْا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيْثِ بِالْخَيْرِ۔

۱۸۰۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں اور دن سے رات تک خاموش ہونے کی حیثیت نہیں۔ (ابوداؤد) صحیح سند کے ساتھ۔

امام خطابی نے اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں کہ دور جاہلیت (قبل از اسلام) میں خاموشی عبادت سمجھی جاتی تھی جبکہ اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور ذکر یا اچھی بات کا حکم دیا گیا۔

تشریح ۞ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہاشمی النسب ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ابن عم اور داماد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ سیوطی نے توشیح میں لکھا ہے کہ ان کے متعلق جس قدر روایات وارد ہیں اور کسی صحابی کے متعلق اتنی وارد نہیں۔ اس کا ایک سبب تو دیر تک رہنا اور دوسرا ان کے زمانہ میں اختلاف کا واقعہ ہونا ہے۔ ان سے لڑنے والوں اور ان کے خلاف خروج کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ان کے مناقب کی روایات زیادہ مشہور ہوئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے مخالفین کی تردید کیلئے وہ باتیں فرمائیں۔ ورنہ پہلے تینوں خلفاء کے ان کے برابر ہی نہیں بلکہ زائد بھی تھے۔ (التوشیح سیوطی) یہ جعفر سے دس سال چھوٹے تھے۔ بعض نے کہا یہ پہلے ایمان لانے والے تھے:

ألیس اول من صلی لقبلتهم ☆ وأعلم الناس بالفرقان والسنن

مگر جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ابوبکر بالغ مردوں میں سب سے اول ایمان لانے والے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہوئی۔ ان کی بیعت میں اہل شام اور معاویہ رضی اللہ عنہ شامل نہ ہوئے۔ بالآخر صفین کے مقام پر معرکہ قتال ہوا۔ پھر ان کے خلاف ان کی اپنی فوج کے ایک گروہ نے سر اٹھایا جو خوارج کہلائے ان سے بہت سے جنگ نہروان وغیرہ میں مقتول ہوئے انہی میں بدبخت ترین شخص عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی نے اچانک ۴۰ھ ۲۱ رمضان کو زہر آلود نیزے کا وار کیا۔ وہ پکڑا گیا۔ ان کی شہادت کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا۔ علی رضی اللہ عنہ کے مقام دفن اور عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۳ سال نقل کی۔ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو ابونعیم نے نقل کیا عبدالبر نے اس کو صحیح قرار دیا۔

دوسرا قول ۵۷ سال کا ہے۔ بعض نے ۵۸ کہا یہ نجاری کا قول ہے۔ بعض نے ۶۴ نقل کیا یہ ابن حبان کی تحقیق ہے۔
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۵۳۷۴ روایات نقل کی ہیں۔ ابونعیم نے ان میں سے چار سو روایات بلا سند نقل کی ہیں۔ علامہ برقی نے کہا۔ ان کی محفوظ روایات جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد دوسو ہے۔ ان میں سے ۴۴ کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ۲۰ متفق علیہ ہیں۔ نو میں بخاری منفرد اور ۱۴ میں مسلم منفرد ہے۔

لا یتم بعد احتلام: مرد وعورت کا ایک ہی حکم ہے۔ بلوغت سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے احکام بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ **ولا صمات:** صمت، صموت کا معنی خاموشی اختیار کرنا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ ''**اذنها صماتها**'' کنواری سے اجازت نکاح لیتے ہوئے اگر وہ جواب میں خاموش ہو جائے تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ ''**یوم الی اللیل:** تمام دن مراد ہے۔ برائی سے خاموشی تو مطلوب ہے۔ یہ بذاتہ مشروع ہے۔ خطابی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا کہ جاہلیت میں اس کو عبادت قرار دیا جاتا تھا۔ یہ اس کی تردید ہے۔ صمات ذکر یا کلام وغیرہ سے اپنی زبان کو روک لینا۔ انسانوں سے گفتگو نہ کرنے کی نذر اس کا تذکرہ اس آیت میں موجود ہے: ﴿**فقولی انی نذرت للرحمان صومًا**......﴾ پس اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور ذکر اور اچھی بات کا حکم دیا گیا جیسے مہمان کو مانوس کرنا، تعلیم و تعلم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

تخریج : أخرجه أبو داود (۲۸۷۳)

الفوائد : (۱) بلوغت سے یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔ (۲) خاموشی کا روزہ کوئی چیز نہیں۔

۱۸۰۳: وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ :دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَىَّ امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ ، فَرَاٰهَا لَا تَتَكَلَّمُ فَقَالَ :مَا لَهَا لَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا :حَجَّتْ مُصْمِتَةً — فَقَالَ لَهَا :تَكَلَّمِىْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَتَكَلَّمَتْ ، رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ ۔

۱۸۰۳: قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلے کی ایک عورت کے پاس آئے جس کو زینب کہا جاتا تھا۔ اس کو دیکھا کہ وہ بات نہیں کر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کیا ہے کہ یہ بات نہیں کرتی؟ انہوں نے کہا کہ اس نے خاموش رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا: تُو بات کر یہ خاموشی اسلام میں جائز نہیں بلکہ جاہلیت کا وطیرہ ہے پس اس نے بات چیت شروع کر دی۔ (بخاری)

تشریح ۞ یہ بجیلہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ کوفہ کے باشندے ہیں ثقہ ہیں مخضرم میں سے ہیں۔ یہی وہ شخص ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ جنہوں نے عشرہ مبشرہ سے روایت لی ہے۔ ۹۰ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ **دخل ابو بکر رضی اللّٰہ عنہ:** یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی بات۔ **زینب:** یہ قبیلہ احمس سے تعلق رکھتی تھیں۔ **احمس** ۔ احمد کے وزن پر ہے ان کا لقب ابوحُیلہ بن انمار

ہے۔ فتح الباری میں اس کو بنت المہاجر لکھا ہے۔ اور بعض روایات میں بنت جابر اور بعض میں بنت عوف لکھا ہے۔ ان میں موافقت اس طرح ہوگی کہ جس نے کہا بنت المہاجر انہوں نے باپ کی طرف نسبت کی۔ اور جنہوں نے بنت جابر کہا انہوں نے قریبی دادا کی طرف نسبت کر دی۔ اور جنہوں نے عوف کہا انہوں نے جداعلیٰ کی طرف نسبت کی۔ (فتح الباری) **فرأها لا تتکلم**: اس کو دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی۔ **اَلنَّجْوٰی**: جملہ مضارع والاضمیر مفعول سے حال ہے۔ **مالها لا تتکلم**: یہ جملہ ظرف متبقر کی ضمیر سے حال ہے۔ **تکلمی فان هذا الا یحل**: شرع میں جس کلام کی اجازت دی گئی اس سے عبادت سمجھ کر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں۔ **هذا من**: یہ جملہ ماقبل کی علت بیان کرنے کیلئے لائے ہیں۔ کیونکہ یہ عمل کسی شرعی اصول پر پورا نہیں اترتا۔ مگر وہ مواقع جن میں شرع نے اس باقی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

فتکلمت: اس سے اس کی فوری تعمیل ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ اس کو اپنی غلطی سمجھ آگئی۔ **ابن قدامہ کا قول**: شریعت اسلام میں کلام سے خاموشی عبادت نہیں روایات کا ظاہر اس کی حرمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی دلیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مان لی ہو تو وہ لازم نہ ہوگی۔ احناف شوافع کا بھی یہی قول ہے۔ یہ اجماعی قول ہے۔

ابواسحاق کا قول: دن سے رات تک خاموشی مکروہ ہے۔ (التنبیہ)

ابن الرفعہ کا قول: اس کی ممانعت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت وارد ہے۔ البتہ پہلے شرائع میں تھی۔ تو وہ ہمارے لئے مستحب ہونا چاہیے یہ ابن یونس کا قول ہے۔ مگر یہ قول درست نہیں ماوردی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے۔ ''**صمت الصائم تسبیح**'' اگر یہ درست ہو تو خاموشی کی مشروعیت پر دلالت کر رہی ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں کراہت کا ادنیٰ درجہ مراد ہے۔ پہلے شرائع کی باتیں ہمارے لئے تب قابل عمل ہیں جبکہ ان کے خلاف حکم موجود نہ ہو۔

فیصلہ کن بات: نہی ہی ہے۔ حدیث مذکور سند کے اعتبار سے ثابت نہیں۔ بقیہ بالفرج اگر روایت ثابت بھی ہو جائے تو وہ سیاق سے ثابت کر رہی ہے۔ کہ روزہ دار کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ نہ کر خاموشی مطلوب ہے۔ بلکہ حافظ کہتے ہیں خاموشی کے سلسلہ میں وارد روایات کا ان نہی کی روایات سے تعارض نہیں کیونکہ ہر دو کے مقاصد الگ الگ ہیں۔ جو خاموشی پسندیدہ ہے وہ باطل باتوں سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور اسی طرح مباح گفتگو بھی اگر گناہ کی طرف چلی جائے تو اس سے بھی خاموشی ضروری ہے۔ اور جس کلام کی ممانعت ہے۔ وہ حق بات سے خاموشی اختیار کرنا ہے۔ جو کہ اظہار کی طاقت رکھتا ہو۔ (فتح الباری)

تخریج : أخرجه البخاری (۳۸۳٤)

الفرائد : (۱) اہل جاہلیت کی عادات سے بچنا چاہیے۔ (۲) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جلد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نافذ کرنا۔ (۳) زینب کا اطاعت اختیار کرنا اور فوراً بات کرنے لگی۔

۳۶۸ :بَابُ تَحْرِيمِ انْتِسَابِ الْإِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ غَيْرَ مَوَالِيْهِ

بَابُ: اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت اور اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کی طرف غلامی کی نسبت کرنے کی حرمت

تشریح ۞ خواہ غلام ہو یا آزاد غیر باپ کی طرف نسبت حرام ہے۔غیر موالیه: اسی طرح غلام کو غیر موالی کی طرف نسبت حرام ہے۔

۱۸۰۴ :عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :"مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس آدمی نے دوسرے کے باپ کی طرف نسبت کی یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا باپ نہیں پس جنت اس پر حرام ہے"۔

تشریح ۞ (۱)من ادعٰی: جس نے نسبت کی۔فالجنة عليه حرام: اگر حلال قرار دے کر ایسا کیا تو ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔(۲)عذاب دیئے جانے تک جب سزا بھگت جائے گی تو وہ نجات پالے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/١٤٥٤) والبخارى (٤٣٢٦) ومسلم (٦٣) وأبو داود (٥١١٣) وابن ماجه (٢٦١٠) وأبو يعلى (٧٦٥) وابن حبان (٤١٥) والطيالسى (١٩٩) وأبو عوانة (٢/٢٩) والدارمى (٢٥٣٠) والبيهقى (٧/٤٠٣)

الفرائد : (۱)غیر نسب کی طرف نسبت جنت سے محروم کر دیتی ہے۔یہ اپنے باپ پر تہمت کے مترادف ہے۔

۱۸۰۵ :وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآئِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ كُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اپنے باپوں سے اعراض نہ کرو جس نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو وہ کفر ہے"۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ اباء کم: مثلاً بیٹا بہت بڑا مالدار بن گیا یا بڑا عہدہ پالیا وغیرہ اور اس کا والد دنیاوی لحاظ سے کم درجہ ہے۔تو اس کی طرف سے نسبت کرنے سے اعراض کرنے لگے۔فمن رغب: سے اس کی علت بتلائی کہ اگر وہ حلال سمجھ کر

کرتا ہے۔تو وہ کافر ہے۔کافر سے کفرانِ نعمت کا بھی احتمال ہے کہ ربوبیت کے حق کا انکار کیا۔اس صورت میں ایمان سے خارج نہ ہوگا (البتہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا)۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/١٠٨١٥) والبخاری (٦٨٦٨) ومسلم (٦٢) وابن حبان (١٤٦٦) وأبوعوانة (١/٢٤) وابن منده (٥٩٠)

الفوائد : غیر کی طرف نسبت کرنے والا ہلاکت میں مبتلا ہونے والا ہے۔

۱۸۰۶ : وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَرِيْكِ ابْنِ طَارِقٍ قَالَ : رَأَيْتُ عَلِيًّا عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : لَا وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَنَشَرَهَا فَإِذَا فِيْهَا اَسْنَانُ الْإِبِلِ وَاَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا" وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

"ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ" : اَیْ عَهْدُهُمْ وَاَمَانَتُهُمْ – "وَاَخْفَرَهُ" نَقَضَ عَهْدَهُ – "وَالصَّرْفُ" : التَّوْبَةُ ، وَقِيْلَ الْحِيْلَةُ – "وَالْعَدْلُ" الْفِدَآءُ۔

۱۸۰۶: حضرت یزید بن شریک بن طارق کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور یہ فرماتے سنا۔اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس کو ہم پڑھیں ۔سوائے کتاب اللہ کے اور وہ جو کہ اس صحیفے اور دستاویز میں ہیں پھر اس صحیفے کو پھیلا دیا تو اس میں اونٹوں کی عمریں اور زخموں کے احکام تھے اور اس میں یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیر سے ثور تک کا علاقہ مدینہ کا حرم ہے۔جس نے اس میں کوئی نئی چیز ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت اور نفلی عبادت بھی قبول نہیں فرمائیں گے۔مسلمان کا عہد ایک ہے۔جس کے ساتھ ان کا ایک ادنیٰ آدمی کوشش کرتا ہے۔جس نے کسی مسلمان کا عہد توڑ دیا۔اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائیں گے۔جس نے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی' یا اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی۔اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔قیامت کے

دن اللہ اس کی فرض و نفل کو قبول نہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ سے مراد عہد اور امانت ہے۔ اَخْفَرَ: اس نے وعدہ توڑا۔ صَرْفُ: توبہ۔ عِنْدَ الْبعض: حیلہ۔ عدل: فدیہ۔

تشریح ۞ یزید بن شریک کا تعلق قبیلہ تیم سے ہے یہ کوفہ کے باشندے تھے یہ کبار التابعین سے تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا۔ عبدالملک کی خلافت میں وفات ہوئی۔ تمام اصحاب حدیث نے ان سے روایت لی ہے۔ (تقریب نووی)

لا واللّٰہ ما عندنا: یہ لاَ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لائے۔ (۲) ماقبل کلام کی نفی کیلئے لایا گیا ہے مطلب یہ ہے۔ ہمارے پاس نہیں جو لوگ ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں صرف کتاب اللہ اور جو اس صحیفہ میں ہے۔ اس میں روافض کے اس قول کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے خاص کیا اور ان کو وہ سکھایا جس کا لوگوں کو علم نہ تھا۔ **فنشرها:** پھر اس صحیفہ کو پھیلا دیا تو اس میں دیّات لکھی تھیں۔ **اشیاء:** زخموں کے احکام واقسام۔ **المدینه حرام:** مدینہ مکہ کی طرح عظمت والا ہے مگر اس کے شکار کا ضمان نہیں جس طرح حرم مکی میں شکار کرنے سے ضمان لازم ہے۔ **عیر الی ثور:** مقام عیر سے احد کے پچھلی جانب واقع ثور پہاڑ تک۔ **فمن احدث فیها حدثا:** جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا مسلمانوں کی ایذاء کا باعث بنا خواہ ٹیکس وغیرہ سے ہو یا ظلم وزیادتی سے ہو۔ **او ی محدثا:** اس آدمی کو پناہ دی جو بدعت ایجاد کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ **والملائکة والناس اجمعین:** وہ سب اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے لعنت طلب کرتے ہیں۔ اس سے مدینہ منورہ کی معصیت کا سخت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سمہودی کا قول: مدینہ منورہ میں کیا جانے والا صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ وعید ہے۔ **صرفاً ولا عدلاً:** صرف سے فرض مراد ہے اور عدل نفل کو کہتے ہیں۔ (۱) یہ جمہور کا قول ہے۔ (۲) حسن بصری رحمہ اللہ نے اس کا عکس کہا ہے۔ (۳) اصمعیؒ نے صرفؔ سے توبہ اور عدلؔ سے فدیہ مراد لیا ہے۔ (۴) یونس نے صرفؔ کمائی اور عدلؔ سے فدیہ کہا۔ (۵) ابوعبیدہ۔ عدلؔ سے حیلہ یا مثل اور صرفؔ سے دیت اور عدلؔ اضافہ۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا فرض و نفل ایسا مقبول نہ ہوگا جو رضامندی والا ہو۔ خواہ ویسے قبول ہو جائے۔ بعض نے کہا قبول کا معنی گناہ کا کفارہ ہے اور کبھی یہ فدیہ کے معنی میں آتا ہے اور قیامت میں فدیہ کی چیز تو موجود ہی نہ ہوگی۔ اس کے برعکس دوسرے گناہ گار جن پر فضل کر دیا جائے گا کہ فدیہ کے طور پر یہودی و نصرانی دیا جائے گا جس کو اس مؤمن کے فدیہ میں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ جیسا روایات صحیحہ میں ثابت ہے۔ (شرح مسلم نووی) **یسعٰی بها ادناهم:** خواہ غلام ہو یا عورت اس کا ایمان صحیح ہے (شافعیؒ کذا قال) **فمن اخفر ذمة:** نووی کہتے ہیں۔ اس سے مراد ذمی کی امان توڑنے کا معاملہ ہے۔ اب کافر اس پر زیادتی کرے گا۔ اس لئے یہ لعنت کا حقدار ہے۔ اس سے غیر باپ کی طرف نسبت کی حرمت، اور غلام کی غیر آقا کی طرف نسبت پر لعنت کی گئی کیونکہ اس میں وراثت اور عقل اور ولاء کے حقوق کا تلف لازم آتا ہے اور اس میں عقوق وقطع رحمی ہے اور رحمت سے دوری یہ مزید ذلت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کا کافر کو امان دینا درست ہے جبکہ معروف شرائط کے مطابق ہو۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۵۹۹) والبخاری (۱۱۱) ومسلم (۱۳۷۰) وأبو داود (۲۰۳٤) والترمذی

(٢١٢٧) وابن حبان (٣٧١٦) وأبو يعلى (٢٦٣)

الفرائد : (۱)اس سے اہل تشیع کی اس بات کی تردید ہوگئی کہ علی رضی اللہ عنہ کو بہت کچھ الگ سکھایا تھا۔(۲) مدینہ کی حدود عیر سے ثور تک ہے، مدینہ میں نئی چیز نکالنا کبیرہ گناہ ہے۔ذمی کے یکساں حقوق ہیں۔غیر باپ کی طرف نسبت حرام ہے۔

١٨٠٧ : وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا کَفَرَ – وَمَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ – وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ کَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ– وَهٰذَا لَفْظُ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ۔

١٨٠٧: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس آدمی نے جانتے ہوئے دوسرے باپ کی طرف نسبت کی اس نے کفر کیا۔جس نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا' جو اس کی نہیں تو وہ ہم میں سے نہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا دشمن اللہ کہا اور وہ ایسا نہیں تھا تو یہ دشنام اس کی طرف لوٹ آئے گا۔(بخاری ومسلم) یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

تشریح ۞ ادعی: نسب کی نسبت کرنا۔ وهو يعلمه: قصداً نسب کی نفی کی۔اور اگر دادے یا متبنّٰی کی نسبت اس کی طرف بلا قصد مشہور ہوئی تو وہ اس میں شامل نہیں۔ الا کفر: جب حلال سمجھ کر کیا اور اس کو تحریم کا علم تھا۔یہ مطلب اس وقت ہے جب کفر کو یمان کا متضاد قرار دیں۔اور کفر بمعنی کفران ہو تو وہ ظاہر ہے۔ ما لیس له: جانتے بوجھتے ہوئے۔ فلیس منا: وہ ہماری راہ پر نہیں۔ ولیتبوا: وہ آگ کے ٹھکانے میں اتر جائے یا وہ آگ میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔

خطابی کہتے ہیں: یہ تباءۃ الابل سے لیا گیا ہے۔اونٹوں نے اقامت کی۔ پھر جب یہ امر کے صیغہ سے آئے تو مطلب یہ ہے: ''بواه الله ذلك'' اللہ تعالیٰ اس کو ٹھکانہ دے۔بعض نے کہا یہ خبر ہے جو امر کے لفظ سے آئی ہے مطلب یہ ہے۔اس نے اپنے لئے آگ کو لازم کرلیا۔ پھر مطلب یہ ہے کہ یہ اس کی اصل سزا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کبھی کبھی سزا دیتے ہیں اور کبھی کریم بخش دیتے ہیں اور اس کے قطعی دخول نار کا فیصلہ نہیں فرماتے۔

نووی کہتے ہیں: جس نے کسی مسلمان کو کافر یا عدو اللہ کہا۔ یہ مبتداء کی خبر ہے اے انت عدو الله۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں تو وہ کہنے والے پر لوٹے گی جبکہ وہ ایسا نہ ہو۔ جبکہ کہنے والے کے متعلق اس نے اعتقاد رکھا کہ وہ کفر کرتا ہے اور جو مؤمن ہوتے ہوئے ایسا کرے وہ کافر ہے۔ورنہ یہ زجر و نفرت محمول ہوگا۔

تخریج : کتاب الامور المنهي عنها باب ۵۸/۱۰ تحریم میں روایت گزری ملاحظہ کرلیں۔

الفرائد : ایضاً۔

٣٦٩ :بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنَ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلَهٗ ﷺ

بَابٌ: جس بات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہو اُس کے ارتکاب سے بچنا

تشریح ۞ جب نہی یقین اقتضاء کے ساتھ ہوگی تو تحریم کیلئے آئے گی اور پھر اگر وہ نہی مقصودی ہے تو اس کا دوسرا درجہ کراہت ہے اور غیر مقصود ہو تو اسے خلاف اولیٰ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نیت تو تمام میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اول سخت ترین ہے کیونکہ منہی عنہ کے کرنے سے گناہ حاصل ہوتا ہے۔ جو دوسرے میں نہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور:٦٣] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ [آل عمران:٢٨] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ [البروج:١٢] وَقَالَ تَعَالٰى : ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ [هود:١٠٢]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''چاہئے کہ وہ لوگ ڈرتے رہیں جو اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو اللہ کی طرف سے آزمائش یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے''۔ (النور) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں''۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک تیرے ربّ کی پکڑ بڑی سخت ہے''۔ (البروج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح تیرے ربّ کی پکڑ بڑی سخت ہے جبکہ وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظالم ہوں۔ بے شک تیرے ربّ کی پکڑ سخت ہے دردناک ہے''۔ (ھود)

تشریح ۞ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ:

يُخَالِفُوْنَ: سے مراد اعراض کرنے والے ہیں۔ فِتْنَةٌ: اس سے دنیا کی سزا مراد ہے۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ یہ وعید اس شخص کیلئے ہے جو حکم رسول سے اعراض کرنے اور اس کی مخالفت کرنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کے متعلق تو بدرجہ اولیٰ ہے۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ: اس سے مراد وہ سزا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہونے والی ہے یہ انتہائی تحذیر ہے۔ جیسے کہتے ہیں ''احذر غضب السلطان نفسه''۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: اعداء کو سختی پکڑنا مراد ہے۔ لَشَدِيْدٌ: کئی گنا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ: الْقُرٰى: اہل قریہ مراد ہیں۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ:

اس سے مراد اہل قریہ کا ظالم ہونا ہے۔ یہ مجاز عقلی ہے جیسے نہر جار۔ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ: دردناک سخت ہے۔

۱۸۰۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَغَارُ وَغَیْرَةُ اللّٰهِ اَنْ یَّاْتِیَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۰۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ غیرت والے ہیں اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام کیا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یغار: اللہ تعالیٰ کیلئے غیرت سے مراد اس کی غایت یعنی روکنا ہے۔ ان یأتی العبد ماحرم اللّٰہ: بندے کو ایسی چیز کے ارتکاب سے روک دیا جو اللہ تعالیٰ نے منع کی ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۵۲۷) والبخاری (۵۲۲۳) ومسلم (۲۷٦۱) والترمذی (۱۱۷۱) وابن حبان (۲۹۳) والطیالسی (۲۳۵۷)

الفرائد : (ا) محرمات کا ارتکاب نہ کرنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑنا ہے۔ حدود کو توڑنے والا باغی ہے۔

۳۷۰: بَابُ مَا یَقُوْلُهُ وَیَفْعَلُهُ مَنِ ارْتَکَبَ مَنْهِیًّا عَنْهُ

باب: جو کسی ممنوع فعل یا قول کا ارتکاب کرے اس کو کیا کرے اور کہے

تشریح ۞ خواہ وہ ممنوعہ کام حرام تھا یا مکروہ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ [فصلت:۳٦] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ [الاعراف:۲۰۱] وَقَالَ تَعَالٰی :﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ، اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ [آل عمران:۱۳۵] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور:۳۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اگر شیطان کی چوک اللہ کی نافرمانی پر ابھارے تو اللہ کی پناہ طلب کرو''۔ (فصلت) اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جب ان میں سے کسی شخص کو شیطان کا وسوسہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ہی وہ دیکھنے لگتے ہیں'' (الاعراف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی ان سے ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کو بخشے گا کون اور انہوں نے اصرار نہ کیا حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے ربّ کے ہاں بخشش ہے اور ایسے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا بدلہ خوب ہے''۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور تم سب اللہ کی بارگاہ سے اٹھے تو توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ''۔ (النور)

تشریح ۞ اِمَّا: یہ اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے۔ يَنْزَغَنَّكَ: جب شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی بگاڑ پہنچے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ: تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا۔

طَائِفٌ: چوک، وسوسہ، یہ طاف الخیال سے یا طاف یطوف سے ہے۔ (ن۔ض) ہر دو باب سے آتا ہے۔ یہ وعید ہے۔

فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ: جونہی وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے اور مواقع خطاء اور مکائد شیطان سے خبردار ہو کر رجوع کرتے ہیں۔ یہ وعدہ ہے۔

فَاحِشَةً: اس سے بڑے بڑے گناہ زنا وغیرہ مراد ہیں۔

ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ: کبیرہ یا صغیرہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

ذَكَرُوا اللّٰهَ: اللہ تعالیٰ کے عفو و درگزر اور وعید کو سامنے لاتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوْا: ان گناہوں سے معافی مانگتے ہیں۔ کہ اے اللہ اس مٹا دے اور اس پر مواخذہ نہ فرما۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ: گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں بخشتا۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کو بیان کرنے کیلئے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان لایا گیا ہے۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا: وہ اپنے گناہوں پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ اقرار کر کے استغفار کرتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا: ((ما اصر من استغفر وإن عاد في اليوم سبعين مرة))۔

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: وہ جانتے ہیں کہ یہ معصیت ہے اور اس پر اصرار نقصان دہ ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مغفرت و ذنوب کا کامل اختیار ہے۔ (۲) وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ استغفار کریں گے تو وہ معاف کر دے گا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ: جنت کے بالاخانوں اور درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

خَالِدِيْنَ فِيْهَا: اَلنَّحْوُ:

اذا فعلوا: مبتداء اور یہ اسکی خبر ہے۔ (۲) جملہ مستانفہ۔

نِعْمَ اَجْرُ: یہ مغفرت اور جنت جس کا تذکرہ ہوا عمل کرنے والوں کا خوب بدلہ ہے۔

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ...... تُوْبُوْا: اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں کوتاہی سے توبہ کرو۔ اس آیت

سے اس باب کی آیات کا اختتام ہوفرما کر اشارہ کیا بندے سے تقصیرات تو ہوتی ہیں۔ مگر اس پر لازم ہے کہ وہ استغفار کی عادت ڈالے اور بارگاہ الٰہی میں کامیابی کا امیدوار رہے۔

۱۸۰۹ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالٰى اُقَامِرْكَ ، فَلْيَتَصَدَّقْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۰۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قسم اٹھائی اور یوں کہا۔ لات وعزیٰ کی قسم تو اس کو چاہئے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور جس نے قسم اٹھائی اپنے ساتھی کی خاطر اس کو چاہئے کہ یوں کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور جس نے اپنے ساتھی کو کہا: آ ؤ جوا کھیلیں تو اسے چاہئے کہ وہ صدقہ کرے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ فلیقل: لات وعزیٰ کے تذکرہ کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تعظیم سے تذکرہ کرے۔ گویا اگر ان کی تعظیم کی نیت سے کہا ہوگا تو اس سے تجدید ایمان ہو جائے گی۔ اقامرك: قامرہ مقامرۃ، جوابازی میں غالب آنا۔ فلیتصدق: اس کا ثواب زبانی گناہ کا کفارہ بن جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٠٩٣) والبخارى (٤٨٦٠) ومسلم (١٦٤٧) وأبو داود (٣٢٤٧) والترمذى (١٥٥٠) والنسائى (٣٨٨٧) وابن ماجه (٢٠٩٦) وعبد الرزاق (١٥٩٣١) وابن حبان (٥٧٠٥) والبيهقى (١٤٨/١)

الفرائد : (۱) جو آدمی کسی ایسی چیز کو قسم میں شامل کرے جس کی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی جاتی ہے۔ تو اسے تجدید ایمان کرنی چاہیے۔ (۲) معصیت کا عزم پختہ ہو جائے تو اسکا گناہ لکھا جاتا ہے۔ نہ ٹھہرنے والے خیال کا گناہ لکھا نہیں جاتا۔ (قاضی)

کتاب المنثورات والملح

تشریح ۞ المنثورات: جمع منثور ہے۔ یہ منظوم کی ضد کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ احادیث ہیں جو کسی باب سے مقید نہیں۔ اس تعبیر میں استعارہ مکنیہ ہے بمع تخیلیہ۔ الملح: جمع مُلحة: جو احادیث الفاظ ومعانی کے لحاظ سے یستملح و یستعذب ہیں۔

۱۸۱۰: عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاۃٍ فَخَفَّضَ فِیْہِ وَرَفَّعَ حَتّٰی ظَنَنَّاہُ فِیْ طَآئِفَۃِ النَّخْلِ ' فَلَمَّا رُحْنَا اِلَیْہِ عَرَفَ ذٰلِکَ فِیْنَا ' فَقَالَ: "مَا شَاْنُکُمْ؟" قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ذَکَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاۃَ فَخَفَّضْتَ فِیْہِ وَرَفَّعْتَ حَتّٰی ظَنَنَّاہُ فِیْ طَآئِفَۃِ النَّخْلِ فَقَالَ: غَیْرُ الدَّجَّالِ اَخْوَفُنِیْ عَلَیْکُمْ: اِنْ یَخْرُجْ وَاَنَا فِیْکُمْ فَاَنَا حَجِیْجُہٗ دُوْنَکُمْ ' وَاِنْ یَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِیْکُمْ فَامْرُؤٌ حَجِیْجُ نَفْسِہٖ ' وَاللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ: اِنَّہٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَیْنُہٗ طَافِیَۃٌ کَاَنِّیْ اُشَبِّھُہٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰی بْنِ قَطَنٍ' فَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَاْ عَلَیْہِ فَوَاتِحَ سُوْرَۃِ الْکَھْفِ' اِنَّہٗ خَارِجٌ خُلَّۃً بَیْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ یَمِیْنًا وَّعَاثَ شِمَالًا ' یَا عِبَادَ اللّٰہِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا لُبْثُہٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ: "اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا: یَوْمٌ کَسَنَۃٍ ' وَّیَوْمٌ کَشَھْرٍ ' وَّیَوْمٌ کَجُمُعَۃٍ ' وَسَآئِرُ اَیَّامِہٖ کَاَیَّامِکُمْ" قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَۃٍ اَتَکْفِیْنَا فِیْہِ صَلٰوۃُ یَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا اُقْدُرُوْا لَہٗ قَدْرَہٗ" قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا اِسْرَاعُہٗ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ: کَالْغَیْثِ اسْتَدْبَرَتْہُ الرِّیْحُ فَیَاْتِیْ عَلَی الْقَوْمِ فَیَدْعُوْھُمْ فَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَیَسْتَجِیْبُوْنَ لَہٗ فَیَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُوْا وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَیْھِمْ سَارِحَتُھُمْ اَطْوَلَ مَا کَانَتْ ذُرًی وَّاَسْبَغَہٗ ضُرُوْعًا وَّاَمَدَّہٗ خَوَاصِرَ ' ثُمَّ یَاْتِی الْقَوْمَ فَیَدْعُوْھُمْ فَیَرُدُّوْنَ عَلَیْہِ قَوْلَہٗ فَیَنْصَرِفُ عَنْھُمْ فَیُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِیْنَ لَیْسَ بِاَیْدِیْھِمْ شَیْءٌ مِّنْ اَمْوَالِھِمْ وَیَمُرُّ بِالْخَرِبَۃِ فَیَقُوْلُ لَھَا: اَخْرِجِیْ کُنُوْزَکِ فَتَتْبَعُہٗ کُنُوْزُھَا کَیَعَاسِیْبِ النَّحْلِ ' ثُمَّ یَدْعُوْا رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَیَضْرِبُہٗ بِالسَّیْفِ فَیَقْطَعُہٗ جَزْلَتَیْنِ رَمْیَۃَ الْغَرَضِ ثُمَّ یَدْعُوْہُ فَیُقْبِلُ ' وَیَتَھَلَّلُ وَجْھُہٗ یَضْحَکُ ' فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالَی الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَآءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْدَتَیْنِ ' وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ ' اِذْ طَاْطَاَ رَاْسَہٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَہٗ تَحَدَّرَ مِنْہُ جُمَانٌ کَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ

رِيْحَ نَفْسِهِ اِلاَّ مَاتَ ' وَنَفْسُهٗ يَنْتَهِيْ اِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ ' فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ ' فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَايَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ ' وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ' فَيَمُرُّ اَوَآئِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَآءٌ ' وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِّنْ مِّائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ ' فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ' فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلاَّ مَلَاَهٗ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ ' فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَاَصْحَابُهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ' فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ ' ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ ' ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَكِ ' وَرُدِّيْ بَرَكَتَكِ ' فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لِتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ ' وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ ' وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ ' وَّيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَوْلُهٗ "خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ" : اَيْ طَرِيْقًا بَيْنَهُمَا وَقَوْلُهٗ "عَاثَ" بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَالثَّآءِ الْمُثَلَّثَةِ ' وَالْعَيْثُ : اَشَدُّ الْفَسَادِ – "وَالذُّرٰى" : الْاَسْنِمَةُ "وَالْيَعَاسِيْبُ" : ذُكُوْرُ النَّحْلِ "وَجِزْلَتَيْنِ" : اَيْ قِطْعَتَيْنِ "وَالْغَرَضُ" : الْهَدَفُ الَّذِيْ يُرْمٰى اِلَيْهِ بِالنُّشَّابِ اَيْ يَرْمِيْهِ رَمْيَةً كَرَمْيَةِ النُّشَّابِ اِلَى الْهَدَفِ – "وَالْمَهْرُوْدَةُ" بِالدَّالِ الْمُهْمَلَةِ وَالْمُعْجَمَةِ وَهِيَ : الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ – قَوْلُهٗ "لَا يَدَانِ" : اَيْ لَا طَاقَةَ : "وَالنَّغَفُ" دُوْدٌ "وَفَرْسٰى" جَمْعُ فَرِيْسٍ ' وَهُوَ الْقَتِيْلُ "وَالزَّلَقَةُ" : بِفَتْحِ الزَّايِ وَاللَّامِ وَالْقَافِ – وَرُوِيَ الزُّلْفَةُ بِضَمِّ الزَّايِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبِالْفَآءِ وَهِيَ : الْمِرْاٰةُ "وَالْعِصَابَةُ" الْجَمَاعَةُ "وَالرِّسْلُ" بِكَسْرِ الرَّآءِ :

اللَّبَنُ "وَاللِّقْحَةُ" اللَّبُوْنُ - "وَالْفِئَامُ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَبَعْدَهَا هَمْزَةٌ الْجَمَاعَةُ - وَالْفَخِذُ" مِنَ النَّاسِ :دُوْنَ الْقَبِيْلَةِ۔

۱۸۱۰: حضرت نواس بن سمعانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجّال کا ذکر فرمایا تو کبھی اس کو حقیر اور کبھی اس کو بہت بڑا بتایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ شاید کھجوروں کے جھنڈ میں ہے کہ جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں اس کا اثر دیکھا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بڑا حقیر اور کبھی اس کو اونچا دکھایا یہاں تک کہ ہم نے محسوس کیا کہ وہ تو ان کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں دجال کے غیر کا زیادہ خوف ہے اگر میری موجودگی میں دجال کا ظہور ہو گیا تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں اس کا خروج ہوا تو پھر ہر شخص اپنے نفس کا دفاع کرنے والا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان پر جانشین ہو گا۔ (یاد رکھو) وہ دجّال نوجوان اور گھنگھریالے بالوں والا ہے۔ اس کی ایک آنکھ اُبھرنے والی ہے۔ گویا اس کو عبدالعزیٰ بن قطعن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ جو آدمی اس کو پالے تو اس کو چاہئے کہ وہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے وہ عراق اور شام کے درمیانی راستے پر ظاہر ہو گا۔ وہ دائیں اور بائیں جانب فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! تم ثابت قدم رہنا' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۴۰ دن جن میں ایک دن سال کے برابر اور دوسرا دن مہینے کے برابر اور تیسرا دن جمعہ کے برابر اور اس کے باقی دن تمہارے دنوں کے مشابہ ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دن جو سال کے برابر ہے کیا اس میں ایک دن کی نمازیں پڑھ لینا ہمیں کفایت کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں تمہیں اس دن کی مقدار کا اندازہ لگانا ہو گا''۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ زمین میں کتنی تیزی سے چلے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو چنانچہ اس کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہو گا پس ان کو دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے پھر وہ آسمان کو حکم دے گا۔ پس وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اُگائے گی اور ان کے چرنے والے جانور شام کو ان کی طرف واپس لوٹیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے زیادہ لمبے اور ان کے تھن پہلے سے زائد بھرے ہوئے ہوں گے اور ان کے پہلو وسیع ہوں گے۔ پھر وہ کچھ اور لوگوں کے پاس آئے گا اور ان کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے۔ وہ جس وقت ان سے لوٹے گا تو وہ قحط سالی کا شکار ہو جائیں گے۔ ان کے ہاتھوں میں مال ذرا بھر نہیں رہے گا۔ اس کا گزر ویرانے پر ہو گا تو وہ اس ویرانے کو کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے تو اس زمین کے خزانے اس طرح اس کا پیچھا کریں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ پھر وہ ایک کامل آدمی کو دعوت دے گا اور تلوار سے ضرب لگا کر اس کو دو

ٹکڑے کر دے گا جیسے تیر انداز کا نشانہ پھر اس کو بلائے گا تو وہ اس کی طرف اس حالت میں متوجہ ہوگا کہ اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دیں گے۔ چنانچہ وہ دمشق کے مشرقی سفید کنارے کے پاس زرد رنگ کی چادریں پہنے اتریں گے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر ہوں گے۔ جب سر جھکائیں گے' تو اس سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو چاندی کے موتیوں کی طرف قطرے گریں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر کو پہنچے گی' تو وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ پس وہ دجّال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ بابِ لد کے پاس اس کو پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ایک ایسی قوم کے پاس آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجّال سے محفوظ رکھا پس آپ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بات بتلائیں گے۔ وہ ایسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے ان بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان سے لڑائی کی طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا کر ان کی حفاظت کر۔ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے اس حال میں کہ وہ بلندی سے پھسلنے والے ہوں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرۂ طبریہ پر گزرے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا اور پچھلا گروہ آئے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ کے پیغمبر عیسیٰ اور ان کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ایک بیل کا سر ان کے نزدیک تمہارے آج کے سو دینار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھی اللہ کی طرف رغبت کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائیں گے جس سے وہ تمام اس طرح موت کا شکار ہو جائیں گے جیسے ایک نفس مرتا ہے۔ پھر عیسیٰ اور انکے ساتھی زمین پر اتریں گے اور وہ زمین پر ایک بالشت جگہ نہیں پائیں گے جو ان کی (لاشوں کی) گندگی اور بدبو سے خالی ہو۔ اللہ کے نبی اور ان کے اصحاب اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اللہ تعالیٰ کچھ پرندے بھیجیں گے جن کی گردن بختی اونٹ کی طرح ہوگی وہ ان کو اٹھا کر اس جگہ پھینک دیں گے جہاں اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجیں گے جس سے کوئی گھر اور کوئی حصّہ خالی نہیں رہے گا۔ وہ بارش زمین کو دھو کر چکنی چٹان کی طرح کر دے گی پھر زمین کو کہا جائیگا تو اپنے پھل اُگا اور برکت لوٹا۔ چنانچہ ایک جماعت انار کو کھا سکے گی اور اس کے چھلکے سے کام لے سکے گی اور دودھ میں برکت کر دی جائیگی۔ یہاں تک کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کیلئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی گائے ایک قبیلے کو کافی ہو جائیگی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہوا بھیجیں گے جو ان کی بغلوں کے نچلے حصے کو متاثر کریگی جس سے ہر مسلمان کی روح قبض کر لی جائیگی اور شریر ترین لوگ رہ جائینگے' وہ آپس میں اس طرح جماع کرینگے جیسے گدھے سرعام کرتے ہیں اور ان پر قیامت قائم ہوگی۔

خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ: شام و عراق کا درمیانی راستہ۔ عَاثَ: سخت فساد۔ الذُّرٰى: کوہان۔ يَعَاسِيبُ: شہد کی مکھی۔ جِزْلَتَيْنِ: دو ٹکڑے۔ الْغَرَضُ: وہ نشانہ جس کو تیر مارا جائے یعنی اس کو تیر کے نشانے کی طرح پھینکے گا۔ الْمَهْرُوْدَةُ: دال مہملہ اور معجمہ دونوں کے ساتھ رنگے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ لَايَدَانِ: طاقت نہیں۔ نَغَفُ: کیڑا۔ فَرْسٰى: مقتول۔ لِزَّلَقَةُ:

آئینہ جماعت۔ اَلْعِصَابَۃُ: جماعت۔ اَللَّبَنُ: دودھ۔ اَللِّقْحَۃُ: دودھ والی۔ فِئَامُ: جماعت۔ اَلْفَخِذُ: قبیلہ سے چھوٹی جماعت یعنی خاندان، کنبہ یا گھرانہ۔

تشریح ۞ ان کے حالات باب المبادرة إلى الخيرات میں گزرے۔

الدجال: (۱) کذاب۔ (المصباح) (۲) ثعلب کہتے، ملمع ساز جیسے کہتے ہیں سیف موہ۔ جبکہ اس پر سونے کا جھال چڑھائیں۔ (۳) ابن درید کہتے ہیں جس چیز کو تم نے ڈھانپ دیا گویا تم نے اس سے دجل کیا۔ اس سے اشتقاق کی وجہ یہ ہے کہ وہ کثیر مجمع سے زمین کو ڈھانپ لے گا۔ اس کی جمع دجّالون آتی ہے۔

ذات غداة فخفض في ورفع: غداة: صبح کا وقت۔ خفضه: (۱) حقیر قرار دینا۔ رفعہ فتنہ کے لحاظ سے بہت بڑا قرار دینا۔ (۲) خفض: اس نے لمبی گفتگو کے بعد اپنی آواز کو ہلکا کیا تاکہ آرام کرے پھر بلند کیا تاکہ مقصد تک پہنچ جائے۔

حتى ظنناه: جو سنا اس کے متعلق کمال تعظیم و مبالغہ کا اظہار ہے۔ **أخوفني عليكم**: اس میں دو لغات ہیں ایک نون کے ساتھ اور ایک نون کے بغیر۔ (قاضی عیاض) اس کا معنی یہ ہے۔ کہ دجال کے علاوہ خوف کے اسباب تمہارے سلسلے میں زیادہ ہیں۔ اس میں معانی کو اعیان سے مبالغہ تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں شعر شاعر، تقدیر عبارت یہ ہے: ''غير الدجال اخوفني عليكم'' پھر پہلے مضاف اور پھر دوسرے مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔

فأنا حجيجهٗ دونكم: آخری زمانہ میں اس کے نکلنے کی وجہ سے اس کے متعلق پہلے بات بتلائی۔ حجيج یہ فاعل ہے میں تمہاری طرف اس کے ساتھ جھگڑنے والا اور اس کی محبت کو مٹانے والا ہوں۔

فكل امرئ: یعنی اس کی اپنی شخصیت اس سے جھگڑے گی اور اس کے دعویٰ کی تکذیب کرے گی۔ اس لئے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو اپنے نقائص و عیوب کو دور کرتا۔

قرطبی کا قول: یہ خبر امر کے معنی میں ہے۔ کہ ہر شخص کو اپنے علم کے مطابق اس سے جھگڑنا چاہئے کیونکہ عقل سے ہی اس کا کذب واضح ہے۔

والله خليفتي: اللہ تعالیٰ ہر مومن کو اس کے فتنے اور زیغ سے محفوظ کرنے والے ہیں۔

انه شاب قطط: وہ نوجوان ہے اس کے بال سخت گھنگریالے ہیں۔ **طافيه**: جس کی روشنی ختم ہو جائے۔ (۲) اونچی ہو جائے روشنی باقی رہے۔

عبدالعزى بن قطني: بخاری میں ذکر کیا یہ بنی مصطلق جو خزاعی قبیلہ ہے اس کا ایک آدمی جاہلیت میں مر گیا۔ احمد کی روایت میں ہے کہ یہ قطن بن عبدالعزیٰ ہے اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی مشابہت مجھے نقصان دے گی۔ آپ نے فرمایا نہیں تو مؤمن ہے اور وہ کافر ہے مگر حافظ کہتے ہیں یہ روایت درست نہیں۔ مسعودی کو خلط تھا۔ محفوظ پہلا ہی ہے۔

فمن ادركه: ابتدائی دس آیات دوسرے قول میں آخری دس آیات ہیں۔ ان کے پڑھنے والا فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔

قرطبی کا قول: احتیاط یہ ہے کہ اول و آخر آیات پڑھے۔ ابوداؤد میں نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ابتدائی آیات کا ہی

تذکرہ ہے۔

انه خارج خله: حمیری نے حلّہ قرار دیا۔نہایہ نے بھی اس کو اختیار کیا نووی نے بھی اس کا معنی حلول ونزول کیا ہے۔

عاث یمینا: یہ ماضی ہے اسے اسم فاعل بھی قرار دیا گیا ہے۔تورپشتی کہتا ہے۔یمین وشمال سے اشارہ ہے کہ جن علاقوں میں خود جائے گا۔ان کے بگاڑنے پر اکتفاء نہ کرے گا۔دائیں بائیں اپنے دستے روانہ کرے گا۔کوئی مؤمن اس کے فتنہ سے نہ بچے گا اور نہ کوئی مقال محفوظ رہے گا۔ماث: سخت فساد۔

یاعباداللّٰہ: اے اللہ کے بندو! ایمان پر قائم رہو اور ٹیڑھا پن نہ اختیار کرو۔

مالبثه: وہ دنیا میں کس قدر رہے گا۔

اربعون یوماً: یہ سورج کے مغرب سے طلوع اور غروب کے درمیان کا زمانہ ہوگا۔علماء کہتے ہیں کہ یہ تین دن اسی طرح طویل ہونگے ایک دن سال سال، دوسرا مہینہ تیسرا ہفتہ کے برابر ہوگا۔ یہ روایت اپنے ظاہر پر ہے۔ **وسائر ایامة کایامکم**: اس سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے کہ بقیہ ایام عام مقدار کے مطابق ہونگے۔

اتکفینا: جو دن سال کے برابر ہوگا۔اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی۔آپ نے فرمایا نہیں۔ ہر دن کی نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب وعشاء کا اندازہ کرو گے۔اس طرح عشاء سے فجر کے فاصلہ کے اندازہ کے مطابق گویا چوبیس گھنٹے کی بالترتیب پانچ نمازیں۔مہینہ اور ہفتہ کے برابر دونوں کا اس پر قیاس تو ظاہر ہے۔عیاں راچہ بیان۔قاضی عیاض کہتے ہیں صاحب شرع نے یہ طریقہ مشروع فرمادیا۔ورنہ ہمارا اجتہاد تو معروف دنوں پر اکتفاء کرتا۔عاقولی کہتے ہیں۔ یہ سوال نہ کرتے تو وہ تفصیل نہ ہوتی۔ یہ بنی اسرائیل کی گائے والی بات بن گئی۔تورپشتی کہتے ہیں حدیث کو ظاہر پر منطبق کرنا اولیٰ ہے۔تاویل کی ضرورت نہیں۔دن میں اضافہ نہ ہوگا۔یہ شدت اہوال سے کنایہ ہے۔اور نمازوں کا اندازہ ان احوال کے چھٹ جانے تک جو پیش آئے اس کا سامنا کرنے کیلئے ہے۔مگر ابن جوزیؒ نے اس تاویل کو مسترد کر دیا اور قرطبی نے بھی اسی طرح مفہوم میں کہا۔ (واللہ اعلم)۔

فیأتی علی القوم: وہ لوگوں کو کہے گا کہ وہ ان کا رب ہے۔اور ایمان لانے کی طرف دعوت دے گا۔

یستجیبون له: وہ قبول کریں گے۔تو آسمان کو بارش کا حکم دے گا۔اسی وقت بارش ہو پڑے گی اور زمین کو نبات کا حکم دے گا وہ نبات اگائے گی۔

فتروح علیهم: ان کے چرنے والے جانور شام کو چراگاہ سے زیادہ بڑے۔بڑی کوہانیں شاندار رنگوں سے لوٹیں گے۔وہ سیر اور موٹے ہوں گے۔ذری یہ ذروۃ کی جمع ہے۔

والشبعة خروعًا: کثرت دودھ کی وجہ سے تھن لمبے ہوں گے۔اسناد سبب کی طرف ہے۔کوکھیں پیٹ بھرنے سے نکلی جارہی ہوں گی۔

ثم یاتی القوم: پھر اور لوگوں کے پاس جائے گا جو توحید پر قائم رہیں گے۔

فیصبحون ممحلین: وہ قحط زدہ ہو جائیں گے۔تورپشتی کہتے ہیں کہ امحل القوم جبکہ وہ قحط زدہ ہو جائیں۔زمین

خشک ہو جائے۔ زمین وگھاس کا خشک ہو جانا۔

لیس بایدیهم شئ: یہ جملہ حالیہ ہے۔ یا دوسری خبر ہے۔ اور اموال سے (۱) چرنے والے جانور چارے کے نہ ملنے سے ہلاک ہو جائیں گے۔ یا (۲) تمام قسم کے اموال مراد ہوں۔ اور ظاہر کلام اس کا مؤید۔ **الخربه**: بیابان۔ **کنوزك**: یعنی وہ خزانے جو زمین میں ہیں۔ تو اضافت ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے۔ **یعاسیب**: نر شہد کی مکھی، یا مکھیوں کا بادشاہ جس کے پیچھے مکھیاں اڑ کر جاتی ہیں۔

ثم یدعو رجلاً: بھرپور جلال اس کو دو حصوں میں کاٹ دے گا۔ جزل جیم (زمان الجزال۔ کاٹنے کا زمانہ) کا فتحہ وکسرہ منقول ہے۔ **رمیة الغرض**: تورپشتی کہتے ہیں اس سے مراد تلوار کے وار کا اس میں تیزی سے اثر انداز ہو کر دو الگ ٹکڑوں میں ہونا۔ (۲) کلام میں تقدیم تاخیر ہے کہ اس کو تیر پھینکنے کے برابر فاصلہ پر قتل کر دے گا۔ پھر دو ٹکڑے کر دے گا۔ بعض نے کہا یہ خضر ہیں (مگر یہ بلا دلیل ہے)۔

ثم یدعوهٗ: وہ بلانے سے زندہ ہو کر خوش باش آئے گا۔ النحو: **یضحك** کا جملہ محل حال میں واقع ہے۔

هو کذلك: دجال انسانوں میں فساد مچا رہا ہوگا۔

اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم وعلی نبینا السلام: بعث یہاں انزل کے معنی میں ہے۔ مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب بیمار پر ہاتھ پھیرتے تو وہ درست ہو جاتا۔ بقیہ انبیاء علیہم السلام پر سلام و درود بھیجنا چاہئے۔

عند المنارة البیضاء: یہ منارہ مشرقی دمشق میں موجود ہے۔ **محرودتین**: زرد سے رنگا ہوا کپڑا۔ جیسے کہتے ہیں هزیت العمامه: ہلکی زردی سے کپڑا رنگنا (تورپشتی) قرطبی۔ اس مقام پر ابن قتیبہ کو غلطی لگی ہے۔ هریت صرف پگڑی کیلئے آتا ہے۔ هروت الثوب نہیں آتا۔ اکثریت کا قول درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں اس کی بجائے ممصرتین کا لفظ آیا ہے جس کا معنی زرد رنگ میں رنگی چادر۔ اب مطلب یہ ہے: "**لابس مهروتین یا ثوبین مصبونین**"

واضعا کفیه علی اجنحة ملکین: شاید یہ جبرئیل اور میکائیل ہوں۔ کہیں تعیین منقول نہیں۔

اذ طأطأ رأسه: جب سر جھکائیں گے۔ جب سر ڈھیلا کریں گے تو اس سے پانی ٹپکے گا۔ جب سر اٹھائیں گے تو سر سے چاندی کے موتیوں کی طرح قطرات ٹپکیں گے۔ پانی کو صفائی وحسن میں جمال یعنی چاندی کے موتیوں سے تشبیہ دی۔

لا یحل لکافر: جس کافر تک ان کا سانس پہنچے گا' وہ مر جائے گا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں اس کا مطلب یہ کافر پر واجب ہے کہ وہ مر جائے۔

ونفسه ینتهی: حد نگاہ تک سانس جائے گا۔ **طرف**: سبب بول کر مسبب مراد لیا۔ النحو: یہ جملہ مستانفہ یا حالیہ ہے۔

فیطلبه: عیسیٰ علیہ السلام اسی وقت دجال کو تلاش کریں گے۔ لد مقام کے دروازے کے پاس اس کو آلیں گے۔ یہ بیت المقدس کے قریب شہر ہے۔

قومًا قد عصمهم اللّٰہ منه: وہ ایمان پر ثابت قدم رہے ہونگے اس کے فتنہ میں مبتلا نہ ہونگے۔ **یمسح علی وجوههم**: سے تبرکاً ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرنا مراد ہے۔ (۲) شدت وخوف کے ازالہ کیلئے ان کو شاباش دیں گے اور ان کے درجات

بتلائیں گے۔

فبینماھم: اسی دوران کے آپ ان کے درمیان ہونگے۔

لا یدان لاحد: مالی یدا اور مالی یدان دونوں بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ دفاع ہاتھ سے یہی ہوتا ہے۔ کسی کو ان سے لڑنے کی قدرت وطاقت نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر اور جنگ جو ہوں گے۔ عبادًا لی: یہ نسبت ان بندوں میں خصوصی قدرت اہلاک کی وجہ سے کی جن کو ہلاک کرنا ان کے ذریعہ مقصود ہوگا۔ جیسا قرآن مجید میں فرمایا: ﴿بعثنا علیکم عبادًا لنا......﴾ [سورہ اسراء] تو دراصل قدرت کی عظمت کا بیان مقصود ہے۔ جس کے اظہار کا وہ ذریعہ ہیں۔ ورنہ کافر تو قابل تعظیم نہیں۔

حرز عبادی: یہ احرزت الشیٔ سے لیا گیا۔ ملانا اور حفاظت کرنا معنی ہے۔

یاجوج و ماجوج: یہ دو بڑی امتیں ہیں بعض نے یاجوج مرد اور ماجوج عورت کا نام بتلایا۔ بعض نے ان کو عجمہ کہا جیسے ہاروت و ماروت۔ اکثر کا قول یہ ہے۔ (فتح الباری) بعض عربی لفظ قرار دیتے۔ اس کی اصل اجیج النار یا اجاجة یعنی اختلاط یا أج۔ تیز دوڑنا۔ یا اجاج۔ سخت نمکین پانی۔ یہ تمام مادے ان کی صفات سے مناسبت رکھتے ہیں۔

ینسلون: تیزی سے چلنے والے۔ بحیرہ طبریہ۔ فارس میں ایک جگہ کا نام ہے۔

لقد کان بھذا مرة ماء: کسی وقت یہاں پانی ہوتا ہوگا۔ اَلنَّحْوُ: مرة یہ کان کا اسم اور بھذہ خبر ہے۔

نبی اللّٰہ: عیسیٰ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو یاجوج و ماجوج سے محفوظ رکھا جائے گا۔ رأس الثور: بیل کے سر کا ذکر کرنے سے بقیہ اشیاء کی قیمت کے بہت زیادہ چڑھنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا کہ رأس سے مراد بیل ہے۔ کہ اس کی قیمت سو دینار سے بڑھ جائے گی۔ کیونکہ زراعت، گوشت میں ضرورت ہوگی۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ سر پر اطلاق ہے۔ بیل خود مراد نہیں۔ حدیث سے انکا محصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اشیاء خوردنی کی قلت مراد ہے۔

فیرغب نبی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا مانگیں گے۔

النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی: تورپشتی کہتے ہیں۔ نغف و فرسی لا کر خبردار کیا ہے۔ ان کی گردن میں ایک کیڑا پیدا کردیں گے جس سے شکار کی طرح پچھڑ جائیں گے اور بغاوت ان کے سر سے نکل جائے گی۔ حالانکہ ان کا خیال تھا ہم تو آسمان والوں سے بھی لڑیں گے۔ فرسی یہ فعلی کا وزن ہے جمع فریس جیسے مرضی و مریض یہ فرس الذئب الشاة سے لیا گیا۔ جب وہ قتل کردے۔

ثم یھبط: زمین پر اترنے کیلئے رکاوٹ زائل ہو چکی۔

زھمم و نتھم: ان کی وجہ سے تعفن و سڑاند۔

فنظرحھم هیث یشاء اللّٰہ تعالیٰ: خشکی یا سمندر میں جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ ان کی لاشوں کو ان پرندوں سے اٹھوا دیا جائے گا۔ مطرًا: اس سے معلوم ہوتا ہے وہ زبردست بارش ہوگی جو زمین کو دھو ڈالے گی۔ زلقة: پھسلن۔ نرمی و صفائی میں تشبیہ دی ہے۔ پانی جوھڑ، جن میں پانی جمع ہوتا ہے تاکہ صاف ہو۔ (ازھری، تورپشتی کا یہی قول ہے) بعض نے پیالہ بعض نے باغ معنی کیا ہے۔

بر کتك: وہ برکت جو پہلے تھی۔

الرمانه: ایک بڑی جماعت کیلئے انار کافی ہوگا۔ کیونکہ بہت بڑا ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ قحف: دماغ کے اوپر کھوپڑی کا حصہ۔ بعض نے کہا کھوپڑی کا جو حصہ جدا ہوتا ہے۔ سخاوی کہ یہ لقحہ ہے دودھ والی اونٹنی۔ ایک گروہ کیلئے کافی ہوگی اور گائے قبیلہ کیلئے کفایت کرے گی۔ الفخذ: خا ساکن ہو تو ران معنی ہوگا۔ (ابن فارس) اس میں کہ کسرہ سکون دونوں آتے ہیں۔ اس کا معنی فَخِذ: قریبی رشتہ داروں کی ایک جماعت جن کی تعداد بطن سے کم ہو۔ اور بطن کی تعداد قبیلہ سے کم ہے۔ درجات اس طرح ہیں: (۱) الشعب' (۲) قبیلہ' (۳) لفصیلہ' (۴) العمارہ' (۵) بطن' (۶) الفخذ۔

یتھارجون تھارج الحمر: گدھوں کی طرح لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے۔

تورپشتی کا قول: اگر کوئی کہے کہ احادیث دجال سے خلاف عادت ان چیزوں کا اظہار یہ معجزات نہ بنیں گے۔ جو برائی کی طرف دعوت دینے والے ہیں جیسے معجزات انبیاء خیر کی طرف لانے والے۔ **جواب**: صبر کرنے والے ان چیزوں کا قبول تو درکنار ادھر التفات بھی نہیں۔ کیونکہ وہ نبوت نہیں بلکہ ربوبیت کا دعویدار ہوگا اور عقل اس کو نہیں مانتی اور اس کے خرق عادت کی طرف اہل حق کو کیا التفات ہوتا اس کا آنکھ والا کانا پن اس کی تکذیب کیلئے کافی ہے اور آپ ﷺ نے اس کی وہ علامت واضح طور پر ذکر فرمائی: ''ولکن اقولی فیه قو لالم یقله نبی یقومه انه اعور''۔ (۲) احادیث میں خروج مہدی کے بعد اس کا خروج مذکور ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ تو یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود ہونگے اور قرون اولیٰ تو کیا وسطی والے بھی اس کو نہ پائیں گے پھر ''ان یخرج و انا فیکم'' کا کیا مطلب ہے۔

جواب: یہ انداز توریہ ہے۔ تا کہ اس کے فتنہ سے خوف بھی باقی رہے۔ اور ان کے فتنہ سے بچنے کیلئے بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع بھی رہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فضل ہو۔ اور ان کے دین کے متعلق آپ کا احساس بھی ان کو معلوم ہو۔ (تورپشتی)

تخریج: أخرجه مسلم (۲۱۳۷)

الفرائد: (۱) دجال ایک خاص شخص ہے جو ابتلاء امت کا باعث ہے، وقتی طور پر بعض مقدورات اس کو میسر ہوں گی۔ اتباع کنور ارضی، زرع ارض او طار سماء وغیرہ۔ عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے۔ (از قاضی ملخصاً) (اہلسنّت کا یہی مذہب ہے)

۱۸۱۱ : وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ : انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اِلٰی حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِی الدَّجَّالِ قَالَ : اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ ، وَاِنَّ مَعَهٗ مَآءً وَّنَارًا ۔ فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ – وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ : طَیِّبٌ'' – فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ : وَاَنَا قَدْ سَمِعْتُهٗ – مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

۱۸۱۱: حضرت ربعی بن حراس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کی خدمت میں گئے۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا' تم مجھ سے وہ بات بیان کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجّال کے متعلق سنی ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک دجّال نکلے گا اور اس کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا پھر جس کو لوگ دیکھنے میں پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ خیال کرتے ہوں گے وہ عمدہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا۔ اس پر ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' میں نے بھی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ ربعی بن حراش جلیل القدر تابعین سے ہیں۔ ابو مسعود بدری مراد ہیں۔

حدثنی بما: ما۔ الذی کے معنی میں ہے۔ (۲) ما مصدریہ مگر اس میں بُعد ہے۔ **قال:** یہاں فاعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دلالت مقام کی وجہ سے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف ضمیر بھی نہیں لوٹائی۔ **یخرج** سے مراد دنیا کے آخری حصہ میں نکلے گا۔ **وان معه:** یہ ماقبل جملے پر عطف ہے۔ (۲) **یخرج** کے فاعل سے حال ہے۔ **یراه الناس:** لوگ اس کو اس حال میں دیکھیں گے پانی اور جلانے والے آگ ہے۔ **اما الذی یراه الناس:** نووی کہتے ہیں۔ دجال کے آگ وغیرہ کا پانی ہونا۔ درحقیقت یہ بندوں کے امتحان کا ذریعہ جس سے حق و باطل جانچا جاتا ہے۔ پھر باطل کو رسوا کیا جاتا ہے۔ اور اس کا عجز ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ یہ سب اس شخص کے متعلق اختلاف رائے کی وجہ سے ہے (۱) اگر دجال ساحر ہے تو پھر اشیاء کو تخیلاتی انداز میں عکس سے دکھائے گا۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ اس کی مسخر کردہ جنت کو باطنی طور پر آگ اور اس کی جنت کو باطنی طور پر جنت بنایا ہوگا۔ تو اس میں کوئی بعد نہیں۔ راجح قول یہی ہے۔ (۳) رحمت و نعمت کو جنت سے اور مشقت اور عذاب کو آگ کے نام سے تعبیر کیا۔ چنانچہ جو دجال کی بات مان لے گا وہ اس کو جنت دے گا جس کی تاویل وہ آخرت کی آگ کا حقدار بن جائے گا اور اس کا عکس۔ (۴) ممکن ہے کہ یہ مشقت شدیدہ اور فتنے کی وجہ سے دیکھنے والا اس کی دہشت کی وجہ سے جنت و دوزخ کا تخیل کرے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۳٤٥٠) ومسلم (۲۹۳٤) وأبو داود (٤۳۱٥) وابن حبان (٦۷۹۹) وابن أبی شیبة (۱۰/۱۳۳) والطبرانی (۱۷/٦٤۲)

الفرائد : جو شخص دجال کو پائے وہ اس کی جنت میں نہ جائے وہ دھوکا ہے اور جہنم ہے اور اس کی آگ میں جلنا یہ جنت کی راہ ہے۔ اعاذنا اللّٰه من فتنته۔

۱۸۱۲ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ اُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ ، لَا اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ شَهْرًا اَوْ اَرْبَعِيْنَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ

سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِىْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِىْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا ، وَّلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا ، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ : اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا؟ فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ ، وَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا ، وَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ حَوْلَهٗ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ – مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : يٰاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ ، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ : اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ : مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، فَذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا، وَذٰلِكَ يَوْمٌ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اللِّيْتُ" صَفْحَةُ الْعُنُقِ وَمَعْنَاهُ يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهٖ وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْاُخْرٰى۔

۱۸۱۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجّال میری امت میں نکلے گا اور چالیس تک ٹھہرے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ اسے تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر لوگ سات سال تک اسی طرح رہیں گے کہ دو کے درمیان کوئی دشمنی کا نام ونشان نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے جس سے کوئی ایک شخص جس کے دل میں ذرّہ کی مقدار بھر ایمان ہوگا وہ بھی باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے درمیان میں بھی گھسا ہوگا تو بھی وہ ہوا اس پر داخل ہو کر اُس کی روح قبض کر لے گی۔ پھر بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن میں شہوت کے اعتبار سے پرندوں جیسی تیزی اور ایک دوسرے کے تعاقب اور پیچھا کرنے میں درندوں جیسی خون خواری ہوگی۔ وہ کسی نیکی کو نیکی نہ سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی خیال کریں گے۔ شیطان ان کے سامنے مثالی شکل بنا کر آئے گا اور کہے گا۔ تم میری بات کیوں نہیں مانتے؟ وہ لوگ کہیں گے تو کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ پس وہ انہیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا۔ اس کے باوجود ان کے ہاں رزق کی فراوانی ہوگی اور زندگی عیش و آرام سے گزرے گی۔ پھر صور میں پھونک ماردی جائے گی جو بھی اس کی آواز سنے گا۔ اپنی گردن کبھی اس کی طرف جھکائے گا اور کبھی اوپر اٹھائے گا اور سب سے پہلا شخص جو اس آواز کو سنے گا وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کو لیپ رہا ہوگا۔ وہ اس سے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا اور دوسرے لوگ بھی۔ پھر اللہ بارش بھیجے گا یا اُتارے گا جو پھوار جیسی ہوگی جس سے انسانی اجسام اُگیں گے۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اسی وقت لوگ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ

رہے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا۔ اے لوگو! اپنے ربّ کی طرف آؤ (فرشتوں کو کہا جائے گا) ان کو کھڑا کرو اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ پھر کہا جائے گا ان میں سے جہنمیوں کا گروہ نکال لو۔ پس فرشتوں کی طرف سے عرض کیا جائے گا کتنوں میں کتنے؟ تو حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹)۔ پس یہی دن ہوگا۔ (جو غم کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کردے گا اور یہی دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائے گی (مسلم)

اللِّیْتُ: گردن کی طرف۔ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور دوسرا اٹھائے گا۔

تشریح ۞ **فیمکث اربعین:** ابن حجر کہتے ہیں۔ اس سے چالیس دن ہی مراد ہیں۔ یہ یاؔ سے مقدم ہے۔

فیبعث: یہاں آسمان سے زمین پر نزول مراد ہے۔ **فیطلبه فیهلکه:** وہ اس کو تلاش کر کے قتل کریں گے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں کہ وہ دجال ان کو دیکھ کر "**یذوب کذوبان الملح**"۔ شاید اس سے پہلی ملاقات مراد ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنے میں جلدی کریں گے۔

یمکث الناس سبع سنین: سات سال سے شاید وہ مدت مراد ہو جو گندے پن سے بالکل صاف ہو۔ سیوطی نے حاشیہ بیضاوی میں "**اربعین سنة**" کا لفظ نقل کیا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت میں "**سبع سنین**" آیا اس سے اس پر اشکال ہوگا۔ ممکن ہے کہ یہ نزول کے بعد کی مدت ہو اور وہ کل مدت عمر ہو۔ رفع کے وقت ۳۳ سال اور سات یہ۔ واللہ اعلم۔

بیہقی کتاب البعث والنشور میں کہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہیں گے اور مسلم کی روایت سات سال والی اس کے خلاف نہیں ممکن ہے کہ یہ سات سال عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد سات سال لوگوں کا درست حالت میں رہنا مراد ہو۔ یہ تاویل خوب ہے۔ لیکن سات سال والی حدیث میں احتمال ہے ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام یا لوگ اور عیسیٰ علیہ السلام کی زمین رہنے کی مدت چالیس سال کئی روایات میں وارد ہے۔ مثلاً طبرانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی۔ "**ینزل عیسٰی بن مریم فیمکث فی الارض اربعین سنة**" اگر وہ سنگریزوں والی زمین کہیں کہ شہد بہادے تو وہ بہادے گی۔ دوسری احمد کی روایت "**فینزل عیسٰی ابن مریم فیقتلهٗ ثم یمکث فی الارض اربعین سنةً اماماً عادلاً وحکماً مقسطاً**"۔ (۳) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے نقل کیا۔

ریحا باردة: حضرت نواس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو طیبه سے تعبیر فرمایا۔ شاید کہ اس کی ٹھنڈک ہی کو طیب سے تعبیر کر دیا اور وہ شام کی جانب سے چلے گی۔ **الاقبضت:** یہ سبب کی طرف اسناد ہے۔

لوان احدکم دخل: موجودین کو خطاب فرمایا کہ پہاڑ کے درمیان گھسنے والے کو بھی وہ ہوا پہنچ جائے گی اور اس سے وہ موت کی نیند سو جائے گا۔

خفة الطیر: یہ طائر کی اسم جمع ہو سکتی ہے اور طیور کا واحد بھی ہے۔

احلام السباع: علماء فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ برائی کی طرف جلدی جانے اور شہوت پوری کرنے اور فساد برپا کرنے میں پرندوں کے اڑنے کی طرح تیز اور ایک دوسرے کے پیچھے لگنے میں درندوں کے اجسام کی طرح ہوں گے۔ شدت جہالت سے اچھائی برائی سے واقف نہ ہونگے۔

فیتمثل لهم الشیطان: شیطان انسانی شکل میں آ کر ان سے بات کرے گا۔

هم فی ذلك دار رزقهم وحَسُن عیشهم: وہ تمام اشیاء ان کو میسر ہوں گی۔ جس کھانے، پینے اور لباس کی ان کو ضرورت ہوگی۔ جملہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ اور ھمؔ یہ جملہ حال ہے جس کو اس لئے لایا گیا ہے تاکہ وضاحت کردی جائے کہ ان کی خوش عیشی اور رفاہیت گمراہی میں اضافہ ہوگا۔ کلام میں حذف ہے کہ وہ شیطان کی تمام باتیں مانیں گے۔

ینفخ فی الصور: یہ نفحہ صعق ہے۔ **اصغاء:** مائل ہونا اور کان دھرنا۔

یلوط هوض ابله: اپنے حوض کی درستگی اور لپائی کر رہا ہوگا۔

كانه الطل او الظل: نووی کہتے ہیں پہلی روایت زیادہ درست ہے۔ یہ دوسری روایت کے موافق ہے جس میں ''**کمنّی الرجال**'' کے لفظ وارد ہیں۔

فتنبت منه: من سببیہ ہے۔ (۲فعل کو متعدی کرنے کیلئے ہے۔ اس کے سبب سے لوگ اگیں گے یا وہ لوگ کے اجساد کو اگائے گی۔ **من عجب الذنب:** اس سے دم کی ہڈی کا آخری حصہ رائی کے دانے برابر مراد ہے۔

ثم ینفخ فیه اخری: یہ قبور سے اٹھنے کا نفخہ ہے وہ قبور سے اٹھ کر ایک دوسرے کو یا اللہ تعالیٰ کے نافذ فیصلے کو دیکھ رہے ہوں گے۔

هلّموا الی ربكم: هَلّم: لغت تمیم ہے اور حجاز بھی ہے۔ قرآن مجید میں: ﴿**قل هلّم شهداء كم**﴾ وارد ہے۔ لاؤ ان کو قیامت کے میدانوں میں کھڑا کر وان سے دنیا میں کئے جانے والے اعمال اور اس کی گڑبڑ کا سوال ہوگا۔

ثم یقال: پھر ملائکہ مؤکلین کا کہا جائے گا آگ والے گروہ کو نکالو۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جو بخاری میں وارد ہے کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک کو زیادہ خوف وشدت کیلئے یہ حکم دیا جائے۔

بعث: مصدر یہاں مفعول کے معنی میں ہے۔ ''**ای المبعوث الیها**'' ۹۹۹ دوزخ کیلئے اور ایک جنت کیلئے۔

فذاك یوم یجعل: اَلْنَّحْوُ: یوم مرفوع ہوتو اسم اشارہ کی خبر ہے اور ظرف ہونے کی وجہ سے نصب بھی درست ہے۔ خبر محذوف ہوگی۔ یوم کی طرف اسناد یہ سبب کی طرف اسناد ہے۔

یوم یكشف عن ساق: اس دن معاملات کی حقیقت اور خوفناک احوال پیش آئیں گے۔ اور **کشف ساق** یہ تمثیل ہے۔ (۲) اس سے مراد تجلی ساق ہے جو محشر میں ظاہر ہوگی سب لوگ سجدہ میں گر جائیں گے۔ یہ تفسیر مرفوع روایت میں موجود ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٢/٦٥٦٦) ومسلم (٢٩٤٠) والنسائی (٦/١١٦٢٩) وابن حبان (٧٣٥٣) والبیهقی (ص/٢١٣)

الفرائد : (۱) اس میں دجال اور ان کے زمانہ کے احوال کا تذکرہ ہے بعث، صعقہ، نشر، پیشی، قیافہ، موقف کا خوف یہ سب مذکور اور برحق ہیں یہ معجزات نبوت سے ہے کہ قبل از وقوع خبر دے دی۔

۱۸۱۳ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : "لَیْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَیَطَؤُہُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃَ ، وَلَیْسَ نَقْبٌ مِّنْ اَنْقَابِھِمَا اِلَّا عَلَیْہِ الْمَلَآئِکَۃُ صَآفِّیْنَ تَحْرُسُھُمَا، فَیَنْزِلُ بِالسَّبَخَۃِ فَتَرْجُفُ الْمَدِیْنَۃُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ یُخْرِجُ اللّٰہُ مِنْھَا کُلَّ کَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۳: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شہر ایسا نہیں کہ جس کو دجال روندے گا مگر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ۔ ان کے ہر پہاڑی راستے پر فرشتے صفیں باندھے ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے پس وہ مدینہ میں ریتلی زمین پر اترے گا تو مدینہ تین زلزلوں سے لرز جائے گا۔ جن سے اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ **سیطوہ الدجال:** دجال ہر شہر میں ان کے رہنے والوں کی آزمائش وابتلاء کیلئے جائے گا۔ **النحو:** لیس کی خبر محذوف ہے اور من بلا اسم ہے۔

الا مکة والمدينه: اس روایت میں ان دو کا تذکرہ ہے۔ احمدؒ کی روایت سند صحیح کے ساتھ کہ مسجد اقصیٰ اور مسجد طور بھی جیسا پہلے نواس سمعانؓ کی روایت میں بھی طور کا تذکرہ موجود ہے۔

نقب: یہ مصدر ہے۔ پھٹی ہوئی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ مراد راستہ ہے۔ ان پر حفاظتی فرشتے ہوں گے۔ جو حفاظت کریں گے۔

تحرسهما: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ (۲) حال متداخلہ یا مترادفہ ہے۔

فينزل بالسبخة: سبخۃ وہ ریتلی نمکین زمین جو کوئی چیز نہ اگائے۔ ایک روایت میں ''**بسبخة الجرف**'' کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ **فترجف المدينه ثلاث رجفات : رجفة:** سے مراد اس کی آمد کی افواہ پھیل جائے گی کہ کسی کو طاقت مقابلہ نہیں۔ اس وقت منافقین وفساق اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مدینہ اپنی میل نکال پھینکتا ہے۔ یہ اس روایت کے خلاف نہیں جس میں اس کا داخل مدینہ نہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اصل تو خوف ورعب کی نفی ہے کہ ایمان والوں میں کسی پر اثر نہ ہوگا یا اس میں غایت کا بیان ہے کہ اطراف میں اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ **الليت:** گردن کی ایک جانب جو ھول کی وجہ سے بدلے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٩٨٥) ومسلم (٢٩٤٣) والبخاری (١٨٨١) ومسلم (٢٩٤٣) وابن حبان (٦٨٠٣) وابن أبی شيبة (١٢/١٨١)

الفرائد : (۱) دجال کا مکہ ومدینہ کے علاوہ ہر جگہ جانا اور فساد مچانا مذکور ہے۔ (۲) ان دونوں مقامات کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔ (۳) مدینہ باہر پھینک دیتا ہے جس طرح بھٹی میل کچیل کو۔ ''**اللهم اجعلنا من اهلها**''۔

۱۸۱۴ : وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ : "یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَھُوْدِ اِصْبَھَانَ سَبْعُوْنَ

اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اصفہان کے ستر ہزار یہودی جن پر سبز رنگ کے جبے ہوں گے وہ دجال کی اتباع کریں گے''۔ (مسلم)

تشریح ✿ **علیهم الطیالسة**: یہ جملہ حال مقدرہ کے محل میں ہے۔ حافظ کہتے ہیں اس طیلسان کے پہننے کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کراہت کیلئے جس بات کی ضرورت ہے وہ موجود نہیں۔ کفار اگر مسلمانوں کا لباس اختیار کرلیں۔ تو اس لباس میں مسلمانوں کیلئے کراہت پیدا نہیں ہوتی۔ حافظ سیوطی نے اس پر ایک رسالہ احادیث: **الحسان فی فضل الطیلسان** لکھا ہے۔ ابن حجر نے تو اسے مطلقاً لباس مراد لیا۔ مگر سیوطی وغیرہ نے سبز طیلسان مراد لیا ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی یہ روایت ہے جس کو جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا: ''**یکون معه سبعون الفا من الیهود علی رجل منهم ساج وسیف**'' ابن اثیر نے نہایہ میں ساج کا معنی سبز ریشم سے کیا ہے۔ اور اسی کو **الطیلسان المقور** کہا گیا ہے۔ ازہری کہتے ہیں اس کو گولائی میں بنے جانے کی وجہ سے تربوز اور جیب کی گولائی سے مشابہت دی ہے۔ (النہایہ)

قاضی ابو یعلی حنبلی کہتے ہیں۔ اہل ذمہ کو سبز طیلسان جس کی اگلی جانبین لپٹی اور مڑی ہوں ممنوع نہیں کیونکہ عرب اسے نہ جانتے تھے۔ یہود اور عجم کا قدیم زمانے سے یہ لباس چلا آرہا ہے۔ عرب اس کو ساج کہتے ہیں۔ بعض نے کہا اس کو سب سے پہلے جبیر بن مطعم نے پہنا۔ ابن سیرین اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عسکری نے کتاب الاوائل میں لکھا عرب اسلام میں اس کو سب سے پہلے عبداللہ بن عامر نے پہنا بعض نے جبیر بن مطعم کا نام لیا ہے۔ (الاوائل)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا سبز طیلسان کی سنت میں کوئی اصل نہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ نہ تھا بلکہ وہ یہود کا شعار تھا اور صحیح روایت میں دجال کے ساتھ اصفہان سے نکلنے والے ستر ہزار یہودی طیلسان پہنے ہونگے۔ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء جس طیلسان کو علماء نے منع کیا ہے۔ وہ گلے میں ڈال کر پٹکے کی صورت میں پشت پر ڈالا جانے والا پٹکا ہے جس کو گردن کے نیچے نہ گھمایا جائے اور نہ اس کی دونوں اطراف کندھوں کے نیچے ڈالی جائیں۔ البتہ وہ مربع طیلسان جو گردن کے نیچے گھما کر سر کو اور اکثر چہرے کو ڈھانپ لے اور اسکی اطراف کندھوں پر ڈالی جائیں اس کے سنت ہونے میں اختلاف نہیں۔ (الاحادیث الحسان فی فضل الطیلسان سیوطی)

تخریج : أخرجه مسلم (۲۹٤٤) وابن حبان (٦٧٩٨)

الفرائد : (۱) دجال کے اکثر پیرو یہود ہوں گے۔ (۲) وہ فساد و افساد پر بہت معاونتیں پائیں گے آج بھی یہود کا یہی کام ہے۔

۱۸۱۵ : وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ : "لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱۵: حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: ''لوگ دجال سے بھاگ کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوں گے''۔ (مسلم)

تشریح ۞ لينفرن الناس: ابن حجر کہتے ہیں یہ ام شریک عامریہ قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو دوسیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کو انصاریہ کہا جاتا ہے۔ ان کا نام غزیہ بعض نے غزیلہ۔ یہ صحابیہ ہیں بعض نے کہا یہ دنیا سے الگ تھلگ تھیں۔ ان کی روایت بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، انہوں نے آپ ﷺ نے روایت نقل کی ہے۔

الناس سے مراد مؤمن ہیں۔ من الدجال: یہ من اجلیہ ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے اور اس کے فتنے سے خوف زدہ ہوکر۔

فی الجبال: فی علی کے معنی میں ہے۔ جیسا اس ارشاد خداوندی میں: ﴿لا صلبنکم فی جذوع النخل﴾

فَائِدَہ : آپ ﷺ نے بات کو خوب پختہ کرنے کیلئے قسم سے تاکید فرمائی اور اس کے شر کی شدت کو بیان فرمایا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱۰/۲۷۶۹۱) ومسلم (۲۹۴۵) والترمذی (۲۹۵٦) وابن حبان (٦۷۹۷) والطبرانی (۲۵/۲٤۹)

الفوائد : (۱) لوگ دجال سے اپنا دین بچانے کو بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام فتن سے حفاظت فرمائے۔

۱۸۱٦ : وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۱٦: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ خطرناک نہیں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ عمران: یہ صحابی بن صحابی ہیں۔

امر اکبر: یہ اعظم کے معنی میں ہے۔ کیونکہ دجال سے اقل قلیل لوگ نجات پائیں گے۔ ابن حجرؒ نے ابونعیم سے روایت نقل کی۔ ''لا ینجو من فتنة الدجال الا اثنی عشر الف رجل وسبعة الآف امرأة'' یہ رائے سے نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اہل کتاب سے نقل ممکن ہے''۔

(ایک بات ضرور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی بڑی تعداد کے ساتھ طور پر موجود ہونا۔ مدینہ اور مکہ کے شہر والوں کا اس سے محفوظ رہنا بلکہ بیت المقدس کا محفوظ رہنا۔ صحیح راویات سے ثابت ہے۔ تو یہ مرسل روایت اگر نقل اہل کتاب نہ ہو تب بھی ان کے موازن نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم مترجم)

تخریج : أخرجه أحمد (١٦٢٦٧/٥) ومسلم (٢٩٤٦)

الفرائد : دجال کا فتنہ اور خطرہ بہت بڑا ہوگا۔ یہ عظیم ترین فتنہ ہے جس سے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔

۱۸۱۷ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : "یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ – فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اِلٰی اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ :اَعْمِدُ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ– فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ اَوْ مَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَیَقُوْلُ :مَا بِرَبِّنَا خَفَآءٌ! فَیَقُوْلُوْنَ : اقْتُلُوْهُ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : اَلَیْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهٗ فَیَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَی الدَّجَّالِ ، فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ :یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالَ الَّذِیْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَیَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَیُشَبَّحُ فَیَقُوْلُ :خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ ، فَیُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا: فَیَقُوْلُ :اَوَ مَا تُؤْمِنُ بِیْ فَیَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِیْحُ الْكَذَّابُ! فَیُؤْمَرُ بِهٖ فَیُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰی یُفَرَّقَ بَیْنَ رِجْلَیْهِ ، ثُمَّ یَمْشِی الدَّجَّالُ بَیْنَ الْقِطْعَتَیْنِ ، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَیَسْتَوِیْ قَائِمًا ، ثُمَّ یَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِیْ؟ فَیَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُ فِیْكَ اِلَّا بَصِیْرَةً ، ثُمَّ یَقُوْلُ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا یَفْعَلُ بَعْدِیْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ ، فَیَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِیَذْبَحَهٗ فَیَجْعَلُ اللّٰهُ مَا بَیْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰی تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا یَسْتَطِیْعُ اِلَیْهِ سَبِیْلًا فَیَاْخُذُهٗ بِیَدَیْهِ وَرِجْلَیْهِ فَیَقْذِفُ بِهٖ ، فَیَحْسَبُ النَّاسُ اَنَّهٗ قَذَفَهٗ اِلَی النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَی الْبُخَارِیُّ بَعْضَهٗ بِمَعْنَاهُ "الْمَسَالِحُ" الْخُفَرَآءُ وَالطَّلَائِعُ۔

۱۸۱۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’دجال نکلے گا تو اس کی طرف ایک مؤمن جائے گا۔ پس اس کی دجال کے پہرے داروں سے ملاقات ہوگی وہ اس سے پوچھیں گے تو کہاں جا رہا ہے؟ وہ کہے گا میں اس شخص کی طرف جا رہا ہوں جس نے خروج کیا ہے یعنی دجال۔ وہ کہیں گے کیا تو ہمارے ربّ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ مؤمن کہے گا ہمارے ربّ کی ذات میں تو خفاء نہیں (بلکہ وہ قدرتوں سے ظاہر ہے) وہ آپس میں کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تمہارے ربّ نے اس کی اجازت کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کر رکھا؟ چنانچہ وہ اسے دجال کے پاس لے آئیں گے۔ جب مؤمن اسے دیکھے گا تو کہے گا یہی وہ دجال ہے۔ جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا ہے۔ دجال ان کے متعلق حکم دے گا۔ اس کو پیٹ کے بل لٹا دو۔ پھر کہے گا اس کو پکڑو اور اس کے سر پر زخم لگاؤ۔ پھر اس کی پیٹھ اور پیٹ پر ضربات سے چپٹا کر دیا جائے گا۔ پھر اس سے دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ جواب دے گا تو مسیح کذاب ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق حکم دیا جائے

گا اور اس کو آرے کے ساتھ دو ٹکڑوں میں چیر دیا جائے گا۔ پھر دجّال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر اسے حکم دے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجّال اس سے پوچھے گا کیا تُو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ پس وہ جواب دے گا میری تیرے متعلق بصیرت میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر وہ مؤمن کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ پس دجّال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کے درمیانی حصے کو تانبا بنا دے گا لہٰذا دجّال اس کے قتل کا کوئی راستہ نہیں پائے گا۔ تو دجّال اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے پکڑ کر آگ میں پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے مگر حقیقت میں وہ جنت میں ڈالا گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص ربّ العالمین کے ہاں شہادت میں اس زمانے کے لوگوں میں سب سے بڑا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے بھی اسی کے ہم معنی بعض حصے کو روایت کیا ہے۔

اَلْمَسَالِحُ: پہریدار اور جاسوس۔

تشریح ۞ **یخرج الدجال**: حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ دجال پہلے نکل کر ایمان واصلاح کا دعویٰ کرے گا۔ پھر نبوت اور پھر الوہیت کا دعویدار ہوگا جیسا طبرانی روایت میں سلیمان شہاب کہتے ہیں میرے ہاں عبداللہ بن المغنم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت بیان کی: ''**الدجال ليس به خفاء من قبل المشرق فيدعو الى الدين فيتبع ويظهر ولا يزال حتى يقدم الكوفة و يظهر الدين ويعمل به ثم يتبع ويحث على ذلك ثم يدعى انه نبى فيفزع من ذلك كل ذى لب ويفارقه فيمكث بعد ذلك ثم يقول انا اله فيغشى عينه وتقطع اذنه ويكتب بين عينيه كافر فلا يخفى ذلك على مسلم فيفارقه كل احد من الخلق فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان**'' (اس روایت کی سند کمزور اور اس کی باتوں میں صحیح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے غرابت ہے فتدبر۔ مترجم)

قِبَله رجل من المسلمين: نووی کہتے ہیں کہ ابو اسحاق راوی نے رجل سے خضر مراد لیا ہے اور ابو سفیان راوی کا بھی یہی قول ہے۔ یہی بہتر قول ہے۔

هذا الذى خرج: اس سے تحقیر کی طرف اشارہ ہے۔ وہ سوال کرنے والے دجال کے پیادے ہوں گے۔ وہ کہیں گے کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا وہ جواب دے گا۔

ما بربنا خفاء: ہمارے رب کے اوصاف عالیہ میں خفاء نہیں۔ دجال کا منظر اس کے جھوٹ کی علامت ہے۔ کبھی **فيقولون** اور کبھی **فيقول** کی تعبیرات ثقل تکرار کے ازالہ کیلئے ہے اور اس طرف اشارہ بھی ہے کہ بعض کہیں گے تو دوسرے اس کی بات پر چلیں گے۔ ایسی بات کی نسبت تمام کی طرف درست ہے۔ نہا کم ربکم اس سے مراد دجال ہے۔

فينطلقون به الى الدجال: وہ دجال کے پاس لائیں گے جب مؤمن اسے دیکھے گا۔ اور اس کی نگاہ اس پر پڑے گی تو مؤمن اس کو دیکھتے ہی کہے گا یہ تو وہی دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی۔

فيشبح فيقول خذوه وشجوه: اس کو پیٹ کے بل لٹا دیا جائے گا۔ دجال اسے پکڑ کر سر پر زخم کا حکم دے گا۔ شجہ یہ (۱)

شجت السفینة البحر سے لیا گیا جب کشتی سمندر میں چل کر اس کے پانی کو پھاڑ لے۔(المصباح)۔(۲) یہ تشیح اور شق دونوں کا اکٹھا نام ہے۔(۳) یہ شج سے ماخوذ ہے۔نووی کہتے ہیں۔ہمارے ہاں اول صحیح ہے۔اور حمیری اور قاضی سے دوسری کو صحیح کہا ہے۔

فیوسع ظهره و بطنه ضربا: اس کی پشت و پیٹ دونوں پر ضربات لگائی جائیں گی اور ایمان کی دعوت دی جائے گی۔تو وہ تکلیف پر صبر کرتے ہوئے کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔یہ دجال ہی کے معنی میں لیا گیا ہے۔

فیؤشر بالمنشار: ہمزہ کو واؤ سے بدلنا بھی جائز ہے۔اس کے سر پر آرا رکھ کر چیر دیا جائے گا۔پھر دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا تا کہ فتنہ زیادہ نہ کر سکے۔مفرقه: مانگ، سر کا درمیانہ حصہ۔حتی یفرق: یہ غایت فعل ہے۔

فیستوی قائما: فتنے میں اضافے کیلئے وہ دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔پھر اس کو قم سے زندہ کرے گا تو وہ سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔

بصیرة: اس کا معنی استبصار اور معرفت ہے کہ مجھے مزید واضح ہو گیا کہ تو دجال ہے۔

انه لا یفعل بعد باحدٍ: مؤمن کہے گا یہ میرے بعد کسی کے ساتھ یہ نہ کر سکے گا۔کہ اسے قتل کر کے زندہ کرے۔اب دجال اسی کو ذبح کرنے کی کوشش کرے گا۔

رقبته الی ترقوته: ترقوق: ذبح کرنے کی جگہ دو کندھوں کی جانب تک گردن کا حصہ۔بعض نے کہا یہ صرف اس میں ہوتا ہے۔الٰی یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔(۲) کلام میں مضاف مقدر ہے ای آخر رقبته: یہ بہتر ہے۔نحاسا: حقیقت میں تانبا بنا دیا جائے یا تانبے کی نہ کٹنے والی کھال کر دی جائے۔مجازاً اس کو تانبا کہہ دیا۔مراد ذبح کی قدرت نہ پانا ہے۔

فلا یستطیع الوصول الیه: مراد اسے قتل نہ کر سکے گا۔ایک نسخے میں الیه سبیلاً کے لفظ ہیں۔یعنی قتل کی صورت نہ بن پڑے گی۔

فیاخذ بیدیه و جلیه: یہ با تاکید کیلئے لائی گئی جیسے اس ارشاد میں: ﴿ولا تلقوا بأیدیکم الی التهلکة﴾ [البقره: ۱۹۵]

قذف: پھینکنے کے معنی میں ہے۔

فیحسب الناس: لوگوں کے خیال میں اسے آگ میں ڈالا گیا۔مگر وہ جنت میں ڈالا گیا ہے۔کیونکہ دجال کی آگ مؤمن کی جنت ہے۔

اعظم الناس شهادة: کیونکہ اس نے ظالم کے سامنے حق کہا اور بقول بعض وہ خضر ہیں یہ ان کی موت کا وقت ہے۔وہ دنیا ختم ہونے تک کیا رہتے وہ عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات بھی نہ کر سکیں گے۔

روایات کا فرق: بخاری میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔اس میں: ''فیخرج الیه یومئذ رجل وهو خیر الناس او من خیار الناس فیقول: اشهد انك الدجال الذی حدثنا رسول اللّٰه ﷺ حدیثه فیقول أرأیتم ان قتلت هذا ثم احییتهٗ هل تشکون فی الامر؟ فیقولون لا ، فیقتلهٗ ثم یحییه فیقول و اللّٰه ما کنت فیك اشد بصیرة من الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه:'' (بظاہر اً بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی امت کا آدمی ہوگا

نہ کہ خضر علیہ السلام۔مترجم)

مسالح جمع مسلحة: ہتھیاروالے۔اس سے یہاں جاسوس مراد ہے۔اصل اسلحہ خانہ مراد ہے پھر سرحد کیلئے استعمال ہوا پھر پہرہ داروں کیلئے جو سرحد کے محافظ ہوتے ہیں یہ استعمال کیا جانے لگا۔

تخریج: أخرجه أحمد (۱۱۳۱۸/٤) والبخاری (۱۸۸۲) والبزار (۳۳۹٤) وعبد الرزاق (۲۰۸۲٤) وابن حبان (٦۸۰۱) وأخرجه أبو یعلی (٤۷-۱) والبزار (۳۳۹٤)

الفرائد: (۱) فتنے کے وقت دین پر جم جانے والا عظیم اجر کا حقدار ہے۔(۲) اس امت اور اس کے اعمال کی فضیلت۔(۳) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس قدر مشقت اٹھائیں گے اتنا اجر زیادہ پائیں گے۔(۴) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف سے مدافعت فرماتے ہیں۔

۱۸۱۸ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : مَا سَاَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَاَلْتُهُ ، وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ : "مَا يَضُرُّكَ" قُلْتُ : اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ : اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهْرَ مَآءٍ ، قَالَ : "هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۱۸: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دجّال کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے جتنا میں نے پوچھا اتنا اور کسی نے نہیں پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا' وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ایمان کو بچالینا ان کے ہاں اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **ما يضرك**: وہ تمہیں تکلیف نہ دے سکے گا۔

انهم: یہ **خشية** سے متعلق ہے جو کہ محذوف ہے۔

معه جبل خبز: مسلم کی روایت میں ''**جبال من خبز ولحم ونهر من ماءٍ**'' کے الفاظ ہیں۔دوسری روایت میں ''**انه معه الطعام والانهار**'' ایک روایت میں ''**ان معه الطعام والشراب**'' ہے۔

هو أهون على الله من ذلك: عیاض کہتے ہیں وہ اس سے کم تر ہے کہ جو کچھ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ ایمان والوں کیلئے گمراہی کا باعث ہو اور یقین والوں کیلئے شک کا باعث ہو۔ بلکہ وہ اس لئے تھے تا کہ ایمان والوں کا ایمان بڑھ جائے اور جن کے دلوں میں شک والی بیماری ہے۔ وہ شدید شک میں مبتلا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ان میں سے کوئی چیز ہوگی۔ بلکہ مراد یہ ہے وہ اس سے حقیر تر ہے۔ کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اپنی صداقت کی نشانی بنا سکے۔ خاص طور پر جبکہ اس میں کذب کی نشانیاں کھلے طور پر موجود ہوں اور اس کو پڑھنے والے پڑھ لیں گے اور نہ پڑھنے والے نہ پڑھ سکیں گے۔ اس کے نقائص اور باتیں اس کے کذب کی مزید شہادتیں ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ان کی تاویل اس لئے اس طرح کی گئی کہ اس کے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی۔
ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: وہ اس سے کمتر ہے کہ ان چیزوں کو حقیقت میں اس طرح بنائے بلکہ وہ صرف تخیل جو آنکھوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ مؤمن ثابت قدم رہے گا اور کافر پھسل جائے گا۔ ابن حبان کا بھی یہی قول ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (٦/١٨٢٣٠) والبخاري (٧١٢٢) ومسلم (٢١٥٢) وابن ماجه (٤٠٧٣) والطبراني (٢٠/٩٥٠)

الفرائد: (۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں دجال کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس کا فتنہ ایمان والوں کو باذن اللہ ضرر نہ دے سکے گا۔
(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شر سے متعلق سوال کیا تاکہ اس میں ابتلاء سے بچنے کیلئے کوشش کی جائے۔

۱۸۱۹: وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلاَّ وَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ "ك ف ر" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۱۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی امت کو جھوٹے کانے سے نہ ڈرایا ہو۔ خبردار بے شک وہ کانا ہے اور بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں اور اس کی آنکھوں کے درمیان ک'ف'ر لکھا ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: انذر قومه الاعور الكذاب: ایک نسخے میں قوم کی بجائے امتہ کے الفاظ ہیں۔ ڈرانے کی وجہ یہ ہے تاکہ ان کو اس کے خروج کا علم ہو جائے اور اس کے فتنے کی شدت کو معلوم کر لیں اور انبیاء علیہم السلام نے خیال فرمایا کہ ان کی امتیں اس کے فتنے کو پائیں گی۔
الا انه اعور: یہ کلمہ تنبیہ ہے اور اعور ہونے کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ اس علامت کو ہر عالم و عامی محسوس کرتا ہے۔ جن کو عقلی دلائل کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتی اور وہ اس کے ساتھ ربوبیت کا دعویدار ہوگا۔ جو اپنی خلقت میں ہی کامل نہیں تو رب کیا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات نقص و عیب سے پاک ہے۔ حدوث کی دیگر علامات ظاہر ہونے کے باوجود اس علامت کو ذکر کیا تاکہ مشاہداتی طور پر اس کا کاذب ہونا معلوم ہو جائے۔
مکتوب بین عینیه ك۔ف۔ر: یہ مسلم کی روایت ہے۔ بخاری کی روایت "وان بین عینیه مکتوباً کافر"۔ حافظ کہتے ہیں یہ مکتوباً جمہور کے ہاں منصوب ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ یہ اِنّ کا اسم یا حال ہے۔ اور رفع کی صورت میں ان کا اسم محذوف مانیں گے اور بعد والا جملہ مبتداء خبر کی جگہ ہوگا۔ اسم محذوف ضمیر شان کہلائے گی یا دجال کی طرف راجع ہوگی۔
ابن عربی کا قول: ك۔ف۔ر۔ اس طرح لکھنا اشارہ ہے کہ یہ فعل و فاعل ہے۔ جس کا مصدر الکفر ہے۔ یہ بلا الف لکھا جاتا ہے۔ مصحف کے رسم الخط میں اسی طرح ہے۔ اہل خط وضاحت کیلئے فاعل میں الف زائد کرتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت ''یقرؤہ کل مسلم''۔ اور دوسری میں ''کل من کرہ عملہ'' اور ایک روایت میں ''یقرؤہ کل مومن کاتب وغیر کاتب''۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یقرؤہ کل مؤمن: یہ حقیقت کی خبر ہے۔ کیونکہ آنکھ میں اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتے ہیں ادراک پیدا کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں یہ مؤمن اس کو بلا بصر بھی دیکھے گا خواہ وہ خط نہ جانتا ہو اور کافر اس کو نہ دیکھیں گے۔ خواہ خط کو جانتا ہو۔ جیسا کہ مؤمن دلائل کو دیکھتا ہے اور کافر نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ مؤمن کیلئے بغیر تعلیم کے ادراک پیدا کر دیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں عادات بدل جائیں گی۔

۲) ''یقروہ من کرہ عملہ'' کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اس سے ہر مؤمن مراد لیا جائے۔ اور خاص طور پر وہ جن کا ایمان قوی ہوگا۔

نووی کا قول: محققین کا قول اصل ہے۔ یہ مذکورہ کتابت حقیقت ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے جھوٹ کی قطعی علامت بنایا ہے۔ عیاض کا اس کو مجاز کہنا ضعیف ہے۔ کیونکہ یقرو کل مؤمن سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں کتابت نہ ہو بلکہ غیر تعلیم یافتہ میں ادراک پیدا کر دیا جائے گا اور وہ اس کو پڑھ لے گا خواہ وہ پہلے نہ جانتا ہو اور اس میں لطیف راز یہ ہے کہ جس طرح کانے ہونے کو ہر ایک دیکھے گا۔ اسی طرح ہر پڑھے ان پڑھ کا پڑھ لینا اسی قبیل سے ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٢٧٧٠) والبخاری (٧١٣١) ومسلم (٢٩٤٣) وأبو داود (٤٣١٦) والترمذی (٢٢٥٢) وابن حبان (٦٧٩٤) وأبو یعلی (١٦ : ٣)

الفرائد : (۱) دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۔ اس کے ماتھے پر ك۔ف۔ر لکھا ہے۔ ہر مؤمن ان پڑھ، پڑھا ہوا پڑھ لے گا۔ یہ محض رحمت رب العالمین ہے۔

۱۸۲۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ :اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ یَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ'' مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۲۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم کو وہ بات دجال کے بارے میں نہ بتاؤں، جو کسی پیغمبر نے اپنی امت کو نہیں بتائی؟ بلاشبہ وہ کانا ہے اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ جیسی چیز ہوگی پس جس کو وہ جنت کہے گا وہ آگ ہوگی''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : حدیثا عن الدجال: یعنی اس کے جھوٹ کی علامات۔

ما حدث به قومه: ہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار اپنی قوم کو اس کے متعلق یہ تھا کہ وہ کانا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر دلالت کی وجہ سے ان باتوں پر اکتفاء کیا۔ بخاری نے رمی روایت کی طرف اس طرح اشارہ ''فیه آخر باب ذکر الدجال فیه

ابو ھریرہ''۔ابن عباس رضی اللہ عنہما حافظ کہتے ہیں ممکن ہے اسی کی طرف بخاری نے اشارہ کیا ہو۔(فتح الباری)

تخریج : أخرجه البخاری (۳۳۳۸) ومسلم (۲۹۳۶)

الفرائد : (۱) دجال کا نشان بتلا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق خبردار کیا تا کہ اس کے فتنہ میں نہ آ جائیں۔(۲) اس کی جنت میں جانے والا جہنمی اور اسکی دوزخ میں جانے والا جنتی ہوگا۔

۱۸۲۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانِيِ النَّاسِ فَقَالَ "اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا لوگوں کے درمیان تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔خبردار مسیح دجّال دائیں آنکھ سے کانا ہے اس کی آنکھ گویا اُبھرنے والا انگور ہے''۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ظهراني الناس: ظرف لغو کا تعلق ذکر سے ہے۔ظہرانی ۔ یہ تثنیہ ہے۔ظہور میں اضافہ اور عدم اخفاء کو بتلانے کیلئے اس کو لائے ۔ فتح الباری میں ہے۔الف،نون نداء کیلئے بڑھایا گیا اس کا اصل معنی ''ظهرا منه قدامه وظهرا خلفه فكأنهم خفراء من جانبيه'' پھر اس کو لوگوں میں اقامت کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔اسی لئے بعض نے اس لفظ کو زائد خیال کیا۔ كأن عينه عنبة طافية: اس میں محسنات ہیں جیسا اس روایت میں: ''ارفع ازارك فانه اتقى وانقى وابقى'' طافیہ وہ آنکھ جس کی روشنی چلی جائے۔عیاض کہتے ہیں جمہور نے بلا ہمزہ نقل کیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آنکھ انگور کے دانے کی طرح دوسری آنکھ سے ابھری ہوئی ہوگی۔

بعض نے ہمزہ سے بھی نقل کیا مگر بہتر بلا ہمزہ ہے۔کیونکہ دوسری روایت میں وارد ہے: ''انه ممسوح العين مطموسة وليس حجرًا ولا يابسة'' اور یہ چیز انگور کے دانے میں پائی جاتی ہے۔جبکہ اس کا پانی جاتا رہے اور اس سے ہمزہ والی روایت درست ثابت ہوتی ہے۔

حافظ کہتے ہیں ان دونوں کو قاضی نے اس طرح جمع کیا۔کہ دونوں درست ہیں کہ وہ آنکھ مٹی ہوئی اور کانی ابھرنے والی ہو کیونکہ ممسوحہ کا یہی معنی ہے۔

اور ھمزہ کے ساتھ اس کا معنی وہ آنکھ جس کی روشنی جا چکی ہو۔اور وہ دائیں آنکھ ہے۔جیسا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ''وتكون الجاحظه التي كانها كوكب او كانها نخاعة فی حائط'' وہ ابھرنے والی جیسے ستارہ یا وہ اس طرح جیسے دیوار پر رینٹھ لگی ہو۔''الطافيه کا لفظ بلا ہمزہ ہو تو وہ بائیں آنکھ ہے۔جیسا کہ ایک اور روایت میں وارد ہے۔اس کے مطابق وہ کانی آنکھ والا ہے کیونکہ اعوَر۔ہر چیز میں عیب دار کو کہا جاتا ہے۔دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہیں ایک میں روشنی نہیں اور

دوسری ابھری ہوئی ہے۔نووی کہتے ہیں انتہائی قبیح ہے۔

حافظ کہتے ہیں۔ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔کہ طافیہ بلا ہمزہ ہی درست ہے۔سائب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کو الیُمنٰی: (دائیں) سے مقید کیا گیا اور عبداللہ بن مغفل وسمرہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہم کی روایت میں تصریح کی کہ اس کی بائیں آنکھ ممسوحہ ہے اور طافیہ وہی ہے جو ابھرنے والی اور غیر ممسوحہ ہے۔ان لوگوں پر تعجب ہے جو طافیہ میں ہمزہ کو درست مانتے ہیں۔حالانکہ جب ہمزہ نہ ہو تو معنی اس کے بالکل متضاد ہے۔تو ایک روایت میں دو متضاد معانی پائے گئے۔اگر یہ دو روایتوں میں ہوتا تو معاملہ آسان تھا۔(فتح الباری) یہ مسلم کے لفظ ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاري (٣٠٥٧) ومسلم (١٦٩)

الفرائد : اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دجال کی تصریح نہیں کی حالانکہ اس کے فتنے کی بڑائی اور شر کا تذکرہ احادیث میں کثرت سے موجود ہے۔اور انبیاء علیہم السلام نے اپنی اقوام کو خبردار کیا، نماز میں اس کے فتنے سے استعاذے کا حکم دیا۔

جواب :(۱) قرآن مجید میں اجمالاً اس کا تذکرہ موجود ہے ارشاد فرمایا: ﴿يوم يأتي بعض آيات ربك﴾ [الأنعام :١٥٨] ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی: **"ثلاث اذا خرجن لم ينفع نفسًا ايمانها لم تكن آمنت من قبل الدجال والدابه وطلوع الشمس من مغربها"**۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن میں فرمایا اور وہی اس کو قتل کریں گے۔تو ضدین میں سے ایک کا تذکرہ کافی سمجھا گیا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب حقیقی المسیح ہے اور دجال مسیح ضلالت ہے۔

(۳) تحقیر کیلئے اس کا تذکرہ چھوڑ دیا۔اور یاجوج ماجوج کا تذکرہ کر دیا۔وہ فتنہ دجال سے کچھ کم نہ ہوگا۔جو کہ ان سے ذرا پہلے ہوگا۔

(۴) بلقینیؒ کہتے ہیں۔قرآن میں جتنے مفسدین کا تذکرہ ہوا۔تو گویا اس کا تذکرہ ان میں آ گیا۔ان مفسدین کا سلسلہ تو ختم ہوا۔باقی آئندہ زمانے کے کسی مفسد کا تذکرہ نہیں فرمایا۔مگر یاجوج ماجوج سے یہ جواب کمزور ہو جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا تذکرہ سابقہ مفسدین میں سورہ کہف میں موجود ہے۔لغوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا قرآن مجید کی اس آیت میں دجال کا تذکرہ موجود ہے: ﴿لخلق السمٰوٰت والارض اكبر من خلق الناس﴾ یہاں الناس سے دجال مراد ہے اور کل کا اطلاق بعض پر کر دیا گیا۔اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو سب سے بہتر جواب والعلم عند اللہ۔ (فتح الباری)

دجال کے فتنہ سے خبردار کیا گیا۔اور اس کی علامت ناقص الخلقت ہونا بتلا دی تا کہ ہر ایک سمجھ جائے۔اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

۱۸۲۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى

يُقَاتِلُ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرُ فَيَقُوْلُ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ : يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ تَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۲۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں گے۔ یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپ جائیں گے تو پتھر اور درخت مسلمان کو کہے گا یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ آ اور اس کو قتل کر دے۔ سوائے غرقہ نالی درخت کے کہ یہ یہودیوں کا درخت ہے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **یختبئ الیھودی:** یہاں تک کہ یہود مسلمانوں سے بچنے کیلئے پتھروں کے پیچھے چھپیں گے۔ تو شجر و حجر زبان حال سے اس کی اطلاع دیں گے۔ **الغرقد:** یہ وہ درخت ہے جس کی طرف مدینہ کا بقیع قبرستان منسوب ہے۔ یہ یہود کا درخت ہے۔ یہ بیت المقدس کے علاوہ میں معروف کانٹے دار درخت ہے اور وہیں دجال اور یہود کا قتل ہوگا۔ ابوحنیفہ دینوری کی تحقیق یہ ہے کہ عوسجہ کا پودا جب بڑا ہو جائے تو اس کو غرقد کہتے ہیں۔

تخریج : أخرجه البخاری (۲۹۲۶) ومسلم (۲۹۲۲)

الفرائد : (۱) پتھر اور درخت کا کلام کچھ تعجب انگیز نہیں، مالک جس کو چاہے بلائے۔ (۲) اسلام قیامت تک رہے گا۔ (۳) تقاتلکم: اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے پیروکاروں کی حقانیت کا نکتہ نکلتا ہے۔

۱۸۲۳ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِالْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ : يَالَيْتَنِيْ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ ، مَا بِهٖ اِلَّا الْبَلَاءُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

۱۸۲۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی کا گذر قبر کے پاس سے ہوگا تو وہ آدمی اس قبر پر لوٹ پوٹ ہو کر کہے گا۔ کاش کہ میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور یہ بات دین کی حفاظت کی غرض سے نہیں ہوگی بلکہ اس کا سبب دنیا کی مصیبت ہوگی"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **نفسی بیدہ:** جس کی قدرت میں میری جان ہے۔

لا تمر: جانا۔ ختم ہونا۔

فیتمرغ علیہ: دنیا کی تکالیف سے اس پر لوٹ پوٹ ہوگا۔

یا لیتنی: یہ اس طرح تھا یا قوم لیتنی: اس وجہ سے میت کو دنیا کی مشقتوں سے راحت مل جاتی ہے۔ (اگر وہ نیک ہے)۔

لیس به الدین: موت کی تمنا کسی دینی وجہ سے نہ ہوگی یا دینی فعل کی وجہ سے نہ ہوگی۔
الا البلاء: اس کا سبب پے در پے مشقتوں اور مصائب دنیا کا نزول ہوگا۔ بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: ''لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل فیقول۔ لیتنی مکانہٗ''۔
تخریج : أخرجه مالك (۵۷۰) وأحمد (۳/۷۲۳۱) والبخاری (۷۱۱۵) ومسلم (۲۲۳۱/٤) وابن ماجه (٤۰۳۷) وابن حبان (٦۷۰۷)
الفرائد : امت کے امتحانات وفتن کی خبر دی یہ معجزہ نبوت ہے۔ فتنوں سے گھبرا کر لوگ موت کے طالب ہوں گے مگر موت نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

۱۸۲۴ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ - فَيَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ :لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَنْجُوْا '' وَفِيْ رِوَايَةٍ :يُوْشِكُ اَنْ يَّحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہو اس پر لڑائی ہوگی اور ہر سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہتا ہوگا شاید کہ میں نجات پاؤں'' اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ''قریب ہے کہ فرات سے سونے کا ایک بڑا خزانہ ظاہر ہو جو آدمی اس وقت موجود ہو اس میں سے ذرّہ بھر بھی نہ لے''۔

(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **یحسر الفرات**: پانی کے چلے جانے سے زمین ظاہر ہو جائے گی۔ اس سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ جس پر لڑائی سے سو (۱۰۰) لڑنے والوں میں سے ۹۹ قتل ہو جائیں گے۔ ہر ایک امیدوار ہوگا کہ وہ زندہ رہے۔ **لعلّی ان اکونی أن أنجو**: مصدر کو اسم ذات پر زید عدل کی طرح محمول کیا گیا ہے۔ ''میں نجات والا بن جاؤں''۔
ایک روایت میں یوشك اور کنز من ذھب'' کے الفاظ وارد ہیں۔
فمن حضرہ: ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ سو میں سے ۹۹ قتل والی لڑائی کے بغیر یہ حل نہ ہوگا اور یہ بھی اس تعداد میں قتل ہو جائے گا۔ سلامتی علیحدگی میں ہے۔
تخریج : أخرجه أحمد (۳/۷۵۵۷) والبخاری (۷۱۱۹) ومسلم (۲۸۹٤) وأبو داود (٤۳۱۳) والترمذی (۲۵٦۹) وابن ماجه (٤۰٤٦) وعبد الرزاق (۲۰۸۰٤) وابن حبان (٦٦۹۱)
الفرائد : (۱) دریائے فرات میں سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ (۲) اس میں امت کے نصیحت فرمائی کہ وہ اس سونے کے

قریب تک نہ جائیں۔

۱۸۲۵ : وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ، وَاٰخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا دُحُوْشًا ، حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۵: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: ''لوگ مدینہ کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور وہاں عوافی کا مسکن بن جائے گا۔ عوافی سے مراد درندے اور پرندے ہیں۔ آخری وہ آدمی جن پر قیامت قائم ہوگی وہ مزینہ قبیلے کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینہ کی طرف رخ کئے اپنی بکریوں کو ہانک کر لا رہے ہوں گے کہ اسے وحشیوں کا مسکن پا کر واپس لوٹیں گے۔ وہ چلتے ہوئے ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یترکون المدینۃ: مدینہ منورہ کو تمام خوبیوں کے باوجود لوگ چھوڑ دیں گے۔ العوافی۔ عفوته، کہتے جب کسی سے خیرات لینے آئیں۔ اس سے مراد درندے پرندے ہیں۔ یہ واقعہ آخری زمانہ میں پیش آئے گا۔

راعیان من مزینۃ: نووی کہتے ہیں یہ سب سے آخر میں حشر کیے جانے والے ہیں۔ جیسا روایت بخاری سے ثابت ہے۔ یریدان کلغنی: قصد کرنے والے ہوں گے۔ ینعقان: یعنی ہانکنے والے ہوں گے۔ فیجدانها وحوشا: وہ مدینہ منورہ کو اس حال میں پائیں گے کہ اس کے ساکنین جا چکے ہوں گے اور وحشی درندے رہائش پذیر ہوں گے۔ مسلم میں وحشا مفرد ہے۔ قاضی کہتے ہیں مآ کی ضمیر کا مرجع غنم ہے۔ معنی یہ ہے۔ اس کی بکریاں وحشی جانور بن جائیں گی یا ڈر جائیں گی یا ان کی آوازوں سے ڈر جائیں گی۔ مگر قاضی نے اس معنی کو نووی کی طرح غلط قرار دیا اور ضمیر کا مرجع مدینہ کو ہی قرار دیا۔

ثنیۃ الوداع خرا علی وجوھھما: ثنیۃ الوداع وہ پہاڑی راستہ ہے جہاں لوگ مسافر کو الوداع کرنے نکلتے ہیں۔ یہ بات پیش آئے گی۔ مگر قاضی عیاض کہتے ہیں یہ پہلے پیش آ چکا یہ معجزات نبوت سے ہے۔ مدینہ منورہ اس وقت بہترین حالت میں تھا جب یہاں دار الخلافت تھا۔ پھر وہ عراق و شام منتقل ہوا اس وقت مدینہ منورہ میں علماء کی کثرت اور عمارات اور کھیتوں کی وجہ سے دنیاوی حالات بھی شاندار تھے۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ بعض فتنے مدینہ منورہ میں ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے مدینہ والے خوف کی وجہ سے کوچ کر گئے اور پھل درندوں پرندوں کی خوراک بنے۔ کچھ عرصہ خالی رہنے کے بعد پھر لوگ لوٹ آئے اور آجکل حالات بھی اس کے قریب قریب ہیں۔ اطراف بے آباد ہیں۔ (مگر الحمد للہ اس وقت مدینہ منورہ کے حالات بہت خوب ہیں علمی مراکز اور آبادی، باغات کے لحاظ سے خوب رونق ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اسے ہرا بھرا رکھے۔ آمین۔

(مترجم ۱۴۲۷ھ)

تخریج: أخرجه مالك (١٦٤٣) وأحمد (٣/٧١٩٦) والبخاری (١٨٧٤) ومسلم (١٣٨٩) وابن حبان (٦٧٧٢)

الفرائد : (۱) آخری زمانہ میں مدینہ کے احوال ذکر فرمائے۔ (۲) لوگ خوف سے شہر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ جائیں گے۔ (۳) تمام اہل زمین میں سب سے آخر میں مرنے والے دو چرواہے ہوں گے۔ یہ معجزہ نبوت ہے۔

۱۸۲۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "یَکُوْنُ خَلِیْفَةٌ مِّنْ خُلَفَآئِکُمْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَحْثُو الْمَالَ وَلَا یَعُدُّہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۲۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایک خلیفہ تمہاری طرف آخری زمانے میں ہوگا جو مال اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کے دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **یحثو المال**: ابن خیاط محدث یمن کہتے ہیں کہ میرے ہاں اس سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کی ذمہ داری ہی کو اتار پھینکا۔ یہ خلافت نبوت کے تیسرے خلیفہ ہیں واللہ اعلم۔

تخریج : أخرجه مسلم (٢٩١٣)

الفرائد : (۱) اس روایت میں دین کے غلبہ کی بشارت ہے۔ خیر وعدل کے عام ہونے کی خوشخبری ہے۔

۱۸۲۷ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَطُوْفُ الرَّجُلُ فِیْہِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّھَبِ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَاْخُذُھَا مِنْہُ ' وَیُرَی الرَّجُلُ الْوَاحِدُ یَتْبَعُہٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً یَلُذْنَ بِہٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَکَثْرَةِ النِّسَآءِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۲۷: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں آدمی سونے کے مال کا صدقہ لے کر چکر لگاتا پھرے گا مگر کوئی اسے قبول کرنے والا نہیں ہوگا اور ایک آدمی دیکھا جائے گا کہ چالیس چالیس عورتیں اس کی پناہ میں اس کے پیچھے ہوں گی اور اس کا سبب آدمیوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت ہوگی"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **فلا یجد أحدًا یأخذھا منه**: کیونکہ مال کثرت سے ہوگا۔

تری الرجل الواحد: اے مخاطب تم دیکھو گے۔ الرجل کے ساتھ صفت ذکر کی تا کہ جنس کا اطلاق نہ سمجھا جائے اور ایک ہی مراد لیا جائے۔

أربعون أمراة: لڑائیوں میں مردوں کے مرجانے یا اولاد میں مؤنث کی کثرت کی وجہ سے ایک آدمی ان کا ذمہ دار ہوگا۔

تخریج : أخرجه البخاری (۱٤۱٤) ومسلم (۱۰۱۲) وابن حبان (٦٧٦٩)

الفرائد : (ا) ایک وقت آنے والا ہے جب مال کی کثرت سے کوئی محتاج نہ ملے گا۔(ل) ایک وجہ تو لڑائیوں میں مردوں کا کثرت سے قتل ہونا جس سے عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔(ب) عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی جیسا اس وقت پوری دنیا کی یہی کیفیت ہے۔

۱۸۲۸ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :"اشْتَرٰی رَجُلٌ مِّنْ رَجُلٍ عَقَارًا فَوَجَدَ الَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِیْهَا ذَهَبٌ ' فَقَالَ لَهُ الَّذِیْ اشْتَرَی الْعَقَارَ: خُذْ ذَهَبَكَ اِنَّمَا اشْتَرَیْتُ مِنْكَ الْاَرْضَ وَلَمْ اَشْتَرِیْتُ الذَّهَبَ ' وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ :اِنَّمَا بِعْتُكَ الْاَرْضَ وَمَا فِیْهَا ' فَتَحَاكَمَا اِلٰی رَجُلٍ ' فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاكَمَا اِلَیْهِ: اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا لِیْ غُلَامٌ ' وَقَالَ الْاٰخَرُ :لِیْ جَارِیَةٌ قَالَ : اَنْكِحَا الْغُلَامَ الْجَارِیَةَ وَاَنْفِقَا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ فَتَصَدَّقَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

۱۸۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نے دوسرے سے زمین خریدی۔ زمین کے خریدار نے اس زمین میں سے ایک گھڑا پایا جس میں سونا (بھرا ہوا) تھا۔ پس اُس نے اِس شخص کو کہا جس سے زمین خریدی تھی تو اپنا سونا لے لے۔ بے شک میں نے تجھ سے زمین خریدی تھی سونا نہیں۔ زمین کے مالک نے کہا میں نے تجھے زمین سب کچھ سمیت بیچی۔ دونوں نے ایک آدمی کو فیصل بنایا۔ اس شخص نے جس کو فیصل بنایا گیا ان سے کہا کہ تمہاری اولاد ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ اس فیصلہ کرنے والے نے کہا کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کر دو اور ان دونوں پر اس سونے کو خرچ کر دو۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **من رجل عقاراً**: بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے زمانہ کی بات ہے۔ **عقار** ہر وہ ملک جس کی اصل ثابت ہو مثلاً مکان، باغ، زمین۔ بعض نے سامان مراد لیا ہے۔ **(المصباح)**

فی عقاره جرة: جرة کی جمع جرار ہے جیسے کلاب اور جرہ جر جیسے لمرة وتمر۔

انما شتریت منك: جملہ مستانفہ بطور تعلیل لایا گیا ہے۔ سونا اجزاءِ زمین سے نہیں کہ وہ بیع میں شامل ہو۔

فقال الذی له الارض: یعنی مالک زمین جس نے زمین فروخت کی تھی۔ احمدؒ کی روایت میں "**انما بعتك الارض**" ہے۔ اور مسلم کے اکثر نسخوں میں، **الذی شری الارض** ہے۔ مراد بقول احمد فروخت کرنا ہے۔

انما بعتك الارض وما فیها: شائد بائع نے زمین فروخت کرتے وقت جونیت کی تھی اس کی اطلاع دی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اطلاع دینے پر اس نے یہ کہا ہو۔ مشتری نے اس پر تعرض ناپسند کی یا مشتری نے اس کو شامل نہ سمجھا اور خیال کیا کہ

اسے معلوم نہ ہوسکا بلکہ جیسا زمین کی بیع میں کچے پکے مکان سب شامل ہوتے ہیں۔ حافظؒ نے یہ احتمالات لکھے ہیں اوران کے اختلاف میں محاکمہ کیا ہے کہ ان میں تحالف ہے۔ ظاہری لفظ کے لحاظ سے یہ مبیع کو واپس کردے۔ کہ اس نے اس میں ایک گھڑا پایا۔ لیکن دوسری طرف والے نے گھر آباد کرنے کیلئے زمین خریدی۔ اس میں خزانہ پالیا۔ فروخت کرنے والے نے کہا۔ جبکہ اس کو واپسی کیلئے بلایا۔ میں نے دفن نہیں کیا اور نہ مجھے معلوم ہے۔ پھر دونوں نے قاضی کو کہا۔ اپنے امین بھیج کر اسے اٹھاؤ اور جہاں مناسب ہو خرچ کردو۔ ہماری شریعت میں اس کا حکم (ا) رکاز کا ہے۔ اگر وہ دفینہ جاہلیت ہو۔ (ب) اور اگر دفینہ مسلمین ہو تو لقطہ کا حکم ہے۔ (ج) اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو مال ضائع کا حکم ہوگا۔ بیت المال کی ملکیت ہوگا۔ ممکن ہے ان کی شریعت میں تفصیلات نہ ہوں۔ (فتح الباری)

لی غلام: بیٹے کو بچپن و جوانی میں غلام کہتے ہیں۔ اس کا معنی قوت والا ہونا ہے۔ **و انفقا علی انفسها منه فتصرفا**: بخاری کی عبارت اس طرح ہے: ''**فقال انکحوا الغلام الجارية و انفقوا علی انفسهما منه و تصدقا**''۔

لطیفہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ: پہلے دو صیغے جمع' تیسرے کو تثنیہ اور چوتھے کو تثنیہ لائے۔ اس میں لطیفہ یہ ہے۔ زوجین مجور تھے اوران دونوں کا نکاح بھی ضروری تھا' جو اولیاء کے ساتھ ہو اوران دونوں کے علاوہ دو گواہ بن جائیں۔ اسی طرح خرچے کا معاملہ بھی معاون کا محتاج ہے۔ جیسے وکیل۔ تثنیہ لانا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔ زوجین اس کیلئے مخصوص ہونگے۔ صدقہ کرنے کو تثنیہ لانا۔ وہ اس طرف اشارہ کرنے ہے کہ وہ بذات خود اپنے ہاتھوں سے صدقہ کریں جو واسطے کے بغیر ہو کیونکہ افضل یہی ہے اور یہ تو تبرع ہے جو عقل مند کے علاوہ نہیں کرسکتا۔ خصوصاً جس کی ملک نہ ہو۔ مسلم کی روایت میں ہے۔ اپنی ذات پر خرچ کرو۔ مگر پہلا قول بہتر ہے۔

تخریج: أخرجه أحمد (۳/۸۱۹۸) والبخاری (۴۳۷۲) ومسلم (۱۷۲۱) وابن ماجه (۲۵۱۱) وابن حبان (۷۲۰)

الفوائد: (۱) ان دونوں آدمیوں کی کمال امانت دیانت وتقویٰ، زہد ظاہر ہوتا ہے۔ (۲) جزاء جنس عمل سے ملے گی۔ (۳) قاضی کو فریقین میں اصلاح صلح و درستگی کرانی چاہیے۔

۱۸۲۹: وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكَ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكَ ' فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوٗدَ ا ' فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى ' فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ ا فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَا تَفْعَلْ ' رَحِمَكَ اللّٰهُ ' هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى: مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۲۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''دو عورتیں تھیں جن

کے ساتھ ان کے بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا اور ایک کے بیٹے کو لے گیا۔ ایک نے ان میں سے دوسری کو کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دوسری نے کہا وہ تمہارا بیٹا لے گیا۔ دونوں نے فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس بچے کا فیصلہ بڑی کے حق میں کر دیا۔ وہ دونوں نکل کر سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں اور اس کی انہیں اطلاع دی تو اس پر انہوں نے کہا۔ میرے پاس چاقو لے آؤ۔ میں اس کو دونوں کے درمیان دو ٹکڑے کر دیتا ہوں ۔چھوٹی کہنے لگی' اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلا کرے ایسا مت کریں وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پس سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے لئے اس کا فیصلہ کر دیا''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ کانت امر أتان: یہ زمانہ بنی اسرائیل کی بات ہے۔

معهما ابناهما: یہ جملہ خبر کی جگہ ہے۔ (۲) ظرف خبر ہے۔ تثنیہ اس کا فاعل ہے کیونکہ مخبر عنہ پر اس کا اعتماد ہے۔ ان عماروتوں کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

فقالت: جس کا بیٹا لے گیا تھا۔ **فتحا کما**: بخاری کی روایت میں ''فاختصما'' ہے۔

فقضٰی به للکبری: قرطبی کہتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ اس سبب کی وجہ سے تھا جو ان کے ہاں ترجیح کا پایا گیا کیونکہ دلیل تو کسی کے پاس نہ تھی۔ حدیث میں اختصار دلیل کو معین نہیں کیا گیا۔ اگر چہ اس سے عدم وقوع ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ اس طرح کہہ سکتے ہیں۔ وہ بچہ بڑی کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے چھوٹی اپنی دلیل قائم کرنے سے عاجز رہی۔ یہ تاویل شرعی قواعد کے مطابق ہے۔ سیاق اس کے خلاف نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کو نہیں توڑا البتہ حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے انہوں نے ایک طریقہ اختیار کیا۔ شاید جب بڑی نے سلیمان علیہ السلام کو کوشش دیکھی تو اس نے حق کا اعتراف کر کے اقرار کر لیا ہو اور اسی کے مطابق سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی منکر نے اس کی نفی پر جو اس کے خلاف دعویٰ تھا' قسم اٹھالی تو اس کو بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔ پھر ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ جس سے وہ اقرار کرے کہ محلوف علیہ اس کے ہاں تھا۔ اب یہ شخص اپنے اقرار سے پکڑا گیا۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے سابقہ حکم کو توڑا ہے۔

فقال ائتونی بالسکین: بات کی حقیقت تک پہنچنے کیلئے یہ بات فرمائی۔ سکین کو سکین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مذبوح کی حرکت میں سکون آجاتا ہے۔

فقالت الصغری لا تفعل: چھوٹی کی گھبراہٹ شفقت کی دلیل تھی اور بڑی میں یہ چیز نہ تھی۔ دیگر قرائن بھی چھوٹی کی سچائی پر دلالت کر رہے تھے۔

فقضٰی به للصغری: اس میں وہ احتمال بھی ہے جو قرطبی نے نقل کیا کہ بڑی نے اقرار کر لیا ہو۔ (۲) اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کی ذمہ داری لگائی گئی ہو کہ وہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کریں۔ ابن جوزی کہتے ہیں جب سلیمان علیہ السلام نے معاملے میں احتمال دیکھا تو استنباط کیا اور خوب کیا۔ دونوں فیصلے اجتہادی تھے۔ اگر داؤد علیہ السلام نص سے فیصلہ کرتے تو سلیمان علیہ السلام کو مجال مخالفت نہ تھی۔

تخریج: أخرجه أحمد (۲/۸٤۸۸) والبخاری (۳٤۲۷) ومسلم (۱۷۲۰) والنسائی (٥٤۱۷) وابن حبان

(٥٠٦٦) والبيهقي (١٠/٢٦٨)

الفرائد : (۱) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فطانت و ذہانت خداداد چیز ہے۔ اس سے عمر کے چھوٹے بڑے ہونے کا تعلق نہیں۔ (۲) انبیاء علیہم السلام بھی اجتہاد سے ان مقامات پر فیصلے فرماتے ہیں جہاں نص نہ ہو۔ اگرچہ وجود نص کا بھی امکان ہو اس اجتہاد سے ان کے درجات کو بڑھانا مقصود ہے اور وہ خطاء سے معصوم ہوتے ہیں۔ باطل پر وہ برقرار نہیں رہ سکتے۔

۱۸۳۰ : وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ ، وَيَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ ، اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۰: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نیک لوگ ایک ایک کر کے چلے جائیں گے اور جَو یا کھجور کے بھوسے کی طرح کے لوگ رہ جائیں گے۔ جن کی اللہ پاک کو کچھ بھی پرواہ نہ ہوگی''۔ (بخاری)

تشریح ۞ یہ صحابی ہیں، بیعت رضوان میں شامل ہیں۔ ان کی روایات کم ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں مرداسؓ کی بخاری میں صرف یہی روایت ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والے معروف راوی قیس بن حازم ہیں۔ بخاری، ابو حاتم اور مسلم اور دیگر نے اسی کو پختہ قرار دیا ہے۔ ابن السکن کہتے ہیں بعض محدثین کا خیال ہے کہ مرداس بن عروہ جن سے زیاد بن علاقہ نے روایت نقل کی ہے۔ وہ اسلمی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ دو ہیں۔

ابن حجر کہتے ہیں اس میں مزی کی اس بات کی تردید ہے جو اس نے مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھی ہے کہ ان سے قیس بن ابی حازم اور زیاد بن علاقہ نے نقل کیا۔ اور اس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ زیاد بن علاقہ کے شیخ پر مرداس اسلمی نہیں بلکہ اور ہیں۔ (فتح الباری)

يذهب الصالحون: یعنی ان کی ارواح قبض کر لی جائیں گی۔

الاول فالاول: (۱) نصب کی صورت میں حال ہے۔ (۲) رفع ہو تو بدل فعیل ہے۔ ابو البقاء نے کہا اول یا ثانی مجموع کو حال بنانا درست، اس کی خبر میں مٹھاس و کٹھاس یعنی چٹ پٹا مزہ ہے کیونکہ حال اصل میں خبر ہے۔ دمامینی کہتے ہیں اس کی خبر چٹ پٹی ہے۔ حال دوسرا ہے نہ کہ اول۔ مگر یہ عجیب ہے۔''

تبقى حثالة: یہ حفالة بھی نقل کیا گیا خطابی کہتے ہیں ہر چیز کا ردی حصہ۔ بعض نے کہا۔ چھاننے کے بعد جو کا جو حصہ آخر میں رہ جاتا ہے اور کھانے کے بعد جو ردی کھجور بچ جاتی ہے۔

لا يباليهم الله بالة: خطابیؒ کہتے ہیں نہ ان کا مرتبہ بلند ہوگا اور نہ ان کا کچھ وزن ہوگا۔ ابن بطال کہتے ہیں: (۱) صالحین کی موت علامات قیامت سے ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر والوں کی اقتداء کرنی چاہیے اور ان کی مخالفت نہ کرنی

چاہئے۔ کہیں ان کی مخالفت سے ان لوگوں میں نہ ہو جائے جن کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہ ہوگی۔ (۳) اہل خیر آخری زمانے میں مر جائیں گے صرف اہل جہل باقی رہ جائیں گے۔ یہ روایت اس کی مؤید ہے۔ ''اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهالاً''۔ (فتح الباری)

تخریج: أخرجه أحمد (۶/۱۷۷۴۳) والبخاری (۴۱۵۶) وابن حبان (۶۸۵۲) والطبرانی (۷۰۹/۲۰) والبیهقی (۱۲۲/۱۰)

الفرائد: (۱) نیک لوگ کی اموات یہ علامات قیامت سے ہے۔ (۲) اہل خیر کی اقتداء کرنی چاہئے۔ ان کی مخالفت سے بچنا چاہئے۔ (۳) آخری زمانہ میں فقط اہل شر رہ جائیں گے۔ ممکن ہے کہ زمین میں کوئی ایک ربانی عالم نہ رہے۔ (۴) قیامت اشرار خلق پر آئے گی۔

۱۸۳۱: وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيْكُمْ؟ قَالَ: ''مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ'' اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ: وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۱: حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل امین نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: تم اپنے میں اہل بدر کو کیسا شمار کرتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب مسلمانوں میں افضل' یا اسی طرح کا کوئی لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرائیل کہنے لگے اسی طرح وہ فرشتے بھی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے' وہ فرشتوں میں افضل شمار ہوتے ہیں'۔ (بخاری)

تشریح: ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔ ان کی نسبت انصار کے قبیلہ بنی زریق کی طرف ہے۔ یہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مواقع میں حاضر تھے۔ ان کے والد رافع صحابی ہیں ان کے بدر میں شامل ہونے سے متعلق اختلاف ہے۔ یہ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں موجود تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ۲۴ احادیث روایت کی ہے۔ بخاری میں ان میں سے تین ہیں۔ ان سے ان کے بیٹے معاذ، یحییٰ بن خلاد، عبداللہ بن شداد نے روایت کی ہے۔ ان کی وفات خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوئی۔ (تہذیب نووی)

اهل بدر: ان کی تعداد ۳۱۳ ہے یہی طالوت رحمہ اللہ کے ساتھ دریائے اردن عبور کرنے والے تھے۔ فکم یہ ظرف فعل ماتعدون سے متعلق ہے۔ او یہ کلمہ شک راوی کیلئے ہے کہ افضل المسلمین کہا یا اسی کا ہم معنی کلمہ کہا۔ اہل بدر عظیم فضیلت والے ہیں۔ فضیلت میں علماء نے اس طرح ذکر کیا۔ صحابہ میں سب سے افضل صدیق' پھر عمر' پھر عثمان' پھر علی' پھر باقی چھ' پھر اہل بدر۔ رضی اللہ عنہم

تخریج: أخرجه البخاری (۳۹۹۲)

الفرائد : (۱) اہل بدر کو تمام صحابہ پر فضیلت حاصل ہے۔ (۲) فضل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس کو چاہے دے۔ (۳) ملائکہ بدر سب سے افضل ہیں۔

۱۸۳۲ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِذَا اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ کَانَ فِیْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۳۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ کسی قوم پر (عام) عذاب اتارتے ہیں تو یہ ان سب کو پہنچتا ہے جو ان میں موجود ہوتے ہیں۔ پھر ان کی بعثت ان کے اعمال کے مطابق ہوگی''۔ (بخاری ومسلم)

تشریح : **بقوم عذابا**: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر خسف، نار یا اسی قسم کا عذاب اتارتے ہیں۔

من کان فیهم: تو ان کے تابع لوگوں کو بھی عذاب پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا**......﴾ [انفال: ۲۵]

ثم بعثوا علی اعمالهم: پھر مؤمن جنت میں اور کافر آگ میں جائیں گے۔ پہلے روایت گزری: ''**یغزو جیش الکعبة فإذا کانوا ببیداء من الأرض یخسف** .... **وآخرهم ثم یبعثون علی نیاتهم**'' الحدیث (بخاری ومسلم)

تخریج : أخرجه أحمد (۲/۴۹۸۵) والبخاری (۷۱۰۸) ومسلم (۲۸۷۹) وابن حبان (۷۳۱۵)

الفرائد : (۱) جس حال میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا۔ اہل ظلم وبغاۃ کی مجالس سے دور رہنا چاہئے۔ (۳) نہی سے سکوت جب قابل مؤاخذہ ہے تو بزدلی کا کیا ٹھکانا ہے۔

۱۸۳۳ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : کَانَ جِذْعٌ یَقُوْمُ اِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ یَعْنِیْ فِی الْخُطْبَةِ – فَلَمَّا وُضِعَ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰی نَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَیْهِ فَسَکَنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ : فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِیْ کَانَ یَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰی کَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ – وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَصَاحَتْ صِیَاحَ الصَّبِیِّ ، فَنَزَلَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی اَخَذَهَا فَضَمَّهَا اِلَیْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتّٰی اسْتَقَرَّتْ قَالَ : ''بَکَتْ عَلٰی مَا کَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّکْرِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۸۳۳: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کھجور کا تنا تھا۔ جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں سہارا لے کر کھڑے ہوتے۔ جب منبر بنا دیا گیا تو ہم نے اس ستون سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی جیسی آواز سنی

یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اپنا ہاتھ اس پر رکھا۔ پس وہ پرسکون ہوگیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب جمعہ کا دن آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے تو کھجور کے اس تنے نے چیخ ماری‘ جس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ قریب تھا کہ وہ پھٹ جاتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے بچی جیسی چیخ ماری‘ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور اس کو پکڑا اور اپنے ساتھ ملایا۔ وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو خاموش کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ اس لئے کہ یہ ذکر سنا کرتا تھا“۔ (بخاری)

تشریح جذع: کھجور کا تنا۔ جس کی ٹیک نبی اکرم ﷺ خطبے کے وقت لگاتے۔ **فی الخطبة**: یہ الفاظ مدرج ہیں۔
فلما وضع المنبر: یہ ۷ھ کی بات ہے (ابن سعد) بعض ۸ھ (ابن النجار) حافظ نے کہا دونوں میں نظر ہے۔
سمعنا للجذع مثل صوت العشار: نسائی کی روایت میں اس طرح الفاظ ہیں: ”**اضطربت تلك السارية كحنين الناقة الخلوج**“ (گم شدہ بچے والی اونٹنی)۔ ابن خزیمہ نے ”**فحنت الخشبة حنين الوالد**“ دارمی، ابن ماجہ نے ”**فلما جاوزه خار ذلك الجذع كخوار الثور**“ ابی بن کعب کی روایت میں جو احمد، دارمی، ابن ماجہ میں ہے ”**فلما جاوزه خار الجذع حتى انصدع وانشق**“ ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ وہ حیوان مضطرب ہو کر زور سے رونے لگا۔
حتى نزل النبى ﷺ فوضع يده عليه فسكن: یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ جو ابواب الجمعہ اور علامات النبوۃ میں ہیں۔ دارمی نے اس طرح نقل کیا‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ”**اختر ان اغرسك فى المكان الذى كنت فيه فتكون كما كنت يعنى قبل ان تصير جذعًا وان شئت ان اغرسك فى الجنة فتشرب من انهارها فيحسن نبتك وتثمر فياكل منك اولياء الله تعالى ، فقال النبى ﷺ أختار ان اغرس فى الجنة**“ دنیا میں پھلدار بننا چاہتا ہے یا جنت میں تو اس نے جنت کو پسند کیا۔ یہ معجزات نبوت سے ہے۔ ایک روایت میں ہے۔
كان يوم الجمعة: مرفوع کان کا اسم ہے۔ نصب کی صورت میں خبر ہے۔ اسم ضمیر عائد ہے۔ جو آپ ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے۔
النخلة: کھجور کا تنا مراد ہے۔ حذف مضاف کے ساتھ ہے جیسا اسأل القرية۔
حتى كادت ان تنشق: وہ پھٹنے کے قریب ہوگیا۔ کاد کی خبر پر ان مصدر یہ قلیل الاستعمال ہے۔
صياح الصبى: بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ **فنزل النبى ﷺ**: یعنی آپ منبر سے اترے اور اسے سرگوشی کی۔ **حتى اخذها**: اس کو تسلی کیلئے سینے سے ملایا۔ کیونکہ وہ آپ کے قرب اور سماع خطبہ سے محروم ہونے کی بناء پر شوق مند ہوا۔
حتى استقرت: یئن انیناً وانانا: رونے سے سسکیاں بھرنے لگا چپ ہونے کی آواز نکالنے لگا۔ یہاں تک پرسکون ہوگیا۔
اسماعیلی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: ”**لو لم احتضنهٗ لحن الى يوم القيامة**“ اور ابو عوانہ، ابن خزیمہ اور ابو نعیم میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے: ”**لو لم التزمه لما زال هكذا الى يوم القيامة**“ یہ آپ کے غم فراق میں تھا پھر آپ نے اس کو دفن کا حکم دیا۔ ترمذی میں اسی طرح ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ جب یہ روایت بیان کرتے تو کہتے اے مسلمانو!

ایک تو آپ سے شوق ملاقات بے تاب ہو۔تم اس اشتیاق کے زیادہ حق دار ہو۔

بکت علی ما کانت تسمع من الذکر: بیہقی کہتے ہیں۔ستون حنانہ کا واقعہ خلف نے سلف سے نقل کیا ہے اور خاص خبروں کی روایت تو مکلف بنانے کی طرح ہے۔حافظ کہتے ہیں۔بعض اوقات اللہ تعالیٰ جماد میں اعلیٰ حیوان جیسا ادراک پیدا کر دیتے ہیں اور اس میں ان لوگوں کی تاکید ہے جو اس آیت: ﴿وإن من شئ الا یسبح بحمدہ﴾ کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ابو حاتم نے امام شافعی رحمہ اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات دیئے وہ اور کسی پیغمبر کو نہیں دیئے۔عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا۔تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ستون حنانہ والا معجزہ دیا۔یہاں تک اور لوگوں نے اس آواز کو سنا یہ اس سے بڑھ کر ہے۔(ابن ابی حاتم)

تخریج: أخرجه البخاری (٤٤٩)

الفرائد: (۱) بعض اوقات جمادات میں حیوانات کی طرح ادراک پایا جاتا ہے۔(۲) ستون حنانہ کا واقعہ کچھ احیاء موتی سے کم نہیں۔(ابن حجر)

۱۸۳۴: وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْیَآءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْیَآءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا" حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِی وَغَیْرُهٗ۔

۱۸۳۴: حضرت ابی ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں پس ان کو ہرگز ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس اس کی حرمت کو مت توڑو اور کچھ چیزوں سے رحمت کے طور پر خاموشی اختیار فرمائی ہے۔بھول کر ان کو نہیں چھوڑا پس ان میں کریدمت کرو۔(دارقطنی وغیرہ) حدیث حسن ہے۔

تشریح: الخشنی یہ خشین بن نمرین وبرہ کی طرف نسبت ہے۔ان کا نام جرثوم یا حرثومہ بعض نے جرثم بعض نے جرہم بعض نے لاشق بعض نے لاشویہ بعض نے یاسب بعض نے یاسر بعض نے عروف تو بعض نے سق جبکہ دوسروں نے زید بعض نے الاسود لکھا ہے۔ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ان کی وفات ۷۵ھ اور بعض نے اس سے پہلے ۴۰ھ کی ابتداء میں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء تھی۔ان کی روایت تمام نے ہی ذکر کی ہے۔(تقریب حافظ) انہوں نے کل چالیس روایات نقل کی ہیں جن میں سے تین پر بخاری و مسلم متفق ہیں اور چوتھی میں مسلم منفرد ہے۔

فلا تضیعوھا: ان میں خلل ڈال کر ان کو ضائع نہ کرو خواہ چھوڑ کر یا کسی رکن کو ترک کرنے یا کسی خاص شرط کو ضائع کر کے۔

حد حدودًا: ہر عبادت کی حد بندی کر دی ان میں زیادتی کمی کر کے اس حد سے تجاوز نہ کرو۔مثلاً ظہر کے چار فرض، عصر کے

چار، مغرب کے تین عشاء کے چار فرض اور فجر ۲ فرض مقرر فرمائے۔ ان میں اضافہ مت کرو۔ روزے کو صبح صادق سے غروب تک مقرر کیا اس میں اضافہ نہ کرو۔ وصال کے روزے حرام کیے ان کو مت رکھو۔ حدود اللہ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے احکام اوامر ومناہی پر بولا جاتا ہے۔ (کشف) اور اعتداء حد سے آگے بڑھنا اور چھوڑنا ہے۔

وحرم اشیاء فلا تنتهكوها: اشیاء کو نکرہ لا کر عموم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انتهاك: پردے کو پھاڑنا۔ گویا تحریم پردے کی طرح ہے جو مکلّف اور اس چیز کے درمیان لٹکایا گیا ہے۔ اس پردے کو پھاڑے بغیر اس چیز پہنچا نہیں جا سکتا۔ ارتکاب حرام کو پردہ دری سے تعبیر کر کے اس کی نزاکت کو واضح کیا۔

سکت عن اشیاء: کچھ چیزوں کے وجوب یا حرمت وحلّت سے بھول کر نہیں بلکہ رحمت سے چھوڑ دیا۔ نسیان: کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد بلا قصد اس کو چھوڑ دینا۔ سھو بلا قصد کا چیز کا علم سے رہ جانا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق دونوں محال ہیں۔ کیونکہ اس کا علم بالذات اور علم بالذات میں تغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

فلا تبحثوا عنها: اس کی بحث کرید مت کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا ورنہ سخت تکالیف میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ہم تو اصل برأت کا حکم کرتے اور منافع کو حلال کرتے ہیں اور نقصان دہ چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ اور بحث وکرید تو تفتیش کے بعد ہوتی ہے۔

تحقیق روایت: اس روایت میں مکحول بہت ارسال کرنے والے ہیں جب تک حدثنا کے لفظ سے بیان نہ کریں اس کا عنعنہ قابل حجت نہیں۔ اسی طرح اس میں انقطاع بھی ہے کیونکہ مکحول نے ابو ثعلبہ سے نہیں سنا۔ اور نہ ابو امامہ اور ابو ہریرہ اور شداد بن اوس اور عبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم میں کسی سے سماع ثابت نہیں۔ مزی نے ممرض کہا ہے۔ ابو حاتم نے واثلہ رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کا انکار کیا مگر بخاری، ترمذی سماع کو مانتے ہیں۔ دار قطنی نے اسی وجہ سے اس کے مرفوع ہونے کو ترجیح دی۔ روایت کے دیگر شواہد ہیں۔

تخریج: أخرجه الدارقطني (۱۸۳/٤) والحاكم (۷۱۱٤/٤) والبيهقي (۱۲/۱۰) الحاكم (۳٤۱۹/۲)

الفرائد: (۱) اللہ تعالیٰ کے فرائض کو قائم کرنا چاہئے اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ (۲) شرع کی بے حرمتی نہ کرنی چاہئے۔ (۳) جس چیز کو شارع نے مجمل چھوڑا اُس کی کرید میں نہ پڑنا چاہئے۔

۱۸۳۵: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۵: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں مکڑی استعمال کرتے رہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح الجراد: اس کا واحد جرادة ہے۔ نر ومادہ پر بولتے ہیں۔ ابن درید کہتے ہیں۔ اس کو جراد اس لئے کہتے ہیں۔

یہ زمین پر جو کچھ ہے اس کو کھا کر زمین کو ننگا کر دیتی ہے۔ مکڑی کا لعاب درختوں کیلئے زہر ہے۔ جس چیز پر پڑتا ہے جلا ڈالتا ہے۔ اس کے نر کو حنطب اور عنطا اور عنطوب کہا جاتا ہے۔ یہ مچھلی کی چھینک سے پیدا ہوتی ہے۔ کھانے کیلئے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں۔ اس کی حلت میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ ابن النحوی نے عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اللّٰہ خلق الف امة امة ستمائة فی البحرو اربع مائة فی البر فاول شئ یهلك من هذه الامة الجراد فاذا هلك الجراد تتابعت الامم مثل سلك النظام'' (مزید تفصیل کتاب الطیر لابی حاتم، الغریب اصمعی، ابن خالویہ کتب ملاحظہ کریں)۔ اس امت میں سب سے پہلے مکڑی ہلاک ہوگی پھر دوسری امتیں موتیوں کی لڑی کی طرح یکے بعد دیگرے ہلاک ہوں گی۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۱۷۱) والبخاری (۵٤۹۵) ومسلم (۱۹۵۲) وأبو داود (۳۸۱۲) والترمذی (۱۸۲۸) والنسائی (٤۳٦۷) والدارمی (۲۰۱۰) والحمیدی (۷۱۳) وابن حبان (۵۲۵۷) وابن أبی شیبة (۸/۳۲۵) وعبدالرزاق (۸۷٦۲) ابن الحارود (۸۸۰) والطیالسی (۸۱۸) والبیهقی (۹/۲۵۷)

الفرائد : (۱) جراد کا استعمال جائز وحلال ہے۔ ایسی تنگ دستی میں جہاد پر قیام ان کی بڑی قربانی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تک دین پہنچا۔

۱۸۳٦ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَیْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۳٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ من حجرٍ مرتین: یہ بظاہر خبر ہے مگر امر کے معنی میں ہے۔ تاکہ مؤمن محتاط ہو جائے اور غفلت کا شکار نہ ہو کہ یکے بعد دیگرے دھوکا کھائے اور کبھی یہ دنیا کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ تو مؤمن کا اس سے محتاط رہنا بدرجہ اولی ضروری ہے۔
ابو عبید کا قول: مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ جب ایک جانب سے اس کو تکلیف پہنچے تو اس کا اعادہ کرے۔ زہری کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے حدیث کا یہی مطلب لیا ہے۔ ابوداؤد: جس کو دنیا میں کسی گناہ کی سزا مل گئی آخرت میں اس گناہ کی سزا نہ ہوگی۔ بعض نے کہا مؤمن کامل مراد ہے۔ جس کی معرفت اسے امور کے غوامض پر مطلع کردے تاکہ وہ ان سے محتاط ہو جائے۔ باقی غافل مؤمن تو بار بار ایک مقام سے ڈسا جاتا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں جحر کے بعد واحد کا لفظ بھی موجود ہے۔
ابن بطال کا قول: اس روایت میں امت کو خبردار کیا اور ادب سکھایا کہ وہ کس طرح وہ برے انجام سے بچے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۹۳۷) والبخاری (٦۱۳۳) ومسلم (۲۹۹۸) وأبو داود (٤۸٦۲) وابن حبان

(٦٦٣) وابن ماجه (٣٩٨٢) والدارمی (٢/٣١٩) وأبو نعیم (٦/١٢٧) والبیهقی (٦/٣٢٠)

الفرائد: (۱) یہ جوامع الکلام سے ہے۔(۲) احتیاطی تدابیر کیلئے نشان راہ ہے۔

۱۸۳۷ : وَعَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَآءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ ' وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهٗ وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ ' وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَّا يُبَايِعُهٗ اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۳۷: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہی جن سے اللہ قیامت کے دن (رحمت سے) کلام نہ فرمائیں گے' نہ (شفقت سے) ان کی طرف دیکھیں گے' نہ ان کو پاک کریں گے اوران کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) وہ آدمی کہ ویرانہ میں اس کے پاس بچا ہوا پانی تھا مگر اس نے مسافر کو اس سے روک دیا۔(۲) جس نے کسی آدمی کے ہاتھ عصر کے بعد سامان فروخت کیا اور اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس نے اسی قیمت پر لیا ہے۔پس خریدار نے اس کو سچا جانا حالانکہ وہ اس کے برعکس تھا۔(۳) جس نے کسی امیر کی بیعت دینوی مفاد کی خاطر کی۔پھر اس امیر نے اگر دنیا دی تو وفا کی' وگرنہ بے وفائی کی۔(بخاری و مسلم)

تشریح ✿ **ثلاثه لا یکلمهم الله:** ثلاثہ سے تین اقسام مراد ہیں۔کلام سے رحمت وشفقت والی کلام۔بعض نے کہا ان کی طرف سلام کرنے کیلئے فرشتوں کو نہ بھیجا جائے گا۔

ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم: رحمت ومدد والی نگاہ نہ ڈالیں گے ورنہ اس کے علم سے تو کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔اوران کو گناہ سے پاک نہ کیا جائے گا اور نہ ان کی تعریف کی جائے گی۔

عذاب الیم: الیم یہاں مؤلم کے معنی میں ہے۔

فضل ماء: اس سے وہ پانی مراد ہے جو اس کی اپنی ضرورت سے زائد ہو۔

بالفلا: جمع فلاۃ: وہ زمین جس میں پانی نہ ہو۔جیسے حصاۃ وحصی۔اس کی جمع الجمع افلاء ہے جیسے سبب واسباب۔

ابن السبیل: اس سے مراد مسافر ہے۔بیضاوی کہتے ہیں یہ نام بطور شفقت رکھ دیا گیا۔مسافر جو مسافر ہونے کی وجہ سے پانی کا محتاج وضرورت مند بھی ہے۔اس سے پانی روکنا گناہ ہے البتہ اس وعید سے مسافر حربی یا مرتد، مصر علی الکفر مستثنیٰ رہے گا۔پس اسے پانی دینا ضروری نہیں۔

رجل بایع رجلا بسلعة: بسلعۃ مفعول میں تاکید کیلئے باؔ کو بڑھایا گیا ہے۔(۲) باؔ کو بایع میں تقابل کا معنی پیدا کرنے کیلئے لائے۔(۳) باؔ عوض کیلئے ہے۔سلعۃ کی جمع سلع جیسے سدرۃ وسدر۔اس کا معنی سامان ہے۔

بعد العصر: عصر کے وقت کا تذکرہ اس وقت کے شرف کے پیش نظر ہے کیونکہ یہ دن، رات کے فرشتوں کے اجتماع کا وقت ہے۔ کذاو کذا یہ کنایات کے الفاظ ہیں۔

وصدقه وهو علی غیر ذلك: مشتری قسم اٹھانے والے کو سچا قرار دے رہا ہے حالانکہ اس نے کم قیمت میں لی ہے۔ ایسی قسم کی حرمت وقت عصر سے خاص نہیں کسی بھی وقت ایسی قسم حرام ہے۔ اس کی تخصیص کی وجہ گناہ کی بڑائی ہے۔ تاکہ اس مبارک وقت میں جو ملائکہ کے اجتماع اور اعمال کے اختتام کا وقت ہے سزا سے ڈر کر گناہ سے باز رہے۔ قرآن مجید میں تغلیظ یمین کیلئے اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

رجل بایع: جس نے امام کی نصرت کیلئے بیعت کی اور اس کا مقصد صرف حصول زر ہو اگر دنیا ملی تو اطاعت پر برقرار رہا ورنہ اس کو توڑ ڈالا۔ **ان لم یعطه**۔ یہ ماقبل سے سمجھے جانے والے مفہوم کی تصریح ہے۔ تو ایسا شخص بھی اس وعید کا حق دار ہے۔ کیونکہ اس نے امام المسلمین سے دھوکا کیا ہے۔ جس نے اس دھوکے کو عادت بنا لیا تو وہ لوگوں سے بھی ضرور دھوکا کرے گا۔ اور فتنے کا باعث بنے گا۔ (فتح الباری)

تخریج: أخرجه أحمد (٣/٧٤٤٦) والبخاری (٢٣٥٨) ومسلم (١٠٨) وأبو داود (٣٤٧٤) والترمذی (١٦٠١) والنسائی (٤٤٧٤) وابن ماجه (٢٢٠٧) وأبو عوانة (١/٤١) وابن حبان (٤٩٠٨) وابن منده ٦٢٢) والبیهقی الکبری (٦/١٥٢) الأسماء والصفات (١/٣٥٢)

الفوائد: اس میں تین گناہوں کی شدت بیان فرمائی گئی ہے: (۱) جھوٹ سے سودا بیچنا (۲) بچا ہوا پانی مسافر کو نہ دینا۔ (۳) اصل بیعت تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اقامت حدود پر ہوتی ہے۔

۱۸۳۸: وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ" قَالُوْا: یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا؟ قَالَ اَبَیْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ: اَبَیْتُ – قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا؟ قَالَ: اَبَیْتُ وَیَبْلٰی کُلُّ شَیْءٍ مِّنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهٖ، فِیْهِ یُرَکَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۳۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا' اے ابو ہریرہ کیا چالیس دن؟' کہا' مجھے معلوم نہیں۔ لوگوں نے دوبارہ کہا' کیا چالیس سال۔ کہا مجھے معلوم نہیں۔ لوگوں نے کہا' کیا چالیس مہینے؟ جواب دیا' مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی سوائے دم کی ہڈی کے۔ اسی سے انسان کی تخلیق ہوگی۔ پھر اللہ آسمان سے بارش اُتاریں گے۔ پس انسان اس طرح زمین سے اُگیں گے جس طرح سبزی''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اربعون: نفخہ صعق اور نفخہ بعث کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

گیا۔ تو انہوں نے حتمی تعیین سے انکار کر دیا نووی کہتے ہیں ان کی مراد یہی تھی کہ دن، مہینہ اور سال سے اس کی قطعی تعیین نہیں کی جاسکتی ہے۔ چالیس یقینی خبر ہے۔ مسلم کے علاوہ روایت میں سنة سال کی تعیین وارد ہے۔

ویبلی کل شئ من الانسان: یعنی انسان کے گوشت، پٹھے، رگیں، ہڈیاں، ناخن، بال، کھال سب پرانے ہو کر مٹ جائیں گے۔

الا عجب الذنب: عَجبٌ ریڑھ کی ہڈی کا سب سے آخری حصہ مراد ہے۔ اسی سے انسان بنتا ہے۔ یہی باقی رہتی ہے۔ تاکہ ترکیب تخلیق لوٹائی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ اور شہداء اس سے مستثنٰی ہیں۔

یرکب الخلق......... فینبتون: یُرکب فعل مجہول، نائب فاعل بعد والا اسم ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے منی کی طرف گاڑھا پانی اتارے گا اور دُمچی کی آخری ہڈی سے انسان اس طرح اُگیں گے جیسے سبزیات تمام اجزاء سمیت اگتی ہیں۔

تخریج : أخرجه مالك (٥٦٥) وأحمد (٣/٩٥٣٣) والبخاری (٤٨١٤) ومسلم (٢٩٥٥) والنسائی (٢٠٧٦) وابن ماجه (٤٢٦٦) وابن حبان (٣١٣٨) وأبو داود (٤٧٤٣)

الفرائد : (۱) انسان کا تمام جسم ختم ہو جاتا ہے۔ دم کی آخری ہڈی باقی رہتی ہے اس سے تخلیق کی جائے گی۔

۱۸۳۹ : وَعَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَآءَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُحَدِّثُ – فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : بَلْ لَمْ يَسْمَعْ ، حَتّٰى اِذَا قَضٰى حَدِيْثَهٗ قَالَ : "اَيْنَ السَّآئِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟" قَالَ : هَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ – قَالَ : "اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" قَالَ : كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ : "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۳۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیان فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا' قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیان جاری رکھا۔ پس بعض لوگوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن تو لیا جو اعرابی نے کہا مگر اس کی بات کو ناپسند فرمایا اور بعض نے کہا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا ہی نہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو مکمل فرما چکے تو فرمایا۔ قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں موجود ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس نے پوچھا: اس کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب معاملہ نااہل کے سپرد کیا جائے تو تُو قیامت کا انتظار کر''۔ (بخاری)

تشریح : **یحدث القوم:** یہ جملہ ضمیر سے محل حال میں ہے۔

مضی رسول ﷺ یحدث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو جاری رکھی۔ بعض لوگوں نے کہا۔ اس کی بات کو سن کر آپ نے ناپسند فرمایا

ہے۔ضمیر کی بجائے ما قال کو ظاہر کر دیا تا کہ قائل کی کراہت والے وہم کا ازالہ ہو۔

قال بعضهم لم يسمع: یہ ابطال کے بغیر پہلے کے قول سے اعراض ہے۔اس تردد کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے اس کے سوال کی طرف التفات نہ فرمائی تھی۔اس لئے کہ خصوصی طور پر اس مسئلہ کے متعلق کو آپ ﷺ پسند نہ فرماتے تھے۔مگر یہ بات بعد میں واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ نے جواب کو ان مذکورہ باتوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی بات کو تکمیل والے احتمال کی طرف آپ ﷺ اشارہ فرما رہے تھے اور اگلی بات اس کی تائید کر رہی ہے۔

حتي اذا قضى حديثه: آپ ﷺ نے تکمیل کر لی۔ اذا یہ شرط کیلئے ہے۔اس کا جواب قال اين السائل: دوسری روایت میں اراہ کا لفظ زائد ہے۔ یہ لفظ او کے شک کے ساتھ محمد بن فلیح کی طرف سے ہے۔(فتح الباری)

ها انا يا رسول الله ﷺ قال اذا ضيعت الامانة: ها میں حاضر ہوں۔ ضیعت یہ مجہول ہے۔اگر تو جاننا چاہتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے جب امانت ضائع ہونے لگے۔ فانتظر الساعة: شرط مقدر کا جواب اور شرط اول کا جواب ہے۔

قال كيف اضاعتها: جب معاملہ نا اہل کے سپرد کر دیا جائے یہی ضیاع امانت ہے۔ الی لام کے معنی میں ہے۔ابن المنیر کہتے ہیں اس حدیث کو پڑھانے پڑھنے، حکومت کے عہدوں، فتاویٰ جات میں جبکہ مقابلہ کی بھیڑ ہو قاعدہ کلیہ بنایا جائے۔ حدیث میں وارد ہے:"من أشراط الساعة أن يلتمس العلم عند الأصاغر:"علم اصاغر کے ہاں تلاش کیا جائے گا۔

تخريج: أخرجه أحمد (٣/٨٧٣٧) والبخاری (٥٩) وابن حبان (١٠٤) والبيهقی (١١١/١٠)

الفرائد: اس قیامت کی مزید یہ علامت بتلائی کہ جہالت کا غلبہ ہو جائے گا اور علم الٹ ہو جائے گا۔

۱۸۴۰: وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"يُصَلُّوْنَ لَكُمْ :فَإِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَلَهُمْ وَاِنْ اَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۴۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" حاکم تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر وہ درست پڑھائیں تو تمہارے لئے اجر اور ان کے لئے بھی اجر۔ اگر وہ غلطی کریں تو تمہارے لئے اجر اور اُن کے لئے بوجھ۔

تشریح ضمیر جمع حکام کی طرف ہے۔لکم ۔مسلمان مخاطب مراد ہیں۔

فان اصابوا: اگر اس میں وہ درستی اختیار کرنے والے ہوں اور وہ جانتے بھی ہوں ۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ناواقف ہو اس کے ذمہ وہ کام لگانا درست نہیں۔ درستی کی حالت میں دونوں کو ثواب اچھے عمل کرنے والے کا عمل اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتے اور روایت کا اگلا حصہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔

وان اخطئوا فلكم وعليهم: یہ اس صورت میں ہے جب وہ کسی ایسے امر کا ارتکاب کریں جو اعادہ کو لازم کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً بے وضو ہونا۔اس سے خلل تو ہو مگر وہ مبطل نہ ہو مثلاً نماز میں تاخیر بلا عذر۔ یہ حرام تو ہے جب کی جائے گی تو فرض سے

آدمی بری الذمہ ہو جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۶۷۱) والبخاری (۶۹۴)

الفرائد : (۱) حقدار امامت کرائے تو بڑے اجر کا حقدار ہوگا ورنہ اس نے غلطی کی اپنے اوپر بوجھ لادا۔ ان کو کامل اجر ملے گا۔

۱۸۴۱ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" قَالَ : خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَاْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ۔

۱۸۴۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ والی آیت کی تفسیر کے سلسلے میں کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے جو لوگوں کو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ (بخاری)

تشریح : خیر امة: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لوگوں میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو لوگوں کیلئے بہتر ہوں۔ ابن کثیر کہتے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے۔ امت میں بہترین لوگ اور زیادہ فائدہ مند وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿تأمرون بالمعروف......﴾

یأتون بهم فی السلاسل فی اعناقهم۔ فی اعناقم یہ السلاسل کے لئے محل صفت یا حال میں واقع ہے۔ یعنی ان کو اس حال میں لایا جائے گا کہ ان کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی۔ ابن کثیر کہتے ہیں۔ یہ تفسیر ابن عباس، عکرمہ، عطاء، ربیع بن انس اور عطیہ عوفی سب نے کی ہے۔ یہ متفق علیہ تفسیر ہے۔ اس میں خیر امة کی تفسیر ہے۔ اور یأتون بهم میں اللہ تعالیٰ کی کمال مہربانی کا تذکرہ ہے۔ ان کو قید کر کے لایا جاتا ہے اور اس سے وہ مشرف باسلام ہو کر دارین میں عظمت پا لیتے ہیں اور یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

درہ بنت ابی لعب کی مرفوع روایت میں ہے: ''خیر الناس : اقرؤهم وافقههم فی دین اللّٰه' وأتقاهم للّٰه وآمرهم بالمعروف' وأنهاهم عن المنكر' وأوصلهم للرحم'' سب سے بہتر بڑے علم اور دین میں زیادہ سمجھ والے اور ان میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے ولے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''کنتم خیر امة...... '' کی تفسیر میں موقوف روایت ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (ابن کثیر)

دراصل یہ آیت عام ہے اور ہر زمانے کے لوگ خیر القرون قرنی کے مطابق اس میں شامل ہیں۔ مسند احمد میں معاویہ بن حیدہ سے مرفوعاً روایت ہے: ''أنتم موفون سبعين امة انتم خيرها واكرمها على الله عزوجل'' تم سترہویں امت کو پورا کرنے والے ہو۔ اور تم ان میں سب سے بہتر اور زیادہ عزت والی ہو۔ (ترمذی، حاکم) اس امت کو اپنے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امتوں میں تقدم کا درجہ حاصل ہے۔ یہ امت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اشرف واعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کامل شریعت عنایت فرمائی۔ جو کسی نبی ورسول کو نہیں ملی۔ اس طرز پر ان کا عمل دوسروں کے کثیر عمل سے بڑھ جائے گا۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۸۹٦) والبخاری (۳۰۱۰) وأبو داود (۲٦۷۷) وابن حبان (۳۱٤)

الفرائد : اس امت کیلئے خیریت ثابت ہے۔ یہ علی الاطلاق افضل امت ہے۔ اس امت کو اہل کفر وشرک پر غلبہ ملے گا۔ اس سے بہت سے کافر ایمان میں داخل ہوں گے۔

۱۸۴۲ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ" رَوَاهُمَا الْبُخَارِيُّ۔

مَعْنَاهُ :يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ۔

۱۸۴۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو جنت میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے داخل ہوں گے۔ بخاری نے ان کو روایت کیا' اس کا معنی اس کو قید کیا جانا ہے۔ پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

تشریح ۞ **عجب اللّٰہ**: اس سے ذات باری تعالیٰ کیلئے رضا واکرام مراد ہے۔

من قوم یدخلون الجنة: مضارع مجہول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سچے وعدے کے مطابق بیڑیوں میں ایمان دیتا ہے۔ مسبب کا سبب پر اطلاق ہے۔ **فی اسلاسل فی تعلیلیة** ہے۔ وہ بیڑیاں کی گردنوں میں پڑی ہونے کی حالت میں وہ اسلام لے آتے ہیں۔ (۲) **ظرفیة** ہے۔ وہ اسلام لے آتے ہیں اس حال میں کہ وہ ان بیڑیوں میں مقید ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو قید کرلیا جاتا ہے پھر وہ اسلام لے آتے اور اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۹۸۹٦) والبخاری (۳۰۱۰) وأبو داود (۲٦۷۷) وابن حبان (۳۱٤)

الفرائد : اسلام میں یہ کمال ہے کہ یہ دلوں کو فتح کرتا ہے۔ تلوار تو صرف کانٹوں کو ہٹانے کیلئے ہے۔

۱۸۴۳ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۴۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے نزدیک علاقوں میں سب سے بہتر مقامات مسجدیں ہیں اور علاقوں کے سب سے ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **الی اللّٰہ مساجدھا**: البلاد میں الف لام جنس ہے۔ مساجد وہ مقامات ہیں جن کی تعظیم وتکریم کا اللہ تعالیٰ

نے خود حکم فرمایا اوران میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہوتی ہے۔نماز قائم کی جاتی اور قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔اس میں علوم کی تعلیم دی جاتی ہے اوراپنے آپ کو رحمت الٰہی کے جھونکوں کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔ بلاد جمع بلد۔ ہر وہ قطعہ زمین گھرا ہوا ہو خواہ آباد ہو یا غیر آباد۔صحاح میں بلد کا معنی زمین لکھا ہے۔النہایہ میں ہے۔''وہ زمین جو حیوان کے ٹھکانے کی جگہ ہو۔خواہ اس میں تعمیر نہ ہو۔'' مصباح میں ہے کہ''ہر ایسی جگہ جو آباد ہو یا غیر آباد''۔قرآن مجید میں: ﴿الی بلدٍ میتٍ﴾ ''وہ زمین جہاں نباتات نہ ہو اور نہ چراگاہ ہو۔یہ چیزیں بارش سے نکلتی ہیں تو ان کے مال ومویشی چرتے ہیں۔تو نبات وچراگاہ کے نہ ہونے کو موت سے تعبیر کیا اوران کے پائے جانے کو زندگی کہا۔(المصباح)

اسواقھا: یہ سوق کی جمع ہے۔وہ مکان جہاں خرید وفروخت ہوتی ہو۔جو کہ بیع کے عادی ہیں۔المصباح میں ہے سوق مذکر ومؤنث آتا ہے۔ابواسحاق نے مؤنث کو ترجیح دی۔مذکر نہیں مانا بلکہ غلطی قرار دیا۔کیونکہ سوق نافقۃ کہا جاتا ہے نافق عرب سے سنا نہیں گیا اور سوق کی نسبت اسی طرف ہے جو بغض ونفرت کی وجہ سے دیتے ہیں کیونکہ یہ فحش ودغا بازی،سود،جھوٹی قسمیں، وعدوں کی مخالفت،اللہ تعالیٰ سے اعراض وغیرہ اعمال کی جگہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے محبت وبغض کی جگہ ہے اپنے ارادہ خیر وشر کے ذریعہ اوراس کا کرنے والا سعادت مند یا بدبخت ہوجاتا ہے۔مساجد میں رحمت الٰہی اترتی ہے اور بازار میں ناراضی۔ سیوطی کہتے ہیں۔یہ مجاز ہے جو مساجد میں ہوتا ہے۔اسی سے مکان کی صفت بیان کردی گئی۔مساجد سے محبت کا مطلب ان میں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر،تلاوت قرآن،اعتکاف،نشر علما اور نمازیں ہوتی ہیں ان سے محبت ہے اور بغض اسواق سے مراد ملاوٹ، دھوکا،خیانت،بدمعاملگی ہوتی ہے اور بازار والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے اور محارم سے آنکھیں نہیں جھکاتے وغیرہ ان سے ناراضگی مراد ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (٦٧١) وابن حبان (١٦٠٠) وابن خزيمة (١٢٩٣) والبزار (٤٠٨) وأبو عوانة (٣٩٠/١) والبيهقي (٦٥/٣)

الفرائد : مساجد عبادت کے مقامات ہیں عبادت سے تقرب حاصل ہوتا ہے تو پسندیدہ جگہیں بن گئیں۔بازار شیاطین کے افعال کی جگہیں ہیں۔

۱۸۴۴ : وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ مَنْ قَوْلِهٖ قَالَ: لَا تَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا ' فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا' وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''لَا تَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوْقَ ' وَلَا اٰخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا ' فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ''۔

۱۸۴۴: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو''تو سب سے پہلا بازار میں داخل ہونے والا نہ بن اور نہ سب سے آخر میں نکلنے والا بن کیونکہ بازار شیطان کے اڈے ہیں اورانہی میں شیطان اپنے

جھنڈے گاڑتا ہے۔ (مسلم)

علامہ برقانی نے اپنی صحیح میں سلمان سے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے آخر میں نکلنے والا بن۔ بازار میں شیطان انڈے دیتا ہے اور بچے دیتا ہے“۔

تشریح ۞ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ان کے حالات باب ادب المجلس والجلیس میں گزرے۔

من قوله: یہ محل حال میں ہے۔ قولہ سے مراد جوان پر موقوف ہے۔

لا تكونن: یہ جملہ شرطیہ اس کا جواب محذوف ہے جیسا کہ مقام دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ تم ہرگز بازار میں پہلے داخل ہونے والے مت بنو۔ اور نہ اس سے آخری نکلنے والا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو یکون کے اسم وخبر کے درمیان واقع ہے۔

ولا اخر من يخرج منها: یہ معطوف علیہ ہے۔ یہ جملہ اس لئے لائے تاکہ خبردار کر دیا جائے کہ اس امت پر تکالیف طاقت کے مطابق ہوں گی۔

فانها معركة الشيطان: ممنوع ہونے کی علّت بیان کی۔ یہ شیطان کا میدان ہے یعنی اس میں دھوکا۔ ملاوٹ، جھوٹی قسمیں اور افعال منکرہ ہوتے ہیں اور شیطان اپنے دوستوں سے یہ کرواتا ہے۔

وبها ينصب رايته: اس میں اس کا جھنڈا گاڑا جاتا ہے۔ اس میں جلد داخل ہونے اور دیر سے نکلنے میں اس کی طرف توجہ دینا لازم آتا ہے۔ جو شیطان کی طرف منسوب اور رحمان کو مبغوض ہے اور یہ چیز تجارت کیلئے تبکیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ برکت کا باعث ہے۔ کیونکہ جو جلدی طلب رزق کیلئے گھر سے نکلے گا۔ وہ مسجد سے ابتداء کرے گا اور اطاعت سے شروع کرے گا جب بازار لگ جائے گا تو وہ اول یوم میں پہلا داخل ہونے والا شمار نہ ہوگا۔ جبکہ اس نے تبکیر اختیار کیا اور ممنوعات سے باز رہا۔

علامہ برقانی خوازم کے رہنے والے شافعی المسلک شیخ ہیں۔ علوم عربیہ میں وافر حصہ رکھتے تھے۔ انہوں نے صحیح بخاری ومسلم اور ان کے علاوہ صحیح روایات سے مسند تیار کی۔ ذہبی نے ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ برقانی نے اس کو مرفوعاً مگر بعض الفاظ کے اختلاف سے نقل کیا ہے۔ طبرانی نے وہ الفاظ لکھے معرکہ کی جگہ مریض یا ”أوبها نصب الراية“ ہے۔ اور ”فيها باض الشيطان وفرخ“ سے مجاز مراد ہے۔ کیونکہ یہ گناہوں کی جگہ ہے جیسے ملاوٹ، دھوکا، جھوٹی قسمیں، منکر افعال اور یہ سب چیزیں شیطان کو مطلوب ومقصود ہیں اور اس کا دارومدار انہی پر ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بازار ناپسند ہیں۔

تخريج : أخرجه مسلم (١٤٥١) تاريخ بغداد (٣٧٣/٤) مات سنة (٤٢٥)

الفرائد : بازار کے اکثر مقامات شیاطین کے مساکن ہیں۔ بلاضرورت بازار جانے کو ناپسند کیا گیا۔ عورت کا بازار جانا تو بڑے فتنے کا باعث ہے۔ جو اس وقت ظاہر ہے۔

۱۸۴۵ : وَعَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ – قَالَ : وَلَكَ قَالَ عَاصِمٌ فَقُلْتُ لَهٗ: اسْتَغْفَرَ لَكَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ : نَعَمْ- وَلَكَ ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ : "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۴۵: حضرت عاصم احول نے عبداللہ بن سرجسؓ سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیری بھی۔ عاصم کہتے ہیں میں نے عبداللہ سے کہا کیا تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا ہے؟ (کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا) اور تیرے لئے بھی اور پھر یہ آیت پڑھی اور استغفار کر" تو اپنی لغزش پر اور مؤمن مردوں اور عورتوں کے لئے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ ابن سلیمان ہیں ان کی کنیت ابو عبدالرحمن بصری ہے۔ یہ اوساط تابعین سے ہیں۔ قطان نے ان کے متعلق کلام کیا۔ اور وہ ان کے حکومت میں داخل ہونے کا سبب تھا۔ ۱۴۰ھ میں وفات پائی تمام نے ان سے حدیث لی ہے۔ عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے حالات "**باب مایقوله اذا رکب دابة**" میں گزرے۔

غفر اللّٰه لك: یہ دعا ہے یا اخبار ہے یہ اس آیت سے لیا گیا ہے: ﴿**ليغفرلك اللّٰه ماتقدم من ذنبك وما تأخر**......﴾ معمول کو تعمیم کیلئے حذف کیا۔ پہلے ہم ذکر کر چکے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بیان فرمایا ہے۔ ورنہ ذنب کو اصلاً ہے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہوئے **ولك** فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا دینا اس لئے بھی تھا کہ اس کی دعا کو بلند مقام مل جائے۔ عاصم کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کیا۔ تو انہوں نے نعم کہا۔ اور ساتھ مجھے بھی دعا دیتے ہوئے کہا۔ **ولك** کہ میں تیرے لئے بھی استغفار کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پیچھے نہیں رہا جا سکتا۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿**واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات**﴾ پس آیت کے اطلاق سے جواز ثابت ہوا۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۳۴۶)

الفرائد : آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار تمام امت کے مرد و عورت، زندہ و مردہ تمام کیلئے کفایت کرنے والا ہے۔

۱۸۴۶ : وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : "اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی : اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۸۴۶: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلی نبوت کے کلام میں سے جو لوگوں نے پایا وہ یہ ہے جب تو حیا نہیں کرتا تو جو چاہے کر"۔ (بخاری)

تشریح ۞ **ان مما ادرك الناس**: جو لوگوں تک پہنچا اور جو لوگوں نے پایا۔ من ابتدائیہ یہ اِنَّ کی خبر ہے اور اس کا اسم **اذا لم تستح**......۔

البنوة الاولٰی:ای ذوی النبوة المتقدمه۔جونبوتیں آپ سے پہلے ہوگزریں۔

اذا لم تستح:(۱)جب تم کسی ایسے فعل کا ارادہ کرو اگر وہ ایسا کام ہے۔جس کے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے سامنے کرنے میں باق نہ ہوتو کرلو۔ورنہ مت کرو۔اس کے مطابق تو امر اباحت کیلئے ہے۔(۲)امر تہدید کیلئے بھی ہوسکتا ہے۔تو مطلب یہ ہوگا۔ جب تجھ میں حیاء نہ رہے تو جو چاہو کرو کل سزا تمہیں بھگتو گے۔(۳)امر خبر کے معنی میں ہے۔جب تم سے حیاء چلی جائے گی تو تم ہر حلال وحرام کرڈالو گے اس لئے کہ اس وقت کوئی روکنے والا نہیں جو تمہیں برے کام سے روکے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۴۳۸۳)

الفرائد : حیاء کا لحاظ رکھنا چاہئے۔(۲)جو حیاء کھو بیٹھتا ہے اس پر معاصی آسان ہوجاتے ہیں۔بسا اوقات یہ چیز اسے کفر تک لے جاتی ہے۔

۱۸۴۷ :وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ النَّبِیُّ ﷺ :" اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِی الدِّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۴۷:حضرت عبداللہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلا فیصلہ قیامت کے دن خونوں کے متعلق ہوگا۔(بخاری ومسلم)

تشریح ۞ **فی الدماء**:وہ خون جو دنیا میں لوگوں کے مابین واقع ہوئے۔مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔ممکن ہے کہ تقدیر عبارت اس طرح ہو:''**اول ما یقضٰی فیه الامر الکائن فی الدماء**''سب سے پہلا فیصلہ جو طے کیا جائے گا۔وہ خون کے بارے میں وارد ہونے والا حکم ہوگا۔یہ روایت:''**اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة صلاته**''اولیت سے مخلوق کے معاملات میں اولیت مراد ہے اور دوسرے میں اوّلیت خالق کی عبادت کے معاملات کے سلسلہ میں مراد ہے۔جار کا متعلق محذوف ہے۔پہلا فیصلہ قیامت کے دن خون کے سلسلہ میں ہوگا۔یعنی وہ حکم جس کا تعلق دماء سے ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خون کا معاملہ بڑی اہمیت والا ہے۔کیونکہ ابتداء اہم سے ہوا کرتی ہے اور مفسدہ جتنا بڑا ہو گناہ اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔مذمت کی انتہاء یہ ہے انسانیت کی جڑ کو ختم کردیا گیا اور بھلائی فوت کردی گئی۔قتل کی مذمت میں بہت سی آیات واحادیث وارد ہیں۔اور باب والی روایت اس کے خلاف نہیں:''**انا اول من یحشر للخصومة**''یعنی آپ اور آپ کے دونوں رفیق حمزہ'عبیدہ اور ان کے مخالف عتبہ'شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔کیونکہ یہ روایت باب جماعت پر دلالت کررہی ہے اور وہ احادیث پر۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱/۳۶۷۴) والبخاری (۶۵۳۳) ومسلم (۱۶۷۸) والترمذی (۱۴۰۱) والنسائی (۴۰۰۳) وفی الکبری (۳۴۰۴) وابن حبان (۷۳۴۴) والطیالسی (۲۶۹) القضاعی (۲۱۲) وابن ماجه (۲۶۱۵) وعبد الرزاق (۱۹۷۱۷) وابن أبی شبیة (۹/۴۲۶) وأبو یعلی (۵۲۱۵) والبیهقی (۸/۲۱) شعب الایمان (۵۳۲۵)

الفرائد : خون کے معاملے کی اہمیت کی وجہ سے سب سے پہلے پیش ہوگا۔اس خون مسلم کی حرمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۸۴۸ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُلِقَتِ الْمَلَآئِکَةُ مِنْ نُّوْرٍ ' وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۴۸: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ملائکہ نور سے بنائے گئے اور جنات آگ کے شعلے سے اور آدم اس سے جو تمہیں بیان کیا گیا" (یعنی مٹی سے)۔(مسلم)

تشریح : خلقت الملائکة من نور: یہ اجسام لطیفہ ہیں۔جس کے اجسام لطیف ملے ہیں۔جو مختلف شکلوں میں بدل سکتے ہیں۔

وخلق الجان من مارج من نار: وہ ابلیس ہے جو ابوالشیاطین ہے۔بعض نے کہا وہ ابوالجن ہے آیا وہ ابلیس یا اور کوئی اس میں اختلاف ہے۔مارج: مضطرب۔ یہ مرج سے ہے۔من نار: یہ مارج کا بیان ہے۔یا من تبعیضیہ ہے۔مارج (۱) وہ شعلہ جس میں سبز زرد، سرخ آگ ملی جلی ہو۔مشاہدہ سے آگ میں تینوں رنگ نظر آئیں گے۔(۲) بعض نے کہا خالص، (۳) بعض نے سرخ (۴) بعض نے وہ سرخی جو آگ کے راستوں میں ہوتی ہے۔(۵) بعض نے سیاہی سے ملی آگ (۶) بعض مضطرب لپٹ۔(۷) امام لیث کہتے ہیں، المارج۔سخت لپٹ والا چمکدار شعلہ، (۸) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں یہ وہ لپٹ ہے جو آگ پر بلند ہوتی اور ایک دوسری سے سرخ، زرد، سبز مل جاتی ہیں۔مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔(۹) المارج: وہ بھیجا ہوا شعلہ جو رکا ہوا نہ ہو۔(۱۰) المبرد نے کہا وہ چھوڑی ہوئی آگ جس کے آگے رکاوٹ نہ ہو۔(۱۱) ابوعبیدہ وحسن بصریؒ کہتے ہیں۔ملی جلی آگ اصل میں مرج مضطرب اور مختلط ہونے کو کہتے ہیں۔فرضی کہتے ہیں۔من نار یہ مارج کی صفت ہے۔

وخلق آدم مما وصف لکم: وصف یہ فعل مجہول ہے۔یعنی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے: ﴿منھا خلقناکم﴾ پھر اس کو گوندھا گیا تو وہ گارا بن گیا۔اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا قول ذکر کیا: ﴿خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین﴾ "پھر وہ جم گئی اور اس میں تغیر پیدا ہوا تو سیاہ بدبودار کیچڑ بن گیا۔پھر خشک ہوا یہاں تک کہ بجنے لگا۔جیسا فرمایا: ﴿ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿خلق الانسان من صلصال کالفخار﴾۔

تخریج : أخرجه أحمد (٩/٢٥٢٤٩) ومسلم (٢٩٩٦) وابن حبان (٦١٥٥)

الفرائد : اس روایت میں آدم، جناب اور ملائکہ کی اصل خلقت کی وضاحت ہے۔اس کے سوا نظریات محض باطل ہیں۔

۱۸۴۹ : وَعَنْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ خُلُقُ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ الْقُرْاٰنَ ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ فِیْ جُمْلَةِ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ۔

۱۸۴۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔مسلم نے

بھی حدیث کے سلسلے میں یہ بیان فرمایا۔

تشریح ❁ شیخ سہروردی کہتے ہیں۔ بعید نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں گہرا اشارہ اور مخفی رمز اخلاق ربانیہ کی طرف ہو۔ الحضرۃ الٰہیہ نے اس بات کا اکرام کیا کہ اس طرح فرمایا آپ اخلاق الٰہیہ سے مزین تھے۔ اور اسی کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ''کان خلقه القرآن'' کے لطیف قول سے تعبیر کیا۔ اس سے ان کی کمال عقل اور مقام ادب کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ جس طرح قرآن کے معانی ختم نہ ہونے والے ہیں۔ اسی طرح آپ کے اوصاف جمیلہ جو آپ کے عظیم اخلاق پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی ختم نہ ہونے والے ہیں۔ آپ کی ہر حالت میں مکارم اخلاق اور محاسن شیم کی ایک نئی جھلک ہے اور قرآن کے وہ معارف و علوم جو اللہ تعالیٰ آپ کے قلب اطہر پر ڈالتے ہیں ان کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ کے جزئی اخلاق کی طرف تعرض مقدور انسانی سے باہر ہے۔ بندے کے ممکنات عادیہ سے نہیں۔ علامہ حرانی فرماتے ہیں جب آپ ﷺ کے قلب اطہر کی معرفت اس طرح جیسا آپ ﷺ نے فرمایا: ''بربی عرفت کل شیء'' تو آپ ﷺ کے اخلاق مبارکہ اعظم اخلاق ہوئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ اور آپ ﷺ کی رسالت کو انسانوں پر نہیں بلکہ جنات کیلئے بھی کر دیا اور جنات پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ تمام جہاں والوں کیلئے عام کیا۔ (سبحان اللہ)

تخریج : أخرجه مسلم (٧٤٦) وأبو داود (١٣٤٢)

الفرائد : آپ ﷺ کے اخلاق و اعمال قرآن مجید کی چلتی پھرتی تصویر تھی نہ کم نہ زیادہ۔

۱۸۵۰ : وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا: ''مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ'' فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ؟ قَالَ: ''لَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم تو سارے ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ جب مؤمن کو اللہ کی رحمت اور اس کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے''۔ (مسلم)

تشریح ❁ لقاء الله احب الله لاءهٗ: اس میں طاعات کی انجام دہی اور اخلاص اختیار کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتعداد برکات ملتی ہیں۔ اور عامل کو شرف سے نوازا جاتا ہے جو بے انتہاء ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے ان چیزوں کیلئے جو اس کیلئے تیار کی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔

من کرہ لقاء: اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرنے سے موت سے نفرت کرتا ہے، اس پر سوال ہوا کہ موت کو تو سب ناپسند کرتے ہیں؟ اور یہ طبعی چیز ہے۔ اگر ان چیزوں کو سامنے رکھ کر جو مؤمن کو ملنے والی ہیں۔ محبوب بھی خیال کرتا ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لیس کذلك ولكن المؤمن: یہ خیال درست نہیں۔ بلکہ مؤمن کو جب (موت کے وقت) رحمت کی بشارت اور انعامات واحسان اور رضا مندی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ۔

احب لقاء اللّٰہ: تو وہ یہ جان کر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہوگا۔ اور وہ خوش ہوگا اور مہربانی فرمائے گا۔

وان الکافر: کافر کو ملنے والی سزا پر بشارت کا لفظ بطور استہزاء اور تہکم ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿**فبشرھم بعذاب الیم**﴾ [آل عمران]

کرہ لقاء اللّٰہ: وہ اپنی بدانجامی جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں وہ عذاب سے بچا ہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیش اس میں پڑا رہے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے۔ اس کو اپنی رحمت سے دور کر کے علم ملکوت میں اس کی مذمت ڈال دیتے ہیں۔

تفصیل روایت: جامع صغیر میں اس قدر الفاظ ہیں: "**من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہٗ ومن کرہ لقاء اللّٰہ کرہ اللّٰہ لقاءہ**" اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طیاسی، دارمی، ابن ماجہ نے انس سے اور احمد وبخاری، مسلم، نسائی نے ابوہریرہ سے طبرانی نے معاویہ سے نقل کیا یہ الفاظ مختلف ہیں۔ "**قالوا یا رسول اللّٰہ کلنا نکرہ الموت، قال لیس ذلك کراهیة الموت ولكن المؤمن اذا احتضر جاء البشیر من اللّٰہ بما هو صائر الیه فلیس شئ۔ احب الی اللّٰہ من ان یکون قد لقی اللّٰہ ماحب اللّٰہ لقاءہٗ۔ وان الفاجر اذا احتضر جاءہ ماهو صائر الیه من الشر فکرہ لقاء اللّٰہ فکرہ اللّٰہ لقاءہٗ**" اس کو احمد ونسائی نے ابن حبان سے روایت کیا۔

نووی کا قول: اس حدیث کا آخر حصہ اول کی تفسیر کرتا ہے اور باقی مطلق روایات کی مراد بھی بیان کرتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کراہیت موت وہ قابل اعتبار ہے جو نزع کی حالت میں ہو جبکہ توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ نہیں۔ اس وقت مؤمن کو اس انجام کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اور اس سے دکھوں کو کھول دیا جاتا ہے۔ اس وقت سعادت مند۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اس کی طرف منتقل ہو جو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے تیار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں یعنی ان کو زیادہ سے زیادہ عطیات دیں گے اور ان کا اکرام فرمائیں گے اور اس کے برعکس بد بخت لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ برا انجام جانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ یعنی ان کو

اپنی رحمت سے ہٹاتے اور کرامت سے دور کرتے ہیں۔ یہ ان کیلئے نہیں چاہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کیلئے کراہیت کا مطلب ہے۔ حدیث کا یہ معنی نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ملاقات کو ناپسند کرنا ان کی تعالیٰ سے کراہت کا سبب ہے۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی ملاقات کو پسند کر وہ ان کے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ یہ ان کی صفت ہے۔

(شرح مسلم نووی)

نہایہ میں ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور جس سے ناپسند کیا اللہ تعالیٰ بھی ناپسند کرتے ہیں اور موت اللہ تعالیٰ کی بقاء میں رکاوٹ ہے۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ کہ نسائی نے اس اضافے کو نقل کیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہے اور انہوں نے ماقبل سے اخذ کر کے اسے نقل کیا ہے۔

نہایہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ملاقات کا مطلب آخرت کی طرف جانا ہے۔ اور اس چیز کو طلب کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اور اس کی غرض موت نہیں کیونکہ ہر ایک اس کو ناپسند کرتا ہے۔ پس جس آدمی نے دنیا کو ترک کیا اور آخرت سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا۔ اور جس نے دنیا کو ترجیح دی اور اس کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ وہاں موت کے ساتھ بہر صورت پہنچ جائے گا۔

والموت دون لقاء اللّٰہ: اس میں وضاحت کی کہ موت بہترین ملاقات ہے۔ لیکن مطلوبہ غرض کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ موت پر صبر کرے اور اس کی مشقت کو برداشت کرے اور اس حکم کو مرضی سے تسلیم کرے اور مان لے جو اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ تاکہ عظیم ثواب کے ساتھ وہ کامیابی پالے ابوعبید قاسم، خطابی نے بھی یہی معنی کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے کا مطلب آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے۔ اور عدم محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا میں لگا رہے اور کوچ کی تیاری نہ کرے۔ اور اس کے حکموں کو ناپسند کرے۔

ابوعبید کہتے ہیں اس چیز کو واضح کرنے والی یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی محبت پر عتاب فرمایا: ﴿**ان الذین لا یرجون لقاء نا ورضوا بالحیاۃ الدنیا واطمأنوا بھا**﴾ [سرہ یونس:۷]

تخریج : أخرجه البخاری (٦٥٠٧) أحمد (٨/٢٢٧٥١) ومسلم (٢٦٨٤) والترمذی (١٠٦٧) والنسائی (١٨٣٧) وابن ماجه (٤٢٦٤) وابن حبان (٣٠١٠) والقضاعی (٤٣٠)

الفرائد : (۱) مجازات جنس عمل سے ہوگی۔ (۲) دیدار الٰہی ایمان والوں کو آخرت میں میسر آئے گا۔ (۳) موت سے کراہت اگر دنیا کی ترجیح کی وجہ سے ہے تو قابل مذمت ہے۔ جو اس خطرے سے کہ میرے اعمال کمزور ہیں کہیں عذاب میں نہ پڑ جاؤں اس کا ڈر موت کے وقت ختم ہو جائے گا۔

۱۸۵۱ : **وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مُعْتَكِفًا**

فَاَتَيْتُهٗ اَزُوْرُهٗ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهٗ ثُمَّ قُمْتُ لِاَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِيْ ' فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِيَّ ﷺ اَسْرَعَا – فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "عَلٰى رِسْلِكُمَا اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ" فَقَالَا : سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ : "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ ' وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَرًّا اَوْ قَالَ شَيْئًا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۱: حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کے بعد جب واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے رخصت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اسی دوران میں دو انصاری آدمیوں کا گزر ہوا۔ پس جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو جلدی قدم اٹھائے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا: "ٹھہر جاؤ' یہ صفیہ بنت حیی ہے"۔ دونوں نے کہا' سبحان اللہ' یا رسول اللہ (کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدگمانی کر سکتے ہیں) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی خیال نہ ڈال دے"۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ازوره ليلاً: رات کے کسی وقت میں میں آپ کی زیارت کیلئے آتی جبکہ آپ حالت اعتکاف میں تھے۔

لا نقلب: اپنے مکان کی لوٹنے کیلئے پلٹی آپ مجھے لوٹانے کیلئے اٹھے۔

فمر رجلان من الانصار: حافظ کہتے ہیں مجھے ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ ابن عطاء نے شرح عمدہ میں بلا سند لکھا ہے کہ یہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے۔

اسرعا: آپ کو دیکھ کر تیز چلنے لگے آپ نے فرمایا۔ اپنی رفتار سے چلو۔ یہاں ایسی بات نہیں جس کو تم ناپسند کرو۔ یہاں عبارت محذوف ہے "امشیا علی هینتکما"۔

انها صفيه بنت حيي: بخاری نے ایک یہ الفاظ زیادہ کیے۔ "فکبر علیهما ذلك" اور ایک روایت میں ہے۔ "فقال یا رسول الله وهل یظن بك الا خیراً" اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کو شامل ہے۔ بعض نے کہا یہ شیطان کی کثرت شیطنت سے کنایہ ہے۔ گویا وہ خون کی طرح جدا نہیں ہوتا۔

و انی خشیت: مجھے ڈر ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں شر نہ ڈالے۔ حافظ کہتے ہیں۔ روایات کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ برا گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ ان کی قوت ایمانی جانتے تھے۔ لیکن وسوسے کا خطرہ ہوا کیونکہ وہ معصوم تو نہیں۔ اس خیال سے وہ ہلاک ہو جائیں اس لئے آپ ﷺ نے اس مادہ کو ہی مٹا دیا اور مابعد کی تعلیم دے دی۔ جبکہ ایسا موقعہ آ جائے۔ واقعہ: امام شافعی کے متعلق ابن عساکر نے نقل کیا کہ وہ ابن عیینہ کی مجلس میں تھے ان سے اس حدیث کے گہرا سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ اگر ان لوگوں نے آپ کو متہم خیال کیا تو وہ تہمت سے کافر ہو گئے۔ لیکن نبی

اکرم ﷺ نے بعد کے متعلق ادب سکھایا جب تم اس طرح ہوتو اس طرح کرو۔ تا کہ برا گمان پیدا نہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ تو تہمت نہیں لگاتے کیونکہ آپ سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ ابن عیینہ یہ سن کر فرمانے لگے اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ تم کو بہترین بدلہ دے ہمارے پاس تو تمہاری طرف سے وہی چیز پہنچتی ہے جس کو ہم پسند کرتے ہیں۔ (زھر الرُبی علی المجتبی السیوطی) مگر حافظ نے حاکم سے اس طرح نقل کیا شافعی رحمہ اللہ ابن عیینہ کی مجلس میں تھے۔ انہوں نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس لئے کہا کہ اگر وہ تہمت کا گمان کر لیتے تو ان کے متعلق کفر کا خدشہ تھا۔ آپ ﷺ نے نصیحت کر کے ان کو خبردار کر دیا تا کہ شیطان کی شرارت سے وہ ہلاکت کا شکار نہ ہوں۔

ابن حجر کہتے ہیں: اس حدیث میں سبق دیا کہ بدگمانی سے بچنا چاہیے اور شیطان کی تدابیر سے بچنا چاہیے۔

ابن دقیق کہتے ہیں۔ علماء کو اور جو ان کے پیرو ہیں انہیں لازم ہے کہ ایسے اعمال نہ کریں جو بدگمانی کا باعث ہوں۔ اگر چہ اس سے چھٹکارے کا راستہ ہو۔ کیونکہ ایسے فعل کا ارتکاب بدگمانی پیدا کرے گا اور ان کے علم سے لوگ نفع اٹھانا بند کر دیں گے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۱۰/۲۶۹۲۷) والبخاری (۲۰۳۵) ومسلم (۲۱۷۵) وأبو داود (۲٤۷۰) وابن ماجه (۱۷۷۹) والدارمی (۱۷۸۰) وابن حبان (۳٦۷۱) وابن خزيمة (۲۲۳۳) والبيهقی (۳۲۱/٤)

الفرائد : (۱) انبیاء علیہم السلام کے متعلق بدگمانی کفر ہے۔ (۲) عورت اعتکاف میں خاوند کی ملاقات کر سکتی ہے۔ (۳) بدگمانی شیطان کا ایک کید ہے۔

۱۸۵۴ : وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ حُنَیْنٍ فَلَزِمْتُ اَنَا وَاَبُوْسُفْیَانَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی بَغْلَةٍ لَّهٗ بَیْضَآءَ فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَرْكُضُ بَغْلَتَهٗ قِبَلَ الْكُفَّارِ ' وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَّا تُسْرِعَ' وَاَبُوْسُفْیَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ''اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ'' قَالَ الْعَبَّاسُ وَكَانَ رَجُلًا صَیِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ ' فَوَ اللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِیْنَ سَمِعُوْا صَوْتِیْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ ' عَلٰی اَوْلَادِهَا- فَقَالُوْا : یَا لَبَّیْكَ یَا لَبَّیْكَ فَاقْتَتَلُوْهُمْ وَالْكُفَّارَ ' وَالدَّعْوَةُ فِی الْاَنْصَارِ ' یَقُوْلُوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰی بَنِی الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهٖ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَیْهَا اِلٰی قِتَالِهِمْ فَقَالَ : ''هٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ'' ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَصَیَاتٍ فَرَمٰی بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ : ''انْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ'' فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰی هَیْئَتِهٖ

فِيمَا اَرٰی ، فَوَ اللّٰہِ مَا ھُوَ اِلاَّ اَنْ رَمَاھُمْ بِحَصَیَاتِہٖ، فَمَا زِلْتُ اَرٰی حَدَّھُمْ کَلِیلًا ، وَاَمْرَھُمْ مُدْبِرًا" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْوَطِیْسُ" :التَّنُّوْرُ - وَمَعْنَاہُ اشْتَدَّتِ الْحَرْبُ - وَقَوْلُہٗ :"حَدَّھُمْ" ھُوَ بِالْحَآءِ الْمُھْمَلَۃِ : اَیْ بَاْسَھُمْ۔

۱۸۵۲: حضرت ابی الفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دِن حاضر ہوا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے۔ جب مسلمانوں اور مشرکوں کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر چل دیئے (کفار کے حملے کے باعث منتشر ہو گئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی طرف بڑھنے کے لئے اپنے خچر کو ایڑھ لگانے لگے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے اسے روکے ہوئے تھا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو۔ عباس (رضی اللہ عنہ) بلند آواز والے آدمی تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بلند آواز میں کہا: کہاں ہیں درخت کے نیچے بیعت کرنے والے؟ پس اللہ کی قسم میری آواز سن کر ان کا مڑنا اسی طرح تھا جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف مڑتی ہے۔ پس یہ کہتے ہوئے: لبیک ہم حاضر' لبیک ہم حاضر۔ پھر انہوں نے اور کفار نے آپس میں لڑائی کی۔ اس دن انصار یہ کہہ رہے تھے۔ اے انصار کے گروہ' اے انصار کے گروہ' پھر بنو حارث بن خزرج پر یہ دعوت محدود ہو گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار اپنی گردن کو بلند کر کے ان کی لڑائی کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی وقت لڑائی کے زور پکڑنے کا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں لی اور ان کفار کے چہرے پر پھینک دیں۔ اور فرمایا' ربّ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم ہے وہ کفار شکست کھا گئے۔ حالانکہ میں دیکھ رہا تھا کہ لڑائی تو اپنی اسی ہیئت پر ہے جو میں نے پہلی دیکھی۔ پس اللہ کی قسم کنکریاں پھینکے جانے کی دیر تھی کہ میں نے ان کی قوت کی دھار کو کند ہوتے دیکھا اور ان کا معاملہ پیٹھ پھیرنے تک پہنچ گیا"۔ (مسلم)

اَلْوَطِیْسُ :تنور۔ مقصد یہ ہے کہ لڑائی میں شدت پیدا ہو گئی تھی۔ حَدَّھُمْ :دھار سے مراد ان کی جنگی صلاحیت ہے۔

تشریح ۞ ان کے حالات کا تذکرہ گزر چکا ملاحظہ کرلیں باب الدعوات......

یوم حنین: یہ عرفات کے قریب ایک وادی ہے۔ جہاں ۸ھ شوال میں ہوازن کے ساتھ معرکہ قتال پیش آیا آپ ﷺ کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ دس ہزار تو وہ تھے جو مکہ کی فتح کیلئے ساتھ آئے تھے۔ اور دو ہزار فتح کے روز ہونے والے مسلمانوں کی تھی۔ حنین ایک آدمی کا نام تھا جو وہاں رہتا تھا اس کی مناسبت سے وادی کا نام پڑ گیا۔ **فلم نفارقہ**: میں اور ابوسفیان بن حارث دونوں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے۔

بغلة بیضاء: بعض نے کہا یہ دلال تھا جو فروہ بن نفاثہ الجذامی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں دیا تھا۔ جیسا کے علاوہ آپ کا کوئی خچر معروف نہیں۔ یہاں فروہ بن نفاثہ ہے اور مسلم کی روایت میں نعامہ ہے۔ نووی کہتے ہیں پہلا صحیح اور معروف ہے۔ قرطبی نے نباتہ میں لکھا۔ ان کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بخاری نے نقل کیا کہ ہدیہ دینے والا ایلہ کا بادشاہ تھا اور اس کا نام ابن اسحاق کے مطابق یحییٰ بن روزنہ تھا۔ (سیرہ ابن ہشام)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے موقعہ پر خچر پر سوار ہوئے۔ حالانکہ یہ صلح کے وقت کی سواری ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ پر کس قدر یقین و وثوق تھا۔ آپ کیلئے صلح و حرب کے مواقع برابر تھے۔

ولی المسلمون مدبرین: کیونکہ مشرکین تیرانداز تھے انہوں نے مسلمانوں کو تیروں کی لو پر رکھا۔ وہ تاب نہ لا کر پیچھے پلٹ گئے۔ اور یہ بعض لوگوں کے اس قول کا بھی اثر تھا۔ "لن نغلب الیوم عن قلة" اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا: ﴿ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم......﴾ [توبہ: ۲۵]

قبل الکفار: آپ کو اپنے رب تعالیٰ پر کامل وثوق تھا اس لئے آپ کفار کی جانب بڑھنے لگے۔ انا اخذ بلجام: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام کو تھامنے والا تھا تا کہ وہ لڑائی کہ گھمسان میں نہ گھسے۔ لجام کی جمع لجم جیسے کتاب وکتب اور تا کہ خچر جلدی نہ کرے۔

ای عباس ناد اصحاب السمرة: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بیعت رضوان والوں کو آواز دیں۔

رجلا صیتاً: عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے۔ حازمی کہتے ہیں یہ جبل سلع پر کھڑے ہو کر اپنے غلاموں کو آواز دیتے۔ جو کہ غابہ میں ہوتے تو وہ ان کی آواز سن کر آ جاتے۔ جبل سلع اور غابہ کا فاصل آٹھ میل ہے۔ یہ جملہ بیان حکمت کیلئے مدرج فی الحدیث ہے۔

فقلت باعلی صوتی این اصحاب السمرہ: میری آواز پر ان کا لبیک کہنا ایسا تھا جیسا گائے اپنے بچے پر۔ قرطبی کہتے ہیں ان کے تیزی سے لوٹنے کو گائے کے بچے کی طرف میلان سے تشبیہ دی ہے۔

فقالوا لبیك لبیك: علماء کہتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے۔ ان کا فرار بھی بعید نہ تھا۔ دوسرا بالکل نہ تھا۔ وہ لوگ جو اہل مکہ سے طلقاء آئے وہ منہزم ہوئے اور وہ جن کے دلوں میں ابھی ایمان نہ آیا تھا۔

هم والکفار: اَلنَّجْوَ: یہ مفعول معہ ہے یہی اولیٰ ہے۔

یقولون یا معشر الانصار: معرکہ میں ثابت کہیں اے گروہ انصار۔ معشر گروہ، جماعت، یہ مردوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع معاشر آتی ہے۔

ثم قصرت الدعوة بنی الحارث بن الخزرج: بڑے کا نام لیا تا کہ ان کے پوتے کعب بن خزرج نہ سمجھ لیے جائیں۔ خزرج سے عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔

حین حمی الوطیس: جب میدان کارزار گرم ہو گیا۔ حین خبر ہے۔ اس کا اعراب

"علی حین عاتبت المشیب علی الصبا" ے

کی طرح
ہے۔

حصیات فرمی بھن :حصبات ۔چھوٹی کنکریاں۔مٹی کی مٹھی لے کر دشمن کی طرف پھینک دی۔''فما خلق اللّٰہ منھم انسانا الاملاء عینۂ ترابا من تلك القبضة''ممکن ہے کہ وہ قبضہ مٹی اور کنکریوں پر مشتمل ہو۔وہ مٹی ہر کافر کے منہ تک پہنچی۔یہ معجزہ نبوت ہے۔کیونکہ ان کی آنکھوں میں پہنچانا یہ قوت بشریہ کے بس میں نہیں اور نہ ہتھیلی میں اتنی مٹی آسکتی تھی کہ جو ان کو کافی ہو۔یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا۔اسی لئے فرمایا:﴿وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمی﴾۔

انھزموا ورب الکعبة: جب لڑائی گرم ہوئی تو یہ فرمایا۔یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔فذھبت انظر: کنکریاں پھینکنے اور اس قول سے پہلے۔تو لڑائی۔

فما زلت اری حدھم کلیلاً :آپ نے جونہی کنکریاں پھینکیں اور ان کے شکست کھانے کی اطلاع دی۔تو ان کی قوت کمزور ہوگئی اور ذلیل ہو کر بھاگ گئے۔الوطیس: وہ جو لوگوں کو دھکیلے۔یہ لڑائی کی شدت سے کنایہ کیا جاتا ہے۔آپ کی زبان مبارک سے سب سے پہلے سنا گیا۔بقول قرطبی۔آگ جلانے کی جگہ کو وطیس کہتے ہیں یہ اس آیت کی طرح:﴿کلما اوقدوا ناراً للحرب اطفأھا اللّٰہ﴾ [المائدہ:٦٤] اصمعی کہتے ہیں۔وطیس۔گرم پتھر جمع وطیسہ بقول مطرز تنور کو کہتے ہیں۔اس کی جمع نہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/١٧٧٥) مسلم (١٧٧٥) والنسائی (٨٦٥٣) وأبو یعلی (٦٧٠٨) والحاكم (٣/٥٤١٨) وابن حبان (٧٠٤٩) وعبد الرزاق (٩٧٤١) والحمیدی (٤٥٩)

الفرائد : (۱)انبیاء علیہم السلام کو وعدہائے ربانی میں جس قدر یقین ہوتا وہ دوسروں کو نہیں۔(۲)خچر پر سواری جائز ہے۔(۳)اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا جائز ہے۔(۴)سالار لشکر ثابت ہوگا تو لشکر بھی ثابت قدم ہو جائے گا۔

۱۸۵۳ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا ، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ – فَقَالَ تَعَالٰی : "یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا وَقَالَ تَعَالٰی مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ : یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ ، وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ ، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اے لوگو! بے شک اللہ پاک ہیں وہ پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا اور اللہ نے مؤمنوں کو اسی بات کا حکم دیا جس کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ......﴾ ''اے ایمان والو! جو ہم

نے تمہیں روزی دی ہے اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر کیا جو لمبا چوڑا سفر کرتا ہے پراگندہ اور غبار آلود حالت میں اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف یارب یارب کہہ کر دراز کرتا ہے حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام پینا بھی حرام اسے حرام کی غذا بھی ملی۔ اس کی دعا پھر کس طرح قبول ہو۔ (مسلم)

تشریح ❁ **ایھا الناس ان اللہ طیب**: طیب نقائص سے پاک اور آفات وعیوب سے مقدس۔

لا یقبل الا طیبا: اللہ تعالیٰ کا قرب حلال عمدہ مال سے مل سکتا ہے۔ **النحو**: یہ دوسری خبر ہے۔

یاایھا الرسل: زمخشری کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا زمانہ اگرچہ مختلف تھا مگر ان کو خطاب اکٹھا کیا تاکہ یہ ظاہر کر دیا جائے ہر پیغمبر اپنے زمانے میں وحی کو پہنچا تا ہے۔ تاکہ سننے والے کو یقین ہو کہ یہ بات سب کو کہی گئی ہے۔ اس لئے اسے لینا اور اختیار کرنا چاہئے۔

الطیبات: حلال اور لذیذ۔

کلوا من طیبات ما رزقناکم: یہاں رزق کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی۔ تاکہ ان کو انتہائی احتیاط پر ابھارا جائے۔ مطلب یہ ہے خالص حلال کھاؤ۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا اہل ہے۔ مِنْ کو اس لئے لائے تاکہ اسراف سے بچیں۔ امر یہاں اباحت کیلئے ہے یا وجوب کیلئے ہے جبکہ بندے کی بھوک سے جان نکلنے کو ہو جائے۔ یا پھر استحباب کیلئے ہے جب کہ مہمان کی موافقت مقصود ہو۔ پھر آپ ﷺ نے بطور استبعاد یہ بات فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں کرتا۔

ثم ذکر الرجل یطیل السفر: ثُمَّ یہ ترتیب کیلئے ہے۔ طویل سفر سے مراد حج وغیرہ جہاد کا سفر ہے۔ **النحو**: یہ جملہ الرجل کی صفت یا حال ہے کیونکہ اس کا الف لام جنسیہ ہے۔ **اشعث**: بکھرے ہوئے بالوں والا۔ **اغبر**: غبار آلود چہرے والا۔ یہ دونوں یطیل کے فاعل سے احوال مترادفہ یا متداخلہ ہیں۔

یمد یدیه الی السماء: **النحو**: یہ اشعث کی ضمیر سے حال ہے یا ماقبل سے حال ہے۔

یا رب، یا رب: یہ حالات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دعا کرنے والا بظاہر اجابت کا حقدار ہے۔ اس کے باوجود اسکی دعا قبول جو ایسا نہ ہو اور حرام لباس پہنتا ہو اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔ **مطعمه**: یہ مصدر مفعول کے معنی میں ہے اور قائلا جو یارب سے پہلے محذوف ہے اس کے فاعل سے حال ہے۔ مطعم اور غذی بالحرام کو لا کر اشارہ فرمایا کہ حرام کھانے میں اس کی دو حالتیں بچپن ہو یا جوانی برابر ہیں۔

فانی یستجاب لذلک: **النحو**: انّٰی: کیف یا این کے معنی میں ہے۔ استجابت سے دعا مراد ہے۔ **لذلک** میں لامِ تعلیلہ ہے۔ یعنی اس مذکورہ کے حرام ہونے کی وجہ سے دعا کیونکر قبول ہو۔ یا **ذلک** کا مشار الیہ وہ الرجل ہے۔ یعنی ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔

اشارہ: اس میں اشارہ ہے کہ کھانا پینا ایسی چیز ہے جس پر دعاؤں کی قبولیت کا مدار ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دعا کے دو پر

ہیں: (۱) اکل حلال، (۲) صدق مقال (سچ بولنا)۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸۳۵۷) ومسلم (۱۰۱۵) والترمذی (۲۹۸۹)

الفوائد : (۱) حلال مال سے خرچ کرنا چاہیے۔ (۲) حلال مقام پر خرچ کیا جائے۔ (۳) مستجاب الدعوات بننے کیلئے لباس خوراک، مشروب سب حلال ہونے ضروری ہیں۔

۱۸۵۴ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "ثَلَاثَةٌ ، لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : شَيْخٌ زَانٍ ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ" ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَلْعَائِلُ" : اَلْفَقِيْرُ۔

۱۸۵۴ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ کلام نہ فرمائیں گے، نہ ان کو پاک کریں گے، نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے: (۱) زانی، (۲) جھوٹا بادشاہ، (۳) متکبر فقیر۔ (مسلم)

اَلْعَائِلُ: فقیر۔

تشریح ۞ ولهم عذاب اليم: ان کو یہ دردناک عذاب ان کی اس بلاضرورت بدعملی پر ہوگا۔ علامہ نیشاپوری کہتے ہیں۔ یہ ایسا عذاب ہے جس کا اثر دل تک گھس جائے گا۔ اور یہ وہ چیز جس کے سامنے انسان عاجز ہو جائے اور اس پر گراں ہو وہ عذاب ہے۔ اہل عرب عذاب روکنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ عزبته، عذابًا۔ میں نے اس کو منع کیا۔ عذب عذوبا۔ یعنی وہ باز رہا۔ ماء عذب کو ماء عذب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پینے والے کو مزید پانی سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح عذاب اس آدمی کو دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روک دیتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی اس سے منع کر دیتا ہے۔ (الواحدی)

قاضی کہتے ہیں۔ ان تین کو وعید میں خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے بلاضرورت اس معصیت کا ارتکاب کیا۔ جبکہ اس کا داعیہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ تو ان کا اقدام جرم عناد اور اللہ تعالیٰ کے حق میں استخفاف کے مرادف ہوا اور جان بوجھ کر معصیت کی جبکہ ضرورت نہ تھی۔ بڑھے کی قوت شہوانی حلال وطی سے کمزور ہو چکی تو وہ حرام کا کیسے ارتکاب کر رہا ہے۔ تجربات زمانہ سے اس کی عقل تو کمال کو پہنچ گئی۔ زناء کی طرف تو غلبہ شہوت۔ اور قلت معرفت اور ضعف عقل دعوت دیتا ہے اور یہ کامل عقل والا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہ سب جوانی سے ہوتے ہیں اور امام کو کسی کا ڈر نہیں۔ جھوٹ بولنا تو ان کو دھوکا دینے اور چاپلوسی کرنے کیلئے ہوتا ہے جن سے آدمی کو خطرہ ہوتا ہے اور تنگ دست کے پاس مال بھی نہیں جو کہ فخر و غرور کا باعث ہوتا ہے۔ تو وہ تکبر وغیرہ غیر کی وجہ سے کر رہا ہے۔ جو بلا حاجت ہے۔

تخریج : کتاب المأمورات ۱/۷۲ تحریم الکبر میں گزر چکی وہاں دیکھیں۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۸۵۵ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیحان جیحان اور فرات اور نیل یہ چاروں جنت کے دریا ہیں"۔ (مسلم)

تشریح ✿ سیحان و جیحان: نووی کہتے ہیں یہ دریائے مصیصہ ہے۔ جلال الدین محلی کہتے ہیں یہ ہندوستان کی نہر ہے۔ نووی کہتے ہیں دریائے ادند ہے جو جیحوں کے علاوہ ہے۔ یہ خراساں کے پچھلی جانب بلخ کے پاس واقع ہے اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ سیحان اور جیحان وہی سیحون و جیحون ہیں۔ اور یہ دونوں علاقہ خراساں میں واقع ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ قاضی کی یہ بات درست نہیں۔ اس بات پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ اس کے علاوہ ہیں مگر سیوطی کہتے کہ نووی کی یہ بات محل نظر ہے۔
والفرات و النیل: فرات وہی دریا ہے جو شام و جزیرہ کے درمیان حائل ہے۔ نیل یہ مصر کا مشہور دریا ہے۔
کل من انھار الجنة: امام سیوطی نے ان کو ظاہر پر رکھا ہے۔ ان کا مادہ جنت کی طرف سے ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان علاقوں میں اسلام عام ہو جائے گا۔ وہاں کے اجسام عذبہ جنت کی طرف جائیں گے۔ نووی نے پہلے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۸۳۹)

الفرائد : (۱) سیحون جیحون، نیل، فرات سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی گئی۔ (۲) جن زمینوں کو یہ سیراب کرتے ہیں وہ بھی بابرکت ہیں اور وہاں کی کھیتیاں بھی برکت والی ہیں۔

۱۸۵۶ : وَعَنْهُ قَالَ : اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِيْ فَقَالَ : "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ اٰدَمَ ؑ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ اٰخِرِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۵۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اس میں اتوار کے دن اور درخت سوموار کے دن اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں چوپایوں کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری ساعت میں عصر سے رات تک کے

وقت میں پیدا فرمایا''۔ (مسلم)

تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو اس لئے پکڑا تا کہ غفلت سے بیدار ہو جاؤں۔

التربة يوم السبت: تربہ اور تراب ایک چیز دو نام ہیں۔ اس سے مراد زمین کا مادہ ہے۔ زمین کے بوجھ اور میخ کے طور پر پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا۔ اور سوموار کے دن درختوں اور منگل کے دن مکروہ چیزوں کو اور دوسری روایت میں ''خلق الفتن يوم الثلاثاء''۔ ثابت بن واسم نے اسی طرح نقل کیا ہے اور وہ وہی اشیاء ہیں جن پر معاش کا دارومدار ہے اور جن سے تدابیر پوری ہوتی ہے۔ جیسے لوہا وغیرہ جواہرات ارضی اور ہر چیز کی درستی اور اتقان و پختگی انہی سے ہوتی ہے۔

خلق النور: قاضی کہتے مسلم کے بعض رواۃ کے مطابق اس کے آخر میں نون ہے جس کا معنی مچھلی ہے۔

يوم الاربعاء: اربعاء کی جمع اربعاوات اور ارابیع ہے۔ صاحب الحکم نے بیان کیا کہ اس کی تین لغات ہیں اور تمام زمین پر چلنے والے جانور جمعرات کو پیدا فرمائے۔

وخلق آدم عليه السلام: ''من يوم الجمعه'' مِنْ تبعیض یا ابتداء کیلئے ہے۔

في آخر الخلق: یہ خلق سے متعلق ہے۔ گویا دن کی آخری گھڑی میں پیدا فرمایا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٣٤٩) ومسلم (٢٧٨٩) وابن حبان (٦١٦١) والحاكم (ص/٣٣/٣٤) والبيهقي (ص/٣٨٣) البخاري (٤١٣/١) وأخرجه أبو يعلى (٦١٣٢)

الفرائد : یہ روایت معلل ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ کعب احبار پر موقوف ہے مرفوع نہیں ہے۔

١٨٥٧ : وَعَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْیَافٍ فَمَا بَقِیَ فِیْ یَدِیْ اِلاَّ صَحِیْفَةٌ یَمَانِیَةٌ ' رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

١٨٥٧: ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے ہاتھ میں (جنگ) موتہ کے دن نو تلواریں ٹوٹیں اور صرف چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔ (بخاری)

تشریح یہ عمر بن مخذوم المخذومی ہیں۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لائے۔ غزوہ موتہ سے صرف دو مہینے پہلے اسلام لائے۔ مرتدین کے خلاف لڑی جانے والی لڑائیوں میں ان کی قیادت تھی۔ ان کی وفات ۲۱۰۲ھ میں ہوئی۔

يوم موتة: یہ شام کے قریب بستی ہے۔ یہ غزوہ ۸ھ جمادی اور بعض نے کہا ۸ھ صفر میں پیش آیا۔ فتح مکہ اس کے بعد رمضان ۸ھ میں ہوئی۔

تسعة اسياف: یہ قوت ضرب اور ان کے قوت قتال کی علامت ہے۔ اور کمال ثابت قدمی اور لڑائی کے سمندر میں گھس جانے کی وجہ تھا اور کیوں نہ ہوتا ان کو زبان نبوت سے سیف من سیوف اللہ فرمایا گیا۔

تخریج : أخرجه البخاري (٤٢٦٥)

الفرائد : (۱) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمال بہادری ثابت ہوتی ہے۔ وہ اعداء اللہ، اللہ تعالیٰ کی سونتی تلوار تھے۔

۱۸۵۸ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : "اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا حَكَمَ وَاجْتَهَدَ فَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۸: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جب حاکم نے حکم کے لئے اجتہاد کیا اور وہ اجتہاد درست ہوگیا' تو اس کو دو اجر ملیں گے اور جب حاکم نے اجتہاد کیا اور اس میں غلطی کی تو اس کو ایک اجر ملے گا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یہ مشہور صحابی ہیں ان کے حالات باب فضل السحور میں گزرے۔

فاجتهد: ان معاملات میں وہ اجتہاد کرتا ہے جو اجتہادی معاملات ہیں۔

فلهٗ اجران: اجتہاد کا اجر اور ان کے مقصد کو پالینے کا اجر۔

فاخطاء فله اجر: اگر وہ اہل اجتہاد تھا۔ اجتہاد میں مصیب نہ ہوا تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ اور جو اہل اجتہاد سے نہیں وہ خطاء سے سخت گناہ گار ہوگا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٧٨٩) والبخاری (٧٣٥٢) ومسلم (١٧١٦) وأبو داود (٣٥٧٤) والترمذی (١٣٣١) والنسائی (٥٣٩٦) وابن ماجه (٢٣١٤) وابن حبان (٥٠٦٠) وابن الجارود (٩٩٦) والدارقطنی (٢٠٤/٤) والبيهقی (١١٩/١٠)

الفرائد : احکام میں خوب ثواب کی طلب چاہئے حاکم پوری کوشش کردے تو اس نے مقصد کو پالیا۔ اس کو کوشش کا صلہ مل جائے گا۔

۱۸۵۹ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : "الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۵۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی بھڑک ہے پس اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **جهنم:** جہنم کی بھڑک اور قوت لپٹ سے ہے۔

فابردوها: یہ ثلاثی ہے اور بردا لماء حرارة جوفی یعنی اس کی حرارت کو پرسکون بنادیا۔ اور عیاض نے اس کو ابرد الشئ سے لیا ہے۔ جب اس کو اس طرح مروڑا جائے کہ ٹھنڈا کردے۔ مگر جوہری نے اس کو غیر فصیح لغت کہا۔

اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا جو اس اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے بخار زدہ کے بدن اور کپڑے پر

پانی چھڑکا جائے گا۔ اس سے مراد بخار والے غسل کرنا نہیں۔(۲) اور نہ ہی ڈبکی لگانا ہے کیونکہ یہ مضر ہے۔ اور اسماء رضی اللہ عنہا ان صحابیات سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو خوب جاننے والی تھی۔ یا اہل حجاز کو خطاب ہے۔ اور ان کے قرب والے گرم ممالک۔ کیونکہ ان کے بخارات اکثر شدت حرارت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور اس کو ٹھنڈا پانی یقیناً فائدہ دے گا خواہ غسل کریں یا پئیں۔ اور کسی علاج کی ضرورت نہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں خطاب اگرچہ عام ہے مگر مراد اس سے خاص ہے۔ جیسا ہم لکھ آئے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں کہ بخار سے صفراوی مراد لیں۔ اطباء کے ہاں مسلّم ہے۔ کہ صفراوی بخار والے کو سخت ٹھنڈا پانی پلایا جائے گا۔ اس کو برف کا پانی پلاتے اور اس کے اعضاء پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں۔ اور غسل سے مراد اس کے قریب قریب ہے جو اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بخار والے کے گریبان میں پانی انڈیل دیتی تھیں۔ اور عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں اس کے گردن اور جسم کے درمیان ڈالتیں۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے جس طرح دیکھا اسی طرح کیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بخار مختلف ہیں۔ بعض تو ٹھنڈا کرنے کے قابل ہیں بعض اس کے مناسب نہیں حدیث پہلے پر محمول ہے۔ پس اس کے مناسب پر عمل کیا جائے گا۔ بعض نے کہا جس بخار میں غوطہ کا حکم دیا گیا وہ جو نظر لگنے، زہر، سحر وغیرہ کی وجہ سے ہو پھر یہ اس جائز گنڈے کی قسم ہو جائے گا۔ اسود کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گنڈے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم اس کا کیا کرو گے۔ یہ دریائے فرات تمہارے پہلو میں بہتا ہے۔ جس کو نظر لگ جائے یا زہر یا جادو کا اثر ہو وہ فرات پر آئے اور اس کا رخ کر کے پانی میں سات غوطے لگائے۔

تخریج : أخرجه البخاری (۳۲۶۳) ومسلم (۲۲۱۰) والترمذی (۲۰۷۴) وابن ماجه (۳۴۷۱)

الفرائد : (۱) جہنم پیدا ہو چکی اور اب موجود ہے۔ (۲) بخار بھی اس کی لپٹ ہے۔ اس لیے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۱۸۶۰ : وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: الْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ اَوْ غَيْرَ وَارِثٍ۔

۱۸۶۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے ذمے روزہ تھا تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے"۔ (بخاری و مسلم) پسندیدہ بات یہ ہے کہ جس کے ذمے روزے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے۔ مراد ولی سے قریبی رشتہ دار ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔

تشریح ۞ علیه صوم: اس کو قضاء کی قدرت تھی۔ یا افطار سے روزہ توڑ دیا اور اس کے ذمہ روزے بطور کفارہ لازم

تھے۔

صام عنه وليه: اگر مناسب ہو تو روزہ رکھے۔ اور اگر چاہے تو اس کے ترکہ میں سے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کا کھانا یعنی ایک مد نکال دے۔ شوافع کا قدیم قول یہی ہے اور اس حدیث سے استدلال ہے۔ اس صحیح روایت کے پیش نظر میت کی طرف سے وارث قضاء رمضان یا کفارہ کے روزے رکھے۔ جبکہ اس کو قدرت ہو اور ولی سے قریبی رشتہ دار مراد ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔ اجنبی روزہ نہیں رکھ سکتا۔ حج میں اجنبی کی نیابت بھی درست ہے۔ کیونکہ وہ مالی عبادت ہے اور روزہ خاص بدنی ہے۔ اس لئے دونوں کا حکم الگ ہے۔

احناف کے ہاں عبادات بدنیہ میں نیابت درست نہیں فدیہ متعین ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۹/۲٤٤٦٥) والبخارى (۱۹٥۲) ومسلم (۱۱٤۷) وأبو داود (۲٤۰۰) وابن حبان (۳٥٦۹) والدارقطنى (۲/۱۹٤) والبيهقى (٤/۲٥٥)

الفرائد : مختار قول کے مطابق بدنی عبادات کی قضاء نہیں۔ البتہ قضاء کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ جو صدقہ کی صورت میں ہوگا۔

۱۸٦۱ : وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ الطُّفَيْلِ اَنَّ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِىْ بَيْعٍ اَوْ عَطَآءٍ اَعْطَتْهُ عَآئِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا : وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَآئِشَةُ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا – قَالَتْ : اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا : نَعَمْ – قَالَتْ : هُوَ لِلّٰهِ عَلَىَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا ، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ : لَا وَاللّٰهِ لَا اُشَفَّعُ فِيْهِ اَبَدًا ، وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِىْ فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ ابْنَ عَبْدِ يَغُوْثَ وَقَالَ لَهُمَا : اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لِمَّا اَدْخَلْتُمَانِىْ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِيْعَتِىْ فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، حَتّٰى اَسْتَاْذَنَا عَلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَا : اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَآئِشَةُ ادْخُلُوْا قَالُوْا : كُلُّنَا؟ قَالَتْ : نَعَمِ ادْخُلُوْا كُلُّكُمْ ، وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ فَاعْتَنَقَ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِىْ ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّا كَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ ، وَيَقُوْلَانِ : اِنَّ النَّبِىَّ ا نَهٰى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ – فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَآئِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِىْ ، وَتَقُوْلُ : اِنِّىْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَاَعْتَقَتْ فِىْ نَذْرِهَا ذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً ، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ

ذٰلِكَ فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَا خِمَارَهَا ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۶۱: عوف بن مالک بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن زبیر نے اس عطیئے کے بارے میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا گیا تھا (اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو تقسیم کر دیا تھا) تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا' اللہ کی قسم عائشہ (میری خالہ) ضرور ان کاموں سے باز آ جائے ورنہ میں ان پر پابندی عائد کردوں گا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کیا عبداللہ نے واقعی یہ بات کہی ہے؟ کہا جی ہاں۔ عائشہ نے فرمایا' اللہ کی قسم مین نے نذر مان لی ہے کہ میں عبداللہ سے کبھی کلام نہیں کروں گی۔ جب قطع تعلق کی مدت طویل ہوگئی تو ابن زبیر نے اِس کے لئے سفارش کروائی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اس معاملے میں نہ سفارش مانوں گی اور نہ ہی اپنی نذر توڑنے کا گناہ کروں گی۔ جب یہ بات عبداللہ بن زبیرؓ پر سخت تکلیف دہ ہوئی تو انہوں نے حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود سے بات چیت کی ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے ضرور حضرت عائشہ کی خدمت میں لے چلو اس لئے کہ ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ میرے ساتھ قطع رحمی کی نذر مانیں۔ مسور اور عبدالرحمٰن' ابن زبیر کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس طرح اجازت طلب کی۔ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ کیا ہم اندر آ جائیں؟ حضرت عائشہ کہا آ جاؤ۔ انہوں نے کہا کیا ہم سب۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں۔ حضرت عائشہ کو یہ علم نہ ہوا کہ عبداللہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو جب وہ سب داخل ہو گئے تو عبداللہ اپنی خالہ سے لپٹ گئے اور انہیں قسمیں دینے اور رونے لگے اور پردے کے باہر مسور اور عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسمیں دینے لگے کہ وہ ان سے ضرور بات کر لیں۔ حضرت عائشہ نے یہ بات قبول کر لی۔ وہ دونوں کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلقی سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپؓ جانتی ہیں کہ کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے۔ جب انہوں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے نصیحت اور وعظ کی بہت سی باتیں کی تو حضرت عائشہ بھی ان کو روتے ہوئے نصیحت کرنے لگیں اور فرمانے لگیں میں نے تو نذر مانی ہے اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ وہ دونوں حضرت عائشہ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر سے بات کر لی۔ اور نذر کے کفارے میں چالیس گردنیں آزاد کیں۔ بعد میں جب کبھی وہ اس نذر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں کہ ان کے آنسو ان کی اوڑھنی کو تر کر دیتے۔ (بخاری)

تشریح ۞ عوف بن مالک متوسط تابعین سے ہیں۔ یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضیع ہیں اور حضرت عائشہ سے بیان کرنے والے مخرمہ ہیں۔

لتنتهين عائشه او لا حجرن عليها: عائشہ رضی اللہ عنہا اس سخاوت سے باز آئیں ورنہ ان پر پابندی لگا دوں گا۔

قالت أهو قال: سامعین سے دریافت کیا کہ کیا عبداللہ نے یہ بات کہی ہے۔

لا اكلم ابن الزبير ابدًا: میں اللہ کی قسم ان سے بات نہ کروں گی۔ یہ نذر لجاج کہلاتی ہے۔ اس میں نذر والے کو نذر کے باقی

رکھنے یا توڑ کر کفارہ دینے کا اختیار ہے۔
طالت الهجرة: ہجرت مفارقت وطن پر بولا جاتا ہے۔ یہاں چھوڑنے اور ترک کے معنی میں استعمال کیا ہے۔
واللّٰه لا اشفع: میں نہ سفارش قبول کروں گی اور نہ قسم توڑوں گی۔
مسور بن مخرمه: بن نوفل بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ زہری ہیں ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ یہ صحابی بن صحابی ہیں۔
عبدالرحمان بن الاسود بن عبد یغوث: بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ زہری۔
لا يحل لها ان تنذر: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد یہ تھا کہ یہ درست ہے۔ اس لئے اس کی نذر مان لی۔ اگر حرام قرار دیتی تو وہ ایسا نہ کرتیں چہ جائیکہ نذر مانتیں۔
أندخل: یہ اجازت طلب کرنے کا صیغہ ہے۔
وال تعلم ان معهما ابن الزبير: یہ قالت کے فاعل سے جملہ حالیہ ہے۔
طفق يناشدها: ان سے رضامندی کا طالب ہوئے۔ کہ راضی ہو کر بات کرلیں اور اس پر روتے جا رہے تھے۔
يناشد انها: مسور، عبدالرحمان ان سے سوال کرر ہے تھے کہ وہ اس سے راضی ہو کر بات کرلیں اور ان کی معذرت قبول کرلیں اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے قطع تعلقی سے مسلمان کے ساتھ بھی ممانعت کی ہے رحم کی رشتہ داری تو بہت مقدم ہے۔ اس چھوڑنے کی ممانعت غرض نفس کے موقعہ پر ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑنا جائز ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی معصیت پر برقرار رہے۔ جیسا کہ کعب بن مالک اور ان کے دونوں ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ نے غزوہ تبوک میں جانے کی وجہ سے چھوڑ دیا اور توبہ تک مقاطعہ برقرار رہا۔
من التذكره: یہ مصدر سماعی ہے۔ اس کا معنی نصیحت ہے۔
التحريج: مہرج جو قطع تعلق پر لازم آرہا تھا۔ وہ نذر کے معاملے اور اس کے نقصان کو ذکر کرر ہے تھے۔ وہ اس خلل کو یاد کر کے ذبکی رونے لگیں۔ اور اس خلل میں واقع ہونے پر افسوس کرنے لگیں۔ اور کہہ رہی تھیں۔ نذر بڑی سخت ہے۔ وہ رضا پر اصرار کرتے رہے۔
اعتقت في نذرها: ان سے بات کر کے کفارہ یمین میں چالیس گردنیں آزاد کیں۔ یہ کمال تقویٰ تھا۔ کہ ایک کی بجائے چالیس آزاد کیں۔ ان کے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ہونے کا تقاضا یہی تھا۔ حسنات کو کئی گنا کریں کیونکہ غلطی پر ان کی سزا بھی مضاعف ہے۔ اور اس کے ساتھ جو خشوع وخضوع اختیار کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اس میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔
تبل دموعها خمارها: اَلنَّحْوُ : دموع مفعول اور خمار فاعل ہے۔ اور فاعل ضمیر مان لیں تو پھر نصب ہوگا۔ دموع کا نصب خافض ہے۔

تخریج : أخرجه البخاري (۳۵۰۳)

الفرائد : (۱) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت و عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کا عظیم خوف اور حق کی اتباع۔ (۲) مسلمان کو چاہیے کہ وہ بلا وجہ شرعی ناراضی نہ رکھے۔

۱۸۶۲ : وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ اِلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَآءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: "اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ ، وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا، وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا" قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ– وَفِيْ رِوَايَةٍ :"وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا ، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِكُوْا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالَ عُقْبَةُ فَكَانَ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى الْمِنْبَرِ – وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : "اِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي الْاٰنَ ، وَاِنِّيْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْاَرْضِ ، وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا" وَالْمُرَادُ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ :الدُّعَآءُ لَهُمْ ، لَا الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوْفَةُ۔

۱۸۶۲: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتولین اُحد کی طرف تشریف لے گئے اور آٹھ سال بعد ان کے لئے اس طرح دعا فرمائی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو الوداع کہتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا۔ تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس کو اپنے اس مقام پر دیکھ رہا ہوں۔ خبردار! مجھے تمہارے بارے میں شرک کا خطرہ نہیں لیکن خدشہ اس بات کا ہے کہ تم دنیا میں ایک دوسرے کے مقابلے میں رغبت کرنے لگو''۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ آخری نگاہ تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خطرہ ہے کہ اس میں رغبت کرنے لگو' آپس میں اس کی وجہ سے لڑنے لگو اور اس طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہوئے۔ یہ آخری دیدار تھا جو میں نے منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں تم سے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں گا' اللہ کی قسم میں اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا زمین کی چابیاں دی گئیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم تمہارے بارے میں یہ مجھے خطرہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو۔ مقتولین اُحد پر صلوۃ کا معنی دعا ہے۔ نہ کہ معروف نماز جنازہ۔

تشریح ۞ قتلی اُحُد: احد کا واقعہ ۳ یا ۴ھ میں پیش آیا۔

فصلي عليهم: آٹھ سال کے بعد ان کے لئے دعا فرمائی۔ یہ مرض وفات سے چند دنوں پہلے کی بات ہے۔
كالمودع للاحياء والاموات: زندہ کو الوداع کیلئے اشارہ فرما رہے تھے۔ جیسا حجۃ الوداع میں فرمایا "**لعلّكم لا تلقوني بعد هذا......**" اور اموات کو الوداع یہی ہے کہ ان کیلئے وفات سے پہلے دعا فرما دی۔
فَرَط: اس آدمی کو کہتے ہیں جو کہ قافلہ سے پہلے منزل پر روانہ کیا جائے تا کہ وہاں قافلے کی ضروریات' لکڑیاں، حیاض کی درستی وغیرہ قافلے کی آمد سے پہلے کرے۔ اسی طرح میں اپنی امت کیلئے ان کی مصالح اخرویہ گناہ گاروں کی شفاعت اور مطیعن کی شہادت تیار کرنے والا ہوں۔
انا شهيد عليكم: جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدًا**﴾ [النساء: ٤١]
وان موعدكم الحوض: امت کے لوگ حوض کے پاس ملیں گے۔ موعد یہ ظرف مکان ہے۔
واني لا نظر اليه من مقامي هذا: آپ کیلئے وہ مقام کھول دیا گیا آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھ کر خبر دی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ حوض بھی جنت و نار کی طرح اب موجود ہے۔
انی لست اخشى عليكم ان تشركوا: مجھے تمہارے اندر شرک کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں کیونکہ نور ایمان جب بشاشت قلب سے مل جائے تو پھر نہیں نکلتا۔ مراد یہ ہے کہ تمام امت کے ارتداد کا خطرہ نہیں۔" اس پر اس روایت سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا"۔ "**ان احدكم ليعمل بعمل اهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل عمل اهل النار فيدخلها**" اور نہ ان احادیث سے جن کو نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص ؓ سے روایت کیا" کہ اخیار مر جائیں گے اور اشرار باقی رہ جائیں گے۔ اور وہ بتوں کی بھی پوجا کریں گے۔ کیونکہ پہلی روایت بعض افراد سے اور دوسری روایت دوسرے بعض کے متعلق آخری زمانہ میں ہوگی۔ البتہ تمام امت کا ایمان کے بعد شرک اختیار کرنا ہرگز نہ ہوگا۔
اخشى عليكم الدنيا: یہاں **تنافسوها** ہے اور بخاری میں **تنافسوفيها** کے چار اور ایک تا کو حذف کیا گیا ہے بتقاضائے اختصار ایسا کیا۔
فكانت: یہ آخری مرتبہ تھی جس میں آپ کو میری نگاہ نے منبر پر جلوہ افروز دیکھا یا مطلقاً بھی ہوسکتا کہ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف ہی نہیں لائے۔
ایک روایت میں "**فتهلكوا كماهلك**" اس ہلاکت معنوی مراد ہے۔
ایک روایت میں **اعطيت مفاتيح:** زمین کے خزائن کی چابیاں یا زمین کی چابیاں مطلب یہ ہے جو موجود بھلائی ہے وہ آپ دی گئی اور آپ کی وساطت سے امت کو پہنچ رہی ہے۔ بقول بوصیری "**فان من جودك الدنيا وضرتها، ان تشركو ابعدي**" کیونکہ آپ نے دوام ایمان کی امت میں قیامت کے قرب تک کیلئے وصیت فرمائی۔ اس حدیث امت میں اسلام کے قائم و دائم رہنے کی خوشخبری دی اور شرک کے اس میں نہ اترنے کی بھی بشارت ہے۔ اس میں دنیا میں تنافس سے روک کر

زہد کی تلقین اور دنیا کی رونق سے اعراض کا حکم دیا کیونکہ یہ ہلاکت کا باعث ہے۔''الصلاۃ علی قتلی احد'' کا معنی دعا رحمت ہے نماز مراد نہیں ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧٣٤٩) والبخاری (١٣٤٤) ومسلم (٢٢٩٦) وأبو داود (٣٢٢٣) والنسائی (١٨٧٥) وابن حبان (٣١٨٩) والطبرانی (١٧/٧٦٧) والدارقطنی (٢/٧٨) والبیهقی (٤/١٤)

الفرائد : یہ اعجاز نبوت ہے۔(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شرک نہیں آسکتا۔(۳) دنیا میں تنافس اموال پیش آیا۔(۴) خزائن ارضی کا امت کو وارث بنایا گیا۔

۱۸۶۳ :وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ :صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ' ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ' ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا مَا کَانَ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ ' فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۶۳: حضرت ابوزید عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا' نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا۔نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا' اسکی ہمیں اطلاع دی۔ہم میں سب سے بڑے علم والے وہی ہیں جو ان باتوں کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہیں۔(مسلم)

تشریح ۞ یہ انصار سے ہیں۔جلیل القدر صحابی ہیں ان سے مسلم اور سنن اربعہ سے روایت لی ہے۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ غزوات میں شرکت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر شفقت سے دست مبارک پھیرا اور دعا کی۔ان کے پوتے کا بیان ہے۔کہ ان کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی اس وقت ان کے سر میں ایک بھی سفید بال نہ تھا۔اسد الغابہ میں ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پانی لایا اس میں بال تھا میں نے نکال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللھم جملّه'' اے اللہ تعالیٰ ان کو خوبصورتی عنایت فرمایا۔

ابونہیک کہتے ہیں میں نے ان کو ۹۳ سال کی عمر میں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھی اور بالوں میں ایک بال بھی سفید نہ تھا اور جیسا کہا جاتا ہے کہ ان کی عمر سو سے زائد تھی مگر ان کی ڈاڑھی اور سر میں چند بال سفید تھے۔انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار روایات نقل کی ہیں۔محل وفات معلوم نہیں ہوسکا۔

ما کان وھو کائن: اگر بظاہر لفظوں کو دیکھا جائے تو اس تھوڑے وقت ماضی اور آئندہ کے واقعات بتلائے تو یہ اعجاز نبوت ہے اور بعض ہوں تو اس کا بھی احتمال ہے۔زیادہ علم والے وہ ان واقعات کو ہم سے زیادہ یاد کرنے والے تھے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۸/۲۲۹٥۱) ومسلم (۲۸۹۲) والحاکم (٤/۸٤۸۹) وابن حبان (٦٦٣٨) والطبرانی (٤٦/۱۷)

الفرائد : (۱) امت کو فتن سے خبردار کیا تا کہ وہ اس کیلئے تیاری کر لیں۔ (۲) معجزہ نبوت ہے۔ (۳) تبلیغ رسالت میں آپ ﷺ نے بڑی مشقتیں اٹھائیں۔

۱۸۶۴ : وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

۱۸۶۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کو اطاعت کرنی چاہئے اور جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے''۔ (بخاری)

تشریح ۞ مثلاً روزہ، نماز یا دیگر اعمال صالحہ کی نذر مانی۔

فلیطعه: وہ اصل واجب کی طرح اس کے نذر ماننے سے لازم ہو گئے۔ خواہ فقہاء کا ان کے وجوب وغیرہ کا اختلاف ہی ہو۔

من نذر ان یعصی اللّٰہ: معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ یہ باعث قرب تو کیا ہوتی باعث بعد ہے۔

تخریج : أخرجه مالك (۱۰۳۱) وأحمد (۹/۲٤۱۳۰) والبخاری (٦٦٩٦) وأبو داود (۳۲۸۹) والترمذی (۱٥۳۱) والنسائی (۳۸۱٥) وابن ماجه (۲۱۲٦) والدارمی (۲۳۳۸) وابن حبان (٤۳۸۷ وابن الجارود (۹۳٤) والبیهقی (۹/۲۳۱)

الفرائد : (۱) طاعت کی نذر پوری کرنی چاہئے۔ (۲) معصیت کی نذر توڑ کر کفارہ ضروری ہے۔

۱۸۶۵ : وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۸۶۵: حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چھپکلیوں کے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ پر پھونکیں مارتی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ ام شریک کے حالات گزرے ان کو بعض نے عامریہ اور دوسروں غامدیہ لکھا ہے۔

الاوزاغ: اس کا نقصان بھی بہت ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم الشان بندے کی عداوت بھی ساتھ شامل ہو گئی۔

کان ینفخ علی ابراهیم: اگرچہ اس کی پھونک سے آگ میں چنداں اثر نہ تھا مگر اس میں اظہار عداوت، خرابی نیت کا ثبوت ملتا ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٠/٢٧٣٤) والبخاری (٣٣٠٧) ومسلم (٢٢٣٧) والنسائی (٢٨٨٥) وابن ماجه (٣٢٢٨) والحمیدی (٣٥٠) والدارمی (٢٠٠٠) والطبرانی (٢٥١/٢٥) وعبد الرزاق (٨٣٩٥) وابن أبی شیبة (٤٠١/٥) وابن حبان (٥٦٣٤) والبیهقی (٢١١/٥)

الفرائد : چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔ کیونکہ گھروں میں خاص طور پر یہ اذیت وکراہت اور زہر خورانی کا باعث ہے۔

۱۸۶۶ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً ، وَمَنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّانِیَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰی ، وَاِنْ قَتَلَهَا فِی الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً" وَفِیْ رِوَایَةٍ : "مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ ، وَفِی الثَّانِیَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ ، وَفِی الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْوَزَغُ الْعِظَامُ مِنْ سَامِّ اَبْرَصَ۔

۱۸۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کو اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جو دوسری ضرب میں مارے اس کو اتنی اتنی نیکیاں پہلی سے کم اور اگر اس کو تین ضربوں میں مارا تو اس کو اتنی اتنی نیکیاں۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اس کو اس سے کم اور جس نے تیسری ضرب میں میں مارا اس کو اس سے کم۔ (مسلم)

اہل لغت فرماتے ہیں کہ اَلْوَزَغُ سام ابرص کی قسم کا بڑا جانور (کرلا) ہے۔

تشریح ۞ اول ضربة: یہ صفت کی اضافت موصوف کی طرف کے قبیل سے ہے۔

فله كذا و كذا حسنة: ماقبل پر اکتفاء کر کے کنایت ذکر کر دیا۔ وزغة: اس میں تا تانیث کی نہیں بلکہ وحدت کیلئے ہے۔ جیسا کہ وزغًا کا لفظ دلالت کرتا ہے۔

احمد وغیرہ نے اس روایت کو ذرا سے لفظ کے اختلاف سے نقل کیا ہے اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: "كفر الله عنه سبع شطيئات"

صاحب القاموس کا قول: یہ سام ابرص ہے اور اس کے متعلق یہ روایت ہے۔

نووی کا قول: وزغة (چھپکلی) موذی حشرات سے ہے اس کو آپ ﷺ نے ایذاء کی وجہ سے مارنے کی تاکید فرمائی اور گناہوں کی معافی کا بھی مقصد یہ ہے کہ اس کو فوراً مار دیا جائے اور اس کی طرف توجہ دی جائے۔ ایک ضرب سے مارو یعنی کہ وہ بھاگ نہ سکے۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۸٦٦۷) ومسلم (۲۲٤۰)

الفرائد : (۱) ایک ضرب سے چھپکلی کو مارنے کا ثواب سونیکیاں ہیں۔ (۲) دوسری تیسری ضرب سے مارنے والے بھی یقیناً ثواب ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

۱۸٦۷ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ ' فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ سَارِقٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی سَارِقٍ! فَقَالَ : اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ زَانِیَةٍ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی زَانِیَةٍ! فَقَالَ : اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِیْ یَدِ غَنِیٍّ فَاَصْبَحُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّیْلَةَ عَلٰی غَنِیٍّ ! فَقَالَ : اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ وَّعَلٰی زَانِیَةٍ وَّعَلٰی غَنِیٍّ ' فَاُتِیَ فَقِیْلَ لَهٗ: اَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰی سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ ' وَاَمَّا الزَّانِیَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا وَاَمَّا الْغَنِیُّ فَلَعَلَّهُ اللّٰهُ اَنْ یَّعْتَبِرَ فَیُنْفِقَ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِلَفْظِهٖ وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ۔

۱۸٦۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا۔ آج میں ضرور صدقہ کروں گا پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اس کو ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کر رہے تھے آج رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ میں آج پھر صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو اس کو ایک زانیہ عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک زانیہ پر صدقہ کیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ بدکار عورت پر صدقہ ہو گیا۔ میں آج رات پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اس کو ایک مالدار کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ صدقہ چور کو پہنچ گیا' زانیہ کے ہاتھ میں آیا اور مالدار کو مل گیا۔ اس کو خواب دکھایا گیا جس میں کہا گیا کہ تیرا صدقہ چور پر قبول ہو گیا۔ اس لئے کہ شاید وہ چوری سے باز آئے اور زانیہ پر قبول ہو گیا شاید کہ وہ زنا سے پاکبازی اختیار کرے اور غنی پر بھی قبول ہو گیا شاید کہ وہ عبرت حاصل کرے اور اپنے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرے۔ بخاری نے ان لفظوں سے بیان کیا اور مسلم نے اسی معنی کو روایت کی۔

تشریح ۞ رجل: سے پہلی امتوں کا آدمی مراد ہے۔ (دمامینی)

فاصبحوا: اس زمانے کے لوگ جس میں وہ آدمی تھا۔

يتحدثون۔ تصدق: یہ جملہ معنیٰ قول قول کو متضمن ہے۔قال یہ جملہ مستانفہ ہے۔علی سارق: یہ تصدقت محذوف کے متعلق ہے۔

تصدق الليلة: ظرف نصب کی حالت میں تصدق کا ظرف ہے۔اور نائب فاعل ہے۔

علي زانية: اس جملہ میں اس ظرف سے مقید کیا۔ پہلوں میں ایسا نہیں کیا۔(۱) ان کے علاوہ اوقات میں واقع ہو یا اس میں رات کے درمیان میں اور پہلے دونوں میں اطراف لیل میں یہ واقعہ پیش آیا۔

علي غني: حرف جر کو لوٹانے سے یہ ظاہر کیا کہ ہر ایک مستقل ہے اور صدقات بھی متعدد ہیں۔

فقيل له: یہ خواب میں کہا گیا۔جیسا مستخرج ابی نعیم میں ہے۔

يستعفف عن سرقته: مسلم میں بھا کا لفظ عن سے پہلے زائد ہے۔کہ وہ اس مال سے غنی ہو کر چوری چھوڑ دے۔

عن زناها: اس سے اشارہ کیا کہ مالوفات کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔گویا اس میں نفس سے ترک کا مطالبہ ہوتا ہے۔روایت مسلم میں ترتیب کا ذرا فرق ہے کہ زانیہ کو غنی پر مقدم کیا گیا۔ بھا کا لفظ بھی زائد لائے شاید کہ غنی عبرت حاصل کر کے بخل چھوڑ کر خود خرچ کرے اور چور اس سے آئندہ چوری کے جرم سے باز آجائے۔یہ روایات کا فرق معمولی ہے۔واللہ اعلم۔

تخريج : أخرجه أحمد (٣/٨٢٨٩) والبخارى (١٤٢١) ومسلم (١٠٢٢) والنسائى (٢٥٢٢) وابن حبان (٣٣٥٦) الفتح (٤/٤٠)

الفرائد : (۱) صدقہ کرنے والے کی نیت درست ہو تو صدقہ مقبول ہے۔(۲) خفیہ صدقہ مقبول ہے۔اخلاص کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت ہے۔(۳) اگر صدقہ مستحق نہ پہنچے تو اعادہ مستحب ہے۔(۴) حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے۔

١٨٦٨ :وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ :"اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ؟ ذَاكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيَنْظُرُهُمُ النَّاظِرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِىْ ، وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ :اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَا بَلَغَكُمْ ، اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ :اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ :يَاٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ ، وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَقَالَ :اِنَّ رَبِّىْ غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ، وَاِنَّهٗ نَهَانِىْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ: نَفْسِىْ نَفْسِىْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ : اذْهَبُوْا اِلٰى نُوْحٍ — فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ : اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰى

الْاَرْضِ ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ ، اِلٰى تَرٰى اِلٰى مَا بَلَغَنَا؟ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ؟ فَيَقُوْلُ :اِنَّ رَبِّىْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ، وَاِنَّهٗ قَدْ كَانَتْ لِىْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلٰى قَوْمِىْ، نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ :اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ :يَا اِبْرَاهِيْمُ اَنْتَ نَبِىُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ :اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

وَاِنِّىْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ ، نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ :اذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى ، فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ عَلَى النَّاسِ ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّىْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَّمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ ، اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ :اذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى – فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُوْنَ :يَا عِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى :اِنَّ رَبِّىْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا ، نَفْسِىْ نَفْسِىْ نَفْسِىْ ، اذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَفِىْ رِوَايَةٍ "فَيَاْتُوْنِىْ فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَانْطَلِقُ فَاٰتِىْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّىْ ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَىَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِىْ ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهٗ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَاَرْفَعُ رَاْسِىْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِىْ يَا رَبِّ، اُمَّتِىْ يَا رَبِّ ، اُمَّتِىْ يَا رَبِّ – فَيُقَالُ :يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ – ثُمَّ قَالَ :وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۶۸: حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم ایک دعوت میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ کے لئے دستی کا گوشت

پیش کیا گیا اور یہ گوشت آپؐ کو پسند تھا۔ پس آپؐ دانتوں سے توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمانے لگے میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کس طرح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ پہلوں اور پچھلوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تاکہ دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے اور دعوت دینے والے کی بات سن سکیں اور سورج لوگوں کے قریب ہوگا۔ لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک ہوگی جس کی وہ طاقت اور برداشت نہ رکھیں گے۔ لوگ کہیں گے کیا تم اس تکلیف کو دیکھ رہے ہو جس میں تم مبتلا ہو کہ وہ کس حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ کیا تم نہیں غور کرتے کسی ایسے شخص کے بارے میں جو تمہارے لئے تمہارے ربّ کے ہاں سفارش کرے۔ پس وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ تمہارے والد آدمؑ ہیں۔ وہ سب ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم تُو سب انسانوں کا باپ ہے۔ تجھے اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کو اس نے حکم دیا۔ پس انہوں نے تمہیں سجدہ کیا اور تمہیں جنت میں ٹھہرایا۔ کیا آپؑ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش نہیں کریں گے۔ کیا آپؑ اس تکلیف کو نہیں دیکھ رہے کہ جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حد تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ پس وہ فرمائیں گے' بے شک میرا ربّ آج کے دن اتنا سخت غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے ناراض ہوا اور نہ ہی بعد میں وہ اس طرح ناراض ہوگا۔ اس نے مجھے درخت سے روکا' پس مجھ سے نافرمانی ہوگئی۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ پس وہ سب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے نوح! آپؑ زمین پر پہلے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو شکر گزار بندہ فرمایا۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے' جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں اور جس حد تک ہم پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا آپؑ ہمارے لئے اپنے ربّ کے ہاں سفارش نہیں کرتے؟ وہ فرمائیں گے آج کے دن بے شک میرا ربّ اتنا غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ اس نے مجھے دعوت دینے کے لئے کہا۔ میں نے وہ دعوت اپنی قوم کو دی۔ میری جان' میری جان' میری جان۔ تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ اور وہ ابراہیمؑ کے پاس جا کر کہیں گے۔ اے ابراہیمؑ تو اللہ کا پیغمبر ہے اور اہل زمین میں اس کا خلیل ہے۔ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کردو۔ کیا تم اس مصیبت کو نہیں دیکھتے' جس میں ہم مبتلا ہیں۔ وہ انہیں فرمائیں گے۔ بے شک میرا ربّ آج کے دن اتنا غضبناک ہے کہ نہ وہ پہلے اتنا غضبناک ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ میں نے تین باتیں ایسے کہی تھیں جو واقعہ کے خلاف تھیں۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر اور اپنی فکر۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ پس وہ موسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔ اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات اور کلام کے ساتھ آپؑ کو خاص کیا۔ آپ ہمارے لئے اپنے ربّ کے پاس سفارش کریں۔ کیا آپؑ اس پریشانی کو نہیں دیکھتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟ وہ فرمائیں گے۔ بے شک میرا ربّ آج کے دن اتنا ناراض ہے نہ اس سے پہلے اتنا ناراض ہوا اور نہ اس کے بعد ہوگا۔ بے شک میں نے تو ایک جان کو مار دیا تھا جس کے قتل کا مجھ کو حکم نہ تھا۔ مجھے تو اپنی فکر ہے' اپنی فکر اور اپنی فکر۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ پھر وہ عیسیٰ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ! تو اللہ کا رسول اور کلمہ ہے جس کو اس نے مریم

کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے آئی ہوئی روح ہے تو نے پنگوڑے میں کلام کیا۔ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کرو۔ کیا تم اس پریشانی کو نہیں دیکھتے جس میں آج ہم مبتلا ہیں؟ پس عیسیٰ فرمائیں گے۔ بے شک میرا ربّ آج کے دن اتنا ناراض ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ناراض ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ وہ کسی لغزش کا ذکر نہیں فرمائیں گے۔ مجھے تو اپنی پڑی ہے' مجھے تو اپنی پڑی ہے اور اپنی۔ تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ۔ تم محمدؐ کے پاس جاؤ۔ پس وہ محمدؐ کے پاس آئیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ پھر کہیں گے اے محمدؐ آپؐ اللہ کے رسول ہیں' انبیاء کے خاتم ہیں' اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔ آپؐ ہمارے لئے اپنے ربّ کی بارگاہ میں سفارش کریں۔ کیا آپؐ نہیں دیکھ رہے جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں؟ پس میں چل کر عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے ربّ کی بارگاہ میں سجدے میں پڑ جاؤں گا۔ پھر اللہ مجھ پر اپنی ایسی تعریفیں اور عمدہ ثنائیں کھولے گا جو آج تک مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولی گئیں۔ پھر کہا جائے گا اے محمدؐ! سر اٹھاؤ اور سوال کرو۔ سوال پورا کیا جائے گا۔ سفارش کرو' سفارش قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے ربّ میری امت' میری امت' اے میرے ربّ۔ پس کہا جائے گا اے محمدؐ اپنی امت میں سے بلاحساب والوں کو دائیں جانب والے دروازے سے جنت میں داخل کرلو اور میرے امتی' لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازوں میں بھی شریک ہوں گے۔ اللہ کی قسم! دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور حجر کے درمیان۔ یا فرمایا مکہ اور بصریٰ کے درمیان۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **دعوۃ:** سے یہاں طعام کی دعوت مراد ہے۔ (کتاب المثلث) دال کا فتحہ ہے کبھی دال کا کسرہ بھی آجاتا ہے۔

الذراع: قاضی کہتے ہیں یہ آپ کو پسند تھی۔ یہ جلد گلنے اور زیادہ لذت وذائقے والا کم نقصان والا گوشت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو شمائل ترمذی میں فرماتی ہیں کہ دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ تھی۔ پس گوشت کبھی کبھی میسر آتا اور ویسے بھی دستی جلد پکتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو استعمال فرماتے۔ مگر بعض شراح نے کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فہم کے مطابق فرمایا ورنہ دوسری احادیث کے ظاہر سے اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند ہونا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ گوشت کبھی ملے یا ہر روز ملے۔ گویا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ لذات میں سے کسی چیز کی طرف اس طرح میلان نہ رکھتے تھے۔ اس کو جلد پک جانے کی وجہ سے پسند فرماتے تا کہ مسلمانوں اور اپنے دیگر مصالح کیلئے زیادہ سے زیادہ وقت فارغ ہو اور پہلی روایت کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا کہ کمال خلقت کا تقاضا عمدہ چیز کو پسند کرنا ہے۔

البتہ دیگر شارحین ان شارحین کی تردید کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس بات کی نسبت کو ناپسند کیا۔ وہ طبع نبوی کو خوب درخوب سمجھنے والی تھیں۔ حافظ عراقی نے خوب جواب دیا۔ کہ کسی چیز کا پسند آنا اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ترین گوشت ہونے کی علامت نہیں۔ ابن جعفر کی روایت میں صراحۃً موجود ہے کہ اطیب اللحم پشت کا گوشت ہے۔ (فتدبر)

فنهش منها نهشه: یہ سین و شین دونوں سے مراد ہے۔ دانتوں سے کسی چیز کو توڑنا۔ یہاں گوشت کا توڑنا مراد ہے۔

انا سید الناس: یہ اپنے عام معنی کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کا فرمانا یا سید البریہ ابراہیم ہیں۔ وہ اس فضیلت کے معلوم ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ یا اپنے سے اس کی نفی سے مراد انبیاء علیہم السلام کا ایسا تذکرہ جس سے ان کی تنقیص کا پہلو نکلے وہ کفر ہے۔ **یوم القیامه**: یہ آپ کی فضیلت کے مکمل ظہور کا دن ہوگا اور ان کے سامنے بھی آپ کی عظمت سب پر واضح ہو جائے گی جو آپ کے منکر ہیں ورنہ آپ تو دارین کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔ یہ تعبیر ﴿**مالك یوم الدین**﴾ کی طرح ہے۔ مالک تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہے اس دن دوسروں کی عارضی ملکیت کی بھی نفی ہوگی اس لئے اس کی طرف نسبت کردی۔

﴿**هل تدرون مم**﴾: ای مسبب۔ یہ تفخیم شان کیلئے فرمایا۔ یہ ﴿**ذلك الکتاب**﴾ کی طرح۔ یا جواب سے سکوت کی وجہ ظہور ہے۔

الاولین و الاخرین: اس سے تمام مکلفین مراد ہیں۔ اس سے انسان مراد ہو تو جنات سے سکوت ان کی نفی نہیں کرتا۔

فی صعید واحد: ایک میدان میں کہ جس میں دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے۔ سورج ان سے قریب ہوگا۔ بعض نے کہا ایک میل سے مراد یہی جو انسانی فاصلوں میں سمجھا جاتا ہے۔ بعض سرمہ کی سلائی مراد لی ہے۔ درحقیقت انتہائی قرب سے کنایہ ہے۔

الکرب: کربه الامر سے لیا گیا۔ ارادہ کرنا۔ غم کیلئے حزن کا لفظ آتا ہے۔ وہ خوشی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس لئے اسے غم کہا جاتا ہے۔

ای ما انتم فیه: ما کو تفخیم امر کو ظاہر کرنے کیلئے ہے جیسا اس ارشاد میں: ﴿**فغشیهم من الیم ما غشیهم**﴾۔

وتنظرون: اس کا عطف ترون پر ہے۔ **نظر الامر**: سوچ بچار کرنا۔ ایک نسخہ میں **الا تنظرون** بھی ہے۔

من یشفع لکم: تا کہ جس پریشانی میں ہو اس سے چھوٹ جاؤ۔

ابو کم آدم: اس کیلئے آدم علیہ السلام پر نظر جاتی ہے اس لئے کہ وہ تمہارے باپ ہیں۔ (۲) ان سے مطالبہ کرو کیونکہ وہ تمہارے باپ ہیں۔ والد کا نام لینا یہاں ممنوع ہے وہاں تو اجازت ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے۔

انت ابو البشر: وہ آکر ابھارنے کیلئے یہ صفات ذکر کریں گے۔ بشر کا لفظ تثنیہ تو آتا ہے مگر جمع نہیں۔ جیسے واحد کیلئے **بشراً سویا**، جمع کیلئے **فاما ترین من البشر**، تثنیہ **أنومن لبشرین**۔ **بیده** یعنی اپنی قدرت سے روح کی نسبت بھی تشریف کیلئے ہے۔ **فسجدوا لك**: آپ کی طرف رخ کر کے سجدہ کیا۔ سجدہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو لائق ہے۔

اسکنك الجنه: وہ جنت جہاں مؤمن آخرت میں داخل ہوں گے۔ اس میں دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

الا تری ما نحن فیه: آدم علیہ السلام سے ایسی بات کہہ کر ابھاریں گے جو سفارش پر آمادہ کرے۔ دیکھو ہمارا حال جو بیان سے باہر ہے۔ **النحو**: **ما بلغنا** کا فاعل مضمر ہے یا سکون سے پڑھیں تو فاعل ضمیر ہے۔ مشقت کو حذف کر دیا تا کہ مبالغہ ہو۔

ان ربی غضب: حقیقی معنی محال ہے۔ مجاز مرسل کے طور پر اس سے انتقام یا ارادہ انتقام مراد ہے۔ ایک نسخہ میں **لم یغضب**

اور دوسرے میں لن یغضب ہے۔

وانہ نہانی: النَّجْوَ :اس کا عطف ان ربی پر ہے۔ (۲) واؤ حالیہ بھی ہوسکتی ہے۔اس سے یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور واؤ اس طرح ہوگی جیسا اس ارشاد میں ہے: ﴿ونقر فی الارحام.....﴾۔مگر پہلا قول بہتر ہے۔الشجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخصوص نوع کا درخت تھا۔اور اس نوع سے کھانے کی ممانعت تھی۔ یہ ممنوعہ چیز کا استعمال علو مقام رسل اور ان کے عظیم شرف سے فروتر تھا۔ پس اسی وجہ سے ان کو سخت الفاظ عصی وغیرہ سے ذکر کیا گیا۔مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام عاصی ہیں۔اگرچہ ''عَصَیٰ آدمُ ربّہ'' وارد ہے۔کیونکہ عاصی وہ ہے جس نے معصیت کی ہو۔جیسا وہ آدمی جس نے ایک دن سوئی سے اپنا سیا تو اس کو خائط (درزی) نہیں کہتے۔جب تک کہ اس کو عادت اور پیشہ نہ بنالے۔(ابن قتیبہ)

نفسی نفسی:اس کو تحذیر کا اعراب دیا جاسکتا ہے جیسا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایای وان یحذف احدکم الارنب'' (۲) مبتداء کی خبر محذوف ہے ای حسبی نفسی۔(۳) فعل محذوف یکفینی کا فاعل ہے۔دوسرا نفسی تاکید کیلئے ہے۔حافظ کہتے ہیں یہ اس طرح ہے: ''نفسی التی تستحق ان یشفع لھا'' کیونکہ جب مبتداء وخبر متحد ہونے کی صورت میں بعض لوازم مراد ہوتے ہیں۔

اذھبو الی غیری: جس سفارش کے طالب ہو اس کیلئے اور کے پاس جاؤ۔دوسرا اذھبوا پہلے اذھبو کا بدل مفصل ہے۔

یا نوح:ان کا نام بعض نے کہا عبدالغفار ہے۔کسی بات کی وجہ سے جوان سے ہوئی بہت روتے تھے اس لئے یہ لقب پڑ گیا۔ مسلم میں روایت وارد ہے۔کہ''فیقول آدم ولکن ائتوا نوحًا اول رسول بعثہ اللّٰہ'' مازری کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام ان کے دادا ہیں۔اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ ادریس علیہ السلام بھی رسول ہیں تو پھر یہ نوح علیہ السلام سے پہلے نہیں ہو سکتے۔جیسا کہ روایات تو نوح علیہ السلام کو پہلا رسول بتلارہی ہیں۔اور اگر دلیل نہ ملے تو نسابین کی رائے درست ہوگی اور اگر اس طرح کہا جائے کہ وہ نبی تھے نہ کہ رسول تو تب بھی نسابین کی بات درست ہو جائے گی۔

قاضی عیاض کہتے ہیں۔کہ یہ بھی کہا گیا کہ ادریس علیہ السلام ہی کا نام الیاس علیہ السلام ہے۔یہ انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل سے تھے جیسا کہ بعض اخبار میں درج ہے۔کہ یہ یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ تھے۔اگر یہ بات درست ہو تو اخباریین پر اعتراض نہ رہا۔اور دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے۔کہ آدم وشیث علیہما السلام کی نبوت ورسالت ان لوگوں کیلئے تھی جو ان کے ساتھ تھے۔آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی طرف رسول بنایا گیا۔وہ سب مسلمان تھے۔بس ان کو اللہ تعالیٰ کی طاعت کی تبلیغ کا حکم تھا اور اسی خاطر ان کے بعد شیث علیہ السلام کو بھی اسی صلبی اولاد کیلئے بھیجا گیا۔اس کے برخلاف رسالت نوح علیہ السلام اہل زمین کے کفار کیلئے تھی۔قاضی کہتے ہیں ابن بطال نے اس اعتراض سے بچنے کیلئے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ وہ رسول نہیں تھے یعنی فقط نبی تھے۔

اور ابوذر رضی اللہ عنہ والی طویل روایت میں ہے کہ آدم وادریس علیہما السلام تمام اہل زمین کی طرف نہیں بھیجے گئے۔مگر جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔کہ پچھلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔بخلاف ہمارے پیغمبر ﷺ کہ آپ ﷺ کی بعثت اپنی قوم اور دیگر سب لوگوں کی طرف تھی۔یا اس طرح کہیں کہ اولیت نسبت کے ساتھ مقید ہے۔یا

اولیت اہل قوم سے مقید ہے یا یہ تینوں انبیاء علیہم السلام انبیاء تھے رسول نہ تھے۔ ابن بطال آدم علیہ السلام کے متعلق اسی کے قائل ہیں۔ مگر قاضی عیاض نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ روایت ابوذر نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام رسول تھے اور اس میں شیث علیہ السلام پر صحائف کے اترنے کی صراحت ہے اور یہ رسول ہونے کی علامت ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں:

(۱) آدم علیہ السلام کی رسالت ان کی اولاد کی طرف تھی وہ تمام موحد تھے۔ صرف احکام شریعت کی تبلیغ وتشریح تھی۔

اور نوح علیہ السلام کی رسالت کفار کی طرف تھی وہ ان کو توحید کی طرف دعوت دینے والے تھے۔

الا تری الی ما نحن فیه:ما بلغنا یہ تعبیر اس لئے کہی کہ ان کا حال دیکھے ہوئے کی طرح ہوگا اور اگلی سفارش والی بات کو اس پر مرتب کیا۔

دعوت بها علی قومی: اس سے ﴿**لا تذر علی الارض من الکافرین دیارًا**﴾ یا ﴿**رب انصرنی بما کذبون**﴾ مؤمنون مراد ہے۔

نبی الله و خلیله: ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وصف رسالت شدت کرب ہونے کی وجہ سے ذکر نہ کرسکیں گے۔ (۲) ابن عبدالسلام کے بقول نبوت افضل ہے۔ (۳) نبوت سے وحی مراد ہوتو اس میں کتاب وغیر کتاب سب شامل ہیں۔

اشفع لنا الی ربك: ان کے غایت شرف اور اعلیٰ مراتب کی وجہ سے نسبت کے بڑھ جانے کی وجہ سے مختصر کردیا۔

ثلاث کذبات: اس سے مراد ﴿**انی سقیم**﴾ اور ﴿**بل فعله کبیرهم هذا**﴾ اور (۳) سارہ کو اخت کہا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ معاصی نہیں کیوں کہ ان کا مطلب **ساسقم، فعله کبیرهم ان کانت الاصنام تنطق** اور **اختی فی السلام**'' ہے۔ مگر انہوں نے صورت کذب کو کذب اور ڈرتے ہوئے اس کو ذنب شمار کیا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے واقف ہو۔ وہ اتنا زیادہ خشیت والا اور بڑا خطرہ محسوس کرنے والا ہوگا۔ جتنے انبیاء علیہم السلام کی طرف خطاء کی نسبت ہے وہ یہی معنی رکھتی ہے۔

بکلامه علی الناس: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کیوں کہ آپ کو بلاواسطہ کلام کا شرف حاصل ہوا جو کہ لیلۃ المعراج میں تھی۔ باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ کبھی مفضول کو ایسی خصوصیات حاصل ہوتی ہیں جو مفضول میں نہیں ہوتیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نص گزری کہ وہ سید البریہ ہیں۔ اس عموم سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خارج ہیں اور بقیہ تمام کو شامل ہے۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ پس الناس کا لفظ عام مخصوص البعض ہے۔

الی ربك: یہاں الی عند کے معنی میں ہے۔ جیسا شاعر کے اس قول میں:

ام لا سبیل الی الشباب وذکرہٖ ☆ اشهی الی من الرحیق السلسل

دیگر علماء کے ہاں یہ محذومتوسلاً سے متعلق ہے۔

قد قتلت نفسا لم او مر بقتلها: یہ فرعون کا نانبائی قبطی النسل تھا۔ بعض مفسرین نے کہا: ﴿**اذن للذین یقاتلون......**﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اذن الٰہی کے بغیر قتال ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ﴿**هذا من عمل الشیطان**﴾ فرمایا۔ پھر یہ بات موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کی کمال معرفت اور اس کی بے نیازی کو جاننے کی وجہ سے کہی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا تھا۔

انت رسول اللّٰہ و کلمته: کلمہ کا اطلاق بطور مجاز مرسل ان پر کیا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے بغیر باپ پیدا ہوئے۔ روح منہ کا اس کے حکم سے آئی ہوئی روح۔ کلمت کی ضمیر فاعلی سے **فی المھد** حال ہے۔

ابی کہتے ہیں ان چار کے علاوہ مخلوق اور کسی کے ہاں نہ جائے گی۔ یہ رسولوں میں اولوالعزم اور افضل ترین رسول ہیں۔ جن کے صبر جیسے صبر کی ہمارے پیغمبر ﷺ کو تلقین کی گئی۔ لوگوں کو آپ کی ذات کے متعلق الہام نہ ہوگا۔ کہ وہ شروع میں آپ کے ہاں جائیں اس میں دراصل ہمارے پیغمبر ﷺ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے۔

نووی کا قول: اگر ابتداءً آپ ہی سے سوال کرتے تو یہ احتمال رہتا کہ شاید اور بھی اس شفاعت والا کام کر سکتے ہیں۔ مگر اب جبکہ سب انبیاء علیہم السلام نے اس کے متعلق عذر کر دیا تو لوگوں کو آپ کی طرف راہنمائی ہو کر ان کی غرج بھی حاصل ہوگئی۔ اور آپ کا مقام کمال قرب اور عظیم ادلال وانس بھی ظاہر ہوگیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ یہ عظیم معاملہ شفاعت والا ہے۔ جس کا اقدام آپ ﷺ کے سواء اور کوئی نہ کرے گا۔

من یغضب بعد مثله: عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ظہور جلال کو شفاعت سے امتناع کی وجہ کے طور پر ذکر کیا۔ اور وہ اس جلال الٰہی سے کانپ گئے اور کوئی ذنب ذکر نہیں کیا۔ سیوطی نے توشیح میں لکھا کہ کہیں گے ''**اِنّی عبرت من دون اللّٰہ**''۔

اذھبوا الی محمد ﷺ: لوگ آپ کی خدمت میں آئیں گے۔ روایت احمد کے مطابق وہ صراط کے پاس ہونگے اور آپ کے پاس آنے والے انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آپ سے بات کریں گے۔ (التوشیح) (مگر مشہور روایات میں امتوں کی آمد کا تذکرہ ہے۔ واللہ اعلم)۔

انت رسول اللّٰہ وخاتم الانبیاء: آپ ﷺ جب خاتم الانبیاء ہیں تو خاتم الرسل بھی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اس کے کچھ خلاف نہیں کیونکہ ان کو پہلے نبوت مل چکی اور بفرض ثبوت الیاس وخضر علیہما السلام کا وجود بھی مانع نہیں، کیونکہ وہ بھی پہلے پیغمبر بن چکے۔

ما تقدم من ذنبك و ما تأخر: یہ عصمت سے استعارہ ہے۔ یعنی گناہ واقع ہی نہ ہوا پس مغفور کے مشابہ ہوگئے۔ بعض نے کہا مطلب یہ ہے کہ آپ مغفورلہ ہیں اگر واقع ہوتا تو مواخذہ ہوتا، اگرچہ واقع ہی نہیں ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا فرق معلوم ہوا کہ معاف تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی کر دیا گیا جیسا نص قرآنی ہے۔ مگر پھر بھی ڈرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ تو ان سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں۔

فاتی تحت العرش: ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے رب سے جنت کی اجازت طلب کروں گا۔ اور یہ ارض مخافۃ نہیں۔ اس مقام سے وہاں منتقل ہونے کی حکمت یہ ہے کہ ارض موقف حساب وعرض کا مقام ہے۔ اور خوف کی جگہ ہے۔ اور شافع کو مقام اکرام میں ہونا مناسب تر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ مقام کو دعا کیلئے منتخب کرنا چاہیے۔

فاقع ساجدًا لربی: روایت احمد میں ہے کہ جمعہ کی مقدار سجدہ ریز رہوں گا۔ وہ اپنے اوصاف ومحامد مجھ پر کھول دے گا۔ یعنی ثناو تمجید جو کسی مخلوق کیلئے کھولی نہیں گئی۔

ثم یقال: پھر احمد کی روایت کے مطابق لسان جبرئیل علیہ السلام سے کہا جائے گا۔ آپ سجدے سے سر اٹھائیں "سل تعطه" یہ مسلم کے الفاظ ہیں بخاری میں قل تسمع و اشفع تشفع: اور ایک روایت میں "و ادع تجب" شفاعت کریں قبول کی جائے گی۔

فارفع رأسي فاقول امتي: یعنی میرا سوال اپنی امت کیلئے ہوگا "ای خلص امتی من موبقات القیامة" آپ میری امت کو قیامت کی ہلاکتوں سے بچالیں۔

من لا حساب علیهم: کا بیان من امتك ہے۔ یہ وہ ستر ہزار ہیں جن کے متعلق عکاشہ نے سوال کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طویل حدیث باب التوکل میں گزری۔ بقیہ آٹھوں دروازوں کے دائیں جانب والا دروازہ۔

والذی نفی بیده: مسلم میں والذی نفس محمد بیده ہے۔ مصاریع جمع مصراع۔ کواڑ۔ جنت متعدد دروازوں کے کواڑ۔

بین مکه وهجر: نووی کہتے ہیں بحرین کی چھاؤنی ہے۔ جوہری کہنے اس کا اسم منصوب ھاجری ہے۔ بقول نووی یہ وہ ھجر نہیں جو حدیث قلتین میں واقع ہے۔ وہ مدینہ کی قریبی بستی تھی جہاں گھڑے بنتے تھے۔

او: یہ شک راوی کیلئے ہے۔ بصری مشہور شہر ہے۔ یہ دمشق سے تین مراحل پر واقع ہے۔ اور یہی حوران کا شہر ہے۔ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہے۔

تخریج: أخرجه البخاری (۳۳۴۰) ومسلم (۱۹۴) والترمذی (۲۴۳۴) وابن ماجه (۳۳۰۷)

الفرائد: (۱) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ (۲) قیامت کے دن آپ سردار ہوں گے۔ (۳) تمام انبیاء نفسی نفسی کہہ رہے ہونگے۔ (۴) آپ کو شفاعت کبریٰ کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا۔

۱۸۶۹ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : جَآءَ اِبْرَاهِيْمُ ا بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ ، عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَآءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَآءً فِيْهِ مَآءٌ ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ : يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اَنِيْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا – قَالَتْ لَهٗ : آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ : نَعَمْ – قَالَتْ اِذًا لَّا يُضَيِّعُنَا ، ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ ا حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَآءِ الدَّعْوَاتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ : رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ" حَتّٰى بَلَغَ "يَشْكُرُوْنَ" وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ

الْمَآءِ حَتّٰی اِذَا نَفِدَ مَا فِی السِّقَآءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰی – اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِی الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِیَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰی اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا ، فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِیَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْیَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰی جَاوَزَتِ الْوَادِیَ ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰی اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ اَحَدًا ، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ – قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِیُّ ا: ”فَلِذٰلِكَ سَعَی النَّاسُ بَيْنَهُمَا“ فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَی الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ : صَهْ – تُرِيْدُ نَفْسَهَا – ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ :قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ فَاَغِثْ ، فَاِذَا هِیَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ– اَوْ قَالَ بِجَنَاحِهٖ – حَتّٰی ظَهَرَ الْمَآءُ ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا ، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ الْمَآءَ فِیْ سِقَآئِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ ، وَفِیْ رِوَايَةٍ :بِقَدْرِ مَا تَغْرِفُ– قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ”رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ – اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَآءِ – لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا“ قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتًا لِلّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضَيِّعُ اَهْلَهٗ ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰی مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمٍ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَآءَ ، فَنَزَلُوْا فِیْ اَسْفَلِ مَكَّةَ ، فَرَاَوْا طَآئِرًا عَآئِفًا فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّآئِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰی مَآءٍ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِیْ وَمَا فِيْهِ مَآءٌ ، فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ جَرِيَّيْنِ فَاِذَا هُمْ بِالْمَآءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاُمُّ اِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْمَآءِ فَقَالُوْا :اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ :نَعَمْ ، وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِی الْمَآءِ قَالُوْا: نَعَمْ “ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَاَلْفٰی ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ ، وَهِیَ تُحِبُّ الْاُنْسَ ، فَنَزَلُوْا فَاَرْسَلُوْا اِلٰی اَهْلِهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ ، حَتّٰی اِذَا كَانُوْا بِهَا اَهْلَ اَبْيَاتٍ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ ؛ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ ، فَجَآءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ اِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمَاعِيْلَ ، فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ يَبْتَغِیْ لَنَا – وَفِیْ رِوَايَةٍ : يَصِيْدُ لَنَا – ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ ، فَقَالَتْ :نَحْنُ بِشَرٍّ ، نَحْنُ فِیْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ ، وَشَكَتْ اِلَيْهِ – قَالَ :فَاِذَا

جَآءَ زَوْجُكِ اقْرِئِى عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِى لَهُ يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ – فَلَمَّا جَآءَ اِسْمَاعِيْلُ كَاَنَّهُ انَسَ شَيْئًا فَقَالَ :هَلْ جَآءَ كُمْ مِّنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ جَآءَ نَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَاَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَسَاَلَنِى :كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّا فِى جَهْدٍ وَّشِدَّةٍ قَالَ :فَهَلْ اَوْصَاكِ بِشَىْءٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ اَمَرَنِى اَنْ اُقْرِئَكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ :ذَاكِ اَبِى وَقَدْ اَمَرَنِى اَنْ اُفَارِقَكِ ' الْحَقِى بِاَهْلِكِ – فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى ' فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلٰى امْرَاَتِهِ فَسَاَلَ عَنْهُ – قَالَتْ :خَرَجَ يَبْتَغِى لَنَا – قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ ' وَسَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ – فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَاَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ ' فَقَالَ :مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتِ اللَّحْمُ – قَالَ :فَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتِ : الْمَآءُ – قَالَ :اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِى اللَّحْمِ وَالْمَآءِ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ" قَالَ: فَهُمَا لَا يَخْلُوْا عَلَيْهِمَا اَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ اِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ ' وَفِى رِوَايَةٍ فَجَآءَ فَقَالَ :اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ :ذَهَبَ يَصِيْدُ ' فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ :اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرِبَ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ :طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ – قَالَ :اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِى طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ – قَالَ :فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ "بَرَكَةُ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ" قَالَ فَاِذَا جَآءَ زَوْجُكِ فَاقْرِئِى عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهِ – فَلَمَّا جَآءَ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ :هَلْ اَتَاكُمْ مِّنْ اَحَدٍ؟ قَالَتْ :نَعَمْ اَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَاَثْنَتْ عَلَيْهِ' فَسَاَلَنِى عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهُ ' فَسَاَلَنِى كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهُ اَنَا بِخَيْرٍ – قَالَ فَاَوْصَاكِ بِشَىْءٍ ؟ قَالَتْ :نَعَمْ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَاْمُرُكَ اَنْ تُثَبِّتَ عَتَبَةَ بَابِكَ – قَالَ :ذَاكِ اَبِى ' وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ اَمَرَنِى اَنْ اُمْسِكَكِ ' ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَآءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِسْمَاعِيْلُ يَبْرِى نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ ' فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ اِلَيْهِ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ قَالَ يَا اِسْمَاعِيْلُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِى بِاَمْرٍ ' قَالَ :فَاصْنَعْ مَا اَمَرَكَ رَبُّكَ؟ قَالَ : وَتُعِيْنُنِى قَالَ :وَاُعِيْنُكَ – قَالَ :فَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِى اَنْ اَبْنِى بَيْتًا هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى اَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا ' فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ' فَجَعَلَ اِسْمَاعِيْلُ يَاْتِى بِالْحِجَارَةِ وَاِبْرَاهِيْمُ يَبْنِى حَتّٰى اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَآءُ جَآءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِى وَاِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ :رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

وَفِى رِوَايَةٍ :اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَآءٌ' فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ

ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِيمُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَآءً نَادَتْهُ مِنْ وَرَآئِهٖ :يَا اِبْرَاهِيمُ اِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ :اِلَى اللّٰهِ ' قَالَتْ :رَضِيتُ بِاللّٰهِ فَرَجَعَتْ وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَآءُ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا – قَالَ– فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا' فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ وَسَعَتْ وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ وَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ الصَّبِيُّ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَاِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ' فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا ' فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ ' فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ :لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ ' فَاِذَا هِيَ بِصَوْتٍ ' فَقَالَتْ :اَغِثْ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ ' فَاِذَا جِبْرِيْلُ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا ' وَغَمَزَ بِعَقِبِهٖ عَلَى الْاَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَآءُ فَدُهِشَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ– وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ ' رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بِهٰذِهِ الرِّوَايَاتِ وَكُلِّهَا۔ "اَلدَّوْحَةُ" الشَّجَرَةُ الْكَبِيْرَةُ – قَوْلُهٗ "قَفّٰى" اَيْ :وَلّٰى – "وَالْجَرِيُّ" الرَّسُوْلُ – "وَاَلْفٰى" مَعْنَاهُ :وَجَدَ قَوْلُهٗ "يَنْشَغُ" :اَيْ يَشْهَقُ۔

۱۸۶۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے اسماعیل اوران کی والدہ کو لے چل دیئے' جبکہ وہ دودھ پیتے بچے تھے' اوران کو بیت اللہ کے نزدیک ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم اور مسجد حرام کے بالائی حصہ کی جگہ میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ ان جگہوں میں کوئی متنفس موجود نہ تھا اور نہ ہی وہاں پانی کا نام ونشان تھا۔ ان دونوں کو وہاں اتار کر ان کے پاس ایک کھجور کی تھیلی اور ایک مشک جس میں کچھ پانی تھا' ابراہیم علیہ السلام پیچھے مڑ کر چل دیئے۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا اے ابراہیم کہاں جا رہے ہو کیا ہمیں اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہو جس میں کوئی غم خوار ساتھی ہے اور نہ کوئی چیز؟ انہوں نے یہ بات کئی مرتبہ دہرائی لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ بالآخر ہاجرہ نے ان کو کہا کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ تب ہاجرہ نے کہا پھر وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ اس کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں۔ ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے یہاں تک کہ ثنیہ کے پاس پہنچے۔ جہاں وہ ان کو نہ دیکھتے تھے تو آپ نے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں کی۔ ''اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا جس میں کھیتی نہیں......'' اسماعیلؑ کی والدہ اپنے بیٹے اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ مشک کا پانی ختم ہوگیا۔ وہ خود بھی پیاس محسوس کر رہی تھیں اور یہ بھی دیکھ رہی تھیں کہ بیٹا بھی پیاس کی وجہ سے بلبلا رہا یا زمین میں لوٹ رہا ہے۔ وہ اس منظر کو ناپسند کرتے ہوئے چل دیں۔ انہوں نے اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب صفا کے پہاڑ کو پایا پس وہ اس پر کھڑی ہوگئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن

بے سود۔ وہ صفا سے اتریں اور وادی تک پہنچیں۔ پھر اپنی قمیص کا کنارہ اٹھا کر ایک مصیبت زدہ شخص کی مانند دوڑ کر وادی کو عبور کیا پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہوگئیں اور دیکھا کہ کوئی انسان نظر آئے لیکن کسی کو نہ پایا۔ یہ انہوں نے سات مرتبہ دہرایا۔ انہوں نے یہ سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس لئے لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں جب وہ مروہ پر چڑھ گئیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو کہنے لگیں خاموش! پھر انہوں نے کان لگایا تو دوبارہ وہ آواز سنی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے آواز تو سنا دی اگر تیرے پاس کوئی معاونت کا سلسلہ ہے (تو سامنے آ) پس اسی لمحہ فرشتہ زم زم کی جگہ کے پاس تھا۔ پس اس نے اپنی ایڑی یا پر سے کریدا۔ یہاں تک کہ پانی ظاہر ہوگیا ہاجرہ اس کے گرد حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح کرنے لگیں اور پانی کو چلو میں لے کر مشک میں ڈالنے لگیں وہ پانی جتنا چلو سے لیتی اتنا ہی پانی نیچے سے جوش مارتا اور ایک روایت میں ہے کہ جتنا وہ چلو میں لیتی اتنا وہ جوش مارتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم کرے۔ اگر وہ زم زم کو چھوڑ دیتی یا پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک بہتا ہو چشمہ ہوتا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت ہاجرہ نے پیا اور اپنے بیٹے کو پلایا۔ فرشتے نے اس کو کہا تم ضائع ہونے کا خوف مت کرو۔ یہاں اللہ کا ایک گھر ہے جس کی تعمیر یہ لڑکا اور اس کا والد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس گھر والوں کو ضائع نہیں کرتے۔ بیت اللہ کی جگہ زمین سے ٹیلے کی طرف بلند تھی۔ سیلاب آ کر اس کے دائیں اور بائیں جانب سے گزر جاتا یہاں تک کہ بنو جرہم کا ایک گروہ وہاں سے گزرا یا ان کا ایک گھرانہ کدا کے راستے ادھر سے ہو کر گزرا۔ وہ مکہ کی نچلی جانب اترے تو انہوں نے ایک پرندہ منڈلاتا ہوا دیکھا۔ انہوں نے کہا یہ پرندہ پانی پر چکر لگا رہا ہے۔ ہمیں تو زمانہ گزر گیا اس وادی میں کوئی پانی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک یا دو قاصدوں کو بھیجا۔ پس انہوں نے پانی پا کر لوٹ کر قافلے کو پانی کی اطلاع دی۔ وہ ادھر متوجہ ہوئے جبکہ اسماعیلؑ کی والدہ پانی کے پاس تھیں اور کہنے لگے کیا تم ہمیں اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے قریب اتریں۔ انہوں نے کہا ہاں لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔ انہوں نے اس کو تسلیم کرلیا۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا یہ بات حضرت اسماعیل کی والدہ کی مرضی کے مطابق ہوئی وہ مانوسیت پسند تھیں۔ وہ پانی کے پاس اتر پڑے اور انہوں نے اپنے اہل کی طرف پیغام بھیجا پس وہ بھی ان کے پاس آ کر مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھر ہو گئے اور لڑکا جوان ہوگیا اور ان سے عربی سیکھ لی۔ آپ ان میں سب سے زیادہ نفیس اور جوانی میں عجیب دل پسند تھے جب بالغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے خاندان میں سے ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ فوت ہوگئیں۔ پس ابراہیم علیہ السلام اسماعیل کی شادی کے بعد تشریف لائے تا کہ اپنی چھوڑی ہوئی چیزوں کو دیکھیں۔ اسماعیل کو نہ پا کر ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے لئے شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر اس سے ان کے گزر اوقات اور عام حالت پوچھی۔ اس نے کہا ہم بری حالت، تنگی اور سختی میں ہیں اور ان کے پاس

شکایت کی۔ آپ نے فرمایا جب تمہارا خاوند آ جائے تو ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدلے۔ جب اسماعیل آئے تو انہوں نے کوئی چیز گویا محسوس کی۔ پھر انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ کہنے لگی جی ہاں۔ اس اس شکل کے ایک بزرگ آئے تھے اور انہوں نے تمہارے بارے میں پوچھا۔ پس میں نے ان کو اطلاع دی پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا گزر اوقات کیسا ہے؟ پس میں نے ان کو بتلایا کہ ہم مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ تو اسماعیلؑ نے کہا کیا انہوں نے کسی چیز کی تمہیں نصیحت کی؟ اس نے کہا جی ہاں مجھے یہ حکم دیا کہ میں تمہیں سلام کہوں اور دروازے کی چوکھٹ بدلنے کے لئے تمہیں کہوں۔ اسماعیل نے کہا وہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تم سے جدائی اختیار کروں۔ پس اس کو طلاق دے دی اور انہیں میں سے ایک دوسری عورت سے نکاح کیا۔ پس ابراہیمؑ جتنا اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے پھر اس کے بعد ان کے پاس تشریف لائے اسماعیل کو نہ پایا۔ ان کی بیوی کے پاس تشریف لا کر ان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش کرنے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کس حال میں ہو اور تمہاری زندگی اور گزران کیسا ہے؟ تو اس نے کہا ہم خیریت اور وسعت میں ہیں اور اللہ کی تعریف کی تو ابراہیمؑ نے سوال کیا' کیا چیز کھاتے ہو؟ اس نے کہا گوشت! تمہارا مشروب کیا ہے؟ کہا پانی۔ ابراہیمؑ نے دعا کی اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''اس دن ان کے پاس ایک دانہ بھی نہ تھا اگر ہوتا تو آپ اس کے لئے بھی دعا فرماتے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں مکہ کے علاوہ ان دونوں پر کوئی گزر نہیں کر سکتا اور نہ اس کو موافق آتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ آئے تو انہوں نے فرمایا اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا وہ شکار کرنے گئے ہیں ان کی بیوی نے کہا آپ ہمارے پاس تشریف نہیں رکھتے کہ کھائیں پئیں۔ آپ نے فرمایا تمہارا کھانا پینا کیا ہے تو اس نے کہا ہمارا کھانا گوشت اور مشروب پانی ہے۔ تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! ان کے کھانے اور مشروب میں برکت نازل فرما۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوالقاسمؐ نے فرمایا: ''یہ ابراہیمؑ کی دعا کی برکت ہے''۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ''جب تمہارا خاوند آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا۔ اور ان کو کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے۔ حضرت اسماعیلؑ واپس آئے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے پاس ایک خوبصورت شکل والے شیخ آئے تھے اور ان کی تعریف بیان کی چنانچہ انہوں نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو اس کی اطلاع دی پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا ہمارا گزران کیسا ہے۔ میں نے ان کو بتلایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کیا انہوں تمہیں کسی چیز کی نصیحت فرمائی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ وہ تمہیں سلام کہتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھو۔ اسماعیلؑ نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور تو چوکھٹ ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں باقی رکھوں۔ پھر ابراہیمؑ ان سے جتنا اللہ نے چاہا رک کے رہے پھر اس کے بعد تشریف لائے۔ اس حال میں کہ اسماعیل زم زم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر بنا رہے تھے۔ جب ان کو دیکھا تو اُٹھ کر ان کی خدمت میں پہنچے اور اسی طرح کیا جس طرح والد کا

بیٹا احترام کرتا ہے اور انہوں نے اسی طرح شفقت کی جس طرح والد بیٹے کے ساتھ شفقت کرتا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا: اے اسماعیل اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ اسماعیلؑ نے جواب دیا۔ آپ وہ کر ڈالئے جو آپ کے ربّ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: اس میں کیا تم میری اعانت کرو گے۔ جواب دیا میں آپ کی اعانت کروں گا۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: پس اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا جو اپنے اردگرد کی زمین سے بلند تھا۔ پس اس وقت انہوں نے بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا۔ اسماعیل پتھر لاتے اور ابراہیمؑ تعمیر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب دیواریں بلند ہوگئیں تو اسماعیلؑ یہ پتھر لائے اور اس کو رکھا اور اس پر کھڑے ہوئے کر عمارت بنانے لگے۔ اسماعیلؑ ان کو پتھر پکڑا دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: ''اے ہمارے ربّ ہم سے یہ قبول کر بے شک تو ہر بات سننے والا اور جاننے والا ہے''۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور ام اسماعیل کو لے کر چلے اس حال میں کہ ان کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ ام اسماعیل اس مشکیزہ میں سے پانی پیتی رہیں اور بچے کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ مکہ میں پہنچے تو ان کو درخت کے نیچے اتار کر ابراہیمؑ اپنے وطن فلسطین واپس لوٹنے لگے تو ام اسماعیل نے ان کا پیچھا کیا جب مقام کداء میں پہنچے تو ام اسماعیل نے ان کو آواز دی۔ اے ابراہیم! کس کے پاس آپ ہمیں چھوڑ کر جاتے ہیں؟ تو ابراہیمؑ نے کہا اللہ کے۔ تو ام اسماعیل نے کہا میں اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ پس وہ لوٹ آئیں اور اس مشکیزہ سے خود پیتی رہیں اور بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہوگیا۔ میں جا کر دیکھتی ہوں اگر کوئی انسان نظر آ جائے! حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ وہ جا کر صفا پر چڑھ گئیں اور خوب اچھی طرح دیکھا کہ کیا کوئی انسان نظر آتا ہے؟ مگر کسی انسان کو نہ پایا۔ جب وادی میں پہنچیں تو دوڑ کر مروہ پر آئیں اور کئی چکر انہوں نے اس طرح لگائے۔ پھر کہنے لگیں۔ میں بچے کو جا کر دیکھتی ہوں کہ اس کا کیا حال ہے۔ گئیں اور بچے کو دیکھا تو وہ اپنی اس حالت میں تھا گویا وہ موت کی تیاری میں ہے۔ پھر ان کے دل کو قرار نہ آیا اور کہنے لگیں اگر میں جا کر دیکھوں شاید کسی کو دیکھ پاؤں۔ پھر وہ گئیں اور صفا پر چڑھ گئیں اور خوب غور سے دیکھا مگر کسی کو نہ پایا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات چکر پورے کر لئے۔ پھر کہنے لگیں کہ میں جا کر دیکھوں کہ بچے کا کیا حال ہے؟ اچانک اس نے ایک آواز سنی تو اس سے کہا اگر تمہارے پاس کچھ بھلائی ہے تو تعاون کرو! پس جبرائیلؑ نے اپنی ایڑی کی نوک زمین پر ماری جس سے پانی پھوٹ پڑا۔ ام اسماعیل گھبرا گئیں اور پانی ہتھیلیوں سے مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ (بخاری) بخاری نے ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

اَلدَّوْحَةُ: بڑا درخت۔ قَفّٰی: منہ پھیرا۔ اَلْجَرِیُّ: قاصد۔ اَلْفٰی: پایا۔ یَنْشَغُ: موت کے لمحات میں سانس لینا۔

تشریح ۞ ام اسماعیل کا نام ہاجر، بعض نے آجر لکھا ہے۔ ملک مصر نے سارہ کی کرامت دیکھ کر ان کو ھبہ کی، جیسا روایت بخاری میں ہے۔

وھی ترضعه: یہ ام اسماعیل سے جملہ حالیہ ہے۔ اور ام اسماعیل کو بیت اللہ کے پاس چھوڑا کیونکہ ان کے سواء کو مرضعہ نہ تھی۔

اس پھیلے ہوئے درخت کے نیچے جو زمزم کے اوپر تھا۔ھناك سے مراد پھیلے درخت کے پاس، حراب، توشہ دان اور سقاء پانی اور دودھ کیلئے مشک۔

قفی ابراھیم منطلقا: ہاجر کی طرف پشت کر کے شام کی طرف ابراہیم علیہ السلام چلا ہے۔ لا شئ: کھانے پینے کی چیز۔ مراراً: ابن شیبہ کی روایت ثلاثا کا تذکرہ ہے۔ لا یلتفت الیھا: راستے پر چلتے رہے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

السامرك: مروالا ہمزہ استفہام کا ہے۔ اذاً: یہ حرف جزاء اور جواب ہے۔ لا یضیعنا۔ نصب ورفع عین دونوں سے درست ہے۔

عنه الشنیة: یعنی وادی مجون میں۔ حیت لا یرونه یہ عندالثنیہ سے بدل ہے۔

استقبل بوجهہ: اذا کا جواب ہے جس میں معنی شرط ہے اس سے ثابت ہوا دعا کے وقت استقبال قبلہ مستحب ہے۔ استجابت کے قریب تر ہے۔

فرفع یدیه: اس کا عطف دعا پر اسی طرح ہے جیسا توضأ زید فغسل وجههٗ کا۔

من ذریتی: ان سے بعض اولاد یعنی اسماعیل مراد ہیں۔

﴿بواد غیر ذی زرع﴾: یہ مکہ ہی ہے اس کا اس طرح ہونا اس لئے تاکہ عبادت کیلئے مکمل فراغت ہو۔ کھیتی اور کمائی اس کیلئے رکاوٹ ہے۔ المحرم یہ بیتك کی صفت ہے۔ وہاں شکار اور درخت کاٹنا، لڑائی کرنا حرام ہے۔

لیقیموا الصلاۃ: تاکہ مکہ میں رہنے کی وجہ سے خوب عبادت کرے۔ اس میں مکی کو دنیا سے اعراض اور عبادت مولیٰ کی طرف ترغیب دلائی۔

افئدۃ من الناس: تاکہ کچھ دل شوق میں اس کی طرف جھکیں۔ اس میں مسلمانوں کو خاص کیا بعض سلف نے کہا اگر الناس فرماتے تو روم فارس بھی جھک پڑتے۔ یشکرون: تاکہ وہ ترے انعامات کا شکریہ ادا کریں۔

یتلوی او یتلبط: پیاس سے زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگیں۔

الصفا: یہ جبل ابی قبیس کی ایک جانب کا نام ہے۔ یہ بیت اللہ سے سب سے قریب پہاڑ ہے۔

درعھا: وہ وادی میں پہنچنے کیلئے چلتی رہیں۔ ورع یہاں قمیص کے معنی میں ہے۔ الانسان المجھود۔ مشقت والا انسان۔

حتی جاوزت الوادی: وادی کو طے کر کے اپنی رفتار پر چلتی گئیں۔ کیونکہ جب وہ وادی میں آتیں تو بطن وادی میں اترنے کی وجہ سے بچہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ پھر وادی کو عبور کرنے کیلئے جلدی کرتیں اور اس کی بلندی پر پہنچ کر اس کو دیکھ پاتیں۔ پھر مروہ پر چڑھ کر نگاہ ڈالتیں تو وادی کی طرف اترتیں وادی میں پہنچ کر قمیص کی جانب کو ذرا اونچا کر کے مشقت زدہ انسان کی طرح زور سے دوڑتیں یہاں تک وادی سے آگے گزر جاتیں پھر صفا پر آتیں۔ ایسا سات مرتبہ کیا۔ بقول فاکھی یہ صفا مروہ کی اولین سعی تھی۔

فلما اشرفت علی المروہ: ساتویں چکر پر آواز سنی۔ تو اس کو کہا صَہ: خاموش۔

غواث: معاونت۔ فاغشنی۔ یہ جواب شرط ہے۔ تو تو میری معاونت کر۔

فاذا هي بالملك: فرشتے نے زمزم والی پر یا ایڑھی سے کرید ایہاں تک کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ یفور زور سے جوش مارنا۔
رحم الله ام اسماعيل: رحم اللہ یہ انبیاء علیہم السلام دعا کے موقعہ پر فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کیلئے فرمایا رحم اللہ موسیٰ۔ غیر انبیاء کیلئے اس دعا میں کوئی خاص عادت منقول نہیں۔
لكانت زمزم عينا معينا: معین یہ عانہ سے ہے اصل معیون، واؤ حذف کر دی اور اگر اس کو فعیل کا وزن تسلیم کریں تو معنی سے ماخوذ ہے اور یہ طلب میں مبالغہ کیلئے ہے۔ (التوشیح) قاضی بیضاوی کہتے ہیں۔ ماء معین وہ پانی جو سطح زمین پر چلنے والا ہو۔ یہ معن الماء سے فعیل کا وزن ہے اس کا معنی چلنا ہے اور اس کی اصل کسی چیز میں گہرائی اختیار کرنا ہے۔ یا الماعون۔ منفعت کو کہتے ہیں کیونکہ یہ پانی فائدہ دینے والا ہے۔ یا عانہ سے مفعول۔ جبکہ اس کو آنکھ سے دیکھ لے۔ کیونکہ پانی کا چشمہ آنکھوں سے معلوم ہونے کی وجہ سے عین کہلاتا ہے۔
ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمزم کا ظہور خالص اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس میں کسی عامل کے عمل کا دخل نہیں۔ جب اس کے ساتھ ہاجرہ کی حوض بندی مل گئی تو کسب انسانی اس میں شامل ہو کر وہ اس سے محدود ہو گیا۔
فقال لها الملك: ہاجرہ کے سیر ہونے اور اسماعیل کے سیراب ہونے اور نفس کو راحت ملنے پر فرشتہ کہنے لگا ہلاک کا خوف مت کرو۔
فان ها هنا بيت الله: یہ کشمیہنی کی روایت ہے۔ دوسروں کی روایت میں هذا بيت الله ہے۔
لا يضيع اهله: ضائع کرنا یا ہلاک کرنا۔ ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف یا بیت اللہ کی طرف لوٹتی ہے۔ البیت سے وہ جگہ مراد ہے جہاں بیت اللہ ہے۔ ایک بلند ٹیلہ تھا جس پر طوفان غالب نہ آتا بلکہ دائیں بائیں سے گزر جاتا۔ اسی وجہ سے اس کو عتیق کہا جاتا ہے۔
من جرهم: جرہم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ بن قحطان بن عامر بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح (علیہ السلام)۔ اسحاق کہتے ہیں کہ جرہم اور اس کا بھائی قطور پہلا آدمی تھے جس زبان کی تبدیلی کے وقت عربی میں گفتگو کی۔
فر اوا طائرًا عائفا: انہوں نے پانی پر منڈلاتا ایک پرندہ دیکھا جو لوٹتا ہے اور ادھر ادھر نہیں جاتا۔
فارسلوا جريا: انہوں نے ایک قاصد روانہ کیا اس کو جری اس لئے کہا کہ وہ مرسل کی طرف سے دوڑتا ہے یا مرسل کی طرف سے ضروریات کی طرف تیزی سے جاتا ہے۔
لا حق لكم في الماء: بلکہ حق میرے ساتھ مختص ہوگا اگر چاہوں دے دوں چاہوں روک دوں۔ فالغی الفت محسوس کی۔
حتى اذا كانوا بها: حتی یہ مقدر کی غایت ہے ای كثروا۔ وہ زیادہ ہو گئے اور گھر ہی گھر بن گئے۔ الغلام سے اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں۔
تعلم العربية منهم: سیوطی کہتے ہیں اس سے روایت حاکم کا ضعف ثابت ہوتا ہے جس میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے سب سے اول واضح عربی میں کلام کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں دونوں خبریں اس طرح جمع ہو جائیں گی۔ روایت حاکم میں اولیت فصیح وواضح عربی کلام کے اعتبار سے ہے مطلق اولیت نہیں اور بنو جرہم سے یہ زبان انہوں نے سیکھی۔ اللہ تعالیٰ نے فصیح عربی کا الہام

فرمایا۔شرقی بن قطامی کہتے ہیں۔کہ اسماعیل علیہ السلام کی عربیت یعرب بن قحطان کی عربی سے زیادہ فصیح تھی۔اسی طرح حمیر و جرہم کے باقی لوگوں سے بھی۔ (۲)اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اولیت ابراہیم علیہ السلام کی دیگر اولاد کے اعتبار سے ہو۔

انفسهم:یہ نفاست سے ہے۔نفیس اور شاندار شخصیت کے مالک تھے۔انہوں نے اپنے خاندان میں نکاح کردیا۔(۱)ابن اسحاق کہتے ہیں۔اس لڑکی کا نام عمارہ بنت سعد تھا۔مگر (۲) سہیلی کہتے ہیں حدابنت سعد تھا۔اور (۳) عمر بن شعبہ کہتے ہیں حیی بنت اسعد تھا۔ظاہر سے معلوم ہوتا ہے ہاجرہ کی وفات بیٹے کی شادی کے بعد ہوئی۔

فجاء ابراهيم بعد ما نزوج اسماعيل:مامصدریہ ہے۔یعنی اسماعیل کی شادی کے بعد۔ابراہیم علیہ السلام ان کے احوال کی خبر گیری کیلئے تشریف لائے۔وہ ہاجرہ واسماعیل کی ملاقات ہر ماہ براق پر کرتے صبح مکہ میں ہوتے اور دوپہر شام میں جا گزارتے۔(الفاکھی من حدیث دلی بسند حسن) آپ تشریف لائے اسماعیل نہ ملے ان کی بیوی سے پوچھا تو اس جواب دیا۔

يبتغى لنا یعنی شکار کیلئے گئے ہیں۔مجازی روایت میں **يصيد لنا** کے لفظ واضح ہیں۔**عيشهم** یعنی گزراوقات کیسا ہے۔

نحن بشر:اس کی وضاحت **نحن فى ضيق و شده** سے کی۔کہ گزراوقات میں تنگی ہے۔

و شكت اليه:اس کی شکایت کی جب ابراہیم علیہ السلام اس کی شدید اکتاہٹ کو معلوم کیا جو اس ابتلاء میں تھی جو شکر گزر بندوں کیلئے بلندی درجات کا باعث تھی۔تو ان کو خطرہ محسوس ہوا یہ چیز ان کے بیٹے میں اثر انداز نہ ہو جائے اور وہ بھی کہیں شکوہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔تو اس سے علیحدگی کا حکم فرمایا۔

فاذا جاء زوجك اقرئى عليه السلام:جب تیرا خاوند آجائے تو اس کو میرا اسلام دو یہ امر والا جملہ شرط غیر جازم کا جواب ہے اس لئے اس کو **اذا مفاجاتيه** سے شروع کیا۔

يغير عتبة بابه:یہ بیوی کو طلاق سے کنایہ ہے۔بلقینی نے لکھا کہ عورت کو یہاں دروازے کی چوکھٹ کہا کیونکہ اس میں اور اس میں موافقت پائی جاتی ہے۔(۱) دروازے کی حفاظت اور ان کے جو کچھ ہے اس کی حفاظت کرنا۔(۲) روندنے کا مقام۔ (وطی کا مقام) اسماعیل علیہ السلام نے گھر میں واپس آکر کچھ انوار محسوس کئے تو کہا کیا یہاں کوئی آیا انہوں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے مجھ سے حالات پوچھے میں **فسالنا**: میں پہلے اپنے لئے جمع کی ضمیر اور پھر واحد کی ضمیر تعبیر میں تفنن کیلئے ہے۔تا کہ تکرار کا ثقل نہ رہے۔**جهدو شده**:سخت تکلیف میں ہیں۔یہ عطف ردیف کہلاتا ہے۔

ويقول:اس کا عطف امرنی پر ہے۔انہوں نے مجھے حکم فرمایا کہ دروازے کی چوکھٹ بدل دوں یعنی تمہیں طلاق دے دوں۔

افارقك:تقدیر یا سے بھی ہوسکتا ہے۔دونوں طرح مستعمل ہے۔**الحقى باهلك** یہ کنایات الطلاق ہے۔پس اس کو طلاق دے دی۔اس سے معلوم ہوا کہ جو شدائد پر صبر نہ کر سکے اس سے جدائی اختیار کی جائے۔(۲) والد کے فرمان کی جلدی سے تعمیل کرے۔

امراة اخرى:اس کی اور عورت سے شادی کی بقول واقدی (۱) اس کا نام اسامہ بنت مہلہل ہے (۲) بعض نے عاتکہ (۳) بعض نے رغلہ بنت نصاص (۴) بعض نے جرہ (۵) بعض نے حالہ بنت الحارث (۶) بعض نے سلمی (۷) بعض نے

حفصاء (۸) دیگر علماء نے سند بنت مضاض (۹) بعض نے رغلہ بنت یسحب بن یعرب بن لود بن جرہم لکھا ہے۔ پھر کچھ وقت بیت جانے پر آپ تشریف لائے۔

فسال عنه قالت: فا سے معلوم ہوتا ہے سوال کا فوراً جواب دیا جیسا اس آیت میں **:فقال الملاء**۔ (بیضاوی)

نحن بخير: اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور فیض ربانی میں ہیں۔ با ملابست کی بھی ہوسکتی ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔

الماء سے مراد بظاہر اً زمزم ہے یا بارش وغیرہ کا پانی۔

لا يخلوا: خلوت بالشیئ۔ یعنی اور چیز اس سے نہ ملائی گئی ہو۔

الا لم يوافقاه: ایک روایت میں ہے کہ اس سے صرف پیٹ کی شکایت کی۔

الا تنزل فتطعم: اس نے عرض کی آپ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوں۔ کھانے اور پانی کا دوبارہ تذکرہ اطناب کلام کو میٹھا کرنے کیلئے ہے۔

فقال ابو القاسم: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے۔ مطلقاً اس کو کنیت کیلئے استعمال کرنا دوسروں کیلئے درست نہیں۔ (مگر دیگر علماء نے اس کو آپ کی حیاۃ مبارک تک قرار دیا اور یہ قول زیادہ بہتر ہے)۔

فلما جاء اسماعيل: جب شکار سے واپسی ہوئی تو گھر میں والد کی خوشبو محسوس کی۔ **فسالني عنك:** اس سوال کے جواب میں تعدد نہیں تھا۔ اس لئے مذکور نہیں دوسرے سوال کا جواب **كيف عيشنا:** میں احتمال شکر وشکوہ تھا اس لئے صاف ذکر کر دیا۔

يامرك ان تثبت عتبة بابك: میری وساطت سے تمہیں حکم دیتے ہیں کہ دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے تم ہی تو عتبة الباب ہو۔ اس کی وجہ محل وطی، سامان کی محافظ ہے یہ مجاز مرسل ہے۔ انہوں نے مجھے تمہیں باقی رکھنے کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے ان سے اسماعیل علیہ السلام کے دس بیٹے پیدا ہوئے۔ **عنهم:** اس سے اسماعیل علیہ السلام اور ان کے اہل مراد ہیں۔ جمع کا اطلاق خدام واولاد سمیت ہے یا مافوق الواحد پر جمع بول دیتے ہیں۔

ماشاء الله: النَّحْوُ :اس کا مفعول محذوف ہے اور اکثر مذکور نہیں ہوتا جیسے **لو شئت ان ابكی دمًا لبكيته** میں ہے۔

اسماعيل يبری نبلاً: تیر درست کر کے اس پر اور نوکیں چڑھا رہے تھے۔ حاکم میں ہے کہ **يصلح بيتاً** :مکان درست کر رہے تھے۔ سیوطی نے کہا یہ تصحیف ہے۔ النَّحْوُ :**له** یہ نبل کی صفت ہے۔ اور جملہ اور اسماعیل...... جاء کے فاعل سے حال ہے۔

تحت دوحة: یہ اس درخت کے علاوہ تھا جس کے نیچے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو چھوڑا تھا کیونکہ وہ درخت تو زمزم کے اوپر تھا۔ زمزم کی کھدائی کے وقت ممکن ہے اسے کاٹ دیا گیا ہو اور ممکن ہے باقی رہنے دیا ہو۔ مگر بہر حال یہ درخت اس کے علاوہ ہے۔ کیونکہ اگر پہلا درخت مراد ہوتا تو معرفتہ لایا جاتا۔ اور اس کے علاوہ مراد ہونے کی وجہ سے نکرہ لاتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''**ان مع العسر يسرًا**'' اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: **لن يغلب عسر يسرين**۔ کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب

نہیں ہوسکتی۔ النَحْوَ :قریباً یہ رأی کا دوسرا مفعول یا مفعول سے حال یا ظرف مکان ہے۔
فصنع کما یصنع: گلے ملے اور مصافحہ کیا۔ معمر کہتے ہیں دونوں مل کر خوب روئے چونکہ ملاقات کو عرصہ ہو گیا تھا۔ فاکھی کہتے ہیں اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال اور اسماعیل کی عمر ۳۰ سال تھی۔
تعیننی قال و اعینك: دوسری روایت میں **ان تعیننی علیه** ہے۔ یہ چیز امر میں داخل ہے۔ کشمیھنی کی روایت **فاعینك** ہے۔
اکمة: ابھرنے والا ٹیلہ جو پتھروں کے ایک جگہ جمع ہونے سے بن جائے۔ اس کی جمع اکم اور اکام جیسے عنق اور اعناق۔ (المصباح) یہ اتنا بلند تھا کہ سیلاب اس پر نہ گزرتا ہے۔
رفع القواعد: ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد نکال کر اس پر تعمیر کی جیسا روایت احمد ہے اور ابو حاتم نے بھی نقل کیا کہ مجاہد کہتے کہ بنیادیں زمین سے پہلے موجود تھیں۔
فجعل اسماعیل یأتی بالحجارة: ابراہیم علیہ السلام مقام پر کھڑے اسماعیل نے پتھر لے کر دیوار پر رکھتے جا رہے تھے۔
اذا ارتفع البناء جاء بهذا الحجر: الحجر سے مقام ابراہیم علیہ السلام والا پتھر ہے۔ حدیث عثمان میں ہے کہ رکن اور مقام یہ جنت کے پتھر ہیں۔ جب ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے ہوئے حجر اسود کے مقام تک پہنچے تو حجر اسود اس کی جگہ لگا دیا اور مقام بیت اللہ سے متصل پڑا رہا۔ جب تعمیر کعبہ سے فراغت ہو گئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آ کر حج کے احکامات پھر ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام نے حج کیا۔ اور سارہ نے بیت المقدس سے حج کیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام شام لوٹ گئے اور وہیں وفات پائی۔ (التوشیح)

تقبل منا: اس سے تعمیر بیت مراد ہے۔ تو ہماری دعاؤں کو سننے اور تعمیر بیت اللہ کو جاننے والا ہے۔
ایک روایت میں یہ ہے۔ شَنَّۃ: پرانا چمڑہ۔ یہاں پرانی مشک مراد ہے۔ **من الشنه**: یعنی مشک کا پانی۔ **الی من تترکنا؟ قال الی الله قامت رضیت بالله**: بخاری میں یہ لفظ بھی **حتی لما بلغوا کداء نادته**۔ کہ وہ کداء کے مقام تک ابراہیم کے پیچھے گئیں۔ پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں۔ تدر والا جملہ جعل کی خبر پر معطوف ہو یا جملہ **جعلت** پر معطوف ہو۔
لو ذهبت: یہ حرف تمنا ہے اس کا جواب نہیں۔ یا شرط ہے اسکا جواب محذوف ہے۔ **فنظرت**: یہ غور و فکر کے معنی میں ہے۔ **لم تحس**: کسی کو نہ دیکھا نہ معلوم کیا۔
الوادی: گہرا پانی بہنے کی جگہ۔ **واتت المروه**: یعنی کئی چکر دونوں پہاڑوں پر چڑھنا اور چلنا۔ شوط کو مطلقاً لانا بھی درست ہے۔
کانه ینشغ للموت: گویا وہ موت کے سکرات میں ہے۔ وہ اس کا حال نہ دیکھ سکیں۔ پھر کسی کو دیکھنے کیلئے دونوں پہاڑوں پر چڑھی۔
لو ذهبت فنظرت ما فعل: یہ پہلی روایت کے خلاف نہیں کہ جس میں ذکر کیا کہ سات چکر پورے کر آواز سنی تو اس کے دل کو سکون آ گیا۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ بچے کی طرف جاتے ہو۔ یہ آواز سن پائی اور اس کو بچے کے پاس دیکھا ہو۔

وغمز بعقبه: زمین پر جبرئیل علیہ السلام نے ایڑھی ماری جس سے پانی زمین سے پھوٹ پڑا۔
فجعلت تحفن: پانی کو مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ اور بخاری میں تحفر ہے۔ اور روایت سابقہ میں تحوض: کھود کر حوض بنانے لگیں۔ بخاری نے تفصیل سے دونوں عورتوں سے نکاح اور ان کی جدائی کو ذکر کیا ہے۔ ولّی: کا لفظ ذکر کیا کیوں کہ وہ پشت کر کے چل دیئے۔ النشغ: آواز کو ہلکا اور بلند کرنا۔ سینے کی گونج یہاں تک کہ غشی ہو جائے۔

تخریج : أخرجه البخاري (٢٣٦٨)

الفرائد : ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور ام اسماعیل کی قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات کا تذکرہ ہے۔

۱۸۷۰ :وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَآءٌ لِّلْعَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۷۰: حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کھمبی بھی من کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح : یہ عدی بن کعب بن لوی کی طرف ہے۔ یہ عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد ہیں۔ نفیل میں سلسلہ نسب جمع ہو جاتا ہے۔ ان کے والد جاہلیت کی جہالتوں سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہی بلکہ داعی تھے۔ بعض نے کہا سلمان، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول نازل ہوا: ﴿والذين اجتنبوا الطاغوت ان يعبدوها......﴾ [الزمر: ١٧] "ان کی والدہ فاطمہ بنت ربعی الخزاعیہ تھیں۔ یہ اور ان کی بیوی ام جمیل فاطمہ بنت الخطاب، عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ابتداءً اسلام لائے اور اس کی وجہ سے عمر اسلام لائے۔ یہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جاسوسی مہم میں روانہ فرمایا۔ یہ بدر کے دن اس مہم سے واپس لوٹے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غنیمت و اجر میں حصہ دار قرار دیا۔ اسی وجہ سے یہ بدریین میں شامل ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات تھے ان کا واقعہ اروی بنت قیس کے ساتھ معروف ہے۔ جب اس نے مروان بن الحکم کے پاس ان کے خلاف مقدمہ کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ سعید رضی اللہ عنہ نے ان کی زمین غصب کر لی ہے۔ وہ اندھی ہوگئی اور اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر ہلاک ہوگئی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں سے تین صحیحین میں ہیں۔ اور دو متفق علیہ ہیں۔ تیسری میں بخاری منفرد ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ زاہد و عابد تھے حکام ان کی عزت کرتے تھے۔ ان سے قیس بن ابی حازم اور ابو عثمان نہدی رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔ ان کی وفات مقام عقیق میں ہوئی۔ گردنوں پر اٹھا کر ان کا جنازہ مدینہ میں لایا گیا۔ اور بقیع مین تدفین ہوئی۔ ان کی اولاد ۱۳ لڑکے ۱۸ لڑکیاں تھیں۔

الکماة من المن وماؤها شفاء للعين"۔ کمأة کی نظیر خبأة وخبء ہے۔ من۔ وہ کھانا جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کیلئے اُتارا اور یہ ان پر خاص انعام تھا۔ شفاء للعين۔ یعنی آنکھوں کی بیماری کیلئے شفاء ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ

سرمہ کے طور پر استعمال کیا جائے یا کھایا جائے۔ پھر اس کا نچڑا ہوا پانی یا وہ جس سے وہ اُگتی ہے۔ (ابونعیم نے ان الفاظ سے روایت کیا: ''**الكمأة من المن والمن من الجنة وماؤها شفاء للعين**''۔ (جامع صغیر)

تخريج: أخرجه أحمد (١٦٢٥) والبخارى (٤٤٧٨) ومسلم (٢٠٤٩) والترمذى (٢٠٦٧) والنسائى (٦٦٦٨) وابن ماجه (٣٤٥٤) وابن أبى شيبة (٨٨/٨) وأبو عوانة (٤٠٠/٥) وأبو يعلى (٩٦١)

الفرائد: (۱) کھمبی کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ اس من سے ہے جو بنی اسرائیل کو ملا۔ (۲) اس کا پانی آنکھ کو فائدہ دیتا ہے اور شفاء بخشتا ہے۔

كتاب الاستغفار

۳۷۱: باب في فضل الاستغفار

تشریح الاستغفار: اس کا لغوی معنی گناہ کی بخشش طلب کرنا۔ یہاں ان سے میں سے بعض چیزوں کا تذکرہ ہے جو کتاب وسنت میں وارد ہیں استغفار کے مقبول ہونے کی شرط گناہ کو چھوڑنا ورنہ یہ استہزاء کے مترادف ہوگا۔ جیسا اس آیت میں اسی بات کو بیان فرمایا: ﴿ولم يصروا على ما فعلوا﴾ [آل عمران: ۱۳۵] آیت کی تفسیر اور روایات ذکر ہوں گی۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ [محمد:۱۹] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۱۰۶] وَقَالَ تَعَالٰی ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾ [النصر:۳] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ ......اِلٰی قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ...... وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ [آل عمران:۱۵] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۱۱۰] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الانفال:۳۳]
وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾
[آل عمران:۱۳۵]
وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''آپ بخشش مانگئے اپنی لغزش کی''۔ (محمد) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے استغفار کریں کہ بے شک اللہ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس تسبیح بیان کیجئے اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اور اس سے استغفار کیجئے بے شک وہ رجوع فرمانے والا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کیلئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا انکے ربّ کے ہاں باغات ہیں'' ...... ''اور وہ سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں'' (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو آدمی کوئی برائی کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا''۔ (نساء) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ آپ ان میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ بخشش مانگنے والے ہیں''۔ (انفال) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اور وہ لوگ جب ان سے کوئی برائی ہو جائے یا اپنے اوپر ظلم

کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ اور انہوں نے اصرار نہیں کیا جو کچھ انہوں نے کیا اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں''۔ (آل عمران) آیات اس سلسلے میں بہت اور معروف ہیں۔

تشریح ۞ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ: اس آیت میں آپ کا تذکرہ وللمؤمنین والمؤمنات کی تمہید کیلئے ہے۔ اور مقصود تو ان کیلئے استغفار کرنا ہے۔ یا آپ کی وساطت سے امت کو حکم دینا مقصود ہے۔ (یا وہ باتیں آپ مرتبہ عالی سے فروتر ہیں ان کو اختیار کرنے پر استغفار کا حکم ہوا)۔

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا: یعنی گناہ گاروں کے گناہوں کی مغفرت کا اس سے سوال کرو۔ معمول کا حذف اس کے عموم کو چاہتا ہے۔ دعا جتنی عام ہوگی اتنی تام ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ: جو استغفار کر کے اس کی طرف رجوع ہو تو اسے بخش کر اس پر احسانات کی بارش کرتا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا: اپنے رب تعالیٰ کی حمد کریں جو اس کی حمد سے ملی ہو۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ اکثر ''سبحانك اللّٰهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلی'' کے کلمات نماز میں استعمال فرماتے۔ جیسا کہ باب الحث...... میں گزر چکا۔ واستغفرهٗ: جو آپ سے کمی ہوگئی یا اپنی امت کی طرف سے استغفار کریں۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ اَلنَّحْوُ: یہ جملہ مستانفہ بیانیہ ہے۔ جو استغفار کی حکمت کو واضح کرتا ہے۔ توّابا مبالغہ ہے کہ خواہ بخشے ہو گناہ اور جنہوں نے وہ گناہ کیے ہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو۔ اور (آخرت میں شرک وکفر کے علاوہ گناہ اور دنیا ہر گناہ بشرطیکہ سکرات موت سے پہلے پہلے ہو)۔

یعنی متقین کو ملے گی۔ ظرف خیر کیلئے محل وصف میں ہے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ: عندیت مکانی مراد ہے خبات کی تنوین تعظیم کیلئے ہے۔

مِنْ تَحْتِهَا: درختوں کے نیچے اور جو اس طرح ہو ایسے درخت تر وتازگی اور نظارہ کے لحاظ سے شاندار ہوتے ہیں اور جنت میں تو سبزے اور پانی دونوں کی فرحت کو جمع فرمادیا۔

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ: کیونکہ وہ وقت قبولیت ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز ادا کرنے والے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے صبح کی نماز جماعت سے پڑھنے والا مراد ہے۔

سُوْٓءًا: کبیرہ گناہ جس سے دوسرے کو برائی پہنچے یا (۲) صغیرہ گناہ (۳) وہ گناہ جو شرک سے کم کم ہو (یہ پہلا ہی قول ہے)۔ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ: گناہ جو اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ (۲) کبیرہ یا شرک۔ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ: اس میں گناہ گار پر توبہ پیش کر کے اس پر آمادہ کیا گیا ہے۔ خواہ اس کا گناہ کتنا بڑا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے عفو وفضل کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے۔

جب تک ان میں استغار کرنے والے موجود ہیں۔ جیسا وہ مؤمن جو مکہ میں مقیم تھے اور ہجرت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ (۲) جب کفار قریش نے ایمان کو قبول کرلیا تو وہ اپنے قول: ﴿ان كان هذا هو الحق من عندك﴾ [انفال: ۳۲] پر افسوس کا اظہار کرنے لگے اور غفرانک کہنے لگے۔ تو یہ آیت اتری۔ (۳) استغفار سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان

میں سے بعض ایمان لائیں گے۔ اس کے مطابق معنی یہ ہے۔ ان کو مہلت اس لئے ملی ہے کہ ان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو بعد میں استغفار کریں گے یعنی ایمان لائیں گے۔ اور یہ روایت میں وارد ہے کہ ''میری امت کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو امانتیں اتاری ہیں۔ جو اس آیت میں ہیں: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ جب میں چلا جاؤں گا۔ تو میں ان میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ بعض نے کہا یہ اسلام اور استغفار کی دعوت ہے۔ کہ تم معافی مانگو تو میں تمہیں عذاب نہ دوں گا۔ جیسا کہتے ہیں۔ ''لا اعاقبك وانت تطیعنی'' یعنی میری بات مان لو تو میں سزا نہ دوں گا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے۔ ان کی اصلاب میں ایسے لوگ ہیں جو استغفار کریں گے۔ (جامع البیان)

فَاحِشَةً: انتہائی برائی بعض نے کہا زنا بعض نے کہا کوئی کبیرہ گناہ۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: صغائر کا ارتکاب کر کے یا جو زنا سے کم فعل ہوں۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ: بعض نے فَاسْتَغْفَرُوْا کو اس کی تفسیر قرار دیا ہے۔ بعض نے مخاف کو حذف مانا ہے۔ یعنی اس کی سزا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے متعلق سوچ و بچار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اس استغفار کی کیفیت حدیث حسن میں وارد ہے۔ جس کو احمد اور سنن اربعہ نے نقل کیا اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابوبکر نے سچ کہا۔ کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ''**ما من رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطهر فیحسن الطهور ثم یستغفر اللّٰه عزوجل الا غفر له ثم تلا۔ ﴿والذین إذا فعلوا فاحشةً......﴾**

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ: یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ یہ وسعت رحمت پر دلالت کرتا ہے۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا: یعنی وہ اپنے گناہوں پر قائم نہیں رہے بلکہ انہوں نے انکا اقرار کر کے معافی مانگ لی اور حدیث میں وارد ہے: ''**ما امر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرةً**'' اس میں اشارہ ہے کہ استغفار تب مقبول ہوگا جب گناہ کو ترک کیا جائے گا۔ ورنہ استغفار زبان سے اور ساتھ ساتھ ارتکاب گناہ یہ استہزاء کے مترادف ہے۔ حافظ فتح الباری کتاب التوحید میں رقمطراز ہیں۔ اس کی شاہد وہ روایت ہے جو ابن ابی الدنیا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ ''**التائب من الذنب کمن لا ذنب له والمستغفر من الذنب وهو مقیم علیه کالمستهزئ بربه**'' اس روایت کے متعلق راجح قول یہ ہے کہ والمستغفر سے آخر تک موقوف روایت ہے اور پہلا حصہ ابن ماجہ اور طبرانی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور اس کی سند حسن ہے اور وہ حجت ہے اور اگر پوری روایت کو بھی موقوف مان لیں تو ایسی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی ایسی موقوف مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ: وہ جانتے ہیں کہ وہ معصیت ہے یا اصرار نقصان دہ ہے یا اللہ تعالیٰ گناہوں کی مغفرت کا مالک ہے۔ یا جب وہ استغفار کرتے ہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں آیات بہت اور مشہور ہیں بقدر کفایت ذکر کر دی گئیں۔

۱۸۷۱ : وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : ''اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۱: حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے دل پر بھی بعض اوقات پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔ (مسلم)

تشریح ۞ انه ليغان: ہ ضمیر شان ہے۔ اس غین سے غیون انوار مراد ہے۔ غیون اغیار مراد نہیں۔ تجلیات ربانیہ اور ترقیات احمدیہ جب اعلیٰ مقام کی طرف ارتقاء کرتی ہیں تو عالی مقام کے مقابلے میں یہ مقام نقص کی طرح نظر آتا ہے۔ آپ اس سے استغفار کرتے ہیں اس وجہ سے آپ نے فرمایا: ''وانی لا ستغفر اللّٰہ فی الیوم مائة مرة'' تاکہ امت کیلئے نمونہ بن جائے۔ حافظ نے فتح الباری میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے۔ کہ غین سے مراد ذکر کے وقفہ جات جن کے متعلق آپ کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ دائم ہوں۔ پس جب کسی امر کی وجہ سے انقطاع ہوتا ہے تو اس کو ذنب شمار کر کے اس سے استغفار کرتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ وہ چیز ہے جو نفس کو حدیث نفس کی قسم سے پیش آتی ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد سکینہ ہے جو آپ پر چھاتا ہے اور استغفار تو اللہ تعالیٰ کی خاطر اظہار عبودیت کیلئے ہے۔ اور شکر یہ اس نعمت پر ہے۔ جو آپ کو دی ہے بعض نے کہا یہ خشیت اور عظمت کی حالت ہے۔ اور استغفار اس کے شکرانے میں ہے۔ اسی وجہ سے مجاسیؒ نے کہا۔ مقربین کا خوف عظمت و تکریم کا خوف ہے۔

سہروردی نے کہا۔ یہ ہرگز اعتقاد نہ رکھا جائے کہ غین یہ نقص کی حالت ہے بلکہ یہ کمال یا تتمہ کمال پھر اس کی مثال پلک کے اس ٹپکنے والے آنسو کی ہے جو تنکے کو دور کرنے کیلئے ٹپکتا ہے۔ اس قطرے کے ڈبڈبانے کے وقت آنکھ اگرچہ دیکھنا بند کر دیتی ہے۔ وہ اس لحاظ سے نقص معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت کے لحاظ سے وہ کمال ہے (کہ آنکھ کی صفائی کا ذریعہ ہے) اسی طرح بصیرت نبوت ﷺ اس طرح نبی اکرم ﷺ کی بصیرہ تمام آنکھوں انفس اغیار میں نظر آتی ہے تو اس حالت کا تقاضا یہ ہوا کہ بصیرت کی آنکھ اور حفاظت اور بچاوے کا پردہ لٹکا دیا جائے۔ یہ خلاصۃ الکلام ہے۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۱/۱۲ التوبہ میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔

الفرائد : ایضاً

۱۸۷۲ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : ''وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً'' رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

۱۸۷۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: ''اللہ کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ رجوع کرتا ہوں''۔ (بخاری)

تشریح ۞ واللہ انی لاستغفر اللہ: اس میں توبہ واستغفار کی تحریض وترغیب دلائی گئی ہے۔ اور اگر گناہ ساتھ ساتھ کرتا رہے گا تو یہ استہزاء کے مترادف ہے۔

اکثر من سبعین مرۃ: یہ کثرت سے کنایہ ہے جیسا پہلی روایت سو مرتبہ کا تذکرہ موجود ہے اور صاحب نے اس روایت میں بھی ''کل یوم مائۃ مرۃ'' کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ یہ روایات باب حکمت الاستغفار بخاری میں موجود ہے۔ الفاظ میں معمولی فرق ہے۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۱/۱۲ التوبہ میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۸۷۳ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُّذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَيَغْفِرُلَهُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ لے آئے جو گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں پس اللہ ان کو معاف فرمائے گا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ یہ اس قدر تاکید کے الفاظ ترغیب استغفار اور گناہ سے علیحدگی پر برانگیختہ کرنے کیلئے فرمایا۔ بیدہٖ: سے قدرت مراد ہے۔ لم تذنبوا: گناہ کر کے توبہ و استغفار نہ کرو۔ ولجاء: یہ ماقبل صفت والے جملہ پر عطف ہے۔ فیغفر: معروف ان کے توبہ اور رجوع کی وجہ سے ان کو بخش دے گا۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۱/۵۱ الرجاء میں روایت گزری ملاحظہ کریں۔

الفرائد : ایضاً

۱۸۷۴ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ : "رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

۱۸۷۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو مرتبہ استغفار شمار کرتے۔ ان الفاظ میں: ''اے میرے ربّ مجھے بخش دے مجھ پر رجوع فرما بے شک تو رجوع فرمانے والا مہربان ہے''۔ (ابوداؤد' ترمذی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح ۞ ہم شمار کرتے کہ آپ سو سو مرتبہ ایک ایک مجلس میں استغفار فرماتے۔ رب اغفرلی: اس سے یہ معلوم ہوا کہ دعا کے اداب سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے مناسب صفت سے دعا کو ختم کرے۔ جب مغفرت ورحمت طلب کرے تو کہے: ''انك انت التواب الرحيم'' جب دنیا کا بدلہ چاہے یا آخروی جزاء تو کہے ''انك انت الجواد الكريم''

تخریج : أخرجه أحمد (۲/٤٧٢٦) وأبو داود (١٥١٦) والترمذی (٣٤٤٥) والنسائی (٤٥٩) وابن ماجه (٣٨١٤) والبخاری (٦١٨) وابن جبان (٩٢٧)

الفرائد : (۱) آپ کس قدر استغفار فرماتے امت کو اس کی مداومت کی تلقین فرماتے۔ کیونکہ مجالس میں اکثر لغویات پیش آجاتی ہیں۔

۞ ۞ ۞

۱۸۷۵ : وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"مَنْ لَزِمَ الْإِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَخْرَجاً، وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا ، وَّرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ۔

۱۸۷۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے استغفار کی پابندی کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ فرما دیتے ہیں اور ہر غم سے کشادگی عنایت فرماتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا''۔ (ابوداؤد)

تشریح ۞ یعنی کثرت سے استغفار کرے اور گناہ کو بھی ترک کرے۔

كل ضيق: خوہ وہ دنیوی تنگی ہو یا اخروی جیسا کہ کلّ کا لفظ ظاہر کر رہا ہے۔ مخرجًا: اس پر نرمی کر دی جائے جس سے وہ چھوٹ جائے۔ كل هم فرجًا: ہر غم سے اس طرح چھوٹ جائے کہ وہ سبب ہی زائل ہو جائے جس سے وہ تھکن سے نجات پائے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١/٢٢٣٤) وأبو داود (١٥١٨) والنسائی (٤٥٦) وابن ماجه (٣٨١٩) واطبرانی (١٧٧٤) والحاكم (٤/٧٦٧٧) وابن السنی (٣٦٤) تهذيب الكمال (٥/١٠٧) والبيهقی (٣/٣٥١)

الفرائد : (۱) دن رات کے اوقات میں استغفار کو لازم کرنا چاہئے۔ (۲) استغفار کی کثرت سے دنیا اس کے قدموں میں آئے گی۔

۞ ۞ ۞

۱۸۷۶ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "مَنْ قَالَ :اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ: حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ۔

۱۸۷۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے یہ کلمات کہے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ ...... ''میں اس اللہ سے معافی مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں''۔ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ جہاد سے بھاگا ہو۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

تشریح ۞ **اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو**: زبان سے بھی کہا اور اس کے مضمون پر بھی یقین ہے۔ جس گناہ سے استغفار کیا جائے وہی توبہ ہے۔

لا الہ: ہر ماسواء سے مستغنی کرنے والا اور ماعدا سب کے سب اس کے محتاج۔ **الا ھو**: یہ محل اسم سے دنوں کے بعد بدل ہے نہ کہ پہلے۔ **الحی القیوم**: یہ دونوں صفات ہیں ان کو ایک دوسرے سے الگ کرنا بھی درست ہے۔ اور ان پر رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ **الحی**: یہ حیات سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ صفت ازلی ذاتی ہے۔ **القیوم۔ القیام** اور **القیم** تشدید اور بلاتشدید کہا جاتا ہے۔ وہ ذات جو اپنی مخلوق کی ہمیشہ تدبیر کرنے والے ہیں اور اس کا نگہبان ہے۔

فر من الزحف: لڑائی کے میدان سے بھاگا ہو اس کے وہ صغائر بخش دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے۔ اگر چہ اس سے کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو تب بھی صغیرہ کی معافی سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ یا میں اس کے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ یہاں تک کہ کبائر بھی وہ اپنی طرف سے معاف کر دیتا ہے۔ اس سے نہیں۔ ہ بات محققین کی اس بات کے مخالف نہیں کہ نیک اعمال حقوق اللہ میں سے صغائر کا کفارہ بنتے ہیں۔ ابوداؤد۔

نووی نے اس روایت سے ربیع بن خثیم کی تردید کی مگر حافظ نے لکھا کہ ربیع کے کلام کا مطلب ''استغفر اللّٰہ'' کا لفظ ہے کہ یہ درست مگر اس کے بعد ''اتوب الیہ'' کا اضافہ اس روایت میں نادرست بلکہ کذا ہے۔ (فتح الباری) سبکی حلبیات میں لکھتے ہیں استغفار طلب مغفرت کا نام ہے۔ خواہ وہ زبان سے ہو یا دل سے یا دونوں سے پہلے میں فائدہ یہ ہے کہ وہ سکوت سے بہتر ہے۔ یا یہ خیر کی بات کا عادی بناتا ہے۔ (۲) یہ بہت ہی فائدہ مند ہے (۳) تیسرا بلیغ توبہ ہے۔ لیکن وہ دنوں قسمیں گناہوں کو مٹاتی نہیں کہ توبہ پائی جائے۔ قاضی کہتے ہیں۔ گناہ پر مصر مغفرت مانگتا ہے مگر اس سے وجود توبہ لازم نہیں۔ وضع کے لحاظ سے استغفار کا معنی توبہ سے مختلف ہے لیکن عام لوگوں نے استغفر اللہ کا معنی توبہ سمجھ لیا۔ پس جو شخص توبہ چاہتا ہو وہ لازمی توبہ کرنے والا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا۔ تو استغفار سے مکمل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ﴾ [ھود] مگر مشہور یہ ہے کہ یہ شرط نہیں۔ (فتح' کتاب التوحید)

تخریج : أخرجه أبو داود (١٥١٧) والترمذی (٣٥٨٨) والحاکم (١/١٨٨٤)

الفرائد : (۱) استغفار کی ترغیب دی۔ (۲) گناہوں کی مغفرت کا وعدہ کیا خواہ کتنا بڑا گناہ ہو۔ یعنی کبیرہ سے توفیق توبہ مل جائے گی۔

۱۸۷۷ : وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَيِّدُ الْاِسْتَغْفَارِ اَنْ يَّقُوْلُ الْعَبْدُ :اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ ، اَعُوْذُ بِكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ ، فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" مَنْ قَالَهَا فِى النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُمْسِىَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

"اَبُوْءُ" بِبَاءٍ مَضْمُوْمَةٍ ثُمَّ وَاوٍ وَّهَمْزَةٍ مَمْدُوْدَةٍ وَمَعْنَاهُ اُقِرُّ وَاَعْتَرِفُ۔

۱۸۷۷: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ ...... "اے اللہ! تو میرا ربّ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور میں آپ کے عہد اور وعدے پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں آپ کی اس شر سے پناہ مانگتا ہوں جو میرے عمل میں ہے اور میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں پس تُو مجھے بخش دے اس لئے کہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو بخشنے والا نہیں"۔ جس نے یہ کلمات دن میں یقین کے ساتھ پڑھے اور وہ شام سے پہلے اسی دن فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے اور جس نے رات کے وقت یہ یقین کر کے ان کو پڑھا پھر صبح سے پہلے اس کی موت آ گئی تو وہ بھی جنتی ہے۔ (مسلم)

اَبُوْءُ : میں اقرار اور اعتراف کرتا ہوں

تشریح ۞ حضرت شداد کے حالات باب المراقبہ میں گزرے ملاحظہ ہوں۔ ان کی بخاری میں صرف یہی روایت ہے۔

سید الاستغفار: طیبی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دعا توبہ کے تمام معانی کو جامع ہے اس وجہ سے اس کو سید کا لقب استعارۃ دے دیا۔ سیّد وہ سردار جس کی طرف حوائج وامور میں رجوع کیا جائے۔

العبد: مکلّف بندہ مراد ہے۔ انت: کا تکرار بعض نسخوں میں موجود ہے۔ اس کو مؤکد و مقدر ماننا درست ہے۔

انا عبدك :میں آپ کا عبادت گزار ہوں۔

وانا علی عهدك ووعدك: نسائی میں واؤ عهدك کے بعد ساقط ہے۔ خطابی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے۔ میں اس معاہدے پر ہوں جو آپ نے کیا۔ اور آپ سے ایمان و مخلصانہ طاعت کا وعدہ کیا ہے۔

ما استطعت: اور آپ کے وعدے کو توبہ اور اجر سے پورا کرنے والا ہوں استطاعت کی شرط کا مطلب یہ ہے۔ میں اس سلسلے میں اپنی عاجزی کا معترف ہوں کہ تیرا حق واجب ادا کر سکوں۔

ابن بطال کا قول: عہد سے وہ مراد ہے الست بربکم: میں مذکور ہے۔ اور وعدے سے وہ مراد ہے جو پیغمبر ﷺ کی زبان سے کہا گیا کہ ''من مات لا یشرك وادی ما افترض علیه ادخله الجنة'' فتح الباری میں ہے ادی ما افترض علیه: یہ اضافہ شرط نہیں۔ کیونکہ عالم ذر کا تو خاص توحید ہے۔ اور وعدے سے مراد جنت ہے۔ ما استطعت: سے امت کو مطلع کرنا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنے تمام واجبات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں پورا اور کرنے کی قدرت نہیں۔ اور نہ ہی کمال طاعت کو پورا کر سکتا ہے۔ اور انعامات کا شکر یہ بھی تمام وکمال ادا نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرما کر ان کی طاقت کے موافق ادا کی وسعت دے دی۔

طیبی کہتے ہیں: عہد اور وعدے سے مراد وہ ہے جو آیت مذکورہ میں ہے۔ اور دونوں میں فرق کھلا ہوا ہے۔

اعوذبك: صنعت کے بعد مفعول محذوف ہے اے صنعًا یا ماصنعته یعنی گناہ، عذاب اور مصیبت جو اس پر مرتب ہوتی ہے۔

ابوا لك بنعمتك: نسائی نے لك کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ نعمت سے مراد وہ نعمت جو گنی اور شمار نہیں کی جا سکتیں۔ بخاری اگلے ابوء کے ساتھ لك کو حذف کیا۔ شاید اعتراف ذنب کرتے ہوئے۔ کہیں ترک تأدب نہ ہو۔ طیبی کہتے ہیں پہلے اعتراف کیا کہ اس نے مجھ پر انعام کیا۔ اور انعام کو مقید نہیں کیا تا کہ انواع انعام کو شامل ہو۔ پھر کوتاہی کا اعتراف کیا اور نفس کو مٹایا۔

ابن حجر کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ابوء بذنبی مطلقاً وقوع ذنب کا اعتراف ہو۔ تا کہ اس سے استغفار درست ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اس سے ادائیگی نعمت میں کمی کو ذنب نہیں کہا۔

فاغفرلی: اس سے معلوم ہوا کہ جو اپنے گناہ کا اعتراف کرلے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ اور حدیث افك میں یہ صراحۃً موجود ہے کہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتے ہیں۔

موقنا: دل سے اخلاص برتتے ہوئے ثواب کی تصدیق کی۔ من یومه۔ من۔ فی کے معنی میں ہے۔ قبل ان یمسی: شام ہونے سے پہلے۔ نسائی میں دخل الجنة کے الفاظ ہیں۔ داؤدی کہتے ہیں شاید کہ اس کا مطلب اس آیت والا ہو ''ان الحسناتِ یذهبن السیئات'' وضو کے متعلق آپ کا ارشاد اسی کی طرح ہے۔ پہلے اسے ثواب کی بشارت دی گئی۔ پھر اس سے افضل کی بشارت اور پہلے میں بلندی بتلائی اور ممکن ہے کہ یہ اس کا ناسخ ہو اور ممکن ہے کہ یہ اس کے کہے ہوئے کلمات میں سے ہو اور ایسا فعل کرنے سے پہلے مر گیا جو اس کی مغفرت کا باعث ہو یا جو اس نے وضو وغیرہ کیا ہے۔ وہ کسی عود بھی مقبول نہ ہو۔ یہ ابن التین کا قول ہے مگر بقول حافظ باعث تامل ہے۔ من قالها حال کو جملہ اور مفرد تفنن فی التعبیر کیلئے لائے۔

ابن ابی جمرہ کا قول: اس روایت کے عمدہ معانی اور شاندار الفاظ اس کو سید الاستغفار سے ملقب کر رہے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدت والوہیت کا اقرار، اس کی خالقیت کا اعتراف، اور اس عہد کا اقرار جو انسانوں سے لیا۔ وعدے کی امید۔ اس شر سے پناہ جو بندے نے اپنے نفس کے خلاف کیا۔ انعامات کی اضافت اس کے موجود کی طرف اور گناہ کی اضافت اپنی طرف، مغفرت کی طرف رغبت اور اس بات کا اعتراف کہ اس پر اور کسی کو قدرت نہیں۔ ان تمام حقیقت وشریعت کو جمع کر دیا۔ شرعی

احکام تبھی پورے ہو سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ اس کو حقیقت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگر بندے سے مخالفت کا اتفاق ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس پر وہ جاری ہوتا ہے۔ جس پر اس کو قدرت ہے۔ تو بیان مخالفت میں دلیل تو قائم ہو گئی۔ اب دو میں سے ایک بات ہو گی۔ یا مقتضی عدل سے سزا ملے یا مقتضائے فضل سے معافی مل جائے۔

نووی کہتے ہیں۔ استغفار کی شرط نیت و توجہ اور ادب کی درستی ہے۔ اگر کسی کو یہ شرائط حاصل ہو جائیں تو کیا دونوں برابر ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ یہ سید الاستغفار اس وقت بنے گا جب اس میں تمام شروط جمع ہوں۔ واللہ اعلم۔ ابوء یہ اعتراف واقرار کو کہتے ہیں۔ البوء کا معنی نودم ہے۔ بواہ اللہ منزلا: اس میں ٹھہرایا گویا لازم کر دیا۔

تخریج : أخرجه أحمد (٦/١٧١١٠) والبخاری (٦٣٠٦) والطبرانی (٧١٧٢) وابن حبان (٩٣٢)

الفرائد : (۱) صبح و شام یہ دعا کرنی چاہیے۔ (۲) بقول ابو جمرہ یہ سید الاستغفار ہے۔ (۳) تکالیف شرعیہ پر پابندی اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوتی ہے۔ (۴) استغفار کی شرائط نیت، توجہ، ادب ہیں۔ (۵) سزا تقاضائے عدل اور عفو اقتضاء فضل ہے۔

۱۸۷۸ : وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اَسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَقَالَ : "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ ، وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ - كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ : يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۷۸: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ ...... ''اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی مل سکتی ہے' اے جلال واکرام والے تو بڑی برکتوں والا ہے''۔ اس حدیث کے ایک راوی امام اوزاعی سے پوچھا گیا استغفار کس طرح تھا۔ انہوں نے کہا یوں فرماتے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ (مسلم)

تشریح ۞ ثوبان: یہ خدام رسول اللہ ﷺ سے ہیں۔

انصرف من صلاته استغفر ثلاثا: یعنی نماز سے سلام پھیرتے تو بارگاہ ذوالجلال میں جھکتے ہوئے تین مرتبہ استغفار فرماتے اور اس لئے بھی تاکہ امت کیلئے حکم کی مشروعیت ثابت ہو جائے۔

السلام: جو ذات نقائص سے منزہ اور سالم ہے۔ (۲) جس کیلئے چاہے جن کو چاہے جن اوقات میں چاہے نقصانات سے سلامتی دینے والا ہے۔

ذوا الجلال والاکرام: جلال و عظمت میں سے ایک چیز نقائص سے پاک و صاف ہونا ہے۔ اکرام: یعنی صفات جمال

کرم،عفو،غفر سے متصف ہے۔اوزاعیؒ نے استغفار کی کیفیت استغفر اللّٰہ ، استغفر اللّٰہ بتلائی۔

تخریج : فضل الذکر والحث میں گزر چکی۔

الفرائد : یہ دعاو استغفار آپ کی زبان پر رہتا ہے۔یہ گویا و استغفرہ انہ کا توابًا کا عملی نمونہ تھا۔

۱۸۷۹ : وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِهٖ :"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۷۹:حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے یہ کلمات بہت پڑھتے تھے:"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ ان یقول قبل موته:نماز کے رکوع اور سجدہ میں کثرت سے پڑھتے جیسا کہ باب ازدیاد من الخیر اواخر العمر میں گزرا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں تھا:فسبح بحمد ربك واستغفره "سبحان اللہ وبحمدہ۔ ان کلمات کو تاکید کیلئے ذکر کر دیا۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۱۲.۱ الحث علی الازدیاد من الخیر میں گذری ملاحظہ کرلیں۔

الفرائد : ایضاً

۱۸۸۰ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ :"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَآءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَآ اُبَالِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ :حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

"عَنَانَ السَّمَآءِ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ قِيْلَ هُوَ السَّحَابُ ' وَقِيْلَ هُوَ مَا عَنَّ لَكَ مِنْهَا ' اَيْ ظَهَرَ۔ "وَقُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ ' وَرُوِيَ بِكَسْرِهَا وَضَمَّ اَشْهَد وَهُوَ مَا يُقَارِبُ مِلْئُهَا۔

۱۸۸۰:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے آدم کے بیٹے جب تو مجھے پکارتا اور مجھ سے اُمید لگاتا ہے تو میں تیرے سارے گناہ بخش دوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے خواہ تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے استغفار کرتا ہے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹے اگر زمین بھر گناہوں کے ساتھ تو میرے پاس آئے پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے مجھے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا"۔

(ترمذی) حدیث حسن ہے۔

عَنَانَ السَّمَاءِ : نے عین کے فتح کے ساتھ بیان کیا گیا کہ اس سے مراد بادل ہیں اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی ہے جو چیز تیرے سامنے ظاہر ہو جائے۔ قُرَابُ الْاَرْضِ :جو زمین کے بھرنے کی مقدار ہو۔

تشریح ۞ **قال اللہ تعالیٰ**: یہ احادیث قدسیہ سے ہے۔

ما دعوتنی: یعنی تم اپنی مدت دعا میں اپنے گناہوں کی مغفرت کی دعا نہیں کی۔ یہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے نہ کہ شرطیہ۔

رجوتنی غفرت لك: اور حال یہ ہے کہ تو نے گمان کیا کہ میں تیری دعاؤں کو قبول کر کے تم پر فضل کرنے والا ہوں۔ رجاء: خیر کی امید لگانا اور اس کے جلد واقع ہونے کی امید لگانا۔ میں نے جس طرف تیرے گناہوں کو دنیا میں چھپا دیا تو ان پر سزا نہیں دی۔ اسی طرح آخرت میں عدم عقاب کو تیرے لئے مقرر کر دیا۔ کیونکہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے: ''**الدعا هو العباده**'' ''**السنن الاربعة**'' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی : ﴿**وقال ربکم ادعونی استجب لکم**﴾ رجاء کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق حسن ظن سے کام لیا جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**انا عند ظن عبدی بی**'' دعا کے وقت رحمت الٰہیہ بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور رحمت متوجہ ہو جائے تو اس سے بڑی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر وسیع ہے۔

علی ما کان منك ولا ابالی: اور سابقہ گناہوں کو تو نے بار دیگر بھی کیا تو مجھے پرواہ نہیں۔ یعنی تیرے گناہ نہ بڑھاؤں گا اور ان کثیر قرار نہ دوں گا خواہ وہ کتنے زیادہ ہوں۔ کیونکہ کوئی چیز میرے لئے نہیں ہے جیسا حدیث میں گزرا جب دعا کرے تو بڑی چیز کی رغبت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں اور ان کے حکم کو کوئی موڑ نہیں سکتا اور اس کے فضل وعطاء کوئی چیز مانع نہیں۔ **لا ابالی** کا مطلب یہ ہے۔ میری شان اسی ہی میں مشغول ہو کر نہیں رہ جاتی۔ اللہ تعالیٰ مقام کی تاکید کیلئے وسعت رجاء میں مبالغہ کرتے ہوئے مزید فضل وانعام فرمایا۔

یابن آدم لو بلغت ذنوبك: بالفرض تیرے گناہ بڑائی میں آسمان کی چھت سے جا لگیں کہ یہ سارا خلا پر ہو جائے۔ جیسا دوسری روایت میں ہے۔ اگر تم اتنی خطائیں کرو یہاں تک کہ تمہاری خطائیں آسمان وزمین کے خلاء کو پر کر دیں۔ پھر تم استغفار کرو تو وہ تمہیں بخش دیں گے۔ پھر تو صحیح توبہ کرے تو میں بخش دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اگر چہ گناہ اور توبہ ایک ہی گناہ سے متعلق دن رات میں بار بار ہو اور گناہ زیادہ ہو کر جہاں تک پہنچتے ہیں پہنچ جائیں مگر اس کے حلم وعفو کے سامنے سب ختم ہو جاتے ہیں اور جب بندہ مجھ سے اقالہ طلب کر لے اور استغفار کرے تو میں اس کو بخش دوں گا کیونکہ اس نے اس ذات سے اقالہ کیا ہے جو سخی ہے اور سخی ہی لغزشوں کا اقالہ کرتا ہے۔ اور مغفرت سیئات کرتا ہے۔

صاحب فتح المبین کہتے ہیں ہم نے جو کہا کہ استغفار سے مراد توبہ ہے۔ فقط لفظ مراد نہیں۔ یہ بات قاعدہ کے موافق ہے۔ جو کبائر سے متعلق ہیں۔ اس لئے کہ کبائر کو توبہ ہی مٹاتی ہے۔ البتہ صغائر کا معاملہ دوسرا ہے کیونکہ ان کیلئے اور چیزیں کفارہ بنتی ہیں۔ مثلاً اجتناب کبائر، وضو، صلاۃ وغیرہ۔ کوئی بعید نہیں کہ استغفار بھی کفارے کا باعث بن جائے اور مناسب یہ ہے کہ اس کو

ان تمام باتوں سے مقید کیا جائے جو روایات استغفار میں وارد ہے۔جیسا آیت آل عمران میں لم یصرّوا کی قید موجود ہے۔ اس آیت میں اس کے گناہ کو معاف کرنے کا وعدہ ہے۔ جو اس پر استغفار کے بعد اصرار نہیں کرتا۔تمام مطلق نصوص استغفار میں یہ شرط قید بنے گی۔ (الفتح المبین) ہاں مناسب یہ ہے کہ استغفار کے ساتھ اللھم اغفرلی وغیرہ کے کلمات ملانے چاہئیں۔اس کی حکمت یہ ہے کہ کبھی دعا قبول ہوتی ہے اور کبھی قبول نہیں ہوتی۔کیونکہ اصرار کبھی اجابت کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔آیت کے مفہوم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔پس استغفار کامل جو مغفرت کا سبب بنے گا وہ وہی ہے کہ جس کے ساتھ عدم اصرار ملا ہو۔کیونکہ اس وقت یہ خالص توبہ ہوگی۔اصرار کے ہوتے ہو فقط دعا ہے اور جن علماء نے اس کو کذابین کی توبہ کا نام دیا ہے ان کی مراد یہ ہے۔کہ یہ توبہ حقیقیہ نہیں ہے۔بخلاف اس بات کے جس کا عام لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔کیونکہ اصرار کے ہوتے ہوئے توبہ ناممکن ہے۔اس طرح کہ زبان سے استغفرا اللہ واتوب الیہ کہہ رہا ہے اور دل سے معصیت پر مصر ہے۔تو وہ جھوٹا گناہ گار ہے۔کیونکہ اس نے اطلاع تو یہ دی کہ وہ تائب ہے حالانکہ اس کا حال تو اس طرح نہیں اور اگر اس نے یہ کلمات بلا اصرار کہے کہ دل سے معصیت سے علیحدگی اختیار کر لی تو اس پر ایک جماعت سلف کا قول یہ ہے۔یہ اس کے لئے ناپسند ہے کیونکہ وہ گناہ کی طرف لوٹے گا پس اس صورت میں اپنی اس بات میں جھوٹا کہلائے گا۔مگر جمہور علماء کہتے ہیں اس میں کراہت قطعاً نہیں۔کیونکہ اس کا عزم گناہ کی طرف نہ لوٹنے کا پکا ہے۔اور یہ فی الحال اس کے اس عزم کی نشاندہی ہے۔ پس مستقبل میں اس کا وقوع اس کے منافی نہیں۔وقوع کی صورت میں کذب نہ بنے گا۔

یابن آدم انك لو اتیتنی بقراب الارضی: یہ نہایت بلیغ جملہ ہے۔اے بندے مشرک کے علاوہ اتنے گناہ لے کر تو مجھے ملے گا۔تو تیرے اعتقاد توحید اور اقرار عقائد حقہ کی وجہ سے **لاتیتك بقرابھا:** یہ مشاکلت کی وجہ سے تعبیر کر دیا۔ورنہ بخشش الٰہی تو اس سے بہت بڑی اور وسیع ہے۔

مغفرۃ: اس سے معلوم ہوا کہ مغفرت ذنوب جو شرک کے علاوہ ہوں۔ان کی بخش کیلئے ایمان بنیادی شرط ہے۔کیونکہ اس اصل پر قبول اطاعت اور غفران ذنوب کی بنیاد ہے۔شرک کے ہوتے ہوئے۔تو اصل ہی نہیں کہ جس پر تعمیر ہے۔پس مغفرت کا بلا سبب توحید ہے۔جس سے اسے گم کر دیا اس نے ہر چیز کو گم کر دیا۔اور جو توحید لے کر آیا اگرچہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی عمل خیر نہ ہوا۔تو اس نے بخشش کا سب سے بڑا سبب پیش کیا لیکن اس کا معاملہ مشیت الٰہی پر ہے۔بہر حال اس کا انجام جنت میں داخلہ ہے۔

رہے وہ لوگ جن کی توحید کامل ہے اور اخلاص مکمل ہے اور اس کے احکام بجالائے اور ان پر عمل کیا ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور وہ آگ میں ''ان منکم الا واردھا......'' کی قسم پوری کرنے کیلئے داخل ہوگا۔

مغفرت وعفو: یہ دونوں لفظ مرادف ہیں۔ان میں فرق ہے کہ جن گناہوں کی اطلاع نہیں ان کے بخشنے کیلئے مغفرت اور جن کی اطلاع ہے۔ان کی بخشش کیلئے عفو ہے۔صاحب فتح المبین کہتے یہ تحکم کے مشابہ قول ہے۔**السحاب:** بادل یا جو بادل سامنے آئے۔**قراب:** خلاء بھر کر معنی قریب ترین ہے۔البتہ اس میں ساتوں آسمانوں کا خلا بھی شامل ہے جو مل ء کے لفظ میں

نہیں۔واللہ اعلم۔

تخریج : کتاب المأمورات باب ۵۲/۱ فضل الرجاء میں روایت گزری ملاحظہ فرمالیں۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۸۸۱ : وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : "یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ ، وَاَکْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ" قَالَتِ امْرَاَۃٌ مِّنْھُنَّ : مَالَنَا اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ؟ قَالَ : "تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ ، وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ لُبٍّ مِنْکُنَّ" قَالَتْ : مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ؟ قَالَ : "شَھَادَۃُ امْرَاَتَیْنِ بِشَھَادَۃِ رَجُلٍ ، وَتَمْکُثُ الْاَیَّامَ لَا تُصَلِّیْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے عورتو! تم صدقہ کرو اور کثرت سے استغفار کرو۔ میں نے جہنم میں عورتوں کی کثرت دیکھی ہے''۔ان میں سے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: 'تم لعنت بہت زیادہ کرتی ہو۔خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے کوئی نہیں دیکھا جو تمہاری طرح ناقصِ عقل و دین ہو کر عقل والوں پر غالب آ جاتی ہو'۔ ایک عورت نے کہا عقل و دین کے نقصان کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: ''دو عورتوں کی گواہی کو ایک مراد کے برابر قرار دیا گیا اور کئی دن بغیر نماز کے رہتی ہو''۔(مسلم)

تشریح ۞ **معشر**: قوم، گروہ۔ النفر: صرف مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔صاحب تبعین کہتے ہیں کہ یہاں اس کا استعمال مجازی معنی میں ہے یعنی ای جماعت۔

ان نساء تصدقن: مالی اور بدنی عبادتیں اختیار کرو۔اس لئے کہ میں نے تم کو آگ میں بہت زیادہ تعداد میں دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا۔ ہماری تعداد آگ میں کیوں زیادہ ہے؟ مالنا: کا جملہ ظرف مستقر سے حال ہے۔اور یہ بات اس بات کے خلاف نہیں۔ کہ ایک آدمی کی جنت میں بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گے۔ دو بناتِ آدم میں سے اور ستر (۷۰) جنت میں سے۔ عورتیں ابتداء کے لحاظ سے آگ میں زیادہ ہوں گی اور انتہا کے لحاظ سے جنت میں زیادہ۔

تکفرن العشیرہ: یعنی تم اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ اتنی ناقص عقل و دین والی تم سے زیادہ غالب آنے والی ہیں۔ کیونکہ تمہاری تدبیر اور حیلہ بازی بہت بڑی ہے۔

ما نقصان العقل والدّین : آپ نے فرمایا تم دو کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور یہ نقص عقل قلت ضبط کی علامت ہے۔

وتمکث الایام لا تصلی: یہ نقص دین ہے کہ اتنے دنوں پر ملنے والا ثواب گم ہو جاتا ہے اگرچہ گناہ نہیں۔

بخاری کے الفاظ اس سے ذرا مختلف ہیں: ''**الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل؟ قلن بلی' قال :**

فذلك من نقصان عقلها أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ قلن بلى' قال :فذلك من نقصان دينها"۔

(بخاری، ابواب الحیض عن ابی سعید)

تخریج : أخرجه مسلم (٧٩) وأبو داود (٤٦٨٠) وابن ماجه (٤٠٠٣)

الفرائد : (۱) عورتوں کا عیدگاہ کی طرف جانا بشرطیکہ مردوں سے الگ رہیں درست ہے۔ (۲) خاوند کی نافرمانی اور ناشکری کبیرہ گناہ ہیں۔ (۳) عقل زیادتی اور نقصان کو قبول کرتی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق عظیم سے نوازا تھا۔ (۵) صدقہ عذاب کو دور کرتا ہے۔

۳۸۷ :بَابُ بَيَانِ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

بَابٌ: ان چیزوں کا بیان جو اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کیلئے جنت میں تیار فرمائی ہیں

تشریح ❁ والمؤمنات: یعنی جنت۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت اتنی ہے کہ اس کے بیان سے عبارت قاصر ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾ [الحجر:٤٥] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ، اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَّفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ﴾ [الزخرف:٦٨] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ، يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِيْنَ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ، يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ، لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [الدخان:١٥١] وَقَالَ تَعَالٰی : ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ، تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ [المطففين:٢٢]

وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَّعْلُوْمَةٌ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک تقویٰ والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے (حکم ہوگا) تم داخل ہو جاؤ۔ سلامتی کے ساتھ اس حال میں کہ تم امن سے رہو گے اور ہم ان کے دلوں میں سے ایک دوسرے کے متعلق کینہ کھینچ لیں گے۔ وہ

بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ان کو ان جنتوں میں نہ تھکاوٹ پہنچے گی اور نہ ان کو جنت سے نکالا جائے گا''۔ (الحجر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے میرے بندو! آج تم پر نہ خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور وہ مسلمان تھے۔ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ وہاں تمہیں خوشی کا سامان میسر ہوگا۔ ان پر سونے کی رکابیاں اور پیالوں کا دور چلایا جائے گا اور اس میں ان کو وہ ملے گا جو ان کے نفس چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھیں لذت اندوز ہوں اور (ان کو کہا جائے گا) تم ان میں ہمیشہ رہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا۔ ان اعمال کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لئے اس جنت میں کثرت سے میوے ہوں گے۔ جن کو تم کھاؤ گے''۔ (الزخرف) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک متقی لوگ امن والے مقام' باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے' وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے اس میں ہر قسم کے پھل امن وسکون سے منگوائیں گے۔ اس جنت میں وہ موت کا مزہ نہ چکھیں گے مگر وہ پہلی موت جو آ چکی اور ان کو (اللہ) جہنم کے عذاب سے بچائیں گے۔ یہ (سب) تیرے ربّ کا فضل ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک نیک لوگ نعمتوں میں تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ انکے چہروں پر تم آرام وراحت کی تروتازگی محسوس کرو گے اور ان کو مُہر شدہ خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مشک کی مُہر ہوگی اور رغبت کرنے والوں کو ایسی ہی چیزوں کے بارے رغبت کرنی چاہیے اور اس شراب میں تسنیم کی آمیزش ہوگی یہ ایک شاندار چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔ (المطففین)

آیات اس باب میں معروف ومشہور ہیں۔

جَنّٰتٍ: باغات۔ عُیُوْنٍ۔ نہریں۔ اُدْخُلُوْھَا۔ ان کو کہا جائے گا۔ بِسَلٰمٍ۔ آفات سے محفوظ، بعض نے کہا تم پر سلام کیا جائے گا۔ اٰمِنِیْنَ۔ ناپسند باتوں سے محفوظ ہوں گے۔ غِلٍّ۔ حسد و کینہ۔ اِخْوَانًا۔ وہ دوستی ومحبت کے لحاظ سے بھائی ہوں گے۔ اَلنَّحْوُ: : یہ حال ہے۔ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ آمنے سامنے ہوں گے۔ یہ دونوں صفات ہیں یا حال ہیں۔ نَصَبٌ۔ تھکاوٹ۔ بِمُخْرَجِیْنَ۔ با زائدہ ہے۔ اخراج کی نفی تو جملہ کا مدلول ہے۔

یَا عِبَادِ: سے اس بات کی حکایت ہے جس کے ساتھ قیامت کے دن آپس میں محبت کرنے والے متقین کو آواز دی جائے گی۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْکُمْ۔ آخرت کے معاملے میں جو آگے بھیج چکے اس کے متعلق تم پر کوئی اندیشناک چیز نہ ڈالی جائے گی۔ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔ جو امر دنیا تم نے چھوڑ ان کے متعلق کوئی غم نہیں۔ اَلَّذِیْنَ۔ مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای امدح الذین۔ وَاَزْوَاجُکُمْ۔ مؤمنہ بیویاں۔ تُحْبَرُوْنَ۔ تم خوش ہوگے۔ بِصِحَافٍ۔ جمع صحفة۔ پیالہ۔ اَکْوَابٍ۔ یہ کوب کی جمع ہے۔ پیالہ جس کا دستہ نہ ہو۔ مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ۔ شاید ہر جماعت کی فہم اس کو پانے سے قاصر رہیں جو ان کے رتبہ کے لائق ہے۔ اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ناقص کامل کی بلندی کو چاہت سے نہیں پا سکتا۔ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ۔ جس کے مشاہدہ سے آنکھوں کو لذت ملے۔ گویا کان، ناک، ذائقہ کی مستلزات آنکھوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ اس لئے ان کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ وَاَنْتُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ یہ کامل ترین نعمت ہے۔ وَتِلْکَ الْجَنَّةُ۔ اَلْجَنَّةُ۔ یا تو خبر ہے اور اَلَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْھَا یہ اس کی صفت

ہے۔ یاوَالَّتِی۔ کی صفت اس کی خبر ہے۔ یا دونوں صفات ہیں اور ظرف خبر ہے۔
یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ ''لن یدخل احد کم الجنة بعمله'' اس لئے کہ پہلے بیان کیا کہ جنت میں داخلہ تو مطلق رحمت الٰہی سے ہے اور مراتب میں فرق اعمال میں فرق کی وجہ سے ہے۔ یا توفیق عمل مسبب عنہ اور اس کا داخلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت واحسان سے ہوگا۔ فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ۔ کوئی درخت پھل سے خالی نہ ہوگا۔
مَقَام: اقامت کی جگہ۔ اَمِيْنٍ۔ اس مقام کا رہنے والا ہر قسم کی مکروہات سے بچا ہوا ہوگا۔ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ یہ ان کے کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر فرمایا۔ يَلْبَسُوْنَ۔ اس میں ان کے لباس کا ذکر ہے۔ اَلنَّحْو: یہ جملہ مستانفہ یا دوسری خبر یا حال ہے۔ سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ اِسْتَبْرَقٍ۔ موٹا ریشم۔ مُّتَقَابِلِيْنَ۔ وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ ایک دوسرے کی طرف پشت نہ کریں گے۔ كَذٰلِكَ۔ ان کو ایسی چیزیں دی جائی گی۔ (۲) بات تو یونہی ہے۔ زَوَّجْنٰهُمْ۔ ہم ان کا جوڑا بنا دیں گے۔ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۔ الحور ستھری عورتیں۔ عِيْنٍ۔ بڑی آنکھ والیاں۔ بِكُلِّ فَاكِهَةٍ۔ وہ قسما قسم کے پھل لانے کا کہیں گے۔ اٰمِنِيْنَ۔ ہر ناپسند چیز سے امن میں ہوں گے۔ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ۔ بلکہ ان کی زندگی ابدی ہوگی۔ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى۔ لیکن اسے دنیا میں چکھ چکے۔ بعض نے کہا یہ الاستثناء مبالغہ کیلئے ہے مطلب یہ ہوا کہ فرض کرو اگر وہاں موت ہو تو وہ اس کو چکھیں گے بھی نہیں سوائے اس موت کے جو چکھ چکے اور ماضی والی موت کا چکھنا محال ہے۔ تو موت کا چکھنا محال ہوا۔ فَضْلًا۔ یہ سب عطیہ خداوندی ہے۔ الْفَوْزُ۔ کامیابی جیسا فرمایا ''من زحزح عن النار وا دخل الجنة فقد فاز''۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ' تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ:

الْاَبْرَارَ: جمع بر۔ نیک۔ الْاَرَآئِكِ۔ تختوں پر پردہ میں ہوں گے۔ يَنْظُرُوْنَ۔ اپنی املاک اور نعمتوں یا اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو۔ (۳) اپنے دشمنوں کو کہ ان کو کس طرح سزا مل رہی ہے۔ نَضْرَةَ۔ تر و تازگی جو نعمتوں سے حاصل ہوتی اور ان کی رونق۔ رَّحِيْقٍ۔ خالص شراب۔ مَّخْتُوْمٍ۔ اس کے برتن ان کی عزت کیلئے بادشاہوں کی طرح مہر شدہ ہوں گے۔ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ۔ برتنوں پر مٹی کی جگہ کستوری ہوگی۔ (۲) اس کا کا ثامنہ سے ہوگا اور اس کے آخری میں کستوری ملی ہوگی۔ فَلْيَتَنَافَسِ۔ مقابلہ کرنا۔ حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ '' ایما مؤمن سقی مؤمناً شربة علی ظما سقاه الله یوم القیامة من الرحیق''۔ مِزَاجُهٗ۔ جو چیز اس کے ساتھ شراب میں ملائی جائے گی۔ مِنْ تَسْنِيْمٍ۔ یہ جنت کا چشمہ ہے۔ يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۔ یہ صرف ابرار کیلئے ملایا جائے گا۔
عَيْنًا: یہ امدح فعل محذوف کا مفعول ہے۔ (۲) حال ہے با مَنّ کے معنی میں ہے۔ (۳) زائدہ ہے۔ (۴) فعل میں یروی کا معنی متضمن ہے۔ (۵) یلتذ کے معنی کو متضمن ہے۔
نووی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ: اس آخری باب میں آخری آیت ختامہ مسک لا کر کتاب کے حسن انجام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور یہ بھی اشارہ ہے کہ نیک لوگ شریعت کے کتاب وسنت سے ملے ہوئے پانیوں کو غٹ غٹ پئیں گے۔ اس سلسلہ کی آیات بہت

ہیں اور معروف ہیں۔

۱۸۸۲ : وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "يَأْكُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا ، وَيَشْرَبُوْنَ ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ ، وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذَاكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ - يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ ، وَالتَّكْبِيْرَ ، كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل جنت جنت میں کھائیں گے، پئیں گے اور نہ ان کو قضائے حاجت کی ضرورت نہ ہوگی نہ ناک سے رینٹ نکلے گی اور نہ وہ پیشاب کی حاجت محسوس کریں گے لیکن ان کا کھانا ایک ڈکار کی صورت میں ہضم ہوگا جو مشک کے پسینے کی طرح ہوگا۔ ان کی تسبیح و تکبیر ان کے دل میں ڈالی جائے گی جیسے کہ سانس ڈالا جاتا ہے"۔ (مسلم)

تشریح ۞ يشربون: بطور تنعم کے پئیں گے۔ ان کو حاجت نہ ہوگی۔ جیسا دنیا میں بھوک پیاس کی وجہ سے پیتا ہے۔ ولا يتغوطون: وہ کھانے کی وجہ سے پاخانہ نہ کریں گے۔ ولا يمتخطون: ان کے ناک سے بھی رینٹھ نہ بہے گی۔ ولا يبولون: پانی پی کر پیشاب کی حاجت نہ ہوگی۔ جشاء: ڈکار آئے گا۔ كر شح المسك: جو ان کے اجسام پر کستوری کی خوشبو چھوڑے گا۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ جب کہ جنت والوں کی غذائیں انتہائی لطیف اور معتدل ہوں گی۔ ان میں ایذاء والی بدبو اور گندہ فضلہ نہ ہوگا۔ بلکہ ان غذاؤں سے عمدہ ہوائیں پیدا ہوں گی۔ يلهمون: ان کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا الہام ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک گردانیں گے اور اس کے اوصاف کمال سے اس کی تعریف فرمائیں گے۔ یہ ذکر سانس کی طرح جاری ہوگا۔ اس کیلئے تکلف نہ کرنا پڑے گا۔ بلکہ راحت و لذت سے ان تسبیحات کے ترانے گائیں گے۔ ان پر کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ان کے تنفس کو تسبیح قرار دیا اس کی وجہ یہ ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور اور بھرے ہوں گیا ور قاعدہ ہے۔ "من احب شيئاً "اکثر ذکرہٗ ہے۔

تخریج : أخرجه أحمد (١٤٤٠٨/٥) ومسلم (٢٨٣٥) وأبو داود (٤٧٤١) وابن حبان (٧٤٣٥) والطيالسي (١٧٧٦) وأبو يعلى (١٩٠٦) وأبو نعيم (٢٧٤) والبيهقي (٣١٦)

الفرائد : (۱) اہل جنت اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں۔ (۲) اہل جنت کا کھانا پینا کستوری کی مہک بن جائے گا۔ (۳) تسبیح سانس کی طرح خود جاری رہے گی۔

۱۸۸۳ : وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ - وَاقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۸۳: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَلَا .....﴾ کوئی نفس نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کیا کیا چھپا رکھا ہے جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا''۔

تشریح ۞ **اعددت لعبادی:** میں نے اپنے دن بندوں کیلئے جو میرے بندے ہیں مخصوص کی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ **ما لا عين رأت:** لا نفی جنس کا ہے۔ اس میں لاحول والی وجوہ خمسہ جائز ہیں۔ **خطر:** گزرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا مصداق ''**فلا تعلم نفس ما اخفی لهم**'' ہے۔ **لهم** اور **من قرة اعين:** ایک ظرف نائب فاعل ہے۔ اور دوسرا اپنے قرین سے مجہول ہے۔ اَلنَّحْوُ: اور فعل مضارع ہو تو دونوں حال ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۳/۱۰۰۲٤) والبخاری (۳۲٤٤) ومسلم (۲۸۲٤) والترمذی (۳۱۹۷) وابن ماجه (۳۲۲۸) والحمیدی (۱۱۳۳) وابن حبان (۳٦۹) وابن أبی شیبة (۱۳/۱۰۹) والدارمی (۲۸۲۸)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ نے ایمان وطاعات کے بدلے اپنے بندوں کیلئے جنت کی بے شمار نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔

۱۸۸۴ : وَعَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :''اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ اِضَاءَةً :لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ ، وَلَا يَتْفُلُوْنَ ، وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ – اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ – عُوْدُ الطِّيْبِ – اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ ، عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَآءِ'' مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ :اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ ، وَرَشْحُهُمْ فِيْهَا الْمِسْكُ ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَآءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ – لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ :قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا''

قَوْلُهٗ ''عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ'' رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَآءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا وَكِلَاهُمَا صَحِيْحٌ۔

۱۸۸۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چاند کی طرح ہوں گے جو چودھویں کی رات ہوتا ہے' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں گے وہ آسمان کے روشن ترین ستارے کی طرح ہوں گے جو آسمان میں چمک رہا ہو۔ نہ پیشاب کریں گے' نہ پاخانہ کریں' نہ تھوکیں گے اور نہ ناک بہے گی۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ ان کی انگیٹھیاں

عود جیسی خوشبودار لکڑی سے ہوں گی۔ انکی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور سب ایک ہی قد پر اپنے باپ آدم کی شکل وصورت کے ساتھ (۶۰) ہاتھ بلند ہوں گے"۔ (بخاری ومسلم)

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ کستوری کا ہوگا اور ہر ایک کی کم از کم دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا مغز حسن کے سبب گوشت سے نظر آئے گا' ان میں اختلاف نہ ہوگا' نہ باہمی بغض ہوگا اور ان کے دل ایک آدمی کے دل جیسے ہوں گے۔ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ :بعض محدثین نے اس لفظ کو خا کے فتح اور لام کے سکون کے ساتھ اور بعض نے ان دونوں کے پیش کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ دونوں صحیح ہیں۔

تشریح ۞ زمرة: جماعت۔ ليلة البدر: چودھویں رات کا وقت ہوتا ہے۔ اصل مقصد چمک اور روشنی میں مشابہت بتلانا ہے۔ کوکب دری: درّی۔ بہت روشنی والا استارہ ف۔ فیراء کہتے ہیں یہ بڑی جسامت اور بہت روشنی والا ستارہ ہے۔ اس میں چار لغات ہیں جو مختلف کیفیات کو ظاہر کرتی ہیں۔ (۱) دُرِّيٌّ: یہ دُر کی طرف نسبت ہے۔ جو اس کی روشنی اور سفیدی کو ظاہر کرنے کیلئے نسبت کی جاتی ہے۔ (۲) دُرِئٌ۔ یہ درأ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی دفع کرنا ہے۔ کیونکہ وہ طلوع کے وقت ہٹتا ہے۔ (۳۔۴) ابن جوزی نے کسائی سے نقل کیا کہ دال کے ضمہ سے یہ در کی طرف نسبت ہے۔ اور کسرہ دری سے جاری ہونے والا۔ دَرِيٌّ: چمکدار۔ في السماء: یہ کوکب کی صفت ہے۔ اضاءةً: یہ اشد کی تمیز ہے۔

لا يبولون: بخاری میں لا يقمون: کے لفظ کا اضافہ ہے۔ فتح میں ہے کہ یہ صفات نقص ہیں۔ ان کی نفی کر دی۔

امشاطهم: یہ مُشط: یہ میم کے کسرہ وضمہ دونوں سے آتا ہے۔ ایک روایت چاندی کی کنگیاں بھی وارد ہے۔ گویا ایک کے تذکرے پر اکتفاء کیا گیا۔ اس کی تائید ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت سے ہے۔ "جنتان من ذهب انيتهما وما فيهما وجنتان من فضة انيتهما وما فيهما" (بخاری، مسلم)

الالوة: دھونی والا عود جیسا کہتے ہیں عود الطیب بخاری کی روایت میں وقود مجامر هم الالوة: اس روایت میں مجامر کو بتلایا گیا کہ وہ عود کی ہوں گی۔ المجامر جمع مجمرة انگیٹھی اس کو مجمرہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئلے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ جو بخورات اس میں رکھی جائیں وہ کوئلوں پر مہکیں۔ الالوة کا لفظ ہمزہ کے ضمہ اور فتحہ سے آتا ہے۔ اور ابن تین نے ہمزہ کا کسرہ بھی نقل کیا ہے اور واؤ مخفف ہوگی۔ بعض نے زائدہ کہا ہے۔ اصمعی کہتے ہیں یہ فارسی لفظ ہے۔ عود کی خوشبو تو آگ پر رکھنے سے مہکتی ہیں اور جنت میں آگ نہیں۔ اس کا جواب یہ ممکن ہے۔ کہ بغیر آگ کے حکم الٰہی سے خوشبو دے اور سمجھانے کیلئے تعبیر تو مجمرہ سے ہی کی جانی چاہیے تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر آگ شعلہ زن ہو اور وہ بلاضرر آگ ہو جس میں احراق نہ ہو یا بلا اشتعال نار وہ خوشبو دے۔

(اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنت کی جس طرح ہر چیز نرالی ہے۔ وہ خود مہکنے والا عود ہو جیسے وہاں کی کستوری نافہ ہرن کی محتاج نہیں)۔

قرطبیؒ کا قول۔ ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔ کنگھی کی کیا حاجت جب کہ چہرے پر بال نہ ہوں گے اور سر کے بال میلے نہ

ہوں گے اور تیل کے محتاج نہیں کہ کنگھی سے سیدھے کیے جائیں اور بخور کی کیا ضرورت جبکہ ان کی خوشبو مشک سے بڑھ کر ہوگی۔

ح ب: اہل جنت کی نعمتیں خواہ کھانے سے متعلق ہوں یا پینے اور کپڑوں اور خوشبو سے متعلق ہوں۔ وہ بھوک یا پیاس، کہن پن، ننگے، بدبو سے ان کا تعلق نہیں۔ وہ مسلسل لذات اور پے در پے انعامات ہیں۔ ان میں تنوع طبع انسانی کو بھاتا ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ جن نعمتوں سے دنیا میں لذت حاصل کر رہے۔ ان کا استعمال خوب پہچان کی وجہ سے زیادہ لذت اندوز ہے۔ باقی دنیا و آخرت کی نعمتوں میں وہی تفاضل ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں ہے۔ اس پر کتاب وسنت کی آیات و روایات دال ہیں۔ (المفہم القرطبی)

ازواجهم الحور العين: یہ بنات آدم سے زائد ہوں گی جیسا روایت میں وارد ہے۔

علی خلق رجل: خَلق ہو ہیئت مراد ہے اور خُلق ہو طریقہ اور صفت۔ **ستون ذراعًا**: اس سے بخاری و مسلم کی دوسری روایت کی تائید نکلتی ہے۔ **انیتهم فيها** کے الفاظ بھی ہیں۔ گزشتہ سطور میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی مؤید ہے اور طبرانی کی یہ روایت جو انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے۔ "**ان ادنٰی اهل الجنة درجة لمن يقوم على رأسه عشرة آلاف خادمٍ بيد كل واحد صحيفتان واحدة من ذهب والاخرٰى من فضة**" (طبرانی) **رشحهم**: ٹپکنے والا پسینہ۔

لكل واحد منهم زوجتان: ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ اس سے نساء دنیا مراد ہیں۔ امام احمد کی روایت میں ادنیٰ جنتی کی تعریف میں بہتر (۷۲) حوروں کا تذکرہ ہے۔ جو دنیا کی بیویوں سے الگ ہوں گی۔ مگر اس کی سند میں شہر بن حوشب جس پر کلام کیا گیا ہے۔ پھر اس پر کئی روایات ابن حجر نے ذکر کیں۔ پھر ابن قیم کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں۔ صحیح احادیث میں سوائے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کے اور کوئی صحیح روایت نہیں جس میں دو بیویوں سے اضافہ ہو وہ یہ ہے۔ "**ان للمؤمن فی الجنة لخيمة من لؤ لؤ له فيها اهلون يطوف عليهم**" پھر ابن قیم کی بات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ ضیاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔ "**ثم تدخل عليه زوجتاه**" موافقت کی صورت یہ ہے۔ کہ کم از کم ایک جنتی کی دو بیویاں ہوں گی۔ بعض نے تثنیہ کو تکثیر و تعظیم کیلئے قرار دیا۔ جیسے **لبيك وسعديك** میں۔ مگر اس قوم کی کمزوری مخفی نہیں۔ (فتح الباری)

ابو حاتم نے ایک لطیفہ لکھا کہ اصمعی تو ایک زوجہ کا بھی انکار کرتے اور تا کو تانیث کیلئے نہ مانتے تھے۔ ہم نے مرزدق کا یہ شعر ان کو سنایا تو وہ بالکل خاموش ہو گئے۔

وإن الذی یسعٰی لیفسد زوجتی ☆ کساع إلی أسد الشری یستتلها

یری مخ ساقها من وراء اللحم: بخاری کی روایت میں **العظم والمخ** دونوں کا تذکرہ ہے۔ مُخ ہڈی کا مواد اور اس سے مراد اس کی شاندار صفائی ہے کہ ہڈی کے اندر کا مغز ہڈی، گوشت اور کھال سے مخفی نہ رہے گا۔ اور ترمذی میں ہے: "**لیری بیاض ساقها من وراء سبعين حلة حتی یریٰ مُخَّهٗ**" اور احمد کی روایت میں جو ابو سعید سے مروی ہے۔ وارد ہے کہ

''**ینظر فی خدھا اصفی من المرأۃ**''اور محاسن کے سبب بیان کرنے کی وجہ اس کی خلقت کے حسن اور بدن کی لطافت کو بیان کرنا ہے۔

قلوبھم قلب واحد: بعض روایات میں رجل کا لفظ بھی ہے۔مطلب یہ ہے کہ ان میں باہمی تباغض، تحاسد، اختلاف جیسے مذموم اخلاق نہ ہوں گے۔

بکرۃ وعشیا: ان اوقات کی مقدار، قرطبی کہتے ہیں یہ تسبیح تکلیفی نہیں ہوگی۔ بلکہ جیسا حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں مذکور ہے: ''**یلھمون التسبیح**'' الہامی ہوگی۔جیسا کہ سانس آتا جاتا ہے۔اسی طرح صادر ہوگی اور اس کی وجہ شبہ ایک ضعیف روایت میں وارد ہے کہ عرش کے نیچے ایک پردہ لٹکا ہے۔وہ لٹکا رہے گا پھر ہٹا دیا جائے گا۔اس کا پھیلانا بکور اور لپیٹنا عشی کی علامت ہوگی۔خَلق صورت ظاہر اور خُلق صورۃ مدرکہ بالدصارت کو کہتے ہیں۔اس میں ضمہ کو راجح قرار دیا گیا۔کیونکہ روایت میں ہے۔''**لا اختلاف بینھم ولا تباغض قلوبھم قلب واحدٌ**'' اور فتحہ کیلئے اسی روایت کے الفاظ''**علی صورۃ أبیھم آدم**''ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٣/٨٢٠٥) والبخاری (٣٢٤٥) ومسلم (٢٨٣٤) والترمذی (٢٥٤٦) وابن ماجه (٤٣٣٣) والدارمی (٢٨٢٣) والحمیدی (١١٤٣) وعبد الرزاق (١٠٨٧٩) وابن حبان (٧٤٢٠) وابن أبی شیبة (١٤/١٣٠) وأبو یعلی (٦٠٨٤) والبیهقی (٣٣٣)

الفرائد : (۱) جنت میں پہلے داخل ہونے والوں کی حالت ذکر کی گئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی ان جیسا بنا دے آمین ثم آمین۔(۲) ان کے اجسام سے خوشبو مہکے گی۔(۳) محبت و الفت میں اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔حورعین ان کی بیویاں ہوں گی۔

۱۸۸۵ : وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ :"سَاَلَ مُوْسٰى رَبَّهٗ، مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ : هُوَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهٗ : اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ: اَىْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ ، وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهٗ : اَتَرْضٰى اَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِّنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ – فَيَقُوْلُ : لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ وَمِثْلُهٗ فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ : رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ : هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ – فَيَقُوْلُ : رَضِيْتُ رَبِّ ، قَالَ: رَبِّ فَاَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِيْ وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَلَمْ تَسْمَعْ اُذُنٌ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۸۵: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''موسیٰؑ نے ربّ سے سوال کیا کہ جنت میں کمتر درجہ کا جنتی کیسا ہوگا؟ اللہ نے فرمایا: ''وہ آدمی جو اس وقت آئے گا کہ جنت والے جنت میں داخل کئے جا چکیں گے۔ پس اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں کس طرح داخل ہوں جبکہ لوگ اپنے مکانات میں جا چکے اور انہوں نے جو کچھ لینا تھا وہ لے چکے؟ پھر اس کو کہا جائے گا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تجھے دنیا کے ایک بادشاہ جتنا ملک دے دیا جائے؟ اس پر وہ کہے گا میں راضی ہوں۔ اللہ فرمائیں گے۔ تجھے اتنا اور اس کے چار مثل اور دے دیا وہ پانچویں میں مرتبہ کہے گا۔ اے میرے ربّ میں راضی ہوں۔ پھر اللہ فرمائیں گے یہ۔ اور اس سے دس گنا اور دیا (مزید) تمہیں وہ بھی دیا جس کی تمہارے دل میں خواہش ہے اور تیری آنکھیں جس سے لذت اندوز ہوں۔ وہ کہے گا میرے ربّ میں راضی ہوں۔ موسیٰؑ نے عرض کیا: اے ربّ جنت میں سب سے اعلیٰ مرتبہ والا کیسا ہوگا۔ فرمایا: ''وہ لوگ ہیں جن کی عزت کو اپنے بابرکت ہاتھ سے ثابت کیا اور اس پر مُہر لگا دی۔ پس کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا' کسی کان نے نہیں سنا حتیٰ کہ اس کا خیال بھی کسی دل میں نہیں آیا''۔ (مسلم)

تشریح ❁ **ما ادنی**: سب سے کم مرتبہ والا۔ **منزلۃً**: یہ تمیز ہے۔

مما ادخل اهل الجنة: ماضی مجہول ہے۔ اهل الجنہ نائب فاعل ہے۔ مضارع زیادہ بہتر تھا۔ **ادخل الجنة** کا خطاب سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ وہ عرض کرے گا۔ اس قرب کے متعلق میں نہیں جانتا کہ کیسے جنت میں داخل جبکہ لوگ جنت میں اپنے اپنے مکانات میں پہنچ چکے اور دوسروں کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں چھوڑی۔ **ملك مثل ملك من ملوك الدنيا**: ملوک کے ساتھ دنیا کی قید بندے کی پہچان کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔

رضيت رب: صرف نداء کو ایجاز و مسارعت کیلئے حذف کیا ہے۔

لك ذلك: اشارہ بعید اس کی تفخیم و تکریم کو بڑھانے کیلئے استعمال ہوا۔ **و مثله**: کو مبتداء پر عطف کیا۔ فضل میں اضافہ کیلئے فرمایا تا کہ وہ خوش ہو جائے۔ یہ چار مرتبہ فرمایا۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے گا میں راضی ہو گیا۔ پہلے سوال سے کم درجہ ملا تو آخری سوال سے اعلیٰ درجہ ملا۔ **لك و عشرة امثاله**: اس پر یہ مزید عنایات ہوں گی۔ آگے **ما اشتهت** سے وہ نعمت جو جنت کی عمومی ہے۔ اس کا تذکرہ فرمایا۔ جیسا قرآن مجید میں ہے: ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ [الزخرف: ۷۱] وہ عرض کرے گا۔ میں راضی ہوں۔ یہ کلمہ زیادہ رضا کیلئے ہے۔

قال رب فاعلاهم منزلة: وہ عرض کرے گا ان میں اعلیٰ مراتب والے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ان لوگوں کی عظمت کے درختوں کو میں نے اپنی قدرت سے اُگایا۔ کسی فرشتے کو واسطہ بھی نہیں بنایا۔ اور اس پر مہر لگا دی تا کہ اور کوئی نہ دیکھے۔ ان کو وہ کچھ دیا جو اور کسی کو نہیں دیا۔ مبالغۃً اس کو **لم ترعين** سے تعبیر فرمایا۔ یہ مسلم کی روایت ہے ایک اور روایت میں کچھ الفاظ کا فرق ہے۔ جن کو ذکر کئے دیتے ہیں۔

فرق روایت: **لقاب قوس احد كم**۔ قاب کمان کے دستہ اور کنارہ کا درمیانی فاصلہ۔ **السيه**: کمان کی منحنی جانب۔ قاب اس کا معنی مقدار استعمال ہوتا ہے۔ **من الجنه**: جنت نفاست و دوام کی وجہ سے **خير مما تطلع** کا مطلب تمام دنیا ہے۔

(بخاری ابواب الجنه) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ان فی الجنه سوقًا: تاکید کے ساتھ لانے کی وجہ اس کے متعلق اہل کتاب کا تردد ہے۔ السوق کوسق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سامان کھینچ کر لاتے ہیں یا اپنی پنڈلیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ یا آپس میں بھیڑ کی وجہ سے پنڈلیاں ٹکراتی ہیں۔ کل جمعه: سے مراداتنی مقدار ہے۔ شمالی ہوا چل کر ان کے کپڑوں پر رحمتیں بکھرے گی۔ جس سے ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ گویا وہ تمام انواع کمال جو دل میں متصور ہو گی وہ ان کو ملے گا۔ وقد ازدادوا حسنا وجمالاً: یہ جملہ حالیہ یرجعون کے فاعل سے حال ہے۔ اهلوهم: جب ان پر گھر والوں کی نظر پڑے گی تو کہیں گے تمہارا حسن اللہ کی قسم بہت بڑھ گیا۔ واللّٰہ لقد ازدوتم حسنا وجمالاً: یہ تاکید اس لئے گویا اپنے دلوں میں اس اضافے کا انکار کر رہے ہوں گے۔ وہ اس وقت یقین کر کے ان کی طرف نگاہ ڈالیں گے تو ان کے حسن میں اضافہ ہو چکا ہوگا۔ تو وہ انہیں کہیں گے۔ فیقولون وانتم واللّٰہ ازددتم: یہ بھی مخاطبات کی یقین دہانی کیلئے قسم سے لائے۔

اس سے نتیجہ نکلا کہ اہل جنت کا جمال لحہ بہ لحہ بڑھتا جائے گا۔ بعض اسی طرح ہوگا اور بعض صوری کے مشابہہ ہوگا۔

[مسلم ابواب الجنه]

تخریج : أخرجه الحميدى (٧٦١) ومسلم (١٨٩) والترمذى (٣١٩٨) وابن حبان (٦٢١٦) والطبرانى (٢٠/٩٨٩) وابن منده (٨٤٥) والبيهقى (ص : ٣١٧)

الفرائد : (۱) اللہ تعالیٰ کا فضل، کرم اس سے بہت بڑا اور وسیع ہے کہ کوئی انسان اس کا احاطہ کرے۔ (۲) اس روایت میں جنت کے منازل اور کرامات کو ذکر فرمایا ہے۔

۱۸۸۶ : وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا ، وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ :رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا – فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى ، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ ، فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى ، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ :اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ ، فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ اَمْثَالِهَا اَوْ اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشْرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْيَا – فَيَقُوْلُ :اَتَسْخَرُبِىْ ، اَوْ تَضْحَكُ بِىْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ" قَالَ :فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ فَكَانَ يَقُوْلُ :"ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۸۶: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک میں اس آخری آدمی کو جو آگ سے سب سے آخر میں نکلے گا اچھی طرح جانتا ہوں یا جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے کو جانتا

ہوں۔ وہ آدمی آگ سے گھٹنوں کے بل نکلے گا۔ پس اللہ فرمائیں گے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ جنت کے پاس آئے گا۔ پھر اس کو خیال پیدا ہوگا کہ جنت تو بھر چکی وہ واپس لوٹ کر جائے گا اور کہے گا اے میرے رب! جنت کو میں نے بھرا ہوا پایا۔ پس اللہ اسے فرمائیں گے جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ وہ پھر جنت کے پاس آئے گا اور خیال کرے گا کہ وہ تو بھری ہوئی ہے۔ پھر لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا۔ اے ربّ! میں نے اس کو بھرا ہوا پایا۔ پس اللہ فرمائیں گے: تم جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ' تجھے دنیا اور اس کے دس گنا برابر دے دیا یا بے شک تجھے دس گنا دنیا کے برابر دیا۔ پس وہ کہے گا کیا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں یا میرے ساتھ ہنسی کرتے ہیں حالانکہ آپ مالک الملک ہیں؟۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو اس مقام پر اتنا ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پس آپؐ فرماتے تھے یہ سب سے ادنیٰ درجہ کا جنتی ہے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ❁ رجلاً: بعض نے کہا یہ جھینہ قبیلے کا آدمی ہوگا (تحفۃ القاری لزکریا)

حبواً: مسلم میں زحفاً کے لفظ ہیں۔ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔

فیقول اللّٰہ: اسے آگ سے نکالنے کے بعد۔

اذھب فادخل الجنہ: یہ امر اباحت کیلئے ہے۔

فیرجع: وہ جنت کو بھرا ہوا سمجھ کر واپس لوٹ جائے گا۔ یعنی محل مناجات کی طرف لوٹ جائے گا۔ ملای یہ الملء سے فَعْلٰی کا وزن ہے۔

یا رب وجدت ملأی: یہ لازم فائدۃ الخبر کی قسم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مخفی نہیں۔ **لک مثل الدنیا وعشرۃ امثالھا:** دنیا اور اُس کے مثل اور ملا کر، **ان لک مثل عشرۃ امثال الدنیا:** اوشک راوی کیلئے ہے۔ اور مشکوک فیہ گیارہویں مثل کا اضافہ ہے۔ ماقبل کی حدیث سے یہ اعلیٰ ہے شاید اس کو اس سے پہلے جنت میں داخل کیا ہوا گر چہ اعلیٰ ملا ہوا۔

اتسخربی۔ اوّ تضحك بی کے الفاظ ہیں۔ قاضی کہتے ہیں یہ قول اس آدمی کی طرف سے اس وقت ہوگا جب کہ وہ خوشی سے اپنے کنٹرول میں نہ ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں خوشی نے اس کو مدہوش کر دیا اور اس کی عقل کو نادان بنا دیا۔ **انت الملك:** یہ مالک سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ ہر ملک مالک ہے ہر مالک ملک نہیں۔

قال لقد رأیت رسول اللّٰہ ﷺ ضحك: یہ جملہ حالیہ ہے۔ قَدْ مقدر ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے نواجذ نظر آئے۔ (یہ انتہائی ضحک کی علامت ہے) باب المحافظہ بالسنہ میں گزرا کہ یہ ڈاڑھوں کا نام ہے۔ بعض نے کہا آخری ڈاڑھ جس کو عقل داڑھ کہتے ہیں۔ بعض نے تمام ڈاڑھیں کہا۔ بعض فرس وناب کی درمیانی ڈاڑھیں۔

اھنی اھل الجنۃ: یہ اہل جنت کے کمترین درجہ والا شخص ہے۔ ادنیٰ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس کے مراتب ہیں۔ یا یہ بڑھانے کیلئے فرمایا گیا۔ ورنہ اس کو اس سے بڑھایا جائے گا۔

تخریج : أخرجه مسلم (١٨٦) البخاری (٦٥٧١) والترمذی (٢٦٠٤) وأحمد (٢/٣٥٩٥)

الفرائد : (۱) اہل توحید لعاصی میں مستغرق ہونے کے باوجود عذاب میں ہمیشہ نہ رکھے جائیں گے۔ (۲) ادنیٰ جنتی دنیا

کے بادشاہوں سے بڑی بادشاہت والا ہوگا۔ اللّٰھم اجعلنا من اھلھا۔

۱۸۸۷ : وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّۃِ لَخَیْمَۃً مِّنْ لُؤْلُؤَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُجَوَّفَۃٍ طُوْلُھَا فِی السَّمَآءِ سِتُّوْنَ مِیْلًا ، لِلْمُؤْمِنِ فِیْھَا اَھْلُوْنَ یَطُوْفُ عَلَیْھِمُ الْمُؤْمِنُ وَلَا یَرٰی بَعْضُھُمْ بَعْضًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ "الْمِیْلُ" سِتَّۃُ اٰلَافِ ذِرَاعٍ۔

۱۸۸۷: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مؤمن کے لئے کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی طوالت ساٹھ میل ہوگی اور اس میں مؤمن کے گھر والے ہوں گے جن پر وہ چکر لگائے گا اور وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھیں گے''۔ (بخاری ومسلم) اَلْمِیْلُ: چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔

تشریح لخیمۃ: جنگل کے باسیوں کا مربع گھر۔ مجوفۃ: کھوکھلا ہوگا اس کی بلندی ۶۰ میل اور مسلم کی روایت میں اس کا عرض ۶۰ میل لکھا ہے۔ نووی کہتے ہیں ان میں تضاد نہیں۔ گویا اس کی اونچائی اور چوڑائی برابر ہوگی۔

فلا یری بعضھم بعضًا: بہت دور ہونے کی وجہ سے یا حکمت الٰہیہ کے مطابق ایک دوسرے سے خفیہ رکھنے کیلئے۔ بعض نے کہا میل کی مقدار ۶ ہزار زراع ہے۔ فقہاء صلاۃ مسافر میں تین ہزار پانچ سو زراع قرار دیتے ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (۷/۱۹۷۰۱) والبخاری (۳۲۴۳) ومسلم (۲۸۳۸) والترمذی (۲۵۳۶) والدارمی (۲۸۳۳) وابن حبان (۷۳۹۵) وأبو الشیخ (۶۰۶) والبیهقی (۳۰۳)

الفوائد : اس میں جنت کے انعامات خیموں کا تذکرہ ہے جو ایک موتی سے بنے ہوں گے۔ (۲) حورعین ان خیموں میں ان کی منتظر ہوں گی۔ جیسا فرمایا: فیھن خیرات حسان...... ۔

۱۸۸۸ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یَسِیْرُ الرَّاکِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِائَۃَ سَنَۃٍ مَّا یَقْطَعُھَا" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔
وَرَوَیَاہُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا مِّنْ رِوَایَۃِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: یَسِیْرُ الرَّاکِبُ فِیْ ظِلِّھَا مِائَۃَ سَنَۃٍ مَا یَقْطَعُھَا۔

۱۸۸۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت ہوگا اگر عمدہ، پتلی کمر والے تیز گھوڑے کا سوار سو سال بھی چلے تو اس کے سایہ کو سو سال تک طے نہ کر سکے''۔ (بخاری ومسلم) ان دونوں نے اس روایت کو بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ سوار سو سال اس کے سائے میں چلتا رہے گا پھر بھی اس کو ختم نہ کر سکے گا۔

تشریح الجواد: جاد الفرس۔ جبکہ وہ فائق ہو جائے۔ اس کی جمع جیاء ہے۔ المضمر: گھوڑے خوب چارہ ڈال کر

موٹا اور طاقتور بنایا جائے۔ پھر خوراک بقدر گزارہ کر دی جائے اور کمرے میں داخل کر کے اس پر جھول وغیرہ ڈال دیں تا کہ حرارت پہنچ کر پسینہ آ جائے۔ جب پسینہ خشک ہوگا تو اس گوشت کم ہو جائے گا۔ یہ گھوڑا دوڑ میں طاقتور ہوتا ہے۔ قاضی کہتے ہیں بعض مِضْمر بمعنی سوار کہا ہے۔ مگر یہ غیر معروف ہے پہلا معروف معنی ہے۔

مائة سنه: لیسیر فعل محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ وہ اس سایے کو عبور نہ کر سکے گا۔ کیونکہ وہ اس سے بھی وسیع تر ہوگا۔ ترمذی وابن ماجہ سے اس روایت کو بتمام وکمال روایت کیا مگر السنہ کی العام کا لفظ لائے۔ اور ما کی جگہ لا نافیہ لائے۔ ظِلّ سے مراد اس کی نعمتیں ہیں جیسا کہتے ہیں **انا فی ظلّك:** (۲) جانب معنی ہے۔ تا کہ درازی کی طرف اشارہ ہو۔ جیسے کہتے ہیں۔ **انا فی ظلك ای ناجیتك۔**

قرطبی کہتے ہیں۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہوئی۔ ظل اہل دنیا کے ہاں جو دھوپ کی گرمی اور ایذاء سے بچائے اور وہاں تو نہ دھوپ نہ ایذاء۔ بعض نے کہا ظلّھا سے مراد جو چیز اس کی ٹہنیوں کو ڈھانپے۔ راغبؒ کا قول۔ ظل کا لفظ فیئ کی بنسبت عام ہے۔ رات کے سائے کو بھی کہا جاتا ہے۔ **ظل اللیل و ظل الجنة:** ہر وہ جگہ جہاں سورج کی دھوپ نہ پہنچے اس کو ظل کہتے ہیں۔ فئی: نہیں بولتے مگر اس وقت جبکہ وہاں سے دھوپ ڈھل جائے۔ ظل بول کر عزت، نعمت، رفاہیت نگہبانی بھی مراد لی جاتی ہے۔ خوشحال زندگی کو ظل ظلیل کہتے ہیں۔

تخریج: أخرجه البخاری (٦٥٥٣) ومسلم (٢٨٢٨) والترمذی (٢٥٣٢) أخرجها أحمد (٣/٩٠٤١٤) والبخاری (٣٢٥٢) ومسلم (٢٨٢٦) والحميدی (١١٣١) وابن حبان (٧٤١١) والترمذی (٢٠٤١) وابن أبی داود (٦٧) وأبونعيم (٤٠١) وعبد الرزاق (٢٠٨٧٨) والبيهقی (٢٦٨) والدارمی (٢٨٣٨)

الفرائد: ایمان والوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے جنات کی بے شمار نعمتیں دی جائیں گی۔

۱۸۸۹ : وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَرَآءَ وْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَآءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ: قَالَ: بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ"۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۸۸۹: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت اپنے سے بلند درجہ والے بالانشینوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح مشرق و مغرب کے اُفق پر چمکدار ستارے کو دیکھتے ہیں۔ یہ فرق ان کے درمیان فضیلت کی وجہ سے ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام کو ہی حاصل ہو سکیں گے۔ دوسرے لوگ تو ان تک نہ پہنچ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: "کیوں نہیں؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت

میں میری جان ہے' ان لوگوں کو بھی ملیں گے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ یتراؤن: مسلم میں یرون ہے۔ معنی ایک ہے۔

الغرف من فوقهم: اَلنَّجِیُّ : یہ غرف کیلئے صفت ہے یا محل حال میں ہے۔

کما تراء ون: اہل جنت جنت میں متفاوت منازل و درجات والے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بلند درجات والے نیچے والوں کو ستاروں کی طرح دیکھیں گے۔ کیونکہ درجات کا تفاضل اعمال کے لحاظ سے ہوگا۔ **الغابر**: گزشتہ ہے۔ بعض روایات میں **العابز** کا لفظ ہے۔ قاضی کہتے ہیں اس کا معنی جو عذوب کے لحاظ سے بعید ہو۔ بعض نے غائب معنی کیا۔ مگر وہ یہاں درست نہیں یہاں تو بعد ظاہر کرنا مقصود ہے۔ پہلی روایت معروف ہے۔ اس کی تفسیر روایت ''**من المشرق الی المغرب**'' سے کی گئی ہے۔

قرطبی کہتے ہیں۔ دیکھنے والے کے دیکھنے کو مکان سے ستارہ دیکھنے والے سے تشبیہ دی ہے۔ جو مشرقی افق میں روشنی اور دوری ہو اور مشرق و مغرب کے تذکرہ سے شدت بعد و رفعت کی طرف اشارہ ہے اور افق سے کفارہ آسمان مراد ہے اور مسلم کی روایت میں ''**من الافق من المشرق والمغرب**'' کے الفاظ موجود ہیں۔ قرطبی کہتے ہیں اس میں اول مِن ابتداء غایت کیلئے ہے اور دوسرا بیانیہ ہے۔

یا رسول اللّٰہ منازل الانبیاء: اپنے علم کے مطابق خبر بھی بن سکتا ہے۔ (۲) ہمزہ استفہامیہ مقدر ہو تو سوال ہے۔

رجال: خبر کی دلالت کی وجہ سے مبتداء کو حذف کر دیا ''**ای اھلھا رجال**'' (۲) مقدر مانا **ای ھم رجال** مطلب یہ ہے کہ منازل ان خاص لوگوں کے منازل ہیں۔ اس کے کلام میں کمزوری ظاہر ہے۔

امنوا باللّٰہ: پھر اس کا قول بلی۔ قرطبی کہتے ہیں یہ جواب اور تصدیق ہے۔ مقام کا مقتضی یہ ہے کہ جواب پہلے سے اضراب اور دوسرے کا ایجاب ہو۔ شاید بلی تھا۔ پھر بل ہو گیا۔ ابن التین نے بیان کیا کہ ابو ذر کی روایت میں بل ہے۔ بل کی توجیہ اس طرح بھی ممکن ہے۔ کہ تقدیر عبارت یہ ہے: **نعم ھی منازل الانبیاء بایجاب اللّٰہ تعالٰی لھم ذلك** اور کبھی وہ دوسروں پر بھی ان منازل تک اپنے فضل سے پہنچا دیتے ہیں۔

ابن التین نے کہا ممکن ہے کہ بلی ''**لا یبلغھا غیرھم**'' کی نفی کا جواب ہو۔ گویا اس طرح کہا کیوں نہیں اور بھی وہاں تک پہنچیں گے۔

صدقوا المرسلین: یعنی رسولوں نے سچ کہا یعنی ان کی تصدیق کا جو حق ہے ورنہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کے رسول کی تصدیق کی وہ اس درجے تک پہنچے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں اور یہ بھی احتمال ہے۔ رجال کے لفظ کو نکرہ لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کچھ مخصوص لوگ اس صفت سے متصف ہوں گے اور اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر وہ شخص جو اس صفت سے

متصف ہو اس کا یہ مقام ہو۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ جو شخص ان منازل میں پہنچا یہ دوسری صفت ہو۔ گویا اس صفت سے سکوت اختیار کیا جو اس مرتبے کی ان کیلئے مقتضی تھی۔ اس کا یہ ہے کہ کبھی ان منازل میں وہ پہنچ جائے گا جس کے پاس مخصوص عمل ہو اور جس کا عمل مخصوص نہ ہو اس کا پہنچنا تو محض رحمت الٰہی سے ہے۔

دراوردی کہتے ہیں۔ وہ ان منازل پر پہنچیں گے جو بیان ہوئیں البتہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب وہ اس سے بالاتر ہیں۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ احمد، ترمذی کی روایت میں وارد ہے۔ ''بلی والذی نفسی بیدہ اقوام امنوا باللّٰہ رسولہ'' واؤ کے ساتھ آیا ہے۔ ابن التین کے ہاں بیان کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام میں پہنچیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بالا خانے اس امت کے ہوں۔ اور اس امت کے علاوہ میں سے جو موحد ہوں گے وہ ان سے نیچے ہوں گے۔ یا بالا خانوں والے تو جنت میں پہلی بار میں داخل ہو جائیں گے اور ان کے علاوہ شفاعت سے داخل ہوں گے۔ اور اس کی تائید ''ھم الذین امنوا باللّٰہ و صدقوا المرسلین'' وارد ہوا ہے۔ تمام کی تصدیق امت محمدیہ پر صادق آتی ہے۔ اس کے برعکس جو ان سے پہلے امتیں تھیں۔ اگرچہ ان میں بھی ایسے ہوں گے۔ جنہوں نے بعد والوں کی تصدیق کی وہ بطریق توقع ہے واقع کے طور پر نہیں۔ (فتح الباری)

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١٢٠٦) والبخاری (٣٢٥٦) ومسلم (٢٨٣١) والدارمی (٢٨٣٠) وأبو داود (٣٩٨٧) والترمذی (٣٦٧٨) وابن ماجه (٩٦) وابن حبان (٧٣٩٣) وأبو یعلی (١١٣٠) والبیهقی (٢٤٨)

الفرائد : (۱) ایمان اور اتباع رسول کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ ابرار کے منزل مل جائے۔ (۲) اہل جنت دوری کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے۔

۱۸۹۰ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :لَقَابُ قَوْسٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۹۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ اس تمام جہاں سے بہتر ہے جس پر سورج کی شعاعیں طلوع ہوتی یا غروب ہوتی ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لقاب قوس**: ہر کمان کی دو قابین ہوتی ہیں۔ ہاتھ سے پکڑنے کی جگہ سے ایک جانب کے فاصلے کو قاب کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسری جانب۔ **فی الجنة** یہ قاب کی صفت یا حال ہے۔ **طلع علیه الشمس او تغرب**: یہ او واؤ کے معنی میں ان دونوں کا جمع کرنا فضیلت و عظمت جنت کے اظہار کے لئے ہے۔

تخریج : أخرجه البخاری (٢٧٩٣)

الفرائد : (۱) جنت کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ اس میں ایک کوڑے کی جگہ دینا اور ما فیھا سے بہتر ہے۔ (۲) جنت اللہ کے

فضل اوراس کی راہ میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ سے ملے گی۔

۱۸۹۱ : وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبَّ رِيْحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَّجَمَالًا، فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں لوگ ہر جمعہ کو جایا کریں گے۔ پس شمال سے ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں میں خوشبو بکھیر دے گی جس سے ان کے حسن وخوبصورتی میں اضافہ ہو جائے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے اپنے گھروں کو آئیں گے تو اس حالت میں کہ ان کا حسن وجمال بڑھ چکا ہوگا۔ ان کے گھر والے کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ہمارے میں حسن و خوبی میں بڑھ گئے ہو"۔ (مسلم)

تشریح ۞ **یاتونها کل جمعة**: جمعہ کی مقدار یہ دنیا کے مطابق یا آخرت کی مقدار سے ہوگی۔ پہلی اکرام میں بلیغ تر ہے۔ نووی نے یہی مفہوم بیان کیا۔ کیونکہ وہاں سورج و چاند کا نظام ہی نہ ہوگا۔

فتهب ريح الشمال: قاضی کہتے ہیں جنت کی ہوا کو شمال سے خاص کیا گیا۔ کیونکہ عربوں کے ہاں بارش ہوا شام کی جانب سے چلتی تھی۔ اس بادل کو السمابة الشاميه کہتے ہیں۔ اس ہوا کا نام المشیر ہ وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے چہروں پر جنت کی کستوریاں اڑا کر لائے گی۔ اسی طرح پھولوں کی خوشبوئیں۔

فتحثوا: مفعول کو عموم کیلئے حذف کیا۔ تاکہ اس کے متعلق ہر راہ پر خیالات جائیں کہ کیا شاندار چیز وہ بکھرے گی جس سے حسن وجمال میں اضافہ ہوگا۔ **فيرجعون الى اهليهم**: یہ اہل کی جمع تصحیح ہے۔ **علی خلاف القياس** ہے۔ کیونکہ مفرد نہ علم ہے نہ صفت۔ قیاس سے دونوں میں سے ایک بنا سکتے ہیں۔ **حسنا و جمالا** کا عطف خاص علی العام ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں جمال رقت حسن کو کہتے ہیں۔ جمال میں اصل ھا ہے۔ مگر کثرت استعمال سے اس کو حذف کر دیا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کے اضافہ حسن کی تعریف کریں گے۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١٤٠٣٧) ومسلم (٣٨٣٣) والدارمی (٢٨٤١) وابن أبی شيبة (١٣/١٠٢) وابن حبان (٧٤٢٥) وأبو نعيم (٦/٢٥٣) والبيهقی (٣٧٤)

الفرائد : (۱) اہل جنت کے یہ اجتماعات ان کے رتبوں کے لحاظ سے ہوں گے۔ (۲) جنت کا بازار ہر جمعہ کو ہوگا۔ ہر جمعہ کو انعامات اور حسن وجمال میں اضافہ ہوگا۔ (۳) انعامات کی تازگی کیلئے بازار لگائے جائیں گے۔

۱۸۹۲ : وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَآءَ وْنَ الْغُرْفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَآءُ وْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَآءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۹۲: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " بے شک جنتی ایک دوسرے کے مکانات کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان پر ستارے کو دیکھتے ہو"۔ (بخاری ومسلم)

تشریح ۞ الغرف: یہ غرفۃ کی جمع ہے۔ الکوکب فی السماء: یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مفہوم رکھتی ہے۔ صرف فرق یہ اہل غرف کو دیکھنے والے اور غرف کا تذکرہ ہے اور یہاں غرف کا تذکرہ ہے اور یہ آپس میں لازم ملزوم ہے۔

تخریج : چارروایات پہلے (۱۸۸۸) ابوسعید خدریؓ کی روایت میں تشریح گزری۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۸۹۳ : وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ :"فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ، ثُمَّ قَرَاَ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ۔

۱۸۹۳: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک مجلس میں حاضر تھا جس میں آپؐ نے جنت کی تعریف فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ گفتگو سے فارغ ہوئے۔ پھر اس حدیث کے آخر میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اس میں وہ کچھ ہوگا جو کسی آ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ پھر یہ آیات پڑھی: "جنت ..ں وہ لوگ جائیں گے جن کے پہلو ......کوئی جان نہیں جانتی جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ کی گئی ہے" تک پڑھی"۔ (بخاری)

تشریح ۞ شھدت من النبی: یہ شھدت کا ظرف ہے۔ مجلساً سے ظرف مستقر حال ہے اور وہ ماقبل فعل کا مفعول بہ ہے۔ کیونکہ وہی مشہور ہے۔ نہ وہ جس میں وہ ہے۔

حتی انتھٰی: یہ مقدر کی غایت ہے۔ یعنی آپ کی انتہا تک تعریف فرماتے رہے۔ ثم: یہ اخبار میں ترتیب کیلئے لایا گیا ہے۔

مالا عین رأت: اَلنَّحْوُ : یہ لانفی جنس کیلئے ہے۔ یہ منفی کے تمام افراد کو شامل ہے۔ رفع ہوگا ورنہ مہمل مان کر لا حول کی پانچوں وجوہ جاری ہوں گی۔

ولا فطر: پھر اپنے بطور شاہد ہے یہ آیت پڑھی: "تتجافی جنوبھم......"اس سے نماز تہجد مراد ہے۔ خوفاً وطمعًا: حال بھی بن سکتے ہیں اور علت مصدریت کی وجہ سے منصوب ہوں۔ فما رزقناھم: سے میانہ روی اور ترک اسراف نکلتا ہے۔ من قرۃ اعین: جن نعمتوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور سرمدی فیوضات جن کے بیان سے بیان قاصر ہے۔

تخریج : مسلم (۲۸۲۵)

الفرائد : جنت کے انعامات کا تذکرہ ہے۔ جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں۔

۱۸۹۴ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا قَالَ : "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُنَادِیْ مُنَادٍ :اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا ' وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا ' وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا ' وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْاَسُوْا اَبَدًا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۴: حضرت ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک نداء دینے والا نداء دے گا۔ بے شک تم نے ہمیشہ جینا ہی جینا ہے' تم پر کبھی موت نہ آئے گی۔ تم ہمیشہ صحت مندر ہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم ہمیشہ جوان رہو گے اور تم پر کبھی بڑھاپا نہ آئے گا۔ تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تم پر تنگی نہ آئے گی''۔ (مسلم)

تشریح ۞ اذا دخل اهل الجنة الجنة: مکمل داخل ہو جائے گا۔ اس میں احتمال ہے کہ عاصی ابھی نار میں ہوں گے۔ اس میں متقین کا زیادہ اکرام واحترام ہے۔

اِنّ لکم: ان مکسور ہو تو قول مضمر ہے۔ اور اَنَّ ہو ینادی کا مفعول اضمار جار سے بنے گا۔ ای بان وغیرہ ان کے ساتھ جار کا حذف شائع ذائع ہے۔

ان تحیوا و لا تموتوا: تاکید کیلئے عطف کیا۔ اور اس وہم کے ازالہ کیلئے کہ موت زندگی کی اصل ہے۔ ضد کے انتفاء کا نام نہیں۔ اسی وجہ سے موت کے ساتھ تابید ابداً کی قید لگائی۔ پھر فعل کو مصدر کی بجائے ذکر کی وجہ شاید یہ ہو۔ کہ فعل میں امکان ہے وجوب واستحالہ نہیں یا وقوع کے یقینی ہونے کو ظاہر کیا۔ (صاحب البسیط نحووی) زرکشی نے بحر میں مصدر اور جوان وغیرہ سے بننے والے مصدر ہوں ان میں فرق ظاہر کیا۔ (البحر لزرکشی)

فلا تهرموا: حرم وہ حالت جو بڑھاپے کے وقت پیش آتی ہے۔ یہ موت کی طرح طبیع بیماری ہے۔ جس کی دوا نہیں۔

فلا تبأسوا: یہ البؤس سے ہے۔ تکلیف جسمانی کو کہتے ہیں۔ بئس فلان جس پر تکلیف اترے۔ آخری کا عطف فا سے کیا کیونکہ تینوں جملوں میں عاطف کے مابعد کو ماقبل کے تینوں جملوں کیلئے سبب قرار دیا پہلوں میں اس طرح نہیں۔

تخریج : أخرجه مسلم (۲۸۳۷) والترمذی (۳۲۵۷) وأحمد (٤/١١٣٣٢)

الفرائد : اہل جنت کو خلود کی خوشخبری ہے۔ نہ بڑھاپا۔ نہ بدبختی نہ تنگدستی نہ بدنصیبی۔ ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں۔

۱۸۹۵ : وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَیَتَمَنّٰی وَیَتَمَنّٰی فَیَقُوْلُ لَهٗ :هَلْ تَمَنَّیْتَ؟ فَیَقُوْلُ :نَعَمْ، فَیَقُوْلُ لَهٗ :فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّیْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ادنیٰ جنتی کا مرتبہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا تمنا کرو۔ پس وہ تمنا کرے گا۔ پھر تمنا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے تو نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے پس بے شک تیرے لئے وہ سب کچھ ہے جو تو نے تمنا کی اور اتنا ہی اور بھی"۔ (مسلم)

تشریح ❁ ان یقول له: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ یا اس کے حکم سے فرشتہ کہے گا۔ کہ کسی ایک کی تمنا ہو۔ تمنا یہ المنّی سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی۔ قدرت پانا کیونکہ تمنا والا اس چیز کے حصول کی قدرت پالیتا ہے۔ اور اس کا اسم۔ امنیه اور اعنیه ہے۔ اس کی جمع مُنی غُرف کی طرح اور دوسری اَمَانی ہوتی ہے۔

فیتمنی ویتمنّٰی: دو مرتبہ اس لفظ کا مقصد یہ نہیں کہ دو مرتبہ تمنا کرے گا۔ بلکہ بار بار اور کثرت سے تمنا مراد ہے۔

فیقول له: تمنا کا حکم دینے کے بعد فرمایا جائے گا۔ "هل تمنیت" کیا تو نے اپنی تمنا کو پورا پورا پالیا ہے۔ وہ ہاں میں جواب دے گا۔

و مثله معه: اس پر نصب جائز ہے اور اس کا عطف ما پر معہ ہے یہ اس سے حال ہے۔ اِن کے رسم کی جگہ ماننے سے رفع جائز ہے۔ یا یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد ظرف خبر ہے۔ پس یہ جملہ کا عطف خبر پر ہوتا ہے کی قسم سے ہے۔ یہ زیادہ درست ہے۔ (۲) اِنّ کے اسم کے مقام پر عطف ہو تو مرفوع ہے۔ یا مبتداء ہے۔ اور اس کے بعد والا ظرف خبر ہے۔ پس یہ عطف جملہ علی الخبر کی قسم سے ہے۔

موافقت روایات: اس روایت اور اس سے پہلے حدیث مغیرہ میں جو گزرا کہ اس کے لئے مثل "ملك من ملوك الدنی وعشرة امثاله" اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کہ "ان له مثل الدنیا وعشر امثالها" کیونکہ یہ جائز ہے۔ کہ اس کو یہ تمنا الہام ہو کہ وہ تمنا کرے "عشرة امثال ملك من ملوك الدنیا" (۲) ممکن ہے اس روایت میں جو ہے۔ اس کی آپ کو پہلے اطلاع دی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اضافے کی خبر دی۔ جو اس روایت میں سکوت عنہ ہے۔ اور وہ حدیث مغیرہ وابن مسعود میں مذکور ہے۔ اللہ اعلم۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۸۳/۱/۳۰۱)

الفرائد : (۱) گناہ گاروں پر افضالِ الٰہی کا تذکرہ ہے کہ ان کو بھی بخش دیا جائے گا۔ (۲) ان کو تمنا اور طلب سے کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔ انه هو التواب الرحیم۔

۱۸۹۶ : وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :"اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ : فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ – فَیَقُوْلُ :هَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ :وَمَالَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبَّنَا وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ – فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْتُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ :وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

۱۸۹۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ جنت والوں کو فرمائیں گے اے جنتیو! پس وہ عرض کریں گے :لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ ، وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ"اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں تمام بھلائی آپ کے دست قدرت میں ہیں''۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں اے ہمارے رب! آپ نے ہمیں وہ کچھ دے دیا جو تیری مخلوق میں سے کسی کو نہیں ملا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دے دوں؟ پس وہ کہیں گے کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تمہارے لئے اپنی رضامندی لازم کر دی۔ پس میں تم پر کبھی اس کے بعد ناراض نہ ہوں گا''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ عزوجل: عزّ وہ جو اپنی مراد پر غالب ہو اس کو کوئی موڑ نہ سکے۔ جل جس کی نسبت اس کی طرف کرنا درست نہیں اس سے پاک ہے۔

لبيك وسعديك: بار بار حاضر اور خوش نصیبی کے بعد خوش نصیبی۔ یہ کثرت کیلئے لائے جاتے ہیں۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہیں۔ ﴿فارجع البصر كرتين﴾ (الملک:۴) بار بار نظر دوڑاؤ۔ شاید رب کی صفت ذکر کر کے تربیت، اوج کمال تک پہنچانے کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ وہ جنت کے کمالات تک پہنچے۔

وابحير في يديك: شر کا تذکرہ ترک کر دیا۔ حالانکہ اس کا قبضہ واختیار ہر چیز پر ہے۔ دراصل ادب خطاب باری کا تقاضا ہے کہ اس کی طرف جمیل کی نسبت کی جاتی جیسا تعلیماً فرمایا: ''انعمت عليهم غير المغضوب عليهم......''۔

هل رضيتم: جو میں نے کمالات جنت سے نوازا ہے۔ جس کی تعبیر الفاظ سے ممکن نہیں ہے جیسا فرمایا ''مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر في قلب بشر''۔

مالنا لا نرضى: یہ اور خبر ظرفی ہے جملہ لا نرضى محل حال میں ہے۔

يا ربنا: یہ دوسری مرتبہ لذت کیلئے اعادہ کیا۔ یا تفنن فی التعبیر کیلئے ہو۔ جو کمال توجہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔ بخلاف اہل نار کے خطابات کے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یا مالک میں اہل نار ترخیم نہ کریں گے کیونکہ یہ تو لفظ کی تحسین وتزیین کیلئے ہوتی اور یہ فراغ وسرور سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ تو آگ میں جل رہے ہیں۔

مگر دیگر نے جائز کہا۔ یہ ترخیم شدت عذاب کی وجہ سے ہے۔ آگ والوں کو کلمہ کے حروف کی تکمیل سے بھی روک دیا جائے گا۔

مالم تعط احدًا: یہ جملہ حالیہ ہے۔ اسی سے ہو جس سے ماقبل جملہ ہے تو حال مترادف بن گئے اور ترضی کی ضمیر سے حال ہوں تو متداخل ہوتے۔ اور ضمیر مفعولی سے مراد تمام جنتی انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار مراد ہوں گے۔ اس میں شبہ نہیں ان کو وہ ملا جو اور مخلوق کو نہیں ملا۔

فیقول الا: ادات عرض لانے کا مقصد کمال اکرام ہے کہ وہ رتبہ میں اتنے بڑے کمال پر پہنچے کہ اب ان کو رتبات کمال پیش کیے جا رہے ہیں۔

افضل من ذلك: نفیس واعلی۔ جو تمہیں ملا ہے۔ وہ اس کا وجود بعید خیال کر کے کہیں گے۔ **وای شئ افضل من ذلك:** افضلیت کی تصریح کرنے کیلئے ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے۔

احل علیکم رضوانی: میں نے تم پر اپنی رضا اتار دی اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ رضا و سخط سے ارادہ تفضّل وانعام اور ارادہ انتقام مراد ہے۔ اس صورت میں یہ صفات ذاتیہ بنیں گی۔ ورنہ نفس تفضّل وانتقام صفات فعلیہ سے ہوں گے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف تلمیح ہے۔ "**ورضوانٌ من اللّٰه اکبر**" کیونکہ رضاء الٰہی ہر نور وسعادہ کا سبب ہے اور ہر وہ شخص جس کو معلوم ہو کہ اس کا آقا اس سے راضی ہے۔ تو یہ چیز اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کا سرور ہر نعمت سے بڑھ کر بنے گی۔ کیونکہ اس میں تعظیم وتکریم ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ "**ان النعیم الذی حصل لا هل الجنه لا مزیلة علیه**" پھر اس روایت کی اس روایت سے مخالفت نہیں کہ فضیلت کا مقتضی رضوان ہے۔ اور اسی طرح وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ افضلیت کا مقتضی رؤیت باری تعالیٰ ہے کیونکہ رضامندی تو ان کو مل گئی۔ ان چیزوں سے نہیں جو بعد کو دی جائیں گی یا رؤیت تو محض فضل وانعام ہے جس کی تعبیر رضا سے کی گئی ہے۔ اس کے ضمن میں بہت سے عطیات ہیں۔

تخریج : أخرجه أحمد (٤/١١٨٣٥) والبخاری (٦٥٤٩) ومسلم (٢٨٢٩) والترمذی (٢٥٦٤) وابن حبان (٧٤٤٠) وابن منده (٨٢٠) والبیهقی (٤٤٥)

الفرائد : (۱) باری تعالیٰ سے مخاطبت۔ چہ خوش بود۔ (۲) انعامات سے بڑھ کر رضاء الٰہی ہے۔ اللهم اجعلنا من اهل الجنه وحملنا من رضوانك انك سميع قريب۔

۱۸۹۷ : وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَقَالَ : اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ وَعِيَانًا كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ ، لَا تُضَامُوْنَ فِىْ رُؤْيَتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

۱۸۹۷: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "ہم رسول اللہؐ کے پاس تھے کہ آپؐ نے

چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''بے شک تم اپنے ربّ کو کھلی آنکھوں سے اسی طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو۔ کہ اس کے دیکھنے میں تمہیں دقت و تکلیف (بھیڑ وغیرہ) کی نہیں''۔ (بخاری و مسلم)

تشریح ۞ **لیلة البدر**: اتفاقاً یا قصداً تا کہ اس پر وہ نتیجہ مرتب ہو جو راوی چاہتا ہے۔

انکم سترون ربکم: جنت میں اس گوشت والی آنکھ سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل جنت کو ایسی باقی رہنے والی آنکھیں دیں گے جس سے باقی کو دیکھنے کی استعداد نہیں۔ وہ دوسروں کیلئے یہ آپ کے علاوہ ممنوع کر دیا اگر چہ عقلاً جواز میں کلام نہیں۔

عیانا: تجلی و ظہور میں مبالغہ کیلئے یہ صیغہ مبالغہ لائے۔

کما ترون هذا القمر: اصل رؤیت میں تشبیہ مراد ہے اور کمال ظہور میں۔ ہر اعتبار سے مشابہت مراد نہیں۔

لا تضامون فی رؤیته: تمہیں بھیڑ کی وجہ سے دیکھنے میں ضرر نہ ہوگا۔ جیسا کہ رؤیت ہلال کے وقت ہوتا ہے۔ اس کی وجہ **فإن استطعتم أن لا تغلبوا......** ہے۔ یہ طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔

تخریج : کتاب الفضائل باب ۹/۹ مضل صلاۃ اصبح میں روایت گزری۔

الفرائد : ایضاً۔

۱۸۹۸ : وَعَنْ صُهَيْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ'' رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

۱۸۹۸: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے''۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تم کسی اور چیز کو چاہتے ہو جس کا میں اضافہ کروں؟ وہ عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کر دیا؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا اور آگ سے نہیں بچا لیا؟ پھر اللہ تعالیٰ حجابات کو ہٹا دیں گے پس لوگوں کو اب تک کوئی چیز نہیں دی گئی جو اتنی محبوب ہو جتنا اپنے ربّ کو دیکھنا''۔ (مسلم)

تشریح ۞ ان کے حالات باب الصبر میں گزرے۔ **ادخل**: ی فعل ماضی مجہول۔ **تریدون**: اس سے پہلے ہمزہ استفہام مقدر ہے۔ **الم تبیض وجوهنا**: جواب کا حاصل یہ ہے۔ وہ سمجھ جائیں گے کہ ان کو جو ملا اس پر اضافہ نہیں۔

فیکشف الحجاب: ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یہ حجاب بندوں کیلئے ہے۔ جب ہٹا دیا جائے گا تو وہ دیکھ سکیں گے۔

احب: کو جو محبوبیت میں اس سے بڑھ کر ہو۔ یہ حسن خاتمہ کی طرف اشارہ کیلئے نووی نے اس پر اپنی کتاب کو ختم کیا۔ یہ صالحین کو دیا جانے والا انعام و اکرام ہے۔

اثبات روایت باری کے دلائل کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حاصل فضل وکرم سے ہمیں بھی عنایت فرمائے اور رؤیت سے محروم نہ فرمائیں آمین۔

تخریج : أخرجه مسلم (۱۸۱) والترمذی (۳۱۰۵) والنسائی (۶/۱۱۲۳۴) وابن ماجه (۱۸۷)

الفوائد : اس میں اہل جنت کے سب سے عظیم اکرام دیدار ذات باری تعالیٰ کا تذکرہ ہے۔ متیعنا اللہ به۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ دَعْوَاهُمْ فِیْهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ ' وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے۔ ان کا ربّ ان کی رہنمائی ان کے ایمان کی وجہ سے ان جنات کی طرف فرمائیں گے جو نعمتوں والی ہیں۔ ان کی پکار اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی اور ان کا تحفہ اس میں سلام ہوگا اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لئے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ' وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ ' كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ - وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ' وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہماری اس کی طرف راہنمائی فرمائی اور ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاسکیں اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتے۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت نازل فرما جو آپ کے بندے اور رسول نبی اُمّی ہیں اور آل محمد اور ان کی ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) اور ان کی اولاد پر رحمتیں نازل فرما جس طرح آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر رحمتیں نازل فرمائیں اور برکتیں نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور ان کی آل اور ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) اور انکی اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح آپ نے برکت اتاری ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر جہانوں میں۔ بے شک آپ تعریفوں والے بزرگیوں والے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مجھے ریاض الصالحین کی تالیف وتصنیف سے ۱۴ رمضان المبارک بروز سوموار ۶۷۰ھ دمشق میں فراغت ہوئی اور شارح ابن علان صدیقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مستطاب شرح سے بروز جمعہ ۱۵ شوال ۱۰۳۸ھ مجمع القایتبای جو بیت اللہ کے سامنے واقع ہے اس کے خاص فضل سے مکمل ہوئی۔

الحمدللہ! یہ بندہ حقیر شرح کے ترجمہ سے آج ۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۷ھ بروز سوموار الموافق ۱۳ مارچ ۲۰۰۷ء کو جامع مسجد مدنی، چنیوٹ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فارغ ہوا۔

اس کا سبب ہمارے مکرم ومحترم بھائی حاجی خالد مقبول زیدت عمرہم بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسی طرح کے نیک کاموں کی تازیست توفیق مرحمت کرتا رہے۔ ان کے سر پر والد محترم کے سایہ کو دراز کرے اور والدہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچائے۔ آمین ثم آمین۔

شمس الدین خادم العلوم دار العلوم المدینہ

(چنیوٹ)